کذب وافتراء کی دلآزار مہم اور اس کا پس منظر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ / جنوری ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ (التوبہ: ۳۰-۳۳)

اور پھر فرمایا:

پاکستان کی موجودہ حکومت نے احمدیت کی تکذیب کی جو مہم چلا رکھی ہے اس کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو مُلک کے معصوم عوام پر یہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے اور ان کے مفادات کو اس شرط کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے کہ جب تک وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب نہیں کریں

گے اُن کے کام نہیں چل سکیں گے۔ چنانچہ اس طرح پاکستان کی موجودہ حکومت نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کو ایک عوامی شکل دے دی ہے۔ تاہم یہ کوئی ایسی عوامی تحریک نہیں کہ جس میں لوگوں کے دل سے از خود یہ خواہش اُٹھے بلکہ یہ ملک کا موجودہ قانون ہے جو ہر پاکستانی شہری کو مجبور کر رہا ہے کہ یا تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرے یا بعض مفادات سے محروم رہ جائے۔ یہاں تک کہ اب ووٹ دینے کا حق بھی کسی پاکستانی کو نہیں مل سکتا جب تک کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب نہ کرے اور بکثرت ایسی مثالیں پاکستان کے اندر بھی اور پاکستانی شہریوں میں سے اُن کی جو باہر بستے ہیں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ وہ اس پر احتجاج کرتے ہیں اور کھلم کھلا یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ مرزا صاحب کیا تھے اور کیا واقعۃً خدا تعالیٰ نے انہیں بھیجا بھی تھا کہ نہیں۔ اس لئے یہ گناہ ہمارے سر پر نہ رکھو۔ لیکن چونکہ اس کے بغیر اُن کے کام نہیں چل سکتے اور اُن کو مجبور کیا جاتا ہے اس لئے اُن میں سے بھاری تعداد تکذیب پر دستخط کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

تکذیب کا ایک دوسرا طریق یہ اختیار کیا جا رہا ہے کہ احمدیوں کو اُن کے مفادات سے محروم رکھا جا رہا ہے، اُن پر مظالم توڑے جا رہے ہیں، اُن پر ظلم کرنے والوں کی تائید کی جا رہی ہے۔ احمدیوں کے مال لوٹنے والوں کو تحفظ دیا جا رہا ہے اور اُن کی جان پر حملے کرنے والوں کو حکومت کی چھتری کے تلے امن مل رہا ہے جبکہ احمدیت کے حق میں گواہوں کو یا احمدیوں کے حق میں آنے والے گواہوں کو جُھٹلایا جاتا ہے اور مخالف فریق کے فرضی گواہوں کو بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ غرضیکہ اس نوع کے بکثرت دباؤ ہیں مثلاً ملازمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے، طلباء کو تعلیم کے حق سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ اور اسی قسم کے بعض دوسرے دباؤ روز مرہ کی زندگی میں اس کثرت سے ڈالے جا رہے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طریق پر احمدی بھی بالآخر تنگ آ کر احمدیت کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ لیکن جیسا کہ تمام دنیا جانتی ہے اور پاکستان میں بھی اب یہ احساس بڑی شدّت سے پیدا ہو رہا ہے کہ یہ سارے ذرائع احمدیوں کو احمدیت سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اس کے بالکل برعکس نتیجہ نکلا ہے۔ خدا کے فضل سے اتنی شدّت اور قوّت کے ساتھ ایمان اُبھرے ہیں اور اخلاص میں ترقی ہوئی ہے اور قربانیوں کی نئی امنگیں پیدا ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے اس قسم کی کیفیت اور

شدّت نظر نہیں آتی تھی۔ اب خدا کے فضل سے جماعت میں ایسا حوصلہ ایسا عزم اور پھر قربانیوں کے ایسے بلند ارادے پیدا ہو گئے ہیں جو پہلے نظر نہیں آتے تھے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس پہلو سے بھی حکومت مخالفانہ کوشش میں ناکام ہوگئی ہے۔

جہاں تک پہلی کوشش کی ناکامی کا تعلق ہے امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت کے دوستوں کی طرف سے جتنی بھی اطلاعات ملتی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ ہر وہ پاکستانی جو احمدی نہیں ہے جب وہ تکذیب پر دستخط کرتا ہے تو اس کے اندر خوف کا ایک احساس جاگتا ہے۔ وہ اپنے دل میں یہ سوال اٹھتا ہوا محسوس کرتا ہے کہ جس شخص کی میں تکذیب کر رہا ہوں اس کے دعویٰ کی جانچ پڑتال میں نے کر بھی لی تھی کہ نہیں۔ میں نے اس کے دعویٰ کے بارہ میں تحقیق کر کے پورے اطمینان سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ شخص جھوٹا ہے یا محض اپنے دنیوی مفاد کی خاطر مجبور ہو کر اور ذلت کے ساتھ تکذیب پر دستخط کرنے پر پابند کیا گیا ہوں۔ یہ ایک عام احساس ہے جو لوگوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کا جو سامان ہم نہیں کر سکتے تھے وہ اللہ کی تقدیر نے اس طرح کروا دیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے احمدیت کے بارہ میں عدم دلچسپی عام تھی، لاعلمی عام تھی اور امر واقعہ یہ ہے کہ گو مختلف فرقوں میں مسلمان بٹے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو جانتے ہیں کہ اُن کے عقائد کیا ہیں، ان کی اسلامی نظریاتی بنیاد کیا ہے، اسلام کے وہ کون سے عملی تقاضے ہیں جن کو انہوں نے پورا کرنا ہے۔ غرض ایک قسم کی غفلت کی حالت ہوتی ہے جس میں بظاہر مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے لوگ زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور چونکہ ان کو جماعت احمدیہ کے متعلق بھی علم نہیں تھا اس لئے ان میں جماعت کے بارہ میں کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اُن میں بہت کم لوگ تھے جو اِس وجہ سے مخالفت کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جماعت احمدیہ (نعوذ باللہ) جھوٹی ہے۔ جبکہ بڑی بھاری تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مولویوں کے ڈر سے اور عوام الناس کے دباؤ کے پیش نظر خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے۔ لیکن اب پاکستان کے کونے کونے میں احمدیت کا چرچا ہے۔ ایسے علاقوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچ گیا ہے جہاں کسی احمدی نے کبھی جھانک کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں نہ صرف احمدیت سے لوگ متعارف ہو رہے ہیں بلکہ انسانی ضمیر کو کچوکے دیئے گئے ہیں کیونکہ کلیۃً لاعلم آدمیوں کو بھی ایک ایسے فیصلہ پر مجبور کیا گیا ہے جس کے وہ مجاز نہیں تھے۔ پس اس

کے نتیجہ میں احمدیت کو سمجھنے اور پہچاننے کے بارہ میں جو دلچسپی پیدا ہو سکتی تھی وہ خدا کے فضل سے پیدا ہو رہی ہے اور اس کے اثرات ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

احمدیت کے خلاف ان دنوں تیسری کوشش اشاعت لٹریچر کے ذریعہ کی گئی ہے جو بڑے وسیع پیمانے پر شائع کر کے تقسیم کروایا گیا ہے۔ تمام دنیا میں مختلف زبانوں میں بعض پمفلٹ تقسیم کروائے گئے پاکستان کے سفارت خانوں کے ذریعہ بھی اور براہ راست بھی جن میں سراسر کذب اور افتراء سے کام لیتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کردار کشی کی کوششیں کی گئی ہیں جو عالمگیر جماعت احمدیہ کے لئے انتہائی تکلیف کا موجب ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے احمدیوں کے لئے جہاں دن رات اخباروں میں بھی یہی چرچا ہو رہا ہے اور حکومت وقت کروڑوں روپیہ خرچ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دلوا رہی ہے اور خود بھی دے رہی ہے اور اس تکذیب میں کسی بھی دنیاوی، عقلی، انسانی اور اخلاقی قانون اور ضابطے کا قطعاً کوئی پاس نہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مختلف زبانوں میں ایسے ایسے فرضی قصے بنا کر شائع کئے جا رہے ہیں اور تمام دنیا میں انکی تشہیر کی جارہی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ اس مہذب دور میں بھی ایسی اخلاقی گراوٹ کے نمونے دیکھے جاسکتے تھے! ایک عام انسان میں بھی اگر وہ چیزیں پائی جائیں تو ایک انتہائی اخلاقی گراوٹ کی نشاندہی کرتی ہیں چہ جائیکہ حکومتی سطح پر اخلاق سے گری ہوئی باتیں رونما ہوں۔ حکومتیں تو خواہ دہریہ ہی کیوں نہ ہوں وہ ذمہ داری کا ثبوت دیا کرتی ہیں، ان کی زبان میں کچھ وقار اور اسلوب حکمرانی میں کچھ شائستگی ہوتی ہے جس کی وہ بالعموم پیروی کرتی ہیں اور خواہ کسی فریق کو وہ کتنا ہی برا اور دشمن سمجھتی ہوں پھر بھی وہ دنیا کے رسمی تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھتی ہیں۔ لیکن دنیا میں ایک پاکستان ہے جہاں نمونے کی ایک ایسی حکومت قائم ہوگئی ہے جس نے تمام اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور تمام اخلاقی قیود کو توڑ کر پھینک دیا ہے اور احرار کی ایک ایسی عامیانہ زبان اختیار کر لی ہے جو کبھی موچی دروازہ لاہور یا امرتسر کے بازاروں میں سنی جاتی تھی یا پھر ان دنوں سنائی دیتی تھی جب ان کے فرضی فاتح قادیان پر حملے کیا کرتے تھے۔ اب وہ زبان حکومت پاکستان کی زبان بن گئی ہے اور اس حکومت کے مزاج پر، اس کے کردار پر اور ان کے طرز حکومت پر احراریت کا پوری طرح رنگ آ چکا ہے۔ چنانچہ یہی وہ تصویر ہے جو

ساری دنیا میں اِس حکومت کی ابھر رہی ہے۔

ان دنوں احمدیت پر اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر من گھڑت الزام لگا کر حملے کرنا حکومت کا معمول بن چکا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کا نام ہے ’’قادیانیت ۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ‘‘ اسے وائٹ پیپر یعنی قرطاس ابیض کے سے اہتمام کے ساتھ شائع کر کے ساری دنیا میں بڑی کثرت سے تقسیم کیا گیا ہے۔ایک گزشتہ خطبہ جمعہ میں مَیں نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ میرا خود ارادہ ہے انشاءاللہ اس کے متعلق ایک ایک اعتراض کو سامنے رکھ کر کچھ بیان کروں گا۔لیکن اس عرصہ میں جماعت کے مختلف علماء اور لکھنے والوں نے اپنے طور پر بھی کوششیں کیں ۔بعض دوستوں کو میں نے پیغام بھجوائے تھے انہوں نے بہت اچھے اور عمدہ مضامین تیار کر کے بھجوائے ہیں۔ ان میں سے کچھ مضامین اشاعت کے لئے تیار بھی ہو چکے ہیں ۔تاہم ان مضامین کا ایک تو ہر احمدی تک پہنچنا مشکل ہے۔دوسرے جماعت کا ایک حصہ غیر تعلیم یافتہ بھی ہے اور ایک حصہ ایسا بھی ہے جہاں پڑھنے کا رواج ہی نہیں ہے اور بعض لوگوں کے مزاج میں پڑھنے کی عادت بھی نہیں ہوتی اس لئے خطبات کے ذریعہ جتنا کثیر اور گہرا رابطہ جماعت سے ممکن ہے اتنا کسی اَور ذریعہ سے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ خطبہ کی کیسٹ (Cassette) کے ذریعہ رابطہ اور پھر کیسٹ کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے مربیان مختلف جماعتوں سے جو رابطہ قائم کرتے ہیں اس کے میں نے بہت فوائد دیکھے ہیں۔رابطہ کا یہ ذریعہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوا ہے۔گو اس سلسلہ میں جو علمی کوششیں کی گئی ہیں وہ اپنی جگہ بڑی عمدہ اور نہایت مفید ہیں، ان سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔لیکن جیسا کہ میں نے ذکر کیا تھا میں خود بھی انشاءاللہ اس موضوع پر کچھ نہ کچھ کہوں گا۔تاہم آج کے خطبہ میں پہلے تو مَیں اِس مخالفت کا پس منظر بیان کرنا چاہتا ہوں اور پھر مختصراً ان اعتراضات کو لوں گا جو اس مبیّنہ قرطاس ابیض میں دہرائے گئے ہیں اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے یا تو خطبات میں سلسلہ وار جواب دوں گا یا پھر کسی جلسہ کے موقع پر جب زیادہ وقت مہیا ہو بعض مضامین کو انشاءاللہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

جہاں تک اس مخالفت کے پس منظر کا تعلق ہے احباب جماعت کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ایک باقاعدہ گہری سازش کا نتیجہ ہے اور اس سلسلہ میں جو لمبی کوششیں ہو رہی ہیں اُن کو یہ پس منظر

ظاہر کرتا ہے۔ دوستوں کو عموماً ربط کے ساتھ معلوم نہیں کہ کیا ہوتا رہا ہے اور اب کیا ہو رہا ہے اور موجودہ واقعات کی کون سی کڑیاں ہیں جو 1974ء کے واقعات سے ملتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ مخالفت کا کچھ پس منظر تو اس رنگ میں سامنے آتا ہے کہ اِس وقت جماعت کے خلاف جو جدوجہد ہو رہی ہے وہ مربوط شکل میں کس طرح آگے بڑھی ہے اور اب کس شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔ پھر اس پس منظر کا ایک پہلو اور بھی ہے جس کا غیر ملکی طاقتوں سے تعلق ہے یا غیر مذاہب سے تعلق ہے۔ بڑی بڑی استعماری طاقتیں ہیں جو ان کوششوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں اور ان کے بہت برے ارادے ہیں جو باقاعدہ ایک منصوبے کے طور پر آج سے سالہا سال پہلے بلیو پرنٹ (Blue Print) کی شکل اختیار کر چکے تھے، باقاعدہ تحریر میں باتیں آچکی تھیں۔ آپس میں باقاعدہ معاملات طے ہو چکے تھے۔ چنانچہ اربوں روپیہ ایک منصوبے کے تحت جماعت احمدیہ کے خلاف استعمال ہو رہا ہے کم از کم 20 سال سے تو میں بھی جانتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہماری مخالف جماعتوں کو باقاعدہ تربیت دی گئی اور پاکستان کے جو ملکی حالات ہیں ان میں دخل اندازی کا بھی اس کو ذریعہ بنایا گیا۔ اس کی بہت سی تفاصیل ہیں اگر موقع پیدا ہوا یا ضرورت محسوس ہوئی تو انشاءاللہ بعد میں ان کا ذکر کروں گا۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارے خلاف اٹھنے والی اس موجودہ مہم کا 1974ء کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے اور 1974ء کے واقعات کی بنیاد دراصل پاکستان کے 1973ء کے آئین میں رکھ دی گئی تھی۔ چنانچہ آئین میں بعض فقرات یا دفعات شامل کر دی گئی تھیں تا کہ اس کے نتیجہ میں ذہن اس طرف متوجہ رہیں اور جماعت احمدیہ کو باقی پاکستانی شہریوں سے ایک الگ اور نسبتاً ادنیٰ حیثیت دی جائے۔ میں نے 1973ء کے آئین کے نفاذ کے وقت اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں عرض کیا اور آپ کو اس طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں جس طرح بھی ہوسکا جماعت مختلف سطح پر اس مخالفانہ رویہ کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن ان کوششوں کے دوران یہ احساس بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ یہ صرف یہاں کی حکومت نہیں کروا رہی بلکہ یہ ایک لمبے منصوبے کی کڑی ہے اور اس معاملہ نے آگے بڑھنا ہے۔ بہرحال 1974ء میں ہمارے خدشات پوری طرح کھل کر سامنے آگئے۔

1974ء میں پاکستان کو جو حکومت نصیب تھی، اس میں اور موجودہ حکومت میں ایک نمایاں

فرق ہے۔ وہ حکومت حیادار تھی ۔ اسے اپنے ملک کے باشندوں کی بھی حیا تھی اور بیرونی دنیا کی حکومتوں کی حیا بھی تھی ۔ تاہم احمدیت کی دشمنی میں کمی نہیں تھی ۔ یعنی جہاں تک منصوبے کا تعلق ہے اور جماعت کی بنیادوں پر سنگین حملہ کرنے کا تعلق ہے دونوں میں یہ دشمنی قدر مشترک ہے اور بھٹو صاحب کے زمانہ کی حکومت اور موجودہ حکومت میں اس پہلو سے کوئی فرق نہیں لیکن جہاں تک حیا کا تعلق ہے اس میں نمایاں فرق ہے ۔ بھٹو صاحب ایک عوامی لیڈر تھے اور عوام کی محبت کے دعویدار بھی تھے اور وہ چاہتے تھے کہ اپنے ملک کے عوام میں ہر دلعزیز لیڈر بنے رہیں اور عوام کو یہ محسوس نہ ہو کہ وہ دھاندلیاں کر کے اور آمرانہ طریق اپنا کر حکومت کرنے کے خواہاں ہیں سوائے اس کے کہ اشد مجبوری ہو۔ چنانچہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف اقدامات کرنے سے پہلے ایک عوامی عدالت کا رنگ دیا اور قومی اسمبلی میں معاملہ رکھا گیا اور اس میں جماعت کو بھی اپنے دفاع کا ایک موقع دیا گیا تا کہ بیرونی دنیا کو اعتراض کا موقع نہ ملے ۔ دراصل اس طرح وہ بیرونی دنیا میں اپنا اثر بڑھانا چاہتے تھے ۔ بیرونی دنیا میں بھی ان کی تمنائیں بہت وسیع تھیں ۔ وہ صرف پاکستان کی رہنمائی پر راضی نہیں تھے بلکہ اپنا اثر ورسوخ اردگرد کے علاقے میں پھیلانا چاہتے تھے جیسے پنڈت نہرو ابھرے تھے اس طرح وہ مشرق کے لیڈر کے طور پر ابھرنے کی تمنا رکھتے تھے ۔ وہ چاہتے تھے کہ صرف پاکستانی رہنما کے طور پر ہی نہیں بلکہ مشرق کے ایک عظیم رہنما کے طور پر ابھریں اور دنیا سے اپنی سیاست کا لوہا منوائیں ۔ پس اس وجہ سے بھی چونکہ ان کی آنکھوں میں بیرونی دنیا کی شرم تھی ۔ وہ چاہتے تھے کہ اندرون اور بیرون ملک جماعت کا معاملہ اس رنگ میں پیش کیا جائے کہ گویا وہ بالکل مجبور ہو گئے تھے، ان کے اختیار میں نہیں رہا تھا، بایں ہمہ انہوں نے عوامی دباؤ کو براہ راست قبول نہیں کیا بلکہ جماعت احمدیہ کے سربراہ اور ان کے ساتھ چند آدمیوں کو بلا کر ایک موقع دیا کہ وہ اپنے مسلک کو پیش کریں ۔ چنانچہ ایک لمبا عرصہ قومی اسمبلی نے اس سلسلہ میں وقت خرچ کیا اور بھٹو صاحب کو قومی اسمبلی کا عذر ہاتھ آ گیا اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اب میں کیا کر سکتا ہوں ۔ لیکن اس حیا کا موجودہ حکومت میں فقدان ہے اس لئے کہ یہ نہ عوامی حکومت ہے نہ اسے بیرونی دنیا میں کسی رائے عامہ کی پرواہ ہے ۔ ایک آمر بہر حال ایک آمر ہی ہوتا ہے اس لئے بظاہر وہ جتنی مرضی کوششیں کرے لیکن آمریت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ جو کچھ بھی ہو، جو کچھ بھی دنیا کہے اس کی پرواہ نہیں کرنی ۔ آمریت کے مزاج میں یہ بات داخل ہے کہ

کوشش کر دیکھو مفت میں دنیا کی ہر دلعزیزی ہاتھ آجائے تو ٹھیک ہے لیکن نہ بھی آئے تو آمریت تو پیچھے نہیں ہٹا کرتی۔ اس لئے آمریت میں جو بے پرواہی پائی جاتی ہے وہ ہمارے خلاف موجودہ مہم میں بھی بالکل ظاہر و باہر ہے۔

1974ء میں حکومت نے اپنے فیصلے کے دوران جماعت کو موقع تو دیا اور چودہ دن قومی اسمبلی میں سوال و جواب ہوتے رہے۔ جماعت نے اپنا موقف تحریری طور پر بھی پیش کیا لیکن ساتھ ہی چونکہ وہ بڑی ہوشیار اور چالاک حکومت تھی اُس نے قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ اگر یہ باتیں عام ہو گئیں اور سوال و جواب پر مشتمل اسمبلی کی کاروائی اور اس کی جملہ روئیداد دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی تو حکومت کا مقصد حل نہیں ہو سکے گا بلکہ برعکس نتیجہ نکل سکتا ہے اور عین ممکن ہے کہ بجائے اسے سراہنے کے کہ جماعت کو ہر قسم کا حق دینے کے بعد ایک جائز فیصلہ ہوا ہے دنیا بالکل برعکس نتیجہ نکالے اور کہے کہ جماعت تو اس کارروائی کے نتیجہ میں بہت ہی زیادہ مظلوم ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جماعت نے اپنے موقف کی تائید میں اتنے مضبوط اور قوی دلائل پیش کئے جو عقلی بھی ہیں اور نقلی بھی اور اُن کے پیش نظر کوئی یہ نتیجہ نکال ہی نہیں سکتا کہ جماعت احمدیہ مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ اس وقت کی حکومت نے اس خطرہ کی پیش بندی اس طرح کی کہ جماعت کو قانوناً اور حکماً پابند کیا گیا کہ قومی اسمبلی میں جو بھی کارروائی ہو رہی ہے اس کا کوئی نوٹ یا کوئی ریکارڈنگ اپنے پاس نہیں رکھیں گے اور یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت اس کارروائی کو دنیا میں ظاہر نہیں ہونے دے گی۔

اس کارروائی کا نتیجہ کیا تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ قومی اسمبلی کے ایک ممبر سے ایک موقع پر یہ سوال ہوا کہ آپ اس کارروائی کو شائع کیوں نہیں کرواتے، ساری قومی اسمبلی نے آپ کے بیان کے مطابق متفقہ فیصلہ دے دیا ہے کہ جماعت احمدیہ غلط ہے اور اپنے عقائد کے لحاظ سے اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر اسمبلی کی کارروائی شائع کر کے ان کا جھوٹ دنیا پر ظاہر کریں۔ انہوں نے ہنس کر جواب دیا کہ تم کہتے ہو شائع کریں شکر کرو کہ ہم شائع نہیں کرتے اگر ہم اسے شائع کر دیں تو آدھا پاکستان احمدی ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کہنا ان کی کسر نفسی تھی اگر پاکستان کے شریف عوام تک جماعت احمدیہ کا موقف حقیقۃً پہنچ جائے تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ سارا پاکستان احمدی نہ ہو جائے سوائے ان چند بدنصیب لوگوں کے جو ہمیشہ محروم رہ جاتے ہیں۔ ہدایت

ان کے مقدر میں نہیں ہوتی کیونکہ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دینا چاہتا دنیا کی کوئی طاقت ان کو ہدایت نہیں دے سکتی۔ پس ایسے استثناء تو موجود ہیں، لیکن مجھے پاکستان کی بھاری اکثریت سے حسن ظن ہے کہ اگر ان تک جماعت احمدیہ کا موقف صحیح صورت میں پہنچ جائے خصوصاً موجودہ دور کی نسلوں تک جو نسبتاً زیادہ معقول رنگ رکھتی ہیں اور تقلید کی اتنی قائل نہیں ہیں جتنی پچھلی نسلیں قائل تھیں تو یقیناً ان کی بھاری اکثریت بفضلہٖ تعالیٰ احمدی ہو جائے گی۔

چنانچہ موجودہ حکومت نے اس کی پیش بندی یوں کی کہ جماعت احمدیہ پر یک طرفہ حملے تو کئے لیکن جواب کی اجازت ہی نہیں دی۔ دفاع کا موقع ہی پیدا نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ جماعت کے خلاف حملوں سے پہلے ہی حکومت نے ایسا رویہ اختیار کر لیا کہ جماعت کا وہ لٹریچر ضبط کر لیا جائے جس میں ان کے آئندہ کئے جانے والے حملوں کا جواب موجود ہے۔ حکومت کی پالیسی میں یہ جو تضاد پایا جاتا ہے اس سے بظاہر ایک بے عقلی کی بات بھی نظر آتی ہے لیکن بے عقلی سے زیادہ اس میں شرارت اور چالاکی پائی جاتی ہے۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لٹریچر اس لئے ضبط کیا جارہا ہے کہ اس سے پاکستان کے لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہے اور دوسری طرف اس میں سے صرف وہی جملے نکال کر شائع کئے جارہے ہیں جن سے بقول ان کے دل آزاری ہوتی ہے۔ کیسی احمقانہ بات ہے تم کہہ یہ رہے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہم اس لئے ضبط کر رہے ہیں کہ ان سے مسلمان عوام خصوصاً پاکستانی عوام کی دل آزاری ہوتی ہے اور اس دل آزاری کا علاج یہ کیا ہے کہ وہ حصے جن سے دل آزاری نہیں ہوتی اُن کا شائع کرنا تو قانوناً بند کر دیا اور جن سے تمہارے زعم میں دل آزاری ہوتی ہے ان کو گورنمنٹ کے خرچ پر بصرف کثیر ساری دنیا میں پھیلا رہے ہو۔ پس بظاہر تو یہ ایک تضاد ہے لیکن یہ تضاد ایک چالاکی کے نتیجہ میں ہے۔ انہوں نے ایک ظالمانہ اور ناپاک حملہ کرنا ہی تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں اعتراضات کے جوابات موجود ہیں اور ہر شریف النفس انسان جو ان کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اور سیاق وسباق کو دیکھتا ہے تو اعتراض خود بخود دور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران بھی یہی ہوتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے بھی ساتھ جانے کا موقع دیا تھا۔ اسمبلی کی کارروائی کے دوران میں نے اور میرے دوسرے

ساتھیوں نے یہ بات بڑی حیرت کے ساتھ مشاہدہ کی کہ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پر کوئی حملہ کیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس حوالہ کا کچھ حصہ پہلے سے پڑھ کر اور کچھ حصہ بعد کا پڑھ کر سنا دیتے تھے اور اس کے بعد کسی جواب کی ضرورت ہی نہیں رہتی تھی، سننے والوں کے چہروں پر اطمینان آجاتا تھا کہ یہ حملہ فرضی ہے، کتر بیونت کا نتیجہ ہے، سچائی سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے اور بعض جگہ وضاحت کی ضرورت پڑتی تھی تو وضاحت بھی فرما دیتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اپنی ذات میں ہی اپنے اندر کافی جواب رکھتی ہیں۔ اگر سیاق وسباق سے الگ کر کے صرف ایک ٹکڑے کو نکال کر غلط رنگ میں تحریف کے طور پر پیش کیا جائے تو اس سے دل آزاری ہو سکتی ہے حالانکہ تحریر کا وہ مقصد نہیں ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ بات کہنا ہی نہیں چاہتے تھے جو آپ کی طرف منسوب کی جارہی ہے لیکن اسے دل آزاری بنا کر یا اپنی طرف سے گھڑ کر شائع کیا جارہا ہے اور اس کا جواب عوام سے چھپا لیا گیا۔

پس یہ تھی اِس حکومت کی حکمت عملی۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں اس واقعہ سے پہلے ہی کتابیں ضبط ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ اسی پر بس نہیں کی پریس بھی ضبط ہو گئے، رسالے اور اخبار بھی بند ہو گئے۔ یہ بزدلی ہے جو ہمیشہ کمزوری کی نشانی ہوا کرتی ہے اور اس طرح انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت جو دلائل میں قوی ہو وہ ہتھیار نہیں اٹھایا کرتی اور دوسرے کی بات کے بیان کرنے کی راہ میں قانونی روکیں نہیں ڈالا کرتی۔ یہ عقل کے خلاف ہے اور ان کے اپنے مفاد کے خلاف ہے۔ اس لئے تمام قانونی کوششیں جو اس بات میں صرف کی جارہی ہیں کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کے خلاف تو حملے ہو جائیں لیکن جماعت احمدیہ کو جواب کا موقع نہ ملے، یہ شدید بزدلی کی علامت ہے اور شکست کا آخری اعتراف کہ اُن کے پاس دلائل کا فقدان ہے۔ چنانچہ ایک طرف جماعت احمدیہ کو اتنا کم تعداد بتایا جارہا ہے کہ ستر اسّی ہزار نفوس سے زیادہ ان کی حیثیت ہی کوئی نہیں اور دوسری طرف یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ احمدیت عالم اسلام کے لئے خطرہ ہے اور خطرہ بھی ایسا کہ اس سے پہلے عالم اسلام کے لئے ایسا خطرہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا اور اسی پروپیگنڈہ پر بس نہیں کی بلکہ احمدیت کا لٹریچر بھی ضبط کیا گیا۔ ان تمام اقدامات پر بڑے فخر سے یہ کہا جارہا ہے کہ دیکھا اس خطرہ کا ہم نے حل کر دیا ہے۔

چنانچہ گذشتہ حکومت کے اقدامات سے موازنہ کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے جو مبینہ رسالہ شائع کیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ گذشتہ قومی اسمبلی کا واقعی یہ بڑا کارنامہ ہے لیکن باوجود اس کے کہ وہ قومی اسمبلی ان کو Dissolve کرنی پڑی اور اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس کے سارے ممبران (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ) گندے اور بدکار لوگ ہیں۔ مگر پھر بھی انہوں نے قومی اسمبلی کے کارنامہ کو تسلیم کیا۔ کیونکہ ان کی سوچ ان کے ساتھ ملتی تھی۔ ایک ہی رنگ کی ادائیں تھیں اس لئے وہ کارنامہ تو تسلیم کرنا پڑتا تھا اور تسلیم کیا کہ اس اسمبلی کا یہ ایک بہت بڑا اور عظیم الشان کارنامہ تھا جس کی رو سے بظاہر سوسالہ مسئلہ حل کر دیا گیا لیکن اُن سے یہ سوسالہ مسئلہ پوری طرح حل نہ ہو سکا کیونکہ اس سلسلہ میں جو قوانین بنانے رہتے تھے وہ ہمارے مقدر میں لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہم نے وہ قوانین اختیار کر کے اب اس جماعت کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کر دیا ہے اور اب عالم اسلام کو کوئی خطرہ نہیں رہا۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ مسئلہ کس طرح حل ہُوا، مسلمان خطرہ سے کس طرح بچائے گئے اس کے متعلق مبینہ سرکاری کتابچہ کے آخر پر لکھا ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ یوں حل کیا کہ ایک حکم نافذ کر دیا جس کی رو سے جماعت کی طرف سے اذان دینی بند ہوگئی، مسلمان کہلانا بند ہو گیا، اب کلمہ پڑھ اور لکھ نہیں سکتے اور مسجدوں کو مسجدیں نہیں کہہ سکتے اور مسلمانوں والی ادائیں اختیار نہیں کر سکتے اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل نہیں کر سکتے، دیکھو اب ہم کتنے راضی ہیں۔ ہم نے کتنا عظیم الشان مسئلہ حل کر دیا۔ گویا یہ وہ نتیجہ ہے جو انہوں نے آخر میں نکالا ہے۔ لیکن حماقت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ یعنی چالاکی کے اندر بھی بعض دفعہ حماقتیں ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس سچائی نہ ہونے کے نتیجہ میں چالاکی کے اندر ایک بیوقوفی شامل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو ضرور ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے یہ اندرونی تضاد اور یہ بیوقوفیاں سبھی ایک جھوٹی چالاکی کا نتیجہ ہیں ورنہ سچی عقل کے نتیجہ میں یہ تضاد پیدا نہیں ہو سکتا۔

پس موجودہ حکومت نے یہ طریق اختیار کیا اور اپنے آپ کو بھٹو حکومت سے زیادہ چالاک سمجھا اور کہا کہ اُن کی تو بیوقوفی تھی کہ قومی اسمبلی میں سوال و جواب کا موقع دے دیا گیا تھا۔ چنانچہ وائٹ پیپر میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ دراصل نبوت کا جو دعویٰ کرے اُس سے تو گفت وشنید کرنی نہیں چاہئے دلائل سے اس کو شکست دینے کی کوشش کرنا ہی بیوقوفی ہے۔ اس لئے جو علاج ہم نے تجویز کیا

ہے اس کے سوا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔لیکن اس کے باوجود ساری دنیا میں الزام تراشیوں کا ظالمانہ سلسلہ جاری کر دیا۔قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ظالموں کی کوششیں اُن کو کبھی فائدہ نہیں پہنچایا کرتیں۔فرماتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (التوبہ:۳۰-۳۳)

ایسے لوگ جو منافقانہ رنگ رکھتے ہیں، دعوے کچھ اَور کر رہے ہوتے ہیں اور ان کے اعمال کچھ اَور ہوتے ہیں۔حکمت کی باتیں کرتے ہیں مگر حکمت کے ساتھ ساتھ نہایت ہی احمقانہ حرکتیں بھی جاری رہتی ہیں۔ان کی کوششیں کبھی اُن کو فائدہ نہیں پہنچایا کرتیں۔وہ آگ تو ضرور بھڑکا دیا کرتے ہیں لیکن آگ سے جو تماشا دیکھنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو اُس تماشے سے محروم کر دیا کرتا ہے، ان کا نور بصیرت چھین لیتا ہے۔آگ تو وہ جلانے کے لئے بھڑکاتے ہیں لیکن وہی آگ ان کو نور بصیرت سے بھی محروم کر دیتی ہے اور پھر ان کو ایسے ظلمات میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکتے۔چنانچہ موجودہ حکومت کی مخالفانہ کوشش بھی عملاً جماعت احمدیہ کے فائدہ کا موجب بنی ہے اور انشاء اللہ فائدہ کا موجب بنتی چلی جائے گی۔

اس وقت جماعت احمدیہ عملاً ایسے دور سے گزر رہی ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَسٰى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ:۲۱۷) کہ بسا

اوقات ایسا ہوتا ہے اور تم سے بھی ایسا ہوگا کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو، تمہارے دل دکھتے ہیں، تمہیں تکلیف پہنچتی ہے، مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ جبکہ وہ تمہارے لئے خیر کا موجب ہوتی ہے۔ تم بچوں کو کڑوی دوائیاں پلاتے ہو، ان کو ٹیکے کرواتے ہو، وہ چیختے چلاتے ہیں، تم ان کے ہاتھ پکڑ لیتے ہو، ان کی کوئی پیش نہیں جانے دیتے۔ بچوں سے یہ سلوک اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس میں اُن کا فائدہ مضمر ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بھی تمہارے لئے بعض دفعہ ایسی تدبیریں کریں گے کہ جن سے تمہیں انتہائی تکلیف پہنچے گی۔ لیکن وہ تمہارے لئے فائدہ کا موجب ہوں گی۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے متعلق پاکستان کی حکومت نے ساری دنیا میں جو لٹریچر شائع کروایا ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ ساری دنیا میں جماعت کی طرف توجہ پیدا ہونی شروع ہوگئی ہے۔ بعض لوگوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ دنیا میں جماعت احمدیہ بھی کوئی جماعت ہے۔ اب ان تک یہ اطلاعات پہنچیں، ساری دنیا کے اخباروں نے ان معاملات کا نوٹس لیا۔

چنانچہ احمدیت اپنی شہرت کے لحاظ سے اور معروف ہونے کے اعتبار سے آج اس آرڈیننس کے جاری ہونے سے قبل کے وقت سے کم سے کم بیس گنا زیادہ معروف ہو چکی ہے۔ امریکہ بلکہ انگلستان میں بھی لوگوں کی بھاری اکثریت جماعت سے بالکل ناواقف تھی۔ ظاہر ہے ایک دو مشنز کے ذریعہ کروڑوں کی آبادی کو ہلایا تو نہیں جا سکتا، لوگ دلچسپی نہیں لیتے۔ لیکن موجودہ مخالفت میں جماعت جن حالات سے گذری اور مصائب سے دوچار ہوئی اس کے نتیجہ میں ایک انسانی ہمدردی پیدا ہوئی اور اس ہمدردی کی وجہ سے جماعت کے معاملہ میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ لوگوں نے جماعت کے لٹریچر کو پڑھنا شروع کیا اور پوچھنے لگے کہ تم ہو کیا؟ پھر اس کے علاوہ جو کسر رہ گئی تھی وہ حکومت پاکستان کے غیر منصفانہ لٹریچر نے پوری کر دی کیونکہ ان کے لٹریچر کی طرز ہی ایسی ہے جس سے ایک معقول آدمی کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ضرور دال میں کالا ہے۔ کوئی ایسی بات ہے کہ ایک طرف جماعت احمدیہ کے متعلق یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس تھوڑے سے ہیں سو سال میں زور لگانے کے باوجود ستّر ہزار سے زیادہ نہیں بڑھ سکے اور ادھر ان سے کتنی بڑی کروڑوں کی حکومت خائف ہو جائے نہ صرف یہ بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے خطرہ قرار دیا جائے، یہ اتنی نامعقول بات ہے جسے ہر آدمی تو ہضم نہیں کر سکتا اس لئے اس مضمون کو پڑھنے کے نتیجہ میں ایک ایسا آدمی بھی جس کو جماعت کے

متعلق کچھ بھی علم نہ ہو اپنے اندر ایک ہمدردی محسوس کرتا ہے۔ کم سے کم جماعت سے متعلق معلوم کرنے کی جُستجو اس میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لئے ایک اَور بہت اچھا موقع ہاتھ آ گیا جسے ہم پہلے کھو چکے تھے۔ قصہ یہ ہے کہ گذشتہ حکومت نے اسمبلی کی کارروائی کے بارے میں ہمارے ہاتھ باندھے ہوئے تھے، انہوں نے وہ ہاتھ ایک طرح سے کھول دیئے اور ہمیں جوابات کا موقع دیا۔ گذشتہ حکومت نے ہمیں پابند کر دیا تھا کہ تم نے یہ سوالات اور یہ جوابات دنیا کو نہیں بتانے۔ لیکن اس حکومت نے سوالات کی چوری وہیں سے کی ہے کیونکہ میں تو ان حالات سے گذرا ہوں مجھے پتہ ہے، تمام سوالات من وعن وہی ہیں جو قومی اسمبلی میں اُٹھائے گئے تھے۔ البتہ طریق یہ اختیار کیا گیا ہے کہ اُن میں سے کچھ تو وائٹ پیپر میں شامل کر لئے گئے اور بیشتر ایک رسالہ کے سپرد کر دیئے گئے جو ہے تو ایک چیتھڑا لیکن بہرحال رسالہ کے نام سے مشہور ہے قومی ڈائجسٹ کہلاتا ہے۔ اس کو پتہ نہیں کتنے لاکھ روپیہ دیا گیا۔ یہ رسالہ سارے کا سارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سراسر جھوٹے الزامات کا ایک پلندہ ہے جسے شائع کیا گیا۔ اس میں تہذیب سے گری ہوئی باتیں آپؑ کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ایسے عامیانہ انداز سے پیش کی گئی ہیں کہ شریف آدمی ان باتوں کو پڑھ ہی نہیں سکتا اور اگر پڑھے بھی تو بے اختیار ہو کر اس بازاری انداز صحافت کے شاہکار کو نفرت سے پھینک دے۔ لیکن بصرف کثیر اُسے ایک نہایت شاندار اور عظیم الشان رسالے کی شکل بنا کر شائع کیا گیا اور سرکاری کتابچہ سے جو اعتراض باقی رہ گئے تھے وہ سارے اس کے اندر شامل کر دیئے۔ اور یہ باقاعدہ ایک منصوبہ تھا اور اب احرار کے بعض نہایت ہی ذلیل قسم کے چیتھڑے ہیں جو اشتہارات کی شکل میں آئے روز شائع ہوتے رہتے ہیں جن کی طرف پاکستان کے شریف عوام کبھی توجہ ہی نہیں کرتے۔ اُن کو اتنی اہمیت دی جارہی ہے کہ وزارت اطلاعات ان کو خرید خرید کر ساری دنیا میں پاکستانی سفارت خانوں میں بھجوا رہی ہے۔ گویا وزارت اطلاعات یہ سمجھتی ہے کہ پاکستانی سفارت خانے صرف اسی کام کے لئے وقف ہیں۔ وہ کسی دن دیکھیں تو سہی کہ سفارت خانوں میں جماعت احمدیہ کے خلاف لٹریچر کا بنتا کیا ہے۔ آج کل تو سردی کا موسم ہے کوئی بعید نہیں کہ سفارت خانوں میں اُسے جلا کر ہاتھ سینکے جا رہے ہوں اور اس طرح اس کا بہتر مصرف کیا جا رہا ہو۔ پس سفارت خانوں کے عملہ کو تو اپنی ہوش نہیں ہوتی، وہ دوسری

دلچسپیوں میں محو ہوتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے عیش و عشرت سے آنکھیں بند کر کے اور اپنے مفادات سے منہ موڑ کر جماعت احمدیہ کے متعلق یک طرفہ اور جھوٹی باتیں پڑھنے میں وہ کیوں وقت ضائع کریں۔ جو لوگ ڈپلومیٹک (Diplomatic) سروس میں رہ چکے ہیں ان کو پتہ ہے کہ باہر سفارت خانوں میں ہوتا کیا ہے اور اس قسم کے لٹریچر کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ صرف ٹائٹل پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتے ہیں اور بس۔ لیکن اس کے ساتھ ایک قسم کی یاددہانی ہو جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ بھی ضرور کوئی قابل توجہ جماعت ہے پس ہمارے خلاف چھپنے والے لٹریچر کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں یا پھر وہ جلتا ہے تو کوئی چائے گرم کر لیتا ہو گا یا ہاتھ سینک لیتا ہو گا۔

پس حکومتِ وقت کی طرف سے نہایت ہی گندہ اور مکروہ شکل کا لٹریچر باقاعدہ خرید کر باہر کے سفارت خانوں کو بھجوایا جا رہا ہے اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس قسم کے لٹریچر کا بھی جواب دیا جائے گا۔ ویسے بیشتر جوابات تیار ہو چکے ہیں۔ لیکن جہاں تک خطبات کا تعلق ہے ان میں بہت سی ضروریات پیدا ہوتی رہتی ہیں اس لئے تسلسل لازماً توڑنا پڑے گا۔ لیکن جہاں تک خدا توفیق دے کچھ حصہ خطبات کی شکل میں اور کچھ حصہ نسبتاً لمبی تقریروں کی صورت میں مَیں بیان کروں گا۔ اور وہ جو موقع ہاتھ سے نکل گیا تھا کہ ساری دنیا تک اپنی بات ایک مناظرہ کی شکل میں پہنچائی جائے اور یہ بتا کر پہنچائی جائے کہ حکومتِ پاکستان کا یہ مطلب تھا، یہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں یا غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ چونکہ پہلے تو وہ وجوہات ہم بتا ہی نہیں سکتے تھے۔ قانون نے ہمارے ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور ہم اپنے وعدہ کے پکے ہیں اس لئے ہم مجبور تھے ہم اپنے جواب شائع نہیں کر سکتے تھے۔ اب اُس پر موجودہ حکومت کی مہر لگ گئی ہے۔ انہوں نے اپنا موقف بتا دیا ہے۔ اب ہمارا جو موقف ہے وہ ہم ہی بتائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور جس رنگ میں چاہیں گے بتائیں گے اور ساری دنیا کو بتائیں گے اور ہر زبان میں بتائیں گے۔ یہ تو مقابلہ کر ہی نہیں سکتے ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ دلائل کے سامنے اگر ٹھہرنا ہوتا تو اپنے ملک میں ہمیں دفاع کا موقع نہ دے دیتے؟ دلائل کے سامنے ٹھہرنے کا حوصلہ ہوتا تو ہماری کتابیں ضبط کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ بُزدل گروہ ہے۔ ان کے تو پاؤں ہی کوئی نہیں۔ ان میں ادنیٰ سی بھی جرأت ہوتی تو جماعت کو موقع دیتے کہ وہ بھی جواب دے۔ لیکن موقع تو ہم سے چھین نہیں سکتے۔ ہم

تو ان کے گندے لٹریچر کے جواب کو ہر جگہ پہنچائیں گے اور پاکستان میں بھی پہنچائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ **دنیا کی کوئی طاقت جماعت احمدیہ کی ترقی کو روک نہیں سکتی کیونکہ یہ خدا کی قائم کردہ جماعت ہے۔**

رہا یہ سوال کہ جماعت احمدیہ کے خلاف یہ حالات کب تک رہیں گے تو جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میں صرف اتنا کہہ کر آج کا یہ خطبہ ختم کروں گا کہ بعض لوگوں کے خطوط سے کچھ مایوسی کا سا رنگ جھلک رہا ہے جو مجھے بہت تکلیف دیتا ہے۔ مایوسی تو نہیں کہنا چاہئے مایوسی کے سوا کوئی اَور نام ہونا چاہئے کیونکہ ایسے احباب خدا کی رحمت سے مایوس تو نہیں ہیں لیکن جو نتیجہ وہ نکال رہے ہیں اس میں بہت جلدی کی جا رہی ہے، بڑی عجلت سے کام لیا جا رہا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ تقدیر گذشتہ مخالفتوں سے اس رنگ میں بھی مختلف ہے کہ اب غالباً اس مُلک سے ہمارے مرکز کو ہجرت کرنی پڑے گی اور مشکلات کا ایک لمبا عرصہ سامنے ہے۔ بایں ہمہ وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں عظیم الشان فتوحات نصیب ہوں گی جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں یہ نتیجہ بہت جلدی نکال لیا گیا ہے۔ میں تو بالکل یہ نتیجہ نکالنے پر رضا مند نہیں ہوں۔ ویسے یہ کہنا صحیح ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دُہرایا کرتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ لفظاً لفظاً دہرائی جاتی ہے کہ گویا وہی شکلیں، وہی صورتیں، وہی نام سو فیصد ظاہر ہو جائیں۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے لیکن اصولوں کے طور پر دُہراتی ہے اور وہ اصول قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیئے ہیں۔ پس وہ اصول تو ضرور دہرائے جائیں گے کیونکہ وہ سنت اللہ کہلاتے ہیں اور سنّت انبیاء بن جایا کرتے ہیں۔ لیکن ان اصولوں کے نقوش مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ یعنی عملاً وہ جس طرح جاری ہوں اُسی طرح ان کی شکلیں بدل سکتی ہیں اور پھر یہ فیصلہ کر لینا کہ اب یہ واقعہ یوں ظاہر ہو گیا ہے، یہ تو صحیح نہیں۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ خود واضح طور پر خبر نہ دے دے یا تقدیر اس طرح کُھل کر سامنے نہ آجائے کہ اُسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہو، اس میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ خدا کی کسی تقدیر سے مفر نہیں۔ خدا کی کسی تقدیر سے ہم ناراض نہیں ہو سکتے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ اس فیصلہ میں جلدی نہ کریں کیونکہ جب آپ یہ فیصلہ کریں گے تو آپ کی دعاؤں میں کم ہمتی آجائے گی، آپ کی دعاؤں کی بے قراری کچھ کم ہو جائے گی۔ آپ سمجھیں گے کہ لمبا معاملہ

ہے کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح ہوتا آیا ہے ۔ ایسی صورت میں پھر جو بے تابی اور بے قراری کی دعائیں ہوتی ہیں اُن میں وہ شدت نہیں رہتی ۔ یہ ایک بہت بڑا نقصان ہے جس سے الٰہی جماعت کے لئے بچنا ضروری ہے۔ اس لئے تقدیر تو وہی چلے گی جو خدا کی تقدیر ہے، اس کو تو کوئی بدل نہیں سکتا۔ لیکن اپنی دعاؤں اور التجاؤں کا حوصلہ کیوں نیچا کرتے ہیں ۔ سپاہی تو وہ ہوتا ہے جو میدان میں لڑتا رہتا ہے، سینے پر گولی کھاتا ہے اور پیچھے نہیں ہٹتا۔

پس خدا کی تقدیر سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ خدا کی تقدیر نے خود ہی اپنی تقدیر کے مقابلہ کا ہمیں ایک گُر بھی سکھایا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم عاجزانہ رنگ میں دعائیں کرتے رہیں کیونکہ عاجزانہ دعاؤں کی تقدیر بھی ایک الگ تقدیر ہے جو اپنا کام کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تقدیر بعض دفعہ ایسی قوی ہو جاتی ہے کہ اس کے لئے میں اپنی دوسری تقدیر بدل لیا کرتا ہوں اور دعاؤں کی تقدیر کو غالب کر دیا کرتا ہوں۔

وہ عظیم الشان معجزہ جو عرب میں رونما ہوا اس کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قوم نے آنحضرت ﷺ سے جو سلوک کیا اُس کا نتیجہ تو صرف یہ نکلنا چاہئے تھا کہ ساری قوم ہلاک ہو جاتی اور تہ و بالا کر دی جاتی۔ نوحؑ کی قوم سے زیادہ وہ اس بات کی سزاوار تھی کہ اُن مخالفین میں سے ایک فرد بشر باقی نہ چھوڑا جاتا۔ وہ جو طائف کے سفر میں انتہائی دکھ دہ واقعہ گذرا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو پیغام بھیجا تھا اس میں یہی تو حکمت ہے جو ظاہر کی گئی ہے کہ ہر گندے سلوک پر خدا کی تقدیر یہ چاہتی ہے کہ معاندین کو ہلاک کر دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد! ﷺ تیرے دل کی آرزو بھی ایک تقدیر بنا رہی ہے۔ خدا کے نزدیک تیری عاجزانہ دعائیں اور پرزور التجائیں بھی ایک تقدیر بنا رہی ہیں اور وہ بھی خدا ہی کی تقدیر کا حصہ ہیں۔ پس اے رسول! ﷺ تیرے جذبات، تیری دعائیں ہر دوسری تقدیر سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تیرے منشاء کے بغیر، تجھ سے پوچھے بغیر کہ اس قوم کے ساتھ مَیں کیا سلوک کروں، میں اپنی دوسری تقدیر ظاہر نہیں کروں گا۔ لیکن دوسری تقدیر کیا تھی؟ وہ یہی تو تھی کہ اگر تیرا دل چاہتا ہے۔ اگر تو اتنا بے قرار اور دکھی ہو چکا ہے کہ ان کو مٹانے پر آمادہ ہو گیا ہے تو میں اپنے فرشتوں کو حکم دوں گا کہ وہ دو پہاڑوں کو اس طرح اکٹھا کر دیں کہ طائف کی بستی کا نشان ہمیشہ کے لئے دنیا سے مٹ

جائے۔ یہ تو ایک چھوٹا سا واقعہ تھا جو مخفی تقدیر الٰہی کے اظہار کے طور پر ہمارے سامنے آیا مگر آنحضرت ﷺ صرف اُسی وقت تو خدا کے پیارے نہیں تھے، صرف وہی ایک دور تو نہیں تھا جس میں آپؐ نے اللہ کی راہ میں دُکھ اُٹھایا۔ ہر آن آپؐ کے دل پر ایک قیامت ٹوٹا کرتی تھی ۔ اور ہر روز آنحضور ﷺ خدا کی خاطر اپنی جان قربان کرتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ اس آیہ کریمہ:

(الانعام:۱۶۳)

کی رُو سے آپؐ خدا کی خاطر ہر روز مرتے تھے اور خدا ہی کی طرف سے ہر روز زندہ کئے جاتے تھے۔ اس لئے یہی وہ تقدیر تھی جو مسلسل جاری رہی اور اس کے مقابل پر آپؐ کی دعائیں بھی مسلسل جاری رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد مصطفی ﷺ کی دعاؤں کی تقدیر غالب آ گئی اور آسمان پر سنی گئی اور وہ قوم جس کی ہلاکت مقدر ہو چکی تھی اس کو ہمیشہ کی زندگی عطا کی گئی۔ اس آقا کی غلامی کے آپ دعویدار ہیں اسی کے نقشِ قدم پر چلیں اور قوم کی ہلاکت چاہنے میں جلدی نہ کریں بلکہ اس کے احیاء کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور قوم جلد تر سمجھ جائے۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ۱۹۸۴ء کا سال احرار کا سال تھا اور انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹۸۵ء کا سال جماعت احمدیہ کا سال ثابت ہوگا۔

قرطاس ابیض کے الزامات کا جواب

خود کاشتہ پودا کی حقیقت

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم فروری ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان:۵-۷)

پھر فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے ایک پرانے وعدہ کے مطابق حکومت پاکستان کی طرف سے شائع کردہ مزعومہ White Paper کے متعلق ذکر کروں گا اور اس کا ایک ایک اعتراض لے کر جواب دوں گا۔

گزشتہ خطبہ جمعہ سے پہلے جو میں نے تلاوت کی تھی اس میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں وہ کوئی ایک بھی نئی بات نکال کر نہیں لا سکتے بلکہ سب کچھ اپنے سے پہلوں کی نقل کرتے ہیں۔ آنحضور ﷺ سے پہلے کے انبیاءؑ پر جو اعتراض ہوئے وہی

اس زمانہ کے لوگ آپؐ پر کرتے ہیں۔ اور یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر زمانہ کے نبی پر جو اعتراض ہوتے ہیں وہ دراصل پرانے اعتراضات ہی ہوتے ہیں جن کو ہر بار دہرایا جاتا ہے۔ سب سے پہلے نبی پر اعتراضات کی تفصیل تو معلوم نہیں مگر بہر حال وہ اعتراض تو پہلی دفعہ ہی ہوئے ہوں گے لیکن بعد ازاں یہ دستور ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور اسی کی طرف قرآن کریم اشارہ فرماتا ہے۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں ایک ایسے ہی اعتراض کا معین ذکر فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا انکار کرنے والے کیا اعتراض کرتے ہیں فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝

کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے محض ایک جھوٹ بنا لیا ہے اور اس معاملہ میں اس کے پیچھے کوئی دوسری قوم ہے جو اس کی مدد کر رہی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی مدد کا جس قوم کے بارے میں الزام لگایا گیا اس سے متعلق ایک اور جگہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اسے عجمی کہتے تھے۔ چنانچہ جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی عجمی اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو لکھ کر دیتا ہے اور ایک عجمی کی مدد سے آپؐ دعویٰ نبوت کر بیٹھے ہیں تو آپؐ کے کلام میں کوئی عجمیت تو نظر نہیں آتی پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مدد گار تو عجمی ہو لیکن اس کا طرز کلام عجمی سے بالکل مختلف ہو۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اعتراضات ہوئے وہ بھی بعینہٖ قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں پرانے اعتراضات ہی ہیں جو دہرائے جارہے ہیں اور ایک بھی نئی بات ایسی نہیں جو گزشتہ انبیاء کے متعلق نہ کہی گئی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہی گئی ہو اور بسا اوقات جو اعتراضات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر کئے جاتے تھے وہی آپ کے عاشق صادق، محبت کرنے والے پاکیزہ غلام پر بھی دہرائے جارہے ہیں۔ چنانچہ حکومت پاکستان نے جو مزعومہ وائٹ پیپر شائع کیا ہے اس میں بھی بہت زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اور انگریز کا بنایا ہوا نبی ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:

”جدید محققین نے ثابت کر دیا ہے کہ احمدیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے جو برطانوی سلطنت کے مفادات کے تحفظ کی خاطر لگایا گیا۔“

وہ ’’جدید محققین‘‘ کون سے ہیں ان کا کوئی ذکر نہیں، ان کی تحقیق کیا بتاتی ہے اس کا بھی کوئی ذکر نہیں بلکہ محض ایک فرضی الزام گھڑ کر پیش کر دیا گیا ہے لیکن طرز زبان ایسی اختیار کی گئی ہے جسے مغربی دنیا یا آج کل کے تعلیم یافتہ دوسرے لوگ عموماً قبول کرلیں کہ واقعی یہ ایک بڑی محققانہ زبان ہے کہ ’’آج کے جدید محققین نے ثابت کر دیا ہے‘‘۔

ایک تحقیق جو اس ضمن میں ان کی طرف سے شائع کی گئی تھی اس میں ایک ایسی کتاب کا نام لیا گیا جو ان کے بیان کے مطابق انگلستان کے کسی پریس سے شائع ہوئی: (The Arrival Of British Empire In India:Cited by Ajami Israil,p.19)

اس میں یہ اقرار کیا گیا تھا کہ انگریزوں نے اپنی پارلیمنٹ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہندوستان کو قابو کرنے کے لئے وہاں ایک جھوٹا نبی کھڑا کیا جائے اور اس کا نام ظلّی نبی رکھا جائے۔ گویا ’’ظلّی نبی‘‘ انگریزی محاورہ ہے اور انہوں نے کہا کہ اصل علاج تو یہ ہے کہ ہندوستان میں ایک ظلّی نبی پیدا کر دیا جائے اور پھر اس کے ذریعہ سارے مسلمانوں کو قابو کر لیا جائے چنانچہ جب میں نے (یہ بہت پرانی بات ہے میں اس زمانہ میں وقف جدید میں تھا) یہاں لنڈن کے امام صاحب کو لکھا کہ اگر چہ یہ واضح جھوٹی بات ہے لیکن پھر بھی آپ وہ کتاب دیکھیں کہ اس میں کوئی ایسی بات ہے بھی کہ نہیں یا ممکن ہے کہ کسی اور قسم کا ذکر ہوا ہو جسے توڑ مروڑ لیا گیا ہو تو امام صاحب نے جواب دیا کہ اس نام کی تو کوئی کتاب ہی نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر تحقیق کریں اور پریس والوں سے پوچھیں تو جواب یہ ملا کہ ہم نے بہت تحقیق کی ہے کتاب تو درکنار اس نام کا پریس ہی کوئی نہیں۔ پھر اس ضمن میں برٹش میوزیم اور بعض دوسرے اہم اداروں سے پتہ کیا گیا تو سب نے کورا جواب دیا کہ ایسی کوئی کتاب ہی نہیں ہے نہ اس نام کا کوئی پریس، نہ اس نام کی کوئی کتاب، نہ یہ ذکر کہیں، ہم آپ کو کیا حوالہ دیں۔ تو یہ ہیں حکومت پاکستان کے وہ ’’جدید محققین‘‘ جن کی یہ تحقیق ہے۔ اس کے لئے تو ’’تحقیق‘‘ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بہر حال حکومت پاکستان کی طرف سے اس کو جدید تحقیق کا نام دے کر بڑے فخر سے دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور اس میں متفرق جگہ جو طعن و تشنیع سے کام لیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے انگریز کی حد سے زیادہ تعریف اور چاپلوسی کی ہے پس ایک تو یہ دلیل ہوئی انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونے کی اور ایک دلیل یہ کہ ایک موقع پر

بانی جماعت احمدیہ نے خود تسلیم بھی کرلیا ہے جو کہ چھپی ہوئی تحریر موجود ہے کہ میں (یعنی جماعت احمدیہ کا بانی) اور جماعت احمدیہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں چنانچہ ان دونوں امور سے متعلق میں چند حقائق جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعی انگریز کی تعریف فرمائی اور متعدد بار فرمائی ہے لیکن ہر جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ میں اس لئے تعریف کرتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں کی حالت زار اس درجہ تک خراب ہو چکی تھی کہ ان کا کوئی بھی حق باقی نہیں رہا تھا اور سکھوں کی حکومت نے ایسے ایسے مظالم توڑے تھے کہ اس کی کوئی نظیر دوسری جگہ نظر نہیں آتی ، اس جلتے اور دہکتے ہوئے تنور سے انگریزی حکومت نے آکر ہمیں نکالا اور ہمارے جملہ حقوق بحال کئے ، یہ وجہ ہے کہ میں اس حکومت کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں کیونکہ نہ صرف یہ سنّت انبیاء ہے بلکہ عام انسانی شرافت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ احسان کو احسان کے ساتھ یاد کیا جائے۔ سکھوں کے دور میں مسلمان بہت ہی خطرناک حالت میں تھے یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان ہے لیکن ہندو جو مسلمانوں کے مقابل پر سکھوں کے ساتھ بہت زیادہ گہرے مراسم رکھتے ہیں ان کے محققین نے بھی بعینہٖ اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ آج کے اس خطبہ میں مَیں نے دو حوالے چنے ہیں جن میں سے ایک حوالہ غیر مسلم کا اور ایک غیر احمدی مسلمان کا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جس زمانہ میں انگریزوں نے آکر مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دی اس وقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ تلسی رام صاحب اپنی کتاب ''شیر پنجاب'' مطبوعہ ۱۸۷۲ء میں لکھتے ہیں۔

''ابتدا میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لوٹ مار کا تھا جو ہاتھ آتا تھا لوٹ کر اپنی اپنی جماعت میں تقسیم کرلیا کرتے تھے مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی۔ اذان یعنی بانگ بآواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے۔ مسجدوں کو اپنے تحت میں لے کر ان میں گرنتھ پڑھنا شروع کرتے اور اس کا نام موت کڑا رکھتے تھے۔ اور شراب خور ہوتے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جہاں وہ پہنچتے تھے جو کوئی برتن مٹی استعمالی کسی مذہب والے کا پڑا ہوا ان کو ہاتھ آ جاتا پانچ چھتّر مار کر

اس پر کھانا پکا لیتے تھے یعنی پانچ جوتے اس پر مارنا اس کو پاک ہونا سمجھتے تھے۔''

یہ وہ سکھ راج والے تھے جن کے چنگل سے انگریز نے آکر مسلمانوں کو نجات دی ہے اور مختلف تاریخوں میں ان سے متعلق بڑے تفصیلی اور دردناک حالات ملتے ہیں۔ ''سوانح احمدی'' (مؤلفہ محمد جعفر تھانیسری) میں حضرت سید احمد صاحب بریلوی (جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مجدد ہیں) کا ایک بیان شائع شدہ ہے آپ فرماتے ہیں:

''ہم اپنے اثناء راہ ملک پنجاب میں ایک کنویں پر پانی پینے کو گئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ چند سکھنیاں (سکھوں کی عورتیں) اس کنویں پر پانی بھر رہی ہیں۔ ہم لوگ دیسی زبان نہیں جانتے تھے ہم نے اپنے مونہوں پر ہاتھ رکھ کر ان کو بتلایا کہ ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلاؤ۔ تب اُن عورتوں نے ادھر ادھر دیکھ کر پشتو زبان میں ہم سے کہا کہ ہم مسلمان افغان زادیاں فلانے مُلک اور بستی کی رہنے والی ہیں یہ سکھ لوگ ہم کو زبردستی لائے''۔ (سوانح احمدی صفحہ ۲۴)

پس یہ تو حضرت سید احمد صاحب بریلوی کی سوانح حیات میں ذکر ہے۔ علاوہ ازیں انسائیکلو پیڈیا میں سکھوں کے مظالم سے متعلق جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ بھی بہت ہی دردناک ہیں جن میں کثرت کے ساتھ مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسجدوں کو برباد کرنا، ان میں گدھے باندھنا، مسلمانوں کا قتل عام اور اذان دینے پر قتل کر دینا۔ یہ ساری باتیں اس میں مذکور ہیں۔

پس یہ وہ زمانہ تھا جس میں مسلمانوں کو سکھوں کی طرف سے زندگی کے ہر حق سے محروم کیا گیا تھا۔ خیر! اذان دینے سے تو آج بھی محروم کیا جا رہا ہے یہ اب پرانی بات نہیں رہی۔ اس زمانہ میں بھی ایسے نئے لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ جنہیں اذان کی آواز تکلیف دیتی ہے۔ حال ہی میں ہندوستان کے ایک سکھ نے اخبار میں ایک خط شائع کروایا ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ ہمیں بڑا لطف آیا کیونکہ مسلمان کسی زمانہ میں سکھوں کو چھیڑا کرتے تھے کہ تم ایسی جاہل قوم ہو کہ مسلمانوں کی اذان سے تم بھرشٹ ہو جایا کرتے تھے اور تم نے زبردستی مسلمانوں کی اذانیں بند کروادی تھیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ آج ہمارا دل ٹھنڈا ہوا ہے کہ مسلمانوں نے بھی مسلمانوں کی اذانیں بند کروائی ہیں۔ آج ہم پر وہ

الزام ختم ہو گیا اور آج ہماری کلیۃً بریت ہو گئی ہے۔

زندگی میں یہ دور تو آتے جاتے ہیں۔ جب بھی جہالت بڑھتی ہے تو اس قسم کی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں، اس لئے بحث یہ نہیں کہ سکھ بہت برا کرتے تھے بحث یہ ہے کہ اس مصیبت سے جس قوم نے مسلمانوں کو نجات دلائی ہو اس کا اگر شکریہ ادا نہ کیا جائے تو یہ کون سی انسانیت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک الزام ہے کہ آپؑ اپنے آپ کو خود کاشتہ پودا کہتے ہیں اور پھر یہ بھی الزام ہے کہ آپ کو انگریز نے جہاد موقوف کرنے کے لئے کھڑا کیا۔ ان سب باتوں کا میں الگ الگ جواب دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ سے ایک بات تو بڑی واضح طور پر ملتی ہے کہ آپ کسی خوشامد کی غرض سے یہ تعریفیں نہیں کرتے تھے بلکہ اسلامی فرض کے طور پر اعتراف حقیقت تھا اس سے بڑھ کر اس کی کوئی اور شکل وصورت نہیں نکلتی۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''پس سنو اے نادانو! میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔'' (کشتی نوح حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ: ۷۵)

پھر فرماتے ہیں:

> ''میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔''
>
> (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۰)

یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موقف تھا لیکن وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ آپ نے انگریزوں کی تعریف کی ہے اس لئے انگریز کا ایجنٹ ہونا ثابت ہو گیا۔ اب ان کے کلمات سنئے۔ ان میں سے سب سے زیادہ اہم شخصیت جسے حکومتی رسالہ میں اچھالا گیا وہ علامہ سر محمد اقبال کی شخصیت ہے۔ آپ اس زمانہ میں

انگریزوں کے متعلق کیا کہا کرتے تھے اور کیا لکھا کرتے تھے، ان کے جذبات اور خیالات کیا تھے وہ ملاحظہ ہوں۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر آپ نے ایک مرثیہ لکھا اس میں فرماتے ہیں:

ے میّت اٹھی ہے شاہ کی، تعظیم کے لئے
اقبال اُڑ کے خاک سرہ گزار ہو
صورت وہی ہے نام میں رکھا ہوا ہے کیا
دیتے ہیں نام ماہ محرم کا ہم تجھے

یعنی جس مہینے میں ملکہ وکٹوریہ فوت ہوئیں اقبال کہتے ہیں کہ اس مہینہ کا نام جو مرضی رکھ لو حقیقت میں یہ محرم کے واقعہ سے مختلف نہیں ہے، محرم میں جو دردناک واقعہ گزرا تھا یہ واقعہ اس کی ایک نئی صورت ہے۔

چنانچہ مزید فرماتے ہیں:

ے کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے
اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے

یہ ہیں مجاہد ملت علامہ سر محمد اقبال جو احمدیت کی مخالفت میں سرفہرست شمار کئے جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگانے میں آگے آگے ہیں کہ چونکہ آپؑ انگریز کی تعریف کرتے تھے اس لئے آپ انگریز کا پودا ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:

ع اے ہند تیرے سر سے اُٹھا سایۂ خدا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ نے انگریزوں کو سایہ خدا کہا ہے جب کہ خود علامہ اقبال نے اس مرثیہ میں سایہ خدا کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ے اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایۂ خدا
اِک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی، گئی
ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے
زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے

(باقیات اقبال۔مرتبہ سید عبدالواحد معینی ایم۔اے۔آکسن۔شائع کردہ آئینہ ادب۔انارکلی لاہور بار دوم صفحہ ۷۳،۷۶،۸۱،۹۰)

اہل حدیث اور دیوبندی فرقہ جو اس وقت جماعت احمدیہ کی مخالفت میں سرفہرست ہے اور آج کل حکومت کے دراصل یہی دست و بازو ہیں ان کے چوٹی کے عالم اور بزرگ شمس العلماء مولانا نذیر احمد دہلوی فرماتے ہیں:

''سارے ہندوستان کی عافیت اسی میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اس پر مسلط رہے جو نہ ہندو ہو نہ مسلمان ہو کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو (انگریز ہی نہیں جو بھی مرضی ہو یورپ کا ہو سہی) مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ آئے''

(مجموعہ لیکچرز مولانا نذیر احمد دہلوی صفحہ نمبر۴۔۵ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

پھر فرماتے ہیں:

''کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھ کر شفیق'' (ایضاً صفحہ:۱۹)

پھر فرماتے ہیں:

''میں اپنی معلومات کے مطابق اس وقت کے ہندوستان کے والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا اس سرے سے اس سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں (یعنی اگر میں نے خیالات میں بادشاہ بنانا ہوتا تو کس کو بناتا) امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اس وقت موجود نہ تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا پس میرا اس وقت فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں سلطنت انہی کا حق ہے انہی پر بحال رہنی چاہئے''۔ (ایضاً صفحہ ۲۶)

ایڈیٹر رسالہ ''چٹان'' شورش کاشمیری صاحب لکھتے ہیں:

''جن لوگوں نے حوادث کے اس زمانہ میں نسخ جہاد کی تاویلوں کے

علاوہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ
کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا ان میں مشہور انشاء پرداز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی
ہے''۔ (کتاب ''عطاء اللہ شاہ بخاری'' صفحہ ۱۳۵)

اب سنئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے انگریزی سلطنت کے متعلق خیالات۔ وہ لکھتے ہیں:

''سلطان روم ایک اسلامی بادشاہ ہے لیکن امن عامہ اور حسن انتظام کے لحاظ سے (مذہب سے قطع نظر) برٹش گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کے لئے کچھ کم فخر کا موجب نہیں ہے اور خاص گروہ اہل حدیث کے لئے تو یہ سلطنت بلحاظ امن و آزادی اس وقت کی تمام اسلامی سلطنتوں (روم، ایران، خراسان) سے بڑھ کر فخر کا محل ہے'' (رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۹۳۔۲۹۲)

یہ تھی کل تک ان لوگوں کی زبان!

پھر فرماتے ہیں:

''اس امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہل حدیث ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں۔''

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ: ۲۹۳۔۲۹۲)

یہ لوگ آج کہہ رہے ہیں کہ احمدیوں کو چونکہ اسلامی سلطنتیں پسند نہیں اس لئے یہ انگریزی راج میں پنپے، وہیں بڑھے اور چاہتے تھے کہ وہی حکومت ہمیشہ کے لئے رہے لیکن خود ان کے آباء واجداد تو کل تک یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں''

اب دیکھ لیجئے ان تحریروں میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے جیسا کہ حکومت کی تعریف سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وجہ بیان فرمائی ہے کہ سکھوں کے مظالم سے نجات بخشی، مذہبی آزادی دی اس لئے ہم تعریف کرتے ہیں مگر ان لوگوں کو تو ایسی وجوہات کے بغیر ہی انگریزی حکومت اسلامی سلطنتوں سے کل تک بہتر نظر آرہی تھی اور اہل حدیث جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کی محکوم رعایا ہونا نہیں چاہئے سوائے انگریز کے۔

جہاں تک شیعوں کا تعلّق ہے وہ بھی ایسی ہی تحریریں پیش کرتے رہے۔علامہ علی حائری کا ایک اقتباس ہے جو موعظہ تحریف قرآن ،لاہور اپریل ۱۹۲۳ء مرتبہ محمد رضی الرضوی القمی پر درج ہے اس میں بھی اسی مضمون کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

مولانا ظفر علی خان جو ایک وقت میں احرار کے ساتھ منسلک تھے اور بعد میں ان کو ملک و وطن اور اسلام کا غدار قرار دیا وہ ایک لمبے تجربہ کے بعد لکھتے ہیں:

''مسلمان ۔۔۔۔۔ایک لمحہ کے لئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے (یعنی انگریزوں سے۔ناقل) ۔۔۔۔۔اگر کوئی بد بخت مسلمان، گورنمنٹ سے سرکشی کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان، مسلمان نہیں'' (اخبار زمیندار لاہور ۱۱رنومبر ۱۹۱۱ء)

یہ ہے فتویٰ کہ حکومتِ برطانیہ کی سرکشی کرنے والا مسلمان، مسلمان ہی نہیں رہتا۔

پھر فرماتے ہیں:

''اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک قطرے کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کے لئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے'' (اخبار''زمیندار''لاہور ۲۳ رنومبر ۱۹۱۱ء)

یہ حالت تھی جسے بدلنے کے لئے انگریزوں نے یہ خود کاشتہ پودا کھڑا کیا تھا؟ پھر نظم کی صورت میں فرماتے ہیں:

جھکا فرط عقیدت سے میرا سر
ہوا جب تذکرہ کنگ ایمپرر کا
جلالت کو ہے کیا کیا ناز اس پر
کہ شاہنشاہ ہے وہ بحر و برّ کا
زہے قسمت جو ہو اِک گوشہ حاصل
ہمیں اس کی نگاہِ فیض اثر کا

(اخبار زمیندار ۱۹/ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

پس یہ تو ہے ان لوگوں کا اپنا کردار اور ان کا ماضی جو آج احمدیت پر بڑھ بڑھ کر الزام لگا رہے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف یہی ضرورت نہیں تھی کہ حسن خلق کے نتیجہ میں ایک محسن حکومت کا شکریہ ادا کریں بلکہ بعض ایسی وجوہات بھی تھیں جو خود مخالفین کی پیدا کردہ تھیں۔ ایک طرف تو یہ علماء مسلمانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے کہ آپ انگریز کی تعریف کرتے ہیں اور جہاد کے منکر ہیں جبکہ یہ حکومت اس لائق ہے کہ اس سے جہاد کیا جائے اور اسے ختم کیا جائے، تباہ و برباد کر دیا جائے۔ دوسری طرف انگریزوں کی تعریف میں وہ کلمات لکھ رہے تھے جو میں نے پڑھ کر سنائے ہیں اور تیسری طرف انگریزوں کو خفیہ بھی اور شائع شدہ درخواستیں بھی پیش کر رہے تھے کہ یہ نہایت ہی خطرناک آدمی ہے اس کی باتوں میں نہ آجانا، یہ امام مہدی ہونے کا دعویدار ہے اور خونی مہدی ہے جو ساری انگریزی سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے اٹھا ہے۔ اس قدر منافقت، ظلم اور جھوٹ کہ ایک طرف مسلمانوں میں یہ اعلان ہو رہا ہے کہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اور دوسری طرف انگریز کو یہ خبریں پہنچائی جا رہی ہیں کہ یہ تو تمہاری قوم کا دشمن ہے اور تمہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے اٹھا ہے اس لئے اس کو ہلاک کر دو۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۶ حاشیہ صفحہ ۴ پر رقم طراز ہیں:

"اس کے (یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ ناقل) دھوکہ باز ہونے پر یہ دلیل ہے کہ دل سے وہ گورنمنٹ غیر مذہب کی جان مارنے اور اس کا مال لوٹنے کو حلال اور مباح جانتا ہے"

دلیل بھی کیسی کمال کی ہے کہ "دل سے جانتا ہے"

"لہذا گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پر حذر رہنا ضروری ہے ورنہ اس مہدی قادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے بھی نہیں پہنچا"۔

یہ تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ دلی تصویر جو ان کے دلوں پر روشن ہو رہی تھی۔

منشی محمد عبداللہ صاحب انگریزوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

خلاف متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایسے ہی دیگر آیات قرآنیہ اپنے چیلوں کو سنا سنا کر گورنمنٹ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد کرنا چاہتا ہے“۔

(شہادت قرآنی صفحہ ۲۰ مطبوعہ ۱۹۰۵ء اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

مخالفین کے ان تاثرات کو بڑی سنجیدگی سے لیا گیا چنانچہ اس زمانہ کا واحد انگریزی اخبار جو نہایت مؤقر سمجھا جاتا تھا اور بڑی دیر تک چلتا رہا یعنی ”سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور“ اس میں ایک اداریہ شائع ہوا جس میں انگریز قوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بھڑکایا گیا اور حکومت کو متنبّہ کیا گیا کہ یہ نہایت خطرناک آدمی ہے اس کی باتوں میں نہ آئیں اس کی صلح پسندی صرف ظاہری ہے ورنہ یہ انگریزی حکومت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آپ کو خود کاشتہ پودا تسلیم کرنے کا تعلق ہے اس الزام میں بھی ایسے دجل سے کام لیا گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ انہیں کوئی خدا کا خوف نہیں ہے اور وہ تاثر یہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات اور جماعت احمدیہ کے متعلق انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونا تسلیم کر لیا ہے **نعوذ باللہ من ذٰلک** کہ میں انگریز کا لگایا ہوا پودا ہوں اور یہ سلسلہ انگریز کا ہی سلسلہ ہے حالانکہ اس تحریر کا یعنی جس میں خود کاشتہ کا ذکر ہے، جو موقع پیدا ہوا وہ ان تحریروں سے واضح ہے جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میکورتھ ینگ جو شدید متعصّب عیسائی تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عیسائیت کے ساتھ جو شدید جنگ جاری تھی اس کو وہ بڑی بری نظر سے دیکھ رہا تھا اسی گورنر کو مخالفین نے شکایتیں پہنچائیں اور کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، انگریزی حکومت اور عیسائیت کا بڑا شدید دشمن ہے اسے ہلاک کر دو چنانچہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ ان کے

ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں ۔۔۔۔۔۔ضائع اور برباد نہ جائیں‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ:۳۴۹)

جانفشانیوں کی جو لمبی تحریر ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے خاندان نے سکھوں کے خلاف اور بعض دوسری لڑائیوں میں بھی تمہارا (انگریزوں کا) ساتھ دیا ہے اور اپنے خرچ پر تمہیں فوجی دستے مہیا کئے۔ان ساری باتوں کو بھلا کر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ تمہارے کسی دشمن خاندان کی کارروائیاں ہیں جو تمہیں تباہ کر دیں گی۔ **ان تمام تحریرات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت احمدیہ کا کوئی ذکر نہیں فرمایا بلکہ نام بھی نہیں لیا** اور دوسری طرف واقعہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جب یہ باتیں انگریزوں تک پہنچائی گئیں تو آپ کا خاندان جو نہ صرف غیر احمدی بلکہ مخالف تھا اس کو اور شکووں کے علاوہ ایک یہ شکوہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوا کہ آپ ہمیں مذہبی لحاظ سے بھی دنیا میں ذلیل کروا رہے ہیں کیونکہ آپ نے ایک ایسا دعویٰ کر دیا ہے جسے ہم تسلیم نہیں کر سکتے مزید برآں اس حکومت کی نگاہ میں بھی ہمیں ذلیل وخوار کروا رہے ہیں اور اس کی دشمنی مول لے رہے ہیں اس پس منظر میں اس خاندان کی خاطر آپ نے ایسا لکھا اور حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے ان چٹھیات کا ذکر کیا جو اس خاندان کے بزرگوں کو ان کی وفاداری اور جاں نثاری سے متعلق حکومت نے لکھی تھیں چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے (جماعت احمدیہ کا کوئی ذکر نہیں صرف خاندان کا ذکر ہے) اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے‘‘۔ (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ:۳۵۰)

درحقیقت احمدیت کا وجود ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوتا ہے اور

آپ جن کی بریت فرمار ہے ہیں وہ اس خاندان کے لوگ ہیں جو نہ صرف یہ کہ احمدیت سے پہلے کا ہے بلکہ وہ سب خدمات بھی احمدیت کے آغاز سے بہت پہلے کی ہیں اور ان کا احمدیت سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا چنانچہ خود حکومت پاکستانی اسی مزعومہ وائٹ پیپر (White Paper) میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک دلیل یہ بھی پیش کرتی ہے کہ آپ کے قریبی رشتے دار آپ کے شدید دشمن تھے۔ پس وہ خاندان جس کو خود کاشتہ پودا کہا گیا ہے وہ آجکل کی اصطلاح میں اہل سنّت (سُنّی) تھے ورنہ اصل اہل سنت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم ہی ہیں۔ پس اس سے نتیجہ تو یہ نکلنا چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سُنّی خاندان جس سے آپ نے قطع تعلق کرلیا، جو احمدیت کی وجہ سے آپ کا مخالف ہو گیا وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا اگر وہ تھا تو ہوتا پھرے ہمیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جماعت احمدیہ کا اس خاندان سے کیا تعلق ہے؟

جہاں تک اس خاندان کے ساتھ انگریزوں کے سلوک کا تعلق ہے وہ بھی سن لیجئے۔ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خاندان کی خدمات بتا کر اور ان سرٹیفکیٹس کے نتیجہ میں جو انگریزی حکومت کی طرف سے جاری ہوئے اسے خود کاشتہ پودا قرار دیا لیکن خود کاشتہ پودا کیسے بنا، کیا احسان تھا؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ انگریز کے کسی احسان کا ذکر نہیں فرمایا۔ صرف اس خاندان کی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ احسان کیا تھا؟ سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ اس سکھ حکومت سے ان کو نجات بخشی تھی جس نے اس خاندان پر متواتر حملے کر کے اسے کمزور کر دیا تھا اور بعض دفعہ شہر بدر بھی کیا چنانچہ یہ خاندان سکھوں کی وجہ سے سالہا سال تک بے وطن رہا اور پھر انگریزی حکومت کے زمانہ میں امن کی حالت میں یہ خاندان واپس آکر قادیان میں آباد ہوا۔ پس یہ وہ احسان ہے جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو خود کاشتہ پودا قرار دے رہے ہیں لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نعوذ باللہ کوئی خدمات ایسی تھیں جن کے نتیجہ میں ان کو انعام ملنا چاہئے تھا۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بہر حال انہوں نے جو انعام دیا ہے اس کا ذکر بھی سن لیجئے۔

”پنجاب چیفس“، یعنی پنجاب کے چیفس کے متعلق انگریزی حکومت کی طرف سے شائع کردہ مشہور کتاب ہے جو تاریخی سند ہے اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس

خاندان سے انگریزوں کے سلوک سے متعلق درج ہے:

’’پنجاب کے الحاق کے وقت اس خاندان کی تمام جاگیریں ضبط کر لی گئیں کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا سوائے (چند گاؤں کے) دو تین گاؤں پر مالکانہ حقوق تھے اور مرزا غلام مرتضٰی اور ان کے بھائیوں کے لئے سات سو روپے کی ایک پینشن مقرر کر دی گئی۔‘‘

(چیفس اینڈ فیمیلیز آف نوٹ ان دی پنجاب۔ لاہور جلد ۲ صفحہ ۸۵)

(اس میں درج نہیں لیکن وہ بھی بعد ازاں رفتہ رفتہ کم کر کے ختم کر دی گئی)

یہ تھا انگریز کا خود کاشتہ پودا اور اس کے ساتھ انگریزوں کے تعلقات۔ سوائے اس مجبوری کے کہ سکھوں کی لڑائی کے دوران انہیں لازماً سکھوں کو کمزور کرنا تھا اور جو خاندان اپنے اپنے وطنوں سے نکلے ہوئے تھے ان کو واپس آباد کرنا تھا اس کے سوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس خاندان پر انگریز کا کوئی احسان نہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ انہوں نے ستر گاؤں کی جائیداد چھین لی جس کے لئے اس خاندان کے بزرگ مقدمے لڑتے رہے اور جو کچھ رہا سہا تھا وہ بھی ضائع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد صاحب کو مسلسل توجہ دلاتے رہے کہ آپ اس بات کو چھوڑ دیں اور خدا سے دل لگائیں اور اس حکومت سے کوئی توقع نہ رکھیں اور متنبہ کیا کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ بھی آپ ضائع کر دیں گے اس لئے مقدمات چھوڑ دیں لیکن آپ کے والد صاحب کو جائیداد ہاتھ سے نکل جانے کا ایسا غم تھا کہ انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی اور نتیجہ یہ نکلا کہ بقیہ ساری جائیداد یا جو آمد پہلے سے اکٹھی کی ہوئی تھی وہ بھی انہوں نے ان مقدمات میں ہار دی لیکن انگریز نے ایک گاؤں بھی دوبارہ واگزار نہیں کیا۔

اس کے برعکس وہ علماء جو احمدیوں پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے انہوں نے جو تعریفیں (جن کا میں نے ذکر کیا ہے) کیں وہ بلاوجہ نہیں تھیں بلکہ ان تعریفوں کے نتیجہ میں انہیں جاگیریں ملی ہیں چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو انگریز کی خوشامد کے نتیجہ میں چار مربع زمین الاٹ ہوئی جبکہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک انچ بھی زمین نہ ملی اور نہ ہی جماعت پر انگریزوں نے کسی رنگ میں کوئی احسان کیا۔ ساری دنیا میں کوئی انسان ایک کوڑی بھی ثابت نہیں

کرسکتا کہ جماعت احمدیہ پر انگریز نے خرچ کی ہو یا خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خرچ کی ہو یا انہیں کوئی خطاب ہی دیا ہو جب کہ علامہ اقبال ''سر'' بن گئے اور ان کے علماء بڑے بڑے خطابات سے نوازے گئے اور جائیدادیں حاصل کرتے رہے، مرادیں پاتے رہے، انگریزوں سے تنخواہیں لیتے رہے۔ یہ سارے تو گویا انگریز کے دشمن اور مجاہد اوّل تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت جو خدا کی خاطر انتہائی قربانیاں کرتے ہوئے صرف اپنے Resources اور اپنے اموال پر انحصار کر رہی ہے اور کبھی کسی حکومت سے ایک آنہ بھی اس نے حاصل نہیں کیا یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ٹھہرے؟

حقیقتِ حال تو کبھی چھپی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ نے خود مخالفین ہی کی زبانوں سے ان کے اپنے فرقوں سے متعلق یہ الفاظ استعمال کروادیئے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں تو جماعت کے متعلق کوئی ذکر ہی نہیں ہے لیکن ان لوگوں نے ایک دوسرے کے فرقوں سے متعلق یہی محاورہ استعمال کرنا شروع کیا چنانچہ خدا کی طرف سے عجیب انتقام ہے کہ 'چٹان' (لاہور) اپنی اشاعت ۱۵/ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں بریلویوں کے متعلق لکھتا ہے:

> ''انگریزوں کے اولی الامر ہونے کا اعلان کیا اور فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا کچھ دنوں بعد ایک مذہبی تحریک بن گیا''

اب بتایئے! کچھ شک وشبہ ہے کہ یہ ذاتی بات ہو رہی ہے یا ایک جماعت کی بات ہو رہی ہے؟ اس کا جواب سنئے جو ایڈیٹر صاحب ''طوفان'' نے لکھا:۔

> ''انگریزوں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ تحریک نجدیت کا پودا (یعنی اہل حدیث جسے وھابی تحریک یا تحریکِ نجدیت بھی کہتے ہیں) ہندوستان میں بھی کاشت کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے ہی پروان چڑھایا''۔
>
> (پندرہ روزہ طوفان ملتان ۷/ نومبر ۱۹۶۲ء)

پس یہ تو اور خود کاشتہ پودے نمودار ہو گئے جہاں تک الزام تراشی کا تعلق ہے یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے جس طرح ہمارے خلاف جب الزام تراشی کرتے ہیں تو ہم اس کو دلیل نہیں سمجھتے اسی طرح

ان کا ایک دوسرے کو ''خود کاشتہ'' کہنا یہ بھی ہمارے نزدیک بے معنی ہے اور ہم اسے کچھ بھی ثابت شدہ نہیں سمجھتے لیکن تاریخی واقعات کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے اگر وہ کچھ بولے تو وہ یقیناً سننا پڑے گا دیوبندی فرقہ کے ندوۃ العلماء کے متعلق تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ انگریزوں نے اسے قائم کیا تھا وہی ان کو مشاہرے دیتے رہے جن پر یہ مولوی پلے ہیں جو آج انگریز کے دشمن بلکہ مجاہد اوّل کہلا رہے ہیں۔ ''ندوۃ العلماء'' کی بنیاد بھی ایک انگریز ہی نے رکھی۔ چنانچہ ''الندوۃ'' ان کا اپنا رسالہ ہے کسی غیر ندوی کا نہیں۔ اس میں درج ہے:

''ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ نے منظور فرمایا تھا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھیں گے۔ یہ تقریب ۲۸/ نومبر ۱۹۰۸ء کو عمل میں آئی۔'' (الندوۃ، دسمبر ۱۹۰۸ء نمبر ۱۱ جلد ۵ صفحہ ۲)

(صفحہ ۴ پر عربی ایڈریس ہے جس میں سر جان برسکاٹ کے سی ایس آئی ای کا ندوہ کا سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کو قبول کرنے پر شکریہ ادا کیا گیا ہے۔) (ایضاً)

یہ ذکر کرنے کے بعد اب اگلا حصہ قابل غور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں یہ چبھن پیدا ہوئی کہ مسلمان لوگ پڑھیں گے تو کیا کہیں گے کہ جس ندوہ کی بنیاد انگریز گورنر نے رکھی ہے وہ آگے جا کر کیا بنے گا اور اس کے کیا مقاصد ہیں؟ چنانچہ وہ ایک نہایت ہی خطرناک بات کہہ گئے اور وہ اس سے بالکل نہیں شرمائے وہ بات تو تمام مسلمانوں کے دل پر خطرناک چرکہ ہے۔ ایک انگریز سے سنگ بنیاد رکھوانے کی تائید میں اور اس کی توجیہ پیش کرتے ہوئے کہ کیوں ایسا ہوا فرماتے ہیں:

''یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درسگاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا (مسجد نبوی کا منبر بھی ایک نصرانی نے بنایا تھا)'' (الندوۃ لکھنؤ دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۱، ۲)

چونکہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ان کے نزدیک مسجد نبوی کے منبر بھی نصرانی بناتے رہے اس لئے اگر ''ندوۃ'' کی بھی تعمیر نصرانی نے کر دی تو کیا فرق پڑتا ہے مگر ساتھ ہی پھر یہ بھی ماننا پڑا کہ:

اصل عربی عبارت یوں ہے:

”و نحن علی یقین من ان المسلمین کما یسلم اذ عانهم لحکومتهم یزید ون من هولاء العلماء الناشئین طاعة و انقیادا للحکومة ۔ و الان نقدم الی جنابکم ازکی التشکرات حیث تفضلتم علینا بقطیعة من الارض لنرفع علیها قواعد مدرستنا“

بہر حال یہ مشہور مذہبی درسگاہ ایک انگریز کی مرہون منت ہے

(الندوۃ، دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ جلد ۵ نمبر ۱۱)

دیکھ لیجئے خود کاشتہ پودا کس طرح بولتا ہے کہ میں ہوں خود کاشتہ پودا۔

”ندوۃ العلماء“ مسلمانوں کی چوٹی کی مذہبی درسگاہ ہے اور وہیں سے وہ سارے مولوی آرہے ہیں جو احمدیوں کی مخالفت کے لئے دساور بھیجے جاتے ہیں اس کا اصل مرکز وہی ہے۔ اس وقت پاکستان میں جس اسلام کی چھاپ لگائی جارہی ہے اس میں دراصل اسی نجدی فرقہ کو اوپر لایا جارہا ہے اور یہی وہ گروہ ہے جو ندوہ سے بھی تعلق رکھتا ہے اور اہل حدیث بھی کہلاتا ہے یعنی دو الگ الگ فرقے ہیں لیکن بنیادی طور پر عملاً ایک ہیں۔ ”الندوہ“ جولائی ۱۹۰۸ء جلد ۵ صفحہ ۱ میں یہ بات کھل کر کہی گئی ہے کہ اس کے مقاصد کیا ہیں۔ فرماتے ہیں:

”ندوۃ اگرچہ پالیٹکس سے بالکل الگ ہے لیکن چونکہ اس کا اصلی مقصد روشن خیال علماء کا پیدا کرنا ہے اور اس قسم کے علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں“

یہ ہے جسے انگریزی میں کہتے ہیں ”Cat is out of the bag“ کہ بلی تھیلے سے باہر آگئی۔ تو یہ ان کی حالت ہے۔ کیسے جھوٹ اور مکر کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ پر حملے کرتے ہیں مگر اپنا اندرونہ چھپاتے ہیں جسے انہوں نے خود تسلیم کیا ہے اور بتایا ہے کہ مقاصد کیا ہیں؟ کس نے بنیاد رکھی؟ یہ سارے ثبوت تاریخی طور پر موجود ہیں کسی احمدی کا اس میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی کوئی رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جسے تحریک نجدیت کہا جاتا ہے اسے مسلسل انگریز کی حمایت حاصل رہی ہے اور ان کے وہ معاہدے تاریخ

کی کتب میں چھپے ہوئے موجود ہیں جن کی اصل تحریرات یہاں لندن کی لائبریریوں میں موجود ہیں اور ان میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ انگریزوں نے باقاعدہ معاہدہ کر کے اہل حدیث کی تحریک یعنی وھابی تحریک اور موجودہ سعودی حکومت کے بانی کا آپس میں ایک تعلق قائم کروایا اور جہاد کی ایک موومنٹ چلوائی۔ انگریز کے خلاف نہیں، وہ تو ان کا سربراہ تھا اور انہیں پانچ ہزار پاؤنڈ کی سالانہ مدد بھی دے رہا تھا۔ تو وہ جہاد کی موومنٹ کس کے خلاف چلائی تھی وہ ترکی کی مسلمان حکومت کے خلاف تھی۔ اس طرح یہ تحریک نجدیت انگریز کی حمایت میں وہاں بھی نافذ کی گئی اور پھر ہندوستان میں بھی اس کا پودا لگایا گیا اور یہی تحریک ہے جو آج سارے پاکستان پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ یہی تحریک ہے جو کبھی بریلویوں کو بھی انگریز کا خودکاشتہ پودا کہہ دیتی ہے، کبھی احمدیوں کو کہہ دیتی ہے، کبھی شیعوں کے پیچھے پڑ جاتی ہے اور اِس وقت مغربی طاقتوں ہی کی ایک سازش کے تابع پاکستانی فوج کے ذریعہ اسے پاکستان میں ہمیشہ کے لئے مسلّط کیا جا رہا ہے اور عام سادہ لوح مسلمان سمجھ نہیں رہے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہی ساری کڑیاں ہیں جو ملتی چلی جارہی ہیں جو کل انگریز کا پودا تھے وہ آج بھی انگریز کا پودا ہیں اور جن کا انگریز سے کل کوئی تعلق نہیں تھا آج بھی ان کا کوئی تعلّق نہیں۔

پس پاکستان کے عوام کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ جماعت احمدیہ کی حیثیت کیا ہے، اس کو دیکھیں تو سہی، اگر آپ یک طرفہ جھوٹے الزامات کو تسلیم کریں گے تو پھر انہوں نے تو کسی کو بھی نہیں چھوڑا۔ اگر صرف تاریخی حقائق تک محدود رہیں تو تاریخی حقائق تو واضح طور پر کھلے الفاظ میں یہ بتا رہے ہیں کہ اگر آج دنیا میں کوئی انگریز کا خودکاشتہ پودا ہے تو وہ دیو بندی اور اہل حدیث ہیں یعنی اہل حدیث کا وہ فرقہ جو نجدی حکومت کے قیام میں ان کے ساتھ ملوث تھا جسے وھابی بھی کہتے ہیں۔ یہ فرقہ انگریز سے مدد اور تقویت پا کر ایک حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوا اور یہ تاریخی حقائق ہیں۔

میرے نزدیک اس کے باوجود مذہبی نقطۂ نگاہ سے انہیں انگریز کا پودا کہنا غیر معقول اور غیر منصفانہ حرکت ہے اس لئے ان حقائق کے باوجود میں ان کو انگریز کا پودا نہیں کہتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ آزاد مذہبی تحریک تھی اس سے استفادہ کر کے ایک حکومت قائم کی گئی جو انگریز کے تابع تھی اور اس معاہدہ میں یہ بات شامل تھی کہ آئندہ سے تمہاری فارن پالیسی آزاد نہیں ہوگی بلکہ تم سو فیصد ہماری فارن پالیسی کے غلام رہو گے اور اندرونی طور پر تم ان ان باتوں میں آزاد ہو، اس کے نتیجہ میں ہم تمہیں اتنی

رائفلیں دیں گے اور اتنے ہزار پونڈ دیں گے اور یہ یہ تمہارے حقوق ہیں اور یہ یہ ہمارے حقوق ہیں۔ پس یہ لوگ جلد بازی سے جو ناواجب حرکتیں کرتے ہیں ہمیں نہیں کرنی چاہئیں بلکہ جواب میں بھی انصاف سے کام لینا چاہئے اس لئے میرے نزدیک فرقہ کے لحاظ سے خواہ یہ اپنے منہ سے تسلیم بھی کریں دوسری قومیں اس طرح فرقوں کی بنیاد نہیں ڈالا کرتیں اس کی اپنی ایک آزاد تاریخ ہے۔ مولانا محمد بن عبدالوھاب صاحب نے شرک کے خلاف جہاد شروع کیا اور پھر اس پر زور دیتے دیتے دوسری انتہا تک بھی پہنچ گئے لیکن تحریک وہابیت کو جب یہ دوسرے لوگ اس وجہ سے انگریز کا خود کاشتہ پودا کہتے ہیں کہ ان کو ایک تاریخی دور میں انگریزوں کی حمایت حاصل رہی ہے یہ درست نہیں ہے۔ مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ آزاد ہیں مگر انگریزوں نے ان سے استفادہ ضرور کیا ہے اور آج بھی کر رہا ہے، کل بھی کر رہا تھا۔ کانگریس کے دوران ہندو بھی ان سے استفادہ کرتے رہے ہیں لہٰذا یہ لوگ ان کے آلہء کار ضرور بنے ہیں اور اب بھی بن رہے ہیں۔ وہی سازش ہے وہی لوگ ہیں جو دوسروں کے آلۂ کار بن جایا کرتے ہیں لیکن یہ کہ مذہبی عقیدہ کی بنیاد انگریز نے ڈالی، یہ غلط ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ باتیں درست ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعۃً اپنے خاندان کو انگریز کا خود کاشتہ پودا کہا تھا احمدیت کو نہیں کہا تھا تو اس کا کیا ثبوت ہے کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خود کاشتہ پودا کا حوالہ موجود ہے تم کہتے ہو خاندان کی بات ہو رہی تھی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خاندان، جماعت احمدیہ اور آپ خود سارے اس میں شامل تھے اس لئے کوئی قطعی ثبوت ہونا چاہئے کہ جماعت احمدیہ کس کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا اعتراف کرتے ہیں وہ تحریریں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

> ”دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔۔۔۔۔۔۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے

اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے .... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اَور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اَور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا...... جس طرح خدا نے پہلے ماموریں اور مکذّبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے ماموریں کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو''۔

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ: ۴۹۔۵۰)

(چونکہ وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے اس مضمون کا دوسرا حصہ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے خطبہ میں بیان کروں گا۔ بہت سے حوالے میں نے چھوڑ دیئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ مضامین ایسے ہیں جن کے بیان کرنے سے خطبات لازماً لمبے ہو جائیں گے اس لئے ضروری نہیں کہ ہر مضمون جس کو مَیں لوں وہ ایک ہی خطبہ میں ختم بھی ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض خطبوں میں دو تین نکات جو چھوٹے ہوں اکٹھے بیان ہو جائیں۔ بہرحال میرا اندازہ ہے کہ ایک دو مہینہ کے اندر یہ سلسلہ مکمل ہو جائے گا۔)

پس جہاں تک خود کاشتہ پودے کا الزام اور انگریز کی تعریف کا تعلق ہے یہ بات تو اب کھل کر جماعت کو معلوم ہو جانی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اشارۃً بھی جماعت احمدیہ کے متعلق ''انگریز کا خود کاشتہ پودا'' کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے بلکہ جس خاندان کا ذکر کیا وہ سنّی اور اہل حدیث خاندان تھا یعنی ملے جلے لوگ تھے اور اس کے متعلق بھی مذہبی طور پر نہیں بلکہ خاندانی لحاظ سے اسے خود کاشتہ پودا کہا۔ اس کے متعلق بھی سو فیصد قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہیں انگریز سے ایک ذرہ بھی مالی منفعت نہیں پہنچی بلکہ انگریزی حکومت ان کی جائیدادوں کو غصب

کرنے والی ثابت ہوئی اور الزام لگانے والوں کا اپنا یہ حال ہے کہ زبانیں پوری طرح بے باک ہو چکی ہیں، خدا کا خوف نہیں رہا اور وہ ایک دوسرے کے فرقوں کو احمدیت کے علاوہ بھی خود کاشتہ پودا قرار دیتے چلے جاتے ہیں۔ یہ محاورہ ان کو ایسا پسند آیا ہے کہ چھوڑتے ہی نہیں اور بعض جگہ خود اپنے متعلق تسلیم کرتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہاں ہماری بنیاد انگریزوں نے رکھی تھی اور یہ ایسے تاریخی حقائق ہیں جن کو آپ بدل نہیں سکتے پھر وہ اپنی زندگی اور اپنے قیام کے مقاصد بھی بیان کرتے ہیں اور انہیں تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔

آج یہی ٹولہ ہے جس کے متعلق تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ انگریز نے ہمیشہ اس کو خاص مقاصد کی خاطر استعمال کیا ہے اور انہیں مالی فوائد پہنچا کر ان سے بعض تاریخی کام لئے ہیں۔ یہی فرقہ آج پاکستان پر مسلّط کیا جارہا ہے اور باقی فرقے جو بھاری اکثریت میں ہیں انہیں ہوش نہیں آنے دی جارہی کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اس قدر گند اچھالا جارہا ہے کہ لوگ بیچارے ایک ہی طرف دیکھ رہے ہیں ان کو کوئی اور شکل وصورت نظر ہی نہیں آرہی اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہر خطرہ، ہر ظلم احمدیت کی طرف سے ہو رہا ہے اور یہی ایک خطرہ رہ گیا ہے اور تو کوئی خطرہ ہی نہیں رہا چنانچہ اس جھوٹے شور شرابے کے نتیجہ میں وہ اپنی حالتوں سے غافل ہو گئے ہیں اور انہیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا سازش ہو رہی ہے اور کیا ہمارے ساتھ ہونے والا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ عرصہ کے اندر اگر یہ صورت حال اسی طرح جاری رہی تو پاکستانی فوج کی طاقت سے ایک مذہبی فرقہ پاکستان پر ہمیشہ کے لئے مسلّط کر دیا جائے گا اور اسی کا نام ”اسلام“ رکھا جائے گا اور اس کے خلاف جو کچھ بھی عقائد ہیں انہیں کسی نہ کسی رنگ میں مطعون کیا جائے گا۔

شیعوں کے خلاف جو کچھ وہاں ہو چکا ہے وہ آپ کے علم میں ہے اور اخباروں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ اندر ہی اندر تیاریاں ہو رہی ہیں اس کو وہی لوگ زیادہ بہتر جانتے ہیں جو کر رہے ہیں لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ بھی امن میں نہیں ہیں۔ جھوٹے خیال میں بیٹھے ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ امن میں ہیں۔

بریلویوں کے متعلق جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ آپ کے علم میں ہے کیونکہ اخبارات میں شائع ہوتا

رہا ہے اور صدر مملکت اپنے ایک بیان میں یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ یہاں مشرکین کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ بریلویوں اور دیوبندیوں یا نجدیوں اور بریلویوں کی اصل لڑائی اسی بات پر ہے۔ بریلوی کہتے ہیں ہمیں مشرک کہا جاتا ہے حالانکہ ہم مشرک نہیں ہیں اور وہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تم مشرک ہو۔ چنانچہ یہ ایک معنی خیز کلمہ ہے۔ یہ تو نہیں کہ صدر کی زبان سے یونہی نکل گیا ہے یہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق آئندہ کی پالیسی کا اظہار کیا گیا ہے۔ احمدیوں کو معین کرنے کے بعد کہ احمدیوں کی بھی یہاں کوئی جگہ نہیں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مشرکین کی بھی یہاں کوئی جگہ نہیں۔

پس اس تاریخی پس منظر سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نجدی حکومت کے قیام میں بھی یہی بحث جاری ہوئی تھی اور ترکی حکومت کے خلاف بھی انگریزوں نے مسلمانوں کو اسی بنا پر لڑایا تھا کہ یہ مشرک لوگ ہیں اور مشرک حکومت کی مدد کرنے والا ٹولہ ہے جو اس وقت تم پر نافذ ہو چکا ہے، اس لئے شرک کے خلاف جہاد کا جو اعلان تھا اسے انگریز نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر لیا اور مسلمانوں کی ایک عظیم مملکت پر اتنی بڑی ضرب لگائی گئی کہ اس کے بعد مشرق وسطیٰ میں انگلستان یا فرانس کا داخلہ ایک طبعی نتیجہ تھا۔ سلطنت ترکیہ جسے سلطنتِ عثمانیہ کہتے ہیں یہ اگر نہ ٹوٹتی تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں انگریز یا مغربی طاقتوں کا دخل ہو جاتا۔ تو اسی قسم کی ایک ہولناک سازش عالم اسلام میں آج دنیا کی بڑی طاقتوں کی طرف سے کی جارہی ہے وہی مغربی طاقتیں ہیں جو صرف آپس میں بعض مفادات کو ایک دوسرے کی طرف منتقل کر دیا کرتی ہیں کبھی مشرق وسطیٰ کو انگریز سنبھال لیتا ہے کبھی امریکہ سنبھال لیتا ہے اور کبھی کسی اور ملک کے ذریعہ سے یہ چالیں چلی جاتی ہیں لیکن بنیادی مفادات ان سب کے مشترکہ ہیں۔

پس وہی اہل حدیث اور دیوبندی فرقہ کے لوگ جنہیں پہلے استعمال کیا گیا تھا انہیں آج بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ لیکن ہمارا تو ایک خدا ہے جس پر ہمارا کامل انحصار ہے جس نے ہمیں کبھی نہیں چھوڑا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس نے وفا کے ہاتھ سے میری مدد کی ہے اور وہ وفا کا ہاتھ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا لیکن ان لوگوں کا کیا بنے گا جو سادگی اور لاعلمی میں احمدیت کی دشمنی میں پاگل کر دیئے گئے ہیں اور ان کو ہوش نہیں رہی کہ اصل حملہ خود ان پر ہو رہا ہے۔ ان کی حفاظت کی تو پھر کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے اس قوم کے لئے دعا کریں

کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہوش دے اور عقل دے۔ مسلمان ممالک پر اسلام کے نام پر ایک غیر ملکی سازش کا کامیاب ہو جانا یہ ایک بہت ہی بڑا دردناک ظلم ہوگا اور اس کے چکر سے پھر یہ مسلمان ممالک کبھی نکل نہیں سکیں گے۔ یہی واقعات ٹرکی میں ہو رہے ہیں، انڈونیشیا میں بھی رونما ہونے لگ گئے ہیں، ملائشیا میں بھی رونما ہونے لگ گئے ہیں، سوڈان میں بھی یہی واقعہ ہو گزرا ہے۔ اگر آپ اردگرد نظر دوڑائیں تو سب جگہ اسلام کے نام کو استعمال کر کے بعض طاقتیں اپنے مفاد کی حکومتیں اوپر لا رہی ہیں۔ جہاں تک روس کا تعلق ہے وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ مشرقی طاقتیں بھی جہاں ان کا داؤ چلتا ہے بیچارے اسلام کے نام پر کوئی ایسی سیاسی حکومت نافذ کر دیتی ہیں کہ جس سے پھر قوم چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی۔

پس دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ غلط کار لوگوں سے مسلمان حکومتوں کو نجات بخشے اور مسلمان قوم کو نجات بخشے اور اس سازش کو اپنے فضل سے ناکام کر دے پس امرِ واقعہ یہ ہے (جو اطلاعیں آ رہی ہیں) کہ پاکستان کے لوگوں کی نظریں آج احمدیت پر ہیں کیونکہ اب ان کے سارے حیلے جاتے رہے ہیں اور وہ آپکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ رہے ہیں اور بہت سے باشعور غیر احمدی لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو صرف اب اتنی ہوش رہ گئی ہے کہ پہلے بھی جب کبھی کسی نے تمہاری مخالفت کی ہے وہ بامراد نہیں ہوا اس لئے خدا کرے کہ اب بھی ایسا ہو جائے کیونکہ ہم میں اب ان ظالموں کے چنگل سے رہائی کی کوئی طاقت نہیں ہے، تمہاری وجہ سے اگر ہم نجات پا جائیں، تمہاری وجہ سے ہم اسیران اگر رہائی پا جائیں تو یہ ایک راستہ ممکن ہے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ پس ہم میں تو کوئی طاقت نہیں ہے ہم تو ایک نہایت ہی کمزور جماعت ہیں، نہ سیاست سے ہمارا تعلق، نہ کبھی ہم ان جھگڑوں میں ملوث ہوئے۔

حکومت وقت کے خلاف اٹھنا اور تحریک چلانا یا بغاوت کرنا یہ تو نہ ہماری سرشت میں ہے نہ ہماری تعلیم میں یہ بات داخل ہے لیکن ہمیں یہ یقین ہے اور یہ علم ہے کہ ہمارا خدا ہمیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑا کرتا، ہمارے دشمنوں کو ہمیشہ ذلیل و رسوا کیا کرتا ہے۔ جس کسی نے بھی احمدیت پر ہاتھ ڈالا ہے وہ ہاتھ ہمیشہ کاٹے گئے ہیں۔ پس دعائیں کریں اور اسی کی طرف جھکیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے وسیلہ سے باقی ملک کو بھی نجات بخشے اور ہمیشہ کے لئے اس سازش کو ختم کر دے جو عالم اسلام کے خلاف کی

جارہی ہے اوران طاقتوں کونا کام بنادے جواسلام کے نام پراپنی حکومتوں کا تسلّط زیادہ گہرا اور زیادہ وسیع اور مستقل کرتے چلے جارہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نجات بخشے۔آمین۔

ہندوستان میں انگریزوں کے مفادات اور ان کے اصل محافظ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ رفروری ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں پاکستان کی حکومت کی طرف سے شائع کردہ مزعومہ قرطاس ابیض میں سے ایک الزام کے متعلق ذکر کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ جدید محققین نے ثابت کر دیا ہے کہ احمدیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے جو برطانوی سلطنت کے مفادات کے تحفظ کی خاطر لگایا گیا تھا۔ اس الزام کے پہلے حصہ کا جواب میں نے گذشتہ خطبہ میں دیا تھا اور بتایا تھا کہ خود کاشتہ پودے کی حقیقت کیا ہے، کون خود کاشتہ پودا ہے اور جدید محققین کیا چیز ہیں اور یہ بھی ثابت کیا تھا کہ جہاں تک مفادات کا تعلق ہے جماعت احمدیہ کے اپنے مفادات تھے ہی نہیں جو انگریزوں سے وابستہ ہوں نہ کبھی وابستہ رہے نہ آئندہ کبھی وابستہ ہوں گے لیکن جہاں تک انگریزوں کے مفادات کا تعلق ہے جماعت احمدیہ سے کیسے وابستہ ہیں اور جماعت اُن مفادات کی حفاظت کیسے کر رہی ہے اور اگر جماعت احمدیہ سے انگریزوں کے مفاد وابستہ نہیں تو کون لوگ ہیں جن سے انگریزوں کے مفادات وابستہ ہیں یا یوں کہئے کہ استعماری طاقتوں کے مفادات کن لوگوں سے وابستہ ہیں اس کے متعلق مَیں آج احباب کو مخاطب کروں گا۔

سب سے پہلی بات جو تحقیق طلب ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں انگریز کے مفادات کیا

تھے؟ ظاہر بات ہے کہ ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کے استحکام سے بڑھ کر انگریزی حکومت کا اَور کوئی مفاد نہ تھا اور بجائے اس کے کہ خود اندازہ لگایا جائے کہ انگریزی حکومت کے مفادات کیا تھے کیوں نہ انگریزوں کی حکومت سے وابستہ ان کے سرکردہ لوگوں کی اپنی زبان میں اُن کے مفادات کا میں آپ کے سامنے ذکر کروں کیونکہ انگریزوں کے مفادات تو بہرحال انگریز ہی بہتر جانتے تھے۔ انگریزوں کے مفادات تو بہرحال وہی لوگ بہتر جانتے تھے جن کا انگریزی حکومت سے تعلق تھا اور وہ طاقت کے سرچشمہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آج کے احرار یا کل کے احرار کو کیا پتہ کہ انگریز کے مفادات کیا تھے۔ پس جب تک خود انگریز سے نہ پوچھا جائے ان کے مفادات کے متعلق ہم کچھ نہیں جان سکتے۔

چنانچہ لارڈ لارنس بہت معروف آدمی ہیں ہندوستان کے وائسرائے بھی رہے ہیں انگلستان کی خدمات بجالانے میں ان کی شخصیت بہت نمایاں ہے چنانچہ لارڈ لارنس کی زندگی سے متعلق ایک کتاب Lord Laurence's Life کے نام سے بہت مشہور ہے اس کی دوسری جلد صفحہ نمبر 313 پر ان کے کچھ خیالات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے:

”لارڈ لارنس نے کہا: کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہوسکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں“

پنجاب میں جہاں قادیان واقع ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو اسلام کی دفاعی جنگیں لڑنے کی خاطر مامور فرمایا وہاں کے لیفٹننٹ گورنر سر ڈونلڈ میکلوڈ اس بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”میں اپنے اس یقین کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمین ہند میں اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے“

(The Mission by R.Clark p.47, London 1904)

اسی طرح اُس زمانہ کے وزیر ہند سر چارلس وُڈ نے یہ اعلان کیا:

”میرا ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے، انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر کے استحکام

کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے‘‘ (The Mission p.234)

یہ 1862ء کی بات ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے عنفوان شباب کے دن تھے۔1862ء ہی میں لارڈ پامرسٹن وزیر اعظم انگلستان نے اس بارہ میں اپنے خیال کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

’’میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں یہ ہمارا فرض ہی نہیں، بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلائیں‘‘

(The Mission, p.234)

پس یہ تھے انگریزی حکومت کے مفادات ہندوستان میں جن کے متعلق آج یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ مفادات جماعت احمدیہ کے سپرد کئے گئے کہ وہ ان انگریزی مفادات کی حفاظت کریں۔ حالانکہ یہ وہ دور ہے جس میں بڑی تیزی کے ساتھ ہندوستان میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک عیسائی مشنریوں کا ایک جال پھیلا دیا گیا تھا۔ یہ وہ دور ہے جبکہ مسلمانوں کی دفاعی قوت بالکل ختم ہو چکی تھی اور کوئی نہیں تھا جو مسلمانوں کی طرف سے عیسائیت سے ٹکّر لے اور ان پادریوں کے دجل کا پردہ چاک کر سکے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ بڑے بڑے معزز خاندان حتی کہ بعض سید زادے اور بڑے بڑے علماء اور سجادہ نشین اور پیر فقیر بھی حلقہ بگوش عیسائیت ہو رہے تھے اور اسلام کے خلاف نہایت گندی کتابیں لکھنے لگے تھے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ پادری فنڈر نے نیز پادری عماد الدین اور بعض دوسرے عیسائی پادریوں نے جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر چکے تھے (مثلاً مولوی حمید اللہ خان، مولوی عبداللہ بیگ، مولوی حسام الدین بمبئی، مولوی قاضی صفدر علی اور مولوی عبدالرحمٰن وغیرہ) اسلام کے خلاف اتنی گندی کتابیں شائع کیں اور بانی اسلامؐ کے خلاف ایسا خوفناک زہر اُگلا کہ جس نے بعض ہندو اخبارات (مثلاً شمس الاخبار، لکھنوء ۱۵؍اکتوبر ۱۸۷۵ء جلد نمبر ۵) کو بھی یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ ایک غدر تو 1857ء کا تھا اب اگر اِس دور میں کوئی غدر ہوا تو وہ ان پادریوں کے ان گندے حملوں کا نتیجہ میں رونما ہوگا جو یہ لوگ اسلام پر کر رہے ہیں مثلاً امّہات المؤمنین کے نام سے ایک انتہائی دل آزار اور گندی کتاب شائع ہوئی جس میں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی ازواج مطہرات

کے خلاف گندے اتہامات لگائے گئے ہیں۔اس کے مصنف ہیں ڈاکٹر احمد شاہ شائق سابق میڈیکل آفیسر لیہ۔لداخ ملک تبت خورد اور یہ کتاب پرشوتم داس عیسائی نے گوجرانوالہ شعلہ پریس سے شائع کی۔

اس دور کے بارہ میں اسلام کے اِن نام نہاد مجاہدین اسلام کو یہ عجیب وغریب بات سوجھی ہے کہ عیسائیت اور **انگریزی سلطنت کے مفاد کی حفاظت کا الزام ایک ایسے شخص پر عائد کرتے ہیں جس نے انگریزوں کے خدا ہی کو ماردیا اور جس نے عیسائیت کی بنیادوں پر ایسے حملے کئے کہ عیسائیت کو اپنی جان چھڑانی ممکن نہ رہی۔** کیا یہ ترکیب ہے احمدیت کے دشمنوں کے نزدیک انگریزی حکومت کی جس سے اس عظیم مفاد کی حفاظت اور عیسائیت کے فروغ کی توقع کی گئی تھی اور جس سے عیسائی حکومت کی جڑیں مضبوط ہونے اور استحکام حاصل ہونے کی انگریز کو امید تھی؟ کیا ان اغراض کے لئے انگریزوں نے اپنے ہاتھ سے ایک ایسا پودا لگایا جس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اُن کے خدا کے مزعومہ اکلوتے بیٹے ہی کے متعلق یہ اعلان کردیا کہ وہ طبعی وفات پا چکے ہیں اور اس طرح صلیب کو توڑ کر پارہ پارہ کردیا اور پھر عیسائیت کے خلاف ایک ایسا عظیم جہاد شروع کیا کہ وہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں رہا۔وہ تمام دنیا میں پھیلتا چلا گیا اور آج تک پھیلتا چلا جارہا ہے۔حیرت کی بات ہے کوئی نہیں جو عقل سے کام لے اور اس الزام پر غور کرے تو معلوم ہو کہ اس کا احمدیت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں لیکن عقل سے کام لیں تو معلوم ہو، یہ الزام تو خالی دماغوں کی پیداوار ہے۔۔۔آخر اتنی سی بات تو سوچ لینی چاہئے کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اُس سے نتیجہ کیا نکلتا ہے۔۔۔انگریز نے اپنے مفاد کی حفاظت کی خاطر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کھڑا کیا اور انہوں نے کام یہ کیا کہ انگریزی مذہب پر حملے شروع کردیئے، انگریزی سلطنت کے مفادات جن چیزوں سے وابستہ تھے اُن کا قلع قمع شروع کردیا۔انگریز تو ایک بہت ہی گہری چال چلنے والا حکمران تھا، وہ سیاست کو خوب سمجھتا تھا۔وہ نہ صرف اپنے مفادات ہی سے پوری طرح آگاہ تھا بلکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان کو کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے اپنی (Diplomacy) ڈپلومیسی اور ہوشیاری کے ذریعہ دنیا کے اکثر ممالک پر قبضہ کرلیا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزوں کے اقتدار کا سورج نصف النہار پر تھا۔چنانچہ یہ کہا جاتا تھا کہ انگریزی حکومت اتنی وسیع ہے کہ اس پر سورج غروب

نہیں ہوتا۔ مشرق سے مغرب تک 24 گھنٹے میں ایک بھی لمحہ ایسا نہیں آتا تھا جب کہ اُن پر سورج غروب ہو رہا ہو۔ سیاسی چالوں میں ایسی ہوشیار قوم کی طرف ایسا لغو خیال منسوب کرنا ایک ایسی بات ہے جس کا عقل سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرما رہے تھے اور دنیا کو کس زبان میں مخاطب کر رہے تھے اور اہل اسلام کو کس طرح جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا رہے تھے۔ ایک طرف لندن سے یہ آواز اٹھ رہی تھی کہ انگریزوں کے مفادات اس بات سے وابستہ ہیں کہ ہندوستان میں عیسائیت کو جتنی جلد ہو سکے پھیلا دیا جائے تو دوسری طرف قادیان کی ایک چھوٹی سے بستی سے خفتگان اہل اسلام کو جگانے کے لئے یہ صور پھونکا جا رہا تھا کہ:

> ''دیکھو اے غافلو دیکھو! کہ اسلامی عمارت کو مسمار کرنے کے لئے کس درجہ کی یہ کوشش کر رہے ہیں اور کس کثرت سے ایسے وسائل مہیا کئے گئے ہیں اور اُن کے پھیلانے میں اپنی جانوں کو بھی خطرہ میں ڈال کر اور اپنے مال کو پانی کی طرح بہا کر وہ کوششیں کی ہیں کہ انسانی طاقتوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے اور پاکیزگی کے برخلاف منصوبے اس راہ میں ختم کئے گئے اور سچائی اور ایمانداری کے اُڑانے کے لئے طرح طرح کی سرنگیں طیار کی گئیں اور اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتیں نہایت درجہ کی جان کاہی سے پیدا کی گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لہذا اس بات پر قطع اور یقین کرنا چاہئے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے یہی لوگ ہیں جن کے سحر کے مقابل پر معجزہ کی ضرورت تھی۔ اور اگر انکار ہے تو پھر زمانہ گذشتہ کے دجّالین میں سے ان کی نظیر پیش کرو''۔
>
> (ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۵۔۳۶۶)

یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے عیسائی مذہب کو دجّالیت قرار دیا اور عیسائیت پر بڑے شدید حملے کئے اور یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب انگلستان سے یہ آواز اُٹھ رہی تھی کہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہم نے مشرق سے مغرب تک

صلیب گاڑ دینی ہے۔اور بعض آوازیں تو یہاں تک بلند ہو رہی تھیں کہ افریقہ سے چلیں گے اور مکہ تک پہنچیں گے اور اس وقت تک چین نہیں لیں گے جب تک صلیب کا جھنڈا مسجد حرام پر گاڑ نہ دیں۔اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کون تھا جو ان کو دجال قرار دے رہا تھا، وہ کون تھا جس نے عیسائیت کا قلع قمع کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا رکھی تھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے جو عیسائیت کے خلاف جس طرح بھی ممکن ہو سکا سینہ سپر ہو گئے ورنہ علماء میں سے تو کئی عیسائی ہو کر اور اسلام کو ترک کر کے عیسائیت کی تائید میں اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے خلاف نہایت ہی ناپاک حملے کر رہے تھے۔ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے جو عیسائیت پر کاری ضربیں لگا رہے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اُس کو زندہ سمجھا جائے اُس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو‘‘ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۷)

اسی طرح آپ نے سالانہ جلسہ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

’’وفات مسیح اور حیاتِ اسلام یہ دونوں مقاصد باہم بہت بڑا تعلق رکھتے ہیں۔اور وفاتِ مسیح کا مسئلہ اِس زمانہ میں حیاتِ اسلام کے لئے ضروری ہو گیا ہے‘‘

پھر فرماتے ہیں:

’’حیات مسیح سے جو فتنہ پیدا ہوا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے ۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اوائل میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر آج یہ غلطی ایک اژدھا بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے ۔۔۔۔۔ اسلام تنزل کی حالت میں ہے اور عیسائیت کا یہی ہتھیار حیات مسیح ہے جس کو لے کر وہ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی ذریت عیسائیوں کا شکار ہو رہی ہے ۔۔۔۔۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اب مسلمانوں کو متنبہ کیا جاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم ص ۶۲۶ ـ ۶۳۲)

پھر فرمایا کہ:

’’تم عیسیٰؑ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۹۴ حاشیہ)

پھر آپ عربی کلام میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ جَآءَ یَوْمُ اللّٰہِ فَالْیَوْمُ رَبُّنَا
یُدَقِّقُ اَجْزَاءَ الصَّلِیْبِ وَیَکْسِرُ

یقیناً اب خدائی جنگوں کا دن آگیا ہے پس آج ہمارا رب صلیب کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد ۷ ص ۹۷)

وَ اَبْغِیْ مِنَ الْمَوْلٰی نَعِیْمًا یَّسُرُّنِیْ
وَمَا ھُوَ اِلَّا فِی الصَّلِیْبِ یُکَسَّرُ

میری ایک ہی خواہش اور مراد ہے جس پر میری خوشی موقوف ہے اور وہ خواہش یہ ہے کہ صلیب پارہ پارہ ہو جائے۔

(اعجاز احمدی روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۸۲)

پھر آپ فرماتے ہیں:

وَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُکَسِّرَنَّ صَلِیْبَکُمْ
وَلَوْ مُزِّقَتْ ذَرَّاتُ جِسْمِیْ وَ اُکْسَرُ

اور اے عیسائیو! خدا کی قسم میں تمہاری صلیب کو پارہ پارہ کر کے رہوں گا خواہ اس راہ میں میرے جسم کی دھجیاں اڑ جائیں اور میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں۔

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد ۷ ص ۹۷)

یہ ہے اسلام کا وہ بطل جلیل جسے گویا ان نادانوں کے نزدیک انگریز نے خود اپنی سلطنت کے استحکام اور مفادات کی حفاظت کی خاطر کھڑا کیا تھا درآنحالیکہ وہ جس صلیب کو توڑنے کے درپے

تھا اس زمانہ کے علماء عیسائیوں کی تائید اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقابلہ کر رہے تھے۔ چنانچہ شدید مخالفتوں کے وقت جب کہ ایک طرف عیسائیت اور دوسری طرف اسلام کا جھگڑا تھا، ایک طرف بڑے بڑے عیسائی پادری تھے اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جو اسلام کے جرنیل کے طور پر اسلام کی تائید میں عیسائیوں سے ٹکر لے رہے تھے۔ ایسے نازک وقت میں بھی احمدیت کے مخالف علماء کا یہ کردار رہا ہے کہ جب کبھی انہیں موقع ملتا تو وہ ہرگز عیسائی مناظرین کی تائید سے گریز نہ کرتے۔۔۔ چنانچہ امرتسر میں ڈاکٹر ہنری کلارک کے ساتھ جو مشہور مباحثہ ہوا تو اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس بات سے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ”ایک مجمل پیغام مجھ کو امرتسر سے پہنچا کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس مباحثہ میں اگر مسیح کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہوتی تو ہم اس وقت ضرور ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ لہذا عام طور پر شیخ جی اور اُن کے دوسرے رفیقوں کو اطلاع دی جاتی ہے (شیخ جی سے مراد اہل حدیث کے مشہور مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔ ناقل) بلکہ قسم دی جاتی ہے کہ یہ بخار بھی نکال لو“۔ (سچائی کا اظہار، روحانی خزائن جلد نمبر ۶ ص ۷۴)

بہرحال یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے جو ایک طرف عیسائیوں سے برسر پیکار تھے اور صلیبی عقائد پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے جبکہ دوسری طرف مسلمان علماء تھے جو آج احمدیوں کو گردن زدنی سمجھتے ہیں اور جھوٹے الزام لگا رہے ہیں کہ انگریز کی حمایت کے لئے کھڑے ہوئے تھے لیکن اُس وقت ان کا کردار اسلام کی پشت پر خنجر گھونپنے کے مترادف تھا۔ وہ بڑی شدومد کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ قرار دے رہے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کو بار بار مباح قرار دے رہے تھے اور بڑے فخر کے ساتھ اعلان کرتے پھرتے تھے کہ انہوں نے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس شخص کے خلاف شدید مخالفت اور نفرت کی ایک آگ لگا دی ہے اور صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ کہتے تھے مکہ اور مدینہ کے علاوہ عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس شخص کے خلاف نفرت اور عناد اور بُغض کی فضا پیدا کر دی ہے کہ کیوں اِس نے

مسیح علیہ السلام کی موت کا اعلان کیا ہے۔غرض مسیح کی موت کا یہی اعلان تھا جس نے برصغیر میں آپ کی مخالفت کی آگ بھڑکا دی۔تو کون تھا انگریز کا حمایتی،ان کے خدا کو زندہ کرنے والا یا اُن کے خدا کو مارنے والا؟اتنی چھوٹی اور معمولی سی بات بھی جن عقلوں میں نہ آئے ان عقلوں کے متعلق انسان کیا کہہ سکتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''پادریوں کی تکذیب انتہا تک پہنچ گئی تو خدا نے حجت محمدیہ پوری کرنے کے لئے مجھے بھیجا۔اب کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں۔میں بے وقت نہیں آیا،مَیں اُس وقت آیا کہ جب اسلام عیسائیوں کے پیروں کے نیچے کچلا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔یاد رکھو وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا اب وہ زمانہ آ گیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربیؐ جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی،جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے''۔

(حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن جلد۲۲ص ۲۸۶)

پھر فرماتے ہیں:

''سو بہت ہی خوب ہوا کہ عیسائیوں کا خدا فوت ہو گیا اور یہ حملہ ایک برچھی کے حملہ سے کم نہیں جو اس عاجز نے خدائے تعالیٰ کی طرف سے مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہو کر ان دجّال سیرت لوگوں پر کیا ہے جن کو پاک چیزیں دی گئی تھیں مگر انہوں نے ساتھ اس کے پلید چیزیں ملا دیں اور وہ کام کیا جو دجّال کو کرنا چاہئے تھا''۔ (ازالہ اوہام،روحانی خزائن جلد۳ص ۳۶۱۔۳۶۲)

غرض یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں اعلان ہے کہ میں نے صلیب کو توڑ دیا اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے جو مخالفین ہیں جو بیرونی نظر سے آپ کو دیکھ رہے ہیں کیا اُن کے نزدیک بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حربہ کامیاب رہا یا نہیں۔اور کیا مسیح علیہ

السلام کا طبعی وفات پا جانے کا اعلان کر کے آپ نے عیسائیت کی کمر توڑ دی یا نہیں اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو میں انہی علماء کا ایک حوالہ پڑھتا ہوں جو نہ صرف یہ کہ احمدی نہیں بلکہ احمدیوں کے شدید مخالف گروہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن یہ وہ زمانہ تھا جبکہ علماء میں حق کا کچھ پاس موجود تھا اور بعض حق بات کہنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ انہی علماء میں سے مولوی نور محمد صاحب نقش بندی چشتی ہیں جنہوں نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ معانی القرآن قرآن کریم کا ایک طویل دیباچہ لکھا ہے وہ اس دیباچہ کے صفحہ 30 پر رقم طراز ہیں:

''اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدہ کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا (دیکھئے یہ ہے انگریز کا مفاد! پتہ نہیں کتنے لاکھ روپیہ اُس زمانہ میں انہوں نے خرچ کیا اور بہت بڑا پہلوان تیار کر کے ہندوستان بھیجا اور اُس نے مسلمان علماء کے نزدیک وہ کام کر دکھائے کہ سارے ہندوستان میں تلاطم برپا کر دیا۔ ناقل)

حضرت عیسیٰ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے (وہ بیچارے مولوی صاحب ہیں اس لئے مولوی کہہ رہے ہیں مگر اپنی طرف سے احتراماً کہہ رہے ہیں اس میں غصہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ اُس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام کچھ نہ کچھ ادب سے لینے والے لوگ بھی موجود تھے ہر قوم میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ حق پرست بھی ہوتے ہیں چنانچہ مولانا نور محمد صاحب نقش بندی کا میں احترام کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں) مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں

پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک تمام پادریوں کو شکست دے دی‘‘۔

(دیباچہ ترجمہ معانی القرآن از مولانا تھانوی ص ۳۰)

یہ ہے انگریزوں کا مفاد جو جماعت احمدیہ سے وابستہ تھا۔ اگر یہی مفاد ہے تو پھر آپ لوگ بھی اس مفاد میں جماعت احمدیہ کی مدد کیوں نہیں کرتے کیونکہ اس سے انگریز کا نہیں اسلام کا مفاد وابستہ ہے۔ اس سے عیسائیت کا نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپؐ کے دین کا مفاد وابستہ ہے۔ چنانچہ یہ بات جو آج کے مولوی کو سمجھ نہیں آرہی یہ تو کل کے ہندو کو بھی سمجھ آرہی تھی۔ وہ اس معاملہ میں مولویوں سے زیادہ عقل مند تھا اور سمجھتا تھا کہ احمدیت کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس مقصد کی خاطر قائم ہوئی ہے اگر چہ احمدیت کی مخالفت میں اس نے ہندو اخبار میں اداریہ لکھا ہے جس سے میں ایک اقتباس لے رہا ہوں اور اس میں اُس نے ہندوؤں کو احمدیوں کے خلاف متنبہ کرنے کی خاطر یہ اداریہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ جن کو تم معمولی سمجھ رہے ہو وہ تو بڑی بلا ہیں یہ تمہارے لئے مصیبت کا ایک پہاڑ بن جائیں گی لیکن ذہین آدمی سمجھتا ہے کہ احمدیت کی حقیقت کیا ہے اس لئے احمدیت کی گذشتہ تاریخ پر نظر ڈال کر اور اس کا جو ردّعمل عیسائی دُنیا میں ہوا ہے اس کو مدّ نظر رکھ کر لکھتا ہے:

’’آج سے تیس چالیس سال پہلے پیچھے ہٹ جایئے جبکہ یہ جماعت اپنی ابتدائی حالت میں تھی اور دیکھئے اس زمانہ میں ہندو اور مسلمان دونوں اس جماعت کو کس قدر حقیر اور بے حقیقت سمجھتے تھے۔۔۔۔ مگر واقعات یہ کہہ رہے ہیں کہ ان پر ہنسی اڑانے والے خود بے عقل اور احمق تھے۔ اس بارے میں عیسائی مشنریوں نے نہایت عقل مندی سے کام لیا۔ احمدیوں نے ابھی یورپ اور امریکہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ تمام پادری اُن کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے‘‘۔ (اخبار تیج دہلی ۲۵/جولائی ۱۹۲۷ء)

رہا عیسائی دنیا کا معاملہ تو دیکھنا یہ ہے کہ اس میں احمدیت کس طرح متعارف ہوئی اسلام کے خلاف ایک خوفناک تحریک کے طور پر جیسا کہ معاندین احمدیت پروپیگنڈہ کرتے ہیں یا اس کے

برعکس عیسائیت کے خلاف ایک خوفناک تحریک کے طور پر یہ کہانی بھی جدید اور قدیم عیسائی محققین ہی کی زبان سے سُنئے۔

متفرق حوالے اس وقت میرے سامنے ہیں جن کو میں نے تاریخی لحاظ سے مرتب نہیں کیا لیکن احباب کی دلچسپی کی خاطر اور یہ سمجھانے کے لئے کہ تحریک احمدیت کی اصل حقیقت کیا ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں مَیں بعض عیسائی مفکّرین کی زبان میں احمدیت کے بارہ میں اُن کے اس تاثر کو پیش کرتا ہوں جو انہوں نے احمدیت سے ٹکّر لینے کے بعد قائم کیا۔ اسلام کے دفاع میں احمدیت کی طرف سے دندان شکن کارروائی کو محسوس کرتے ہوئے مختلف عیسائی چرچوں کے ایک کمیشن نے 1969ء میں ایک رپورٹ شائع کی۔ یہ کمیشن تحریک احمدیت کے بارہ میں غور کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا اس کمیشن کے ایک ممبر Bertil Weberg کہتے ہیں:

> ”عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابن اللہ ہونے کے سلسلہ میں جو اعتراضات احمدیت کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں اُن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ احمدیہ جماعت عیسائیت کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے۔ عیسائیت نے جو عالمگیر مذہب کی حیثیت اختیار کر رکھی ہے احمدیہ جماعت سب سے زیادہ اس کے درپے ہے اور چاہتی ہے کہ اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت واپس لائی جائے یعنی وہ عظمت جو محمد (ﷺ) کی وفات کے بعد سے لے کر ایک سو سال تک اسلام کو حاصل تھی جب کہ یہ مذہب بحرالکاہل کے اردگرد کے ملکوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا تھا اور یورپ میں بھی کافی دُور تک پہنچ گیا تھا۔ دعویٰ تو بہت بڑا ہے لیکن مستقبل ہی بتا سکے گا کہ اس میں کامیابی ہوسکتی ہے یا نہیں۔ احمدیہ جماعت نے اب تک جو تبلیغی کوششیں کی ہیں اُن سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے دعاوی کی پُشت پر عمل کی طاقت موجود ہے یہ ہے باعمل اسلام“۔

(Report on Christian Churches, Scandinavia 1969 Herbert Gotts Chalk)

یہ ایک یوروپین عیسائی مفکر ہیں اور پادری ہیں انہوں نے تو جماعت احمدیہ کی پشت پر ایک عمل کی طاقت دیکھی ہے ان کو انگریز کی کوئی طاقت نظر نہیں آئی لیکن اگر وہ عارف باللہ بھی ہوتے اور اُن کو روحانیت کی آنکھ بھی نصیب ہوتی تو وہ احمدیت کی پُشت پر صرف ایک عمل کی طاقت نہ دیکھتے بلکہ ان کو احمدیت کی پشت پر ایک قادر مطلق عظیم خدا کی طاقت نظر آتی جس نے اپنے ہاتھ سے احمدیت کا پودا قادیان میں لگایا تھا۔ یہ وہ پودا ہے جسے کسی اَور ہاتھ نے لگایا نہ کسی اَور ہاتھ کی یہ مجال ہے کہ وہ اس پودے کو اکھاڑ سکے۔ اس پودے کو لگانے والا بھی خدا تھا اور اس کو زندہ اور قائم رکھنے والا اور اس کو نشو ونما دینے والا بھی ہمارا زندہ خدا ہے۔

ایک اور عیسائی مصنف کا اعتراف بھی سنئے ۔ وہ اپنی کتاب ویلٹ بیویگینڈے ماخٹ اسلامز (Welt Bewe Gende Macht Islam) میں لکھتے ہیں:

”آج اسلام عقائد کی اشاعت کے لئے تلوار استعمال نہیں کر رہا۔ مقدس جنگ کا رخ صرف باقی استعماری طاقتوں کی طرف ہے لیکن امن پسند جماعت احمدیہ کرۂ ارض کے تقریباً تمام ممالک میں تبلیغی مہمات میں مصروف ہے۔۔۔۔

یہی جماعت ہے جو مسیحیوں کو حلقہ اسلام میں کھینچ لانے کے لئے پرزور تبلیغ کر رہی ہے۔ ہم نے قبل ازیں مسلمانوں کے اندر مسیحیت کی تبلیغ میں مشکلات کا ذکر کیا ہے اب اس جماعت کی تبلیغی مساعی کا ہدف خود مسیحیت بن گئی ہے۔ اس جماعت نے یورپ، امریکہ، افریقہ، ایشیا اور آسٹریلیا کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مشنوں کے قیام کے ذریعہ مسیحی دنیا میں ایک رخنہ، خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو ڈال دیا ہے۔ یہ جماعت موثر پروپیگنڈہ کا نظام رکھتی ہے۔ تقاریر کی جاتی ہیں۔ اخبارات شائع کئے جاتے ہیں اور ریڈیو کو اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے“۔

اسی طرح ایک جرمن مستشرق پروفیسر کیلر ہال (Keeler hall) نے جماعت احمدیہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

''جماعت احمدیہ کی مثال بالکل مختلف ہے۔اسے موجودہ دور کی ایک تبلیغی تحریک کہا جاسکتا ہے۔ یہ خود اپنے دعوے کے مطابق سچے اور اصل اسلام کو تمام دنیا میں پھر سے قائم کرنے کا عزم رکھتی ہے۔اور اسے آخری آسمانی تعلیم کے طور پر پھیلانے میں کوشاں ہے۔احمدیت عالم اسلام میں وہ پہلی غیر معمولی تحریک ہے جو ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت غیر مسلم ممالک میں تبلیغی جدوجہد کر رہی ہے۔ وہ مسیحی مشنوں کی طرح اپنے باقاعدہ تیار کئے ہوئے مبلّغ بھیجتی ہے، سکول جاری کرتی ہے اور کتب اور رسائل کی مدد سے اسلام کو پھیلانے اور لوگوں کو مسلمان بنانے میں سرگرم عمل ہے''۔

ہالینڈ کے ایک مشہور پادری مشرق بعید کے دورہ پر جاتے ہوئے قادیان بھی ٹھہرے۔ یہ ڈچ پادری، جن کا نام ڈاکٹر کریمر ہے۔وہ جماعت کی تنظیم اور جذبہ تبلیغ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ بعد میں انہوں نے ''مسلم ورلڈ'' اپریل 1931ء میں اپنے تأثرات جن الفاظ میں شائع کئے۔ جو آج مجاہدین اسلام بن بیٹھے ہیں اور احمدیت کو غدار کہہ رہے ہیں وہ ذرا دیکھیں تو سہی کہ احمدیوں کے متعلق عیسائیوں کے کیا تاثرات تھے جو اسلام کے مدمقابل لڑ رہے تھے اور آج کیا تاثرات ہیں؟ چنانچہ پادری کریمر کے الفاظ میں ملاحظہ کریں پادری صاحب لکھتے ہیں:

''ہندوستانی مسلمانوں پر عام طور پر مایوسی کا عالم طاری ہے برخلاف اس کے جماعت احمدیہ میں نئی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ جماعت قابل توجہ ہے۔ یہ لوگ اپنی تمام توجہ اور طاقت تبلیغ اسلام پر خرچ کر رہے ہیں اور سیاست میں حصہ نہیں لیتے۔ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جس حکومت کے ماتحت ہو اس سے وفادار رہے۔اور وہ صرف اس بات کی پرواہ کرتے ہیں کہ کون سی حکومت کے ماتحت ان کو تبلیغ اسلام کے مواقع اور سہولتیں حاصل ہیں۔اور وہ اسلام کو ایک مذہبی گروہ یا سیاسی نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کو محض صداقت اور خالص حق سمجھ کر تبلیغ کے لئے کوشاں ہیں اس لحاظ سے یہ جماعت فی زمانہ مسلمانوں کی نہایت عجیب جماعت ہے اور مسلمانوں میں

صرف یہی ایک جماعت ہے جس کا واحد مقصد تبلیغ اسلام ہے۔
اس جماعت کا اثر اس کے اعداد و شمار سے بہت زیادہ وسیع ہے۔
مذہب میں ان کا طرز استعمال بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے۔اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے احمدیوں کا علم کلام عقلاً ماننا پڑتا ہے“

یہ باہر کی آزاد دنیا کے تأثرات ہیں۔ یہ اس دنیا کے تاثرات ہیں جو جانتی تھی کہ مذہبی جنگوں میں آج کیا ہو رہا ہے۔ یہ اس دنیا کے تاثرات ہیں جو جماعت کے متعلق بھی جانتی ہے اور اس کے مخالفین کے متعلق بھی جانتی ہے جو اپنی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنا کر دنیا کے حالات سے یکسر غافل اندھیروں میں بیٹھے ہوئے ہیں جو سوءظن سے کام لینے والے ہیں جن کو دنیا کا کوئی علم نہیں ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو بیٹھے یہ الزام تراشی کر رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ انگریز کا لگایا ہوا پودا تھا جو اِس غرض سے قائم کیا گیا کہ انگریزی حکومت کے مفادات کا تحفظ کرے۔

ہالینڈ میں جب جماعت احمدیہ کا مشن قائم ہوا تو وہاں کا ایک کیتھولک اخبار جو M.66 کہلاتا ہے اُس نے بھی جماعت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔لیکن اس کی رائے بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اس نے یہ اظہار کیوں کیا اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ہالینڈ میں مشن کے قیام کے دوران ایک صاحب ڈاکٹر ھیوبن (Houben) نے جماعت کے خلاف الزام تراشی کا ایک نہایت ہی خطرناک سلسلہ شروع کر دیا اور عالم عیسائیت کو بیدار کیا اور متنبہ کیا کہ یہ جماعت ایک انتہائی خطرناک جماعت ہے اس سے بچ کے رہو اور اس سے بچنے کی حکمت عملی بھی ان کو بتائی اور وہ حکمت عملی یہ تھی کہ مسلمان تو ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے اس لئے ان کا علاج یہ ہے کہ ان کو غیر مسلم کہا جائے کہ تم ہوتے کون ہو اسلام کی نمائندگی کرنے والے؟ تمہارا اسلام سے تعلق ہی کیا ہے اور خود اسلام کے متعلق انہوں نے لکھا کہ یہ تو کوئی طاقت ہی نہیں رہی۔ یہ تو ایک خوابیدہ چیز ہے اور جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے یہ تو مسلمان ہی نہیں ان سے تو واسطہ ہی توڑ لینا چاہئے، ساری دنیا کو یہ سوچنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ یہ غیر مسلم ہیں لہذا ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پس یہ وہ ترکیب تھی جسے کل ایک انگریز نے ایجاد کیا یا یورپ نے اختیار کیا اور آج مسلمان اس کو استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب ڈاکٹر ھیوبن نے احمدیت کے خلاف الزامات شائع کئے اور نئی حکمت عملی پیش کی تو باوجود اس کے کہ M.66 ایک کیتھولک اخبار تھا پھر بھی وہ حق بات کہنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر ھیوبن کو مخاطب کر کے لکھا:

''پروفیسر ڈاکٹر ھیوبن کا اسلام کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ ایک جابر اور قہّار خدا کا تصور پیش کرتا ہے (اس لئے یہ بے معنی ہے۔ یہ ایک ایسے خدا کا تصور پیش کرتا ہے جو ماضی کے قصّے بن کر رہ گئے ہیں۔ آج کی دنیا میں کوئی معقول آدمی ایسے جابر اور قہار خدا کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے جہاں تک عقل کا تعلق ہے، جہاں تک دلائل کا تعلق ہے اسلام ایک مردہ قوت بن گیا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے) سراسر مغالطہ انگیز ہے اور یہ کہنا کہ اسلام میں تجدید و احیاء کی قوت کا فقدان ہے، دوراز حقیقت ہے۔ کیونکہ خود جماعت احمدیہ تجدید و احیاء اسلام کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اور شاید اسی لئے وہ عیسائی علماء کے لئے خوف و ہراس کا باعث بنی ہوئی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا پروفیسر ڈاکٹر کیمپس (Camps) نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا اور اس جماعت کی طرف سے ہوشیار رہنے کی طرف توجہ دلائی تھی''

پھر اخبار لکھتا ہے:

''احمدیت اسلام کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے مگر یہ اسلام کی ایک ایسی ہی صورت ہے جو اسلام کی نمائندگی کرنے کا پورا پورا حق رکھتی ہے۔ اس تحریک کو یقیناً مخالف خیالات رکھنے والے مسلمانوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مگر یہ مخالفت کرنے والے علمی رنگ میں بات کرنے سے تہی اور کیتھولک ذہنیت ہی کے مظہر نظر آتے ہیں جو اپنے خیالات سے اختلاف رکھنے والوں کو کافر اور دائرہ مذہب سے خارج قرار دیتے ہیں''۔

یہ اخبار کا تجزیہ ہے، خود کیتھولک ہے لیکن بڑی سچی بات کہہ گیا ہے اور کہتا ہے کہ اے

احمدیوں کے مخالفو! تمہارا تو ہمارے والا حال ہے جس طرح ہم لوگ بے حوصلہ اور تنگ نظر ہیں اور اپنے ہر مخالف کو کافر سمجھتے اور دائرہ عیسائیت سے خارج قرار دے دیتے ہیں تم یہی معاملہ احمدیوں کے ساتھ کر رہے ہو۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دراصل عیسائی دنیا ہی ہے جس نے احمدیت کے خلاف یہ لقمے آج کے مسلمان علماء کے منہ میں ڈالے ہیں اور یہ انہی کی سکھائی ہوئی ترکیبیں ہیں۔

چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر ھیوبن کے اُس آرٹیکل میں جس کا اخبار نے ذکر کیا ہے یہ بات بڑی واضح طور پر پیش کی گئی ہے۔ ایک طرف وہ کہتا ہے کہ اسلام معاذ اللہ ایک مردہ مذہب ہے، اسلام صرف تلوار کا مذہب تھا اسلام میں اب تلوار نہیں رہی اس لئے اسلام کی طاقت اس زمانہ میں چل ہی نہیں سکتی۔ دوسری طرف وہ احمدیوں پر متعدد اعتراض کرتا ہے اور ساتھ ہی جماعت احمدیہ کو خطرناک بھی قرار دیتا چلا جاتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا چلا جاتا ہے کہ یہ جماعت مسلمانوں کی نمائندہ ہی نہیں کہلا سکتی اس لئے عالم اسلام اس کو اس لئے ردّ کر دے گا کہ یہ مسلمان نہیں ہے اور عیسائیت اس لئے اس سے صرف نظر کرے گی کہ یہ جماعت اسلام کی نمائندہ ہی نہیں لہذا اسے اسلام کے دفاع کا حق ہی کیا ہے۔ چنانچہ انہی خیالات نے ایک باقاعدہ سازش کی صورت اختیار کی اور عیسائیت کا احمدیت کے مخالف علماء سے گٹھ جوڑ ہوا ہے اور عیسائیوں کے ایماء ہی پر احمدیوں کے خلاف جب تحریک اٹھی تو اس وقت دلی سے چھپنے والے ایک ہفت روزہ نے ایسے ایک گٹھ جوڑ کا انکشاف کیا تھا جدید اردو رپورٹر بمبئی نے اپنی ۲۰؍ دسمبر ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

> ''آج سے دس سال قبل دہلی کے ہفت روزہ اخبار ''نئی دنیا'' نے مندرجہ ذیل انکشاف کیا: چونکہ قادیانی (یا بقول خود احمدی) مبلغ یورپ اور افریقہ میں عیسائیت کا زور توڑنے میں لگے ہوئے ہیں اور مشنری ان کے مقابلے میں عاجز آچکے ہیں اس لئے ہمارا خیال ہے کہ پاکستان کی خانہ جنگی میں ان کا (یعنی عیسائی مشنریوں کا۔ ناقل) بڑا ہاتھ ہے۔ عیسائی مشنری چاہتے ہیں کہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں قادیانی فرقے کو اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ ان میں عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ رہے۔ عیسائی مشنری اپنے سرمائے کے زور سے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں کو پتہ ہی نہیں

چلتا کہ اُن کے نیچے سازش کا بارود بچھانے والا کون ہے۔۔۔۔‘‘

(نئی دنیا دہلی 26 جون 1974ء)

اس انکشاف پر تبصرہ کرتے ہوئے خود روزنامہ جدید اردو رپورٹر لکھتا ہے:

’’یہ عجیب بات ہے کہ جماعت احمدیہ یورپ یا افریقہ میں جب کوئی تبلیغ کا اہم کام سرانجام دے رہی ہوتی ہے تو پاکستان میں عیسائی دنیا خود مسلمانوں کے ہاتھوں جماعت احمدیہ کے خلاف کوئی ہنگامہ کروادیتی ہے‘‘۔

(روزنامہ جدید اردو رپورٹر بمبئی ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۴ء شمارہ ۲۲ جلد ۵)

یہ تو ہندوستان کے ایک اخبار کا تبصرہ ہے خود پاکستان میں اس بات کا مزید ثبوت یوں ملتا ہے کہ آج کی عیسائی دنیا خصوصاً پاکستان میں بسنے والے عیسائیوں کا موجودہ حکومت کی کوششوں کے متعلق اور جماعت احمدیہ کے خلاف پروپیگنڈے سے متعلق کیا تاثر ہے انہی کی زبان میں سنئے۔ محمد ہارون ایڈیٹر روزنامہ امروز لاہور اپنی 22ر جون 1984ء کی اشاعت میں یہ خبر دیتا ہے:

’’لاہور ہائی کورٹ میں پاکستان نیشنل مسیحی کاشت کار پارٹی کے چیئرمین مسٹر پطرس گل کی رٹ 2ر دسمبر 83ء کو دائر کی گئی تھی جس میں استدعا کی گئی ہے کہ مرزائیوں کے قادیانی اور لاہوری گروپوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے پاکستان کے مسیحیوں کو بچایا جائے اور حکومت کو حکم دیا جائے کہ وہ تمام مرزائیوں کو غیر پسندیدہ سیاسی پارٹی قرار دے کر ان کا تمام لٹریچر ضبط کرے اور ان کے تمام مراکز اور عبادت گاہوں کو بند کرے‘‘۔

تعجب ہے ان کو عدالت کی معرفت حکم دلوانے کی کیا ضرورت تھی یہ بات جو ان کی طرف سے شائع ہوئی یہی حکومت کے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ چنانچہ بعینہٖ ان کی خواہش کے مطابق جماعت احمدیہ کے خلاف یہی کارروائی کی گئی جو عیسائی نمائندہ مسٹر پطرس گل صاحب چاہتے تھے۔ انہوں نے ہائی کورٹ میں جماعت احمدیہ کے خلاف جو مقدمہ دائر کیا تھا اور عدالت سے یہ استدعا کی تھی کہ حکومت کو حکم دیا جائے کہ وہ احمدیوں کے خلاف اقدام کرے وہی کام حکومت نے احمدیوں کے خلاف کر کے دکھا دیا۔

چنانچہ حکومت نے جب یہ کارنامہ سرانجام دیا تو اس وقت پاکستان کے عیسائیوں کی طرف سے اس کا جو پر جوش خیر مقدم کیا گیا وہ بھی سن لیجئے:

”راولپنڈی ۳۰ راپریل پاکستان مائنارٹیز کونسل اور اصلاح معاشرہ کمیٹی کے چیئر مین چودھری سلیم اختر (یہ بڑے کٹر عیسائی ہیں۔ ناقل) نے مرزائیوں کے بارے میں صدر پاکستان کی طرف سے جاری شدہ حالیہ آرڈیننس کا پر جوش خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے جرأت مندانہ اقدام کر کے نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پاکستان میں رہائش پذیر اقلیتی فرقوں کے دل بھی جیت لئے ہیں۔ چودھری سلیم اختر نے ایک بیان میں کہا ہے کہ انگریزوں کے کاشتہ اس فرقے کی مذموم سرگرمیاں صرف اسلام کے ہی نہیں عیسائیت کی تعلیمات کے منافی بھی تھیں“

احمدیت کو انگریز کا خود کاشتہ پودا قرار دینے والے ذرا پھر اس عبارت کو پڑھیں۔ آج کے ایک دیسی عیسائی کو بھی بخوبی علم ہے کہ احمدیت عیسائیت کے خلاف ایک سنگین خطرہ ہے تو کیا سلطنت برطانیہ کو اس کا علم نہ ہو سکا کہ خود اپنے ہاتھوں ایسا پودا لگا دیا جو عیسائیت کو نابود کرنے والا ہو۔

”انگریزوں کے کاشتہ اس فرقے کی مذموم سرگرمیاں صرف اسلام کے ہی نہیں عیسائیت کی تعلیمات کے منافی بھی تھیں اور ان سے اسلام کے ساتھ ساتھ عیسائیت کو بھی شدید نقصان پہنچ رہا تھا“

دیسی عیسائی یہ کہہ رہا ہے ادھر یورپین عیسائی یہ کہہ رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے عیسائیت کو نقصان اور اسلام کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اسلام کے ہاتھ مضبوط ہو رہے ہیں۔ اسلام ایک عظیم الشان قوت بنتا چلا جا رہا ہے۔ آج کا یوروپین عیسائی پادری تو یہ کہہ رہا ہے کہ احمدیوں سے یورپ کی عیسائیت کو بھی خطرہ ہے اور افریقہ کی عیسائیت کو بھی خطرہ ہے لیکن چاپلوس لوگ بہر حال حکومت کا مزاج اور اس کی آنکھ، ناک دیکھ کر بات کرتے ہیں اس لئے یہ عیسائی چودھری ساتھ ساتھ یہ بھی رٹ لگائے جا رہا ہے کہ اسلام کو بھی خطرہ ہے (**نعوذ باللہ من ذٰلک**) اور اسلام کے ساتھ ساتھ عیسائیت کو بھی شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ بات یہیں پہ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ لکھا ہے:

’’چودھری سلیم اختر نے صدر مملکت سے اپیل کی ہے کہ مرزائیوں کے تمام لٹریچر کو خلاف قانون قرار دے کر ضبط کرنے کے بعد نذر آتش کر دیا جائے اور آئندہ اس کی اشاعت پر سخت ترین سزا دی جائے‘‘۔

(روزنامہ جنگ لاہور یکم مئی ۱۹۸۴ء)

چنانچہ وہ تو صدر مملکت کو مبارک بادیں دے رہے ہیں میں سلیم اختر کو مبارک باد دیتا ہوں کہ صدر مملکت نے آپ کی خواہش اور احترام کے عین مطابق یہ کام کرنا شروع کر دیا ہے اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ کثرت کے ساتھ احمدیہ لٹریچر ضبط بھی ہو رہا ہے اور نذر آتش بھی کیا جا رہا ہے اور کثرت کے ساتھ ان احمدیوں کو جن کی تحویل سے یہ لٹریچر نکلتا ہے، کوتوال کے حوالے کیا جاتا ہے اور جیلوں میں ڈالا جاتا ہے اور صرف یہی نہیں کہ ضبط ہونے کے بعد اگر یہ لٹریچر اُن کے قبضہ سے نکلے تو پھر ان کو قید کیا جاتا ہے بلکہ ضبط ہونے سے پہلے بھی اگر وہ لٹریچر اُن کے قبضے میں ہو تو اس جرم میں بھی اُن کو قید کیا جاتا ہے کہ یہ لٹریچر ہمارے ضبط کرنے سے پہلے بھی تمہارے پاس کیوں تھا۔ تو سلیم اختر صاحب کے تصور سے بھی آگے بڑھ کر حکومت پاکستان بزعم خویش اسلام کی اور عیسائیوں کے اعتراف کے مطابق عیسائیت کی عظیم الشان خدمت میں مصروف ہے۔

پس یہ الزام بالبداہت غلط ہے کہ احمدیت نعوذ باللہ من ذلک انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے جو انگریزی حکومت نے اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر لگایا تھا۔ ظاہر ہے کہ استعماری طاقتوں کے مفادات کا تحفظ تو لوگ کر رہے ہیں جو عیسائیت کو فروغ دے رہے ہیں، جو عیسائیت کے مفاد کے لئے جماعت احمدیہ کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور جو ساری دنیا میں یہ اشتہار دے رہے ہیں کہ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا اس لئے ہم اسے اکھاڑنے کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو فی الحقیقت عیسائیت کے مفاد کی حفاظت کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں وہ کل بھی یہی لوگ تھے جو احمدیت پر الزام لگا رہے ہیں اور آج بھی یہی لوگ ہیں۔

بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک چور چوری کی سزا سے بچنے کے لئے کوتوال کا نام لے دیا کرتا ہے اور پکڑے جانے کے خوف سے کوتوال ہی کو ڈانتا ہے اور اسی کو چور بنایا کرتا ہے۔ چنانچہ اردو میں یہ محاورہ ہے کہ ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘ اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک نوکر آقا بن جاتا

ہے اور آقا کے حقوق غصب کر کے اس پر حکومت کرنے لگتا ہے۔ وہ طاقتیں جو ملک کی بقاء کے تحفظ کی خاطر قائم کی جاتی ہیں اور جو اہل ملک کے ہاتھوں سے روٹی کھاتی ہیں اور اُن کے تحفظ کی قسمیں کھا کر عہدے حاصل کرتی ہیں بدقسمتی سے بعض ملکوں میں یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کھاتی تو اپنے ملک کی روٹی ہیں لیکن آقا بن کر کھاتی ہیں نوکر بن کر نہیں کھاتیں اور اپنے آقا یعنی اہل ملک کو اپنا غلام بنا لیتی ہیں۔ دنیا میں ایسا تو ہوتا رہتا ہے بالکل اسی طرح یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں کہ احمدیت جو اسلام کے دفاع کی خاطر ایک عظیم الشان تحریک ہے جسے خدا نے خود قائم فرمایا تھا اسے ایک بالکل برعکس صورت میں پیش کیا جائے اور پیش بھی ان لوگوں کی طرف سے کیا جائے درحقیقت جو خود اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھ میں ہمیشہ آلہ کار بنے رہے ہیں اور آج بھی آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ کسی کو اگر میری باتوں پر یقین نہ آئے اور میری باتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو وہ خود غیر احمدی علماء کے اقرار سے معلوم کر سکتا ہے کہ کون لوگ درحقیقت مختلف وقتوں میں استعماری طاقتوں کا آلہ کار بنتے آئے اور اس کا اعتراف کرتے رہے اور یہی نہیں بلکہ ملکی عدالتوں کی زبان سے سُنیں کہ اُن کے نزدیک وہ کون تھا جو اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھ میں ہمیشہ آلہ کار بنتا رہا ہے اور آج بھی بن رہا ہے مثلاً مجلس احرار ہے یہ دیوبندی اور اہل حدیث کا ایک ملغوبہ ہے جو ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف آلہ کار بنی رہی ہے اور ہمیشہ ہی غیروں کے ہاتھ میں کھیلتی رہی ہے۔ اسلام دشمن اور پاکستان دشمن طاقتوں نے ہمیشہ اس کو استعمال کیا ہے۔

1935ء میں جب مسجد شہید گنج کے موقع پر لاکھوں مسلمان سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے اور لاہور کی گلیوں میں شہیدوں کا خون بہہ رہا تھا اُس وقت یہی احرار کا ٹولہ تھا جس نے مسلمانوں کے مفادات کو اپنے کانگرسی آقاؤں کی خاطر بیچ دیا۔ یہ وہی احرار تھے جنہوں نے انگریز گورنر کے ہاتھ پر مسلمانوں کے ایمان اور ان کی عزت کا سودا کیا اور عملاً مسجد ان کے ہاتھ پر بیچ دی اور پھر بڑی بے غیرتی کے ساتھ اخباروں میں یہ بیان دیا کہ مسجد کے شہید ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے ہم غلام قوم ہیں غلام قوموں کی مسجدیں کیسے آزاد ہو سکتی ہیں اس لئے کیا فرق پڑتا ہے اگر ہماری ایک مسجد غلام ہوگئی، ہم تو وہ قوم ہیں جو ساری کی ساری غلام ہے اس لئے کوئی فکر نہیں، سکھوں کو لینے دو اور اسے منہدم کرنے دو بعد میں آپ ہی واپس کر دیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہ وہ تحریرات ہیں جو چھپی ہوئی

موجود ہیں اور اُس زمانہ میں ہندوؤں نے بھی نہ صرف تسلیم کیا کہ اُن کے مفاد کی حفاظت کی خاطر احرار نے یہ قدم اُٹھایا تھا بلکہ کھلم کھلا اخبارات میں ان کے شکریے بھی ادا ہوئے۔ چنانچہ ’’بندے ماترم‘‘ جو ہندوؤں کا مشہور اخبار ہے اور ہندوستان سے شائع ہوتا ہے اس نے 13 ر اکتوبر 1935ء میں مجلس احرار کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا:

’’میں مجلس احرار کے کام سے بہت خوش ہوں اور انہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے نہایت جرأت اور استقلال سے اپنے ہم مذہبوں سے بھی قوم اور ملک کے مفاد کی خاطر ٹکر لے لی۔ اور یہ سب سے بھاری قربانی ہے جو ہمارے احراری دوستوں نے سرانجام دی ہے۔ اور مجلس احرار یقیناً ملک کے شکریہ کی مُستحق ہے‘‘

یہ کل تک تو ہندوؤں کے شکریہ کی مستحق تھی مگر کیا پاکستان بننے کے بعد بھی شکریے کی مستحق ہے یا نہیں؟ یہ دیکھنے والی بات ہے کیونکہ مودودی صاحب تو یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ قیام پاکستان سے پہلے ہم نے جو زور لگانا تھا وہ تو لگا لیا لیکن جب پاکستان بن گیا تو ہم نے اس کو تسلیم کر لیا اس لئے اب ہماری گذشتہ غلطیاں معاف کرو لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ نہ احرار نے توبہ کی ہے اور نہ مودودیوں نے توبہ کی ہے۔ پس مجلس احرار ہو یا جماعت اسلامی یہ آج بھی ویسے ہی پاکستان کے دشمن ہیں جیسے کل تھے۔ چنانچہ 1953ء میں منیر انکوائری رپورٹ شائع ہوئی، اس کو پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ عدالت نے بار بار بڑے دکھ کے ساتھ اس قطعی رائے کا اظہار کیا ہے کہ ان لوگوں نے پاکستان کو نہ پہلے قبول کیا تھا نہ ہی آج قبول کرتے ہیں اور ان کی پاکستان دشمنی میں آج تک کوئی کمی نہیں آئی۔ چنانچہ فاضل جج لکھتے ہیں:

’’احرار کے رویے کے متعلق ہم نرم الفاظ استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کا طرز عمل بطور خاص مکروہ اور قابل نفرین تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک دنیاوی مقصد کے لئے ایک مذہبی مسئلے کو استعمال کر کے اس مسئلہ کی توہین کی‘‘۔ (رپورٹ منیر انکوائری۔ تحقیقاتی عدالت صفحہ نمبر ۲۲۷)

ہمیشہ سے احرار کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ پھر فاضل جج لکھتے ہیں:

’’مولوی محمد علی جالندھری نے 15 رفروری 1953ء کو لاہور میں

تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ احرار پاکستان کے مخالف تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس مقرر نے تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لئے پلیدستان کا لفظ استعمال کیا اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں کہا، پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے‘‘۔

(رپورٹ۔منیر انکوائری۔تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۷۴)

یہ ہے ان لوگوں کا کردار جو آج جماعت احمدیہ پر غیر ملکی طاقتوں کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آج ایک عظیم اسلامی مملکت کی فوج پر مسلّط ہو چکے ہیں اور فوج پر انہی کا حکم چل رہا ہے۔ یہ وہ ہیں جو کل بھی پاکستان کے مخالف تھے پرسوں بھی مخالف تھے اور آج بھی مخالف ہیں۔ یہ وہی ہیں جو پاکستان کو پہلے بازاری عورت سمجھتے تھے اور آج بھی بازاری عورت سمجھ رہے ہیں اور پاکستان کے ساتھ بازاری عورتوں والا سلوک کر رہے ہیں۔ یہ ان کا کردار ہے یہ ان کی زبان ہے۔کہ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والی مملکت کو انہوں نے بازاری عورت سمجھ کر قبول کرلیا ہے۔

جہاں تک مسلمانوں کے مفاد کا تعلق ہے اس میں احراریوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ اُن کے طرز عمل اور ان کے طرز فکر کے نتیجے میں مسلمانوں پر کیا بپتا ٹوٹتی ہے ان کے دل میں عالم اسلام کے لئے ایک ذرہ بھی رحم موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اسی عدالت جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اس کے ججوں نے احراری مولویوں کے سامنے یہ مسئلہ خوب کھول کے رکھا اور کہا کہ تم تو یہاں غیر مسلموں کے انسانی حقوق اسلام کے نام پر تلف کرنے کے دعویدار ہو۔تم اس ملک کی چار دیواری میں حفاظت میں ہو جس کو تم نے ایک بازاری عورت کے طور پر قبول کرلیا ہے۔ اس ملک کی حفاظت کے برتے پر تم بڑے بڑے بول بول رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ بہت اچھا پاکستان بن گیا ہے تو اب غیر مسلموں کے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں اور ہم ان کے تمام انسانی حقوق تلف کرلیں گے تو فاضل ججوں نے احراری مولویوں سے پوچھا:

’’اگر ہم اسلامی دستور نافذ کریں گے تو پاکستان میں غیر مسلموں کا موقف کیا ہوگا۔ممتاز علماء کی رائے یہ ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی حیثیت ذمّیوں کی سی ہوگی اور وہ پاکستان کے پورے شہری نہ ہوں

گے کیونکہ ان کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہوں گے۔ وضع قوانین میں اُن کی کوئی آواز نہ ہوگی۔ قانون کے نفاذ میں اُن کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور انہیں سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا کوئی حق نہ ہوگا‘‘۔

(رپورٹ منیر انکوئری۔ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۲۹)

مولانا حامد بدایوانی صاحب نے کہا کہ

’’پاکستان کے غیر مسلم نہ تو شہری ہوں گے نہ انہیں ذمیوں یا معاہدوں کی حیثیت حاصل ہوگی‘‘۔

اس پر فاضل ججوں نے یہ سوال کیا کہ اگر یہ بات درست ہے تو بتائیے کہ وہ مسلمان غریب جو ہندوستان میں بس رہے ہیں آپ کے نزدیک اُن سے اگر یہی سلوک ہندوستان کی حکومت کرے اور منو کی شریعت اُن پر نافذ کرنے کی کوشش کرے تو ان کو اس کا حق ہوگا یا نہیں؟ اس پر جمعیۃ العلماء پاکستان کے صدر محمد احمد صاحب قادری نے یہ جواب دیا:

’’ہندوؤں کو جو ہندوستان میں اکثریت رکھتے ہیں ہندو دھرم کے ماتحت مملکت قائم کرنے کا حق ہے اور اگر اس نظام حکومت میں منوشاستر کے ماتحت مسلمانوں سے ملیچھ یا شودروں کا سا سلوک کریں تو اُن پر مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا‘‘۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ نمبر ۲۴۵)

گویا ہندوستان میں جب مسلمانوں کا قتل عام ہو یا فلسطین میں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا جائے یا دنیا کے دوسرے ممالک میں مسلمانوں پر قیامت توڑی جائے تو مسلمان کہلانے والے ان مولویوں کی زبان سے آپ کوئی ایسا کلمہ نہیں سنیں گے جس سے اظہار غم تو درکنار انسانی دُکھ کا احساس ہی جھلکتا ہو۔ یہ لوگ کبھی ایک لفظ بھی نہیں بولے کہ انہیں دوسرے ممالک میں مسلمانوں کے مصائب سے تکلیف ہوئی ہے اور ہندوستان میں مسلمانوں سے جو کچھ ہوتا ہے اس سے بھی بے نیاز ہیں کیونکہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب ہم پاکستان میں غیر مسلموں سے یہ سلوک کررہے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ غیر مسلموں کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے ملک میں مسلمانوں پر مظالم توڑیں پس جہاں ہمارا زور چلے گا ہم زور لگائیں گے اور جہاں ہندوؤں کا مسلمانوں کے خلاف زور

چل سکتا ہے بے شک چلتا رہے ہمیں اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں۔

مولانا مودودی صاحب سے بھی عدالت میں یہی سوال کیا گیا جس کے جواب میں انہوں نے کہا:

''یقیناً مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں اور شودروں کا سا سلوک کیا جائے۔ ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیئے جائیں''۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ نمبر ۲۴۵)

سوال یہ ہے کہ غیر ملکوں اور غیر طاقتوں کے یہ لوگ ایجنٹ ہیں یا ہم ہیں جنہوں نے ہمیشہ مسلمان کے ہر خطرہ مین صف اوّل میں قربانیاں پیش کی ہیں۔ عالم اسلام میں کہیں بھی مسلمانوں کو کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے تو اس کے نتیجہ میں سب سے زیادہ چوٹ احمدی کے دل پر پڑتی ہے۔ مولویوں کا تو یہ حال ہے کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمان جو پاکستان کی کل آبادی سے بھی زیادہ تعداد میں ہیں اُن کے متعلق کہتے ہیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ہمارے کانون پر جوں تک نہیں رینگے گی، ہماری کوئی رگ حمیت نہیں پھڑکے گی، ہمارا دل نہیں جلے گا، ہمارا جگر خون نہیں ہوگا۔ امت محمدیہ کی طرف منسوب ہونے والوں پر ظلم سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی چاہے ان سے غیر ہندوؤں کے متعلق منوشاستر والا سلوک کیا جائے۔ اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے تو اعداد وشمار بھی ظاہر کئے جو اُن کے نزدیک غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے ہیں۔ چنانچہ جج طنزیہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اعداد وشمار نہیں یہ ان کے جمع کردہ اعداد وشمار ہیں لیکن اس سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی کتنی بڑی تعداد ہے جو غیر مسلم طاقتوں کے نیچے بس رہی ہے اور اُن سے کیا سلوک ہوگا اس رویہ کے نتیجہ میں جو مسلمان مملکتوں میں غیر مسلموں سے روا رکھا جائے گا۔ چنانچہ اس ضمن میں سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کہتے ہیں:

''باقی 64 کروڑ کو اپنی تقدیر کا خود فیصلہ کرنا چاہیئے''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۳۲۳)

کہ ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہم تو انسانی حقوق غصب کرنے کے لئے مامور کئے

گئے ہیں ہم تو غصب کریں گے چاہے اس کے نتیجہ میں کروڑوں مسلمانوں کو، غیر مسلم حکومتوں میں ظلم و ستم کا نشانہ ہی کیوں نہ بننا پڑے۔

اب منو کے قوانین سن لیجئے وہ کیا ہیں جن کے متعلق مولوی مودودی، عطاء اللہ شاہ بخاری اور حامد بدایونی صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر بے شک منوشاستر کے قوانین چلیں انہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ منو جی ویدوں کی رو سے فرماتے ہیں کہ:

''اگر رذیل کی دختر سے کوئی شریف برہمن وغیرہ زنا کر بیٹھے تو کوئی دوش کی بات نہیں اور کسی قسم کا مواخذہ نہیں''

یعنی غیر ہندو یا چھوٹی ذات والا رذیل کہلاتا ہے ان کی عورتوں کی برہمن بے حرمتی کرے تو کہتے ہیں کوئی دوش کی بات نہیں اور اُن سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوگا اور ادھر مولوی مودودی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حامد بدایونی یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمان عورتوں سے ہندوستان میں یہ سلوک ہو تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا، ہمارے دل کی دھڑکن تیز نہیں ہوگی اور خُون تو در کنار ہم دو آنسو تک نہ بہائیں گے۔ حیف در حیف کہ امت محمدیہ کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی اتنی بھی غیرت ان مولویوں کے دلوں میں نہیں بلکہ ان کا جذبہ اسلام تو بس یہیں تک ہے کہ احمدیوں کی جان، مال اور عزت کے درپے ہو جائیں۔

منو جی کی زبان میں مزید سنئے۔ شلوک نمبر ۳۸۰، ۳۸۱ میں لکھا ہے:

''برہمن خواہ کتنے ہی بڑے جرم کا مرتکب ہو ہرگز قتل نہ ہونا چاہئے۔ برہمن کے قتل کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ برہمن نیچ ذات کی لڑکی کو اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے اور اگر کسی نیچ ذات کے پاس سونا چاندی یا خوبصورت چیز ہو تو برہمن انہیں اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی نیچ ذات ایسا فعل کرے تو جلتے ہوئے لوہے کی چادر پر جلا کر مارا جائے۔ ایسا ہی اگر برہمن کسی شودر کو وید پڑھتا ہوا سن پائے تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سکہ اور جلتی ہوئی موم بتی ڈالی جائے''۔

آج کل پاکستان میں جو شریعت نافذ کی جارہی ہے وہ قرآن کریم سے تو نہیں لی گئی کیونکہ

قرآن کریم تو ایک نہایت ہی حسین اور پر حکمت کتاب ہے جو شرف انسانی کو قائم کرتی ہے، انسانی مساوات کی علمبردار ہے اور رحمت اور رأفت کی تعلیم دیتی ہے۔اس میں تو انسان کے بنیادی حقوق کو تلف کرنے کی ایسی کوئی تعلیم نہیں لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ منوجی سے شریعت لے لی ہے اور اب یہ لوگ منو کی تعلیم کو وہاں مسلمانوں کے خلاف اور یہاں بھی مسلمانوں کے خلاف نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

منوجی کے قوانین میں پھر یہ بھی لکھا ہے:

> ''(اونچی ذات کا ہندو اگر) اپنی حاجت کی چیزیں کسی ویش یا شودر کے گھر سے خود چرالے یا چوری کروالے۔ بادشاہ کو ایسے مظلوم کی فریاد کو نہیں پہنچنا چاہئے۔شودر کی مکتی اسی میں ہے کہ برہمن کی خدمت کیا کرے اور سب کام بے فائدہ ہیں۔ نیچ ذات کو روپیہ جمع کرنے کی اجازت نہیں مبادا وہ مالدار ہوکر اونچی ذات کے لوگوں پر حکم کرے''۔

(منوسمرتی اُدھیائے ۸ شلوک ۳۸۰، ۳۸۱)

اب دیکھ لیجئے کہ عیسائیوں کے ایجنٹ کون ہیں اور ہندوؤں کا ایجنٹ کون ہے اور غیر مذاہب اور غیر طاقتوں کا ایجنٹ کون ہے۔مسجدیں بیچ کر کھا جانے والے علماء کا یہ ٹولہ مسلمان عورتوں کی عزت و ناموس سے ایسے بے پرواہ کہ ان پر کسی قسم کا بھی ظلم ہو یہ کہتے ہیں ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے استعماری طاقتوں کی شہہ پر نہتے فلسطینیوں پر گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ اسلام کے مقابل پر عیسائیت کی تائید کی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے صدیوں سے وقف ہوئے پڑے ہیں۔پس استعماری طاقتوں اور اسلام دشمن تحریکوں کے ایجنٹ یہ لوگ ہیں یا جماعت احمدیہ ہے جس نے ہمیشہ اسلام کی برتری اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے کو سر بلند کرنے کے لئے اپنی ہر چیز داؤ پر لگا رکھی ہے اور اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لئے کبھی ایک لحظہ کے لئے تردد اختیار نہیں کیا۔ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ بیچارے وہ مسلمان جن کو خود بھی مسلمان تسلیم کرتے ہیں اُن پر انتہائی مظالم ہو رہے ہوں تب بھی ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا،لیکن اس کے برعکس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن پر الزام لگاتے ہوئے اور گند اچھالتے ہوئے ان کی زبانیں نہیں تھکتیں اُن کے دل کی یہ کیفیت تھی کہ

اپنے شدید ترین دشمنوں کے متعلق بھی جو اسلام کے نام لیوا اور مسلمان ہونے کے دعویدار تھے فرماتے ہیں۔

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعویٰ حب پیمبرم

فرمایا یہ لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں مجھے کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں اور بھی نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں ان کے نزدیک میرا خون مباح ہو گیا ہے، میرے ماننے والوں کا خون مباح ہو گیا ہے۔ ان کے نزدیک نہ ہماری عزت کی کوئی قیمت ہے نہ ہمارے مال کی کوئی قیمت ہے، نہ ہماری جان کی کوئی قیمت ہے پھر بھی اے خدا! مَیں ان پر بھی بددعا نہیں کرتا، کیوں بددعا نہیں کرتا اس لئے کہ میرے محبوب آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے دعویدار ہیں۔ یہ جھوٹے ہی سہی، ان کا کردار کیسا ہی بگڑ چکا ہے۔ ان کے ایمان میں کیسے ہی رخنے پڑ چکے ہیں مگر اے میرے دل! تو ہمیشہ اس بات کی لاج رکھنا کہ یہ لوگ میرے محبوب، میرے آقا، میری محبتوں کے مرکز و منتہاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام لیوا اور آپؐ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے ان کے خلاف کبھی بدُعا نہیں کرنی۔

پس یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے لئے گداز دل رکھنے والا یہ وجود اور اس کی جماعت تو نعوذ باللہ من ذالک اسلام کے غدار ہیں لیکن مولویوں کا یہ ٹولہ ہے جو بزعم خویش اسلام کے ہمدرد، اسلام کی خاطر لڑنے والے اور اسلام کے مجاہدین بنے پھرتے ہیں یہ اسلام کے خیر خواہ ہیں۔ آخر وہ کون سا کردار ہے جسے یہ لوگ قیامت کے دن خدا کے حضور پیش کریں گے اور بتائیں گے کہ انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے اور اس کے دفاع میں یہ یہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔

کل تک صورتِ حال مختلف تھی اُس وقت ابھی مسلمان علماء اور مفکرین میں حق بات کہنے کی جرأت تھی حق بات کہنے سے وہ شرمایا نہیں کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کبھی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے قلم سے بھی یہ بات نکل جاتی تھی کہ اسلام کے دفاع میں سب سے زیادہ شاندار لڑنے والا اگر کوئی پیدا ہوا ہے تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے کی بات ہے لیکن مولوی نور محمد صاحب نقش بندی کا جو حوالہ میں نے پڑھا ہے وہ تو دعویٰ سے پہلے کی بات نہیں وہ تو دعویٰ مسیحیت کے بہت بعد کی تحریر ہے۔

ایک اور تحریر بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہے جو ایک مشہور مسلمان عالم دین اور سیاسی

شخصیت کی ہے، اسے میں پڑھ کر سناتا ہوں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا مقصد کیا تھا اور اس کو آپ نے کس طریق پر حاصل کیا۔ یہ تحریر مولانا ابوالکلام آزاد کی ہے وہ کہتے ہیں:

”۔۔۔۔۔۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا“۔

(اخبار وکیل امرتسر جون ۱۹۰۸ ۔اخبار ملت لاہور 7 جنوری 1911ء)

پس آج میں مسلمانان پاکستان کو اور مسلمانان عالم کو مولانا ابوالکلام آزاد کے اس حسن ظن کی یاد دلاتا ہوں اور میں تمہیں یہ یاد دلاتا ہوں کہ یہ تمہارا ہی ایک بہت بڑا رہنما ہے جس نے تم سے یہ حسن ظن رکھا تھا اور اس کا برملا اظہار کیا تھا اور یہ سمجھ کر کیا تھا کہ اگر تمہاری رگوں میں اسلام کی حمیت اور غیرت موجود ہے اور اگر تمہاری رگوں میں اسلام کی حمایت کا زندہ خون دوڑ رہا ہے تو جب تک یہ خون زندہ رہے گا اُس وقت تک حضرت مرزا صاحب کی اسلام کی خدمات کے اعتراف کرنے پر تم اپنے آپ کو مجبور پاؤ گے۔ تمہاری زبانیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دی جائینگی کہ اسلام کے دفاع میں حضرت مرزا صاحب نے جو خدمات سرانجام دی ہیں ویسی خدمات کسی اور جگہ تمہیں نظر نہیں آئیں گی۔ جب تک تمہارا حمایت اسلام کا جذبہ تمہارے شعار قومی کا عنوان رہے گا اُس وقت تک مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک تم حضرت مرزا صاحب کے متعلق یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گے کہ مسلمانوں کی طرف سے عیسائیت کے خلاف جو کامیاب جہاد کیا گیا ہے وہ قادیان میں پیدا ہونے والے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے اور صف اوّل میں رہ کر کیا ہے۔ آپ اُن مجاہدین اسلام میں سے ہیں جو سب سے آگے بڑھ کر دشمنانِ اسلام پر حملہ کرنے والے تھے۔

پس میں اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھتا ہوں اور ہر احمدی ان سے پوچھنے کا یہ حق رکھتا ہے کہ وہ زندہ خون کہاں گیا، اس اسلامی حمیت و غیرت پر کیا بنی کہ آج تم بالکل الٹ باتیں کر رہے

ہو۔عیسائیت کے مقابل پر اسلام کے اس بطل جلیل کے خلاف آج تم یہ الزام لگا رہے ہو کہ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے، عیسائیت نے اپنے مفاد کی خاطر اس پودے کی آبیاری کی تھی۔ کہاں گئیں تمہاری وہ غیرتیں! کہاں گیا تمہارا وہ زندہ خون کبھی غور تو کرو اور سوچو تو سہی کہ یہ خون کس نے چوس لیا ہے۔ بسا اوقات ایک Vampire یعنی ایسی چمگادڑ کے قصے سننے میں آتے ہیں جو سوتے ہوئے انسان کی رگوں کے ساتھ چمٹ کر اس کا خون چوس لیا کرتی ہے، وہ انسان کی گردن میں اپنے پنجے پیوست کر کے اپنے دانت اس کی رگ جان میں گاڑ کر انسان کا خون چوس لیتی ہے۔ تو وہ کون سی چمگادڑ ہے وہ کون سی ظالم Vampire ہے جس نے آج تمہاری رگوں میں اپنے دانت گاڑے ہوئے ہیں اور اسلامی حمیت کا خون چوس رہی ہے اور تمہیں اس کا احساس ہی نہیں ہو رہا۔

اگر آج بھی تمہاری رگوں میں اسلامی غیرت و حمیت کا زندہ خون دوڑ رہا ہوتا تو جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزادؔ نے فرمایا ہے خدا کی قسم تم حضرت مرزا صاحب پر لعنتیں بھیجنے کی بجائے ہمیشہ سلامتی بھیجتے چلے جاتے۔ تم ہمیشہ داد تحسین پیش کرتے چلے جاتے اسلام کے اس بطل جلیل کو جس نے اپنی جان، اپنی عزت، اپنے مال، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ سب کچھ اسلام کے نام پر قربان کر دیا اور صرف ایک امید لے کر اٹھا صرف ایک امید لے کر جیا اور صرف ایک امید کے پورا ہونے کی آرزو لئے دنیا سے رخصت ہوا کہ کاش دنیا سے عیسائیت کی تعلیم ہمیشہ کے لئے مٹا دی جائے۔ ایک ہی تعلیم ہو اور وہ میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم ہو اور ایک ہی کتاب ہو جو میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب ہو اور ایک ہی رسول ہو جو عزت سے یاد کیا جائے یعنی محمد عربی ﷺ ۔ مگر آج یہ تمہارے نزدیک اسلام کا سب سے بڑا غدار ہے اور وہ تم ہاں تم جو مسلمانوں کی رگ حمیت کا خون چوس رہے ہو بزعم خویش اسلام کے بطل جلیل بن کر دُنیا کے سامنے پیش ہو رہے ہو۔ خدا کی قسم تمہارا یہ دھوکا نہیں چلے گا ہم تمہارا دھوکا نہیں چلنے دیں گے۔ ہم دنیا کو دکھا کر چھوڑیں گے کہ غدار کون ہے اور اسلام کا مجاہد اوّل کون!

حکومتی قرطاس ابیض کے الزامات کے جواب

اسلام کا نظریہ جہاد اور جماعت احمدیہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ رفروری ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ۝۴۰ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۴۱ (سورۃ الحج: ۴۰، ۴۱)

اور پھر فرمایا:

حکومت پاکستان کے شائع کردہ رسالہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جو بہتان لگائے گئے ہیں اور الزام تراشیوں سے کام لیا گیا ہے ان میں ایک اہم الزام یہ ہے کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک انگریزوں کے خود کاشتہ پودا تھے۔ گویا جماعت احمدیہ انگریزوں کی ہی قائم کردہ ایک جماعت ہے۔ اس سلسلہ میں گذشتہ خطبہ میں اس الزام کے ایک پہلو سے متعلق میں نے احباب جماعت کو مخاطب کیا تھا اور اس کے مختلف زاویوں اور مختلف حصوں پر روشنی ڈالی تھی اب

میں بعض اور پہلوؤں سے اس الزام کی مختلف شاخوں پر گفتگو کروں گا۔

اس الزام کے ساتھ تعلق بناتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کا منسوخ کرنے والا قرار دیا گیا اور یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ چونکہ آپ انگریز کے مقاصد کی خاطر انگریزوں ہی کی طرف سے کھڑے کئے گئے تھے اس لئے ان مقاصد میں سے ایک اہم مقصد جہاد کی تنسیخ تھا اور چونکہ آپ نے اپنے کلام میں اس بات کو (قرطاس ابیض کے مطابق) بکثرت تسلیم کیا ہے کہ آپ انگریز کے مقصد کو پورا کرنے کی خاطر انگریز ہی کی طرف سے ایک نمائندہ بن کر کھڑے ہوئے۔

اگر اس دلیل کا قریب سے بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کے بہت سے پہلو ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا جائزہ لینا ہوگا۔ سب سے پہلے یہ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریز کے مقاصد کی خاطر تنسیخ جہاد کا اعلان کیا تو وہ مقاصد کیا تھے اور وہ آپ کی ذات سے کیسے پورے ہوئے؟ دوئم یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تنسیخ جہاد کا اعلان کن حالات میں کیا۔ کون سے خطرات تھے جو انگریزوں کو حقیقۃً درپیش تھے؟ اس کا سیاسی پس منظر کیا تھا؟ اس کے علاوہ اور بہت سے امور ہیں جن کو میں نے نکتہ بہ نکتہ ذہن میں رکھا ہوا ہے اور میں انشاء اللہ ان میں سے ہر پہلو پر روشنی ڈالوں گا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ بات دیکھنے والی ہے کہ اگر انگریز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کروانا تھا اور مسلمانوں کو اس خیال سے باز رکھنا تھا تو یہ ناممکن تھا کہ آپ سے ایسا دعویٰ بھی ساتھ کروا دیتے جن سے ساری قوم آپ کی دشمن ہو جاتی۔ کہاں وہ دن تھے کہ علماء آپ کو عظیم الشان خراج تحسین پیش کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ عالم اسلام میں حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سے لے کر آج تک اس قسم کا عظیم مجاہد اسلام پیدا نہیں ہوا اور کہاں وہ دعاوی جن کے نتیجہ میں اچانک ساری کایا پلٹ گئی۔ غیر تو غیر اپنے بھی دشمن ہو گئے، خونی رشتے دار خونی دشمنوں میں تبدیل ہو گئے اور ایک ہی دعویٰ کے ساتھ ایک ہی رات میں ایسی کایا پلٹی کہ تمام دنیا میں گویا ایک بھی آپ کا حمایتی نہ رہا۔

ایسا دعویٰ کروا دینا جس کے نتیجہ میں ساری دنیا دشمن ہو جائے اس کے بعد انگریز کو کیا توقع تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کون مانے گا۔ یعنی تنسیخ جہاد کے اعلان کے لئے

کھڑا کیا جارہا ہے اور دعاوی وہ کروائے جارہے ہیں کہ جن کے بعد وہ لوگ جو کچھ تعلق رکھنے والے تھے وہ بھی خون کے پیاسوں میں تبدیل ہو جائیں ایسی جہالت کی بات کسی ایسے شخص کی عقل میں آجائے جس قسم کے اشخاص آج کل احمدیت کی دشمنی میں نمایاں ہیں تو یہ ممکن ہے۔لیکن دنیا کا کوئی معقول آدمی اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔یعنی آپ کے ہاتھوں اپنا مصنوعی خدا مروالیا اور نبوت یعنی امتی نبی کا دعویٰ کروا کر تمام مسلمانوں کو آپ کا دشمن بنوادیا۔حضرت بابا نانکؒ کے متعلق اعلان کرا کے ان تمام سکھوں کو جو پنجاب میں ارد گرد بستے تھے دشمن بنادیا۔آریوں سے ٹکر لگوائی اور سارے آریہ سماج کو دشمن بنادیا۔سناتن دھرمیوں سے ٹکر لگوائی اور سارے سناتن دھرمیوں کو دشمن بنوادیا، بدھوں کے متعلق وہ اعلان کروایا جو انہیں قبول نہ تھا، زرتشتیوں کے متعلق وہ اعلان کروایا جو انہیں قبول نہیں تھا اور تمام دنیا میں جتنی قومیں بھی مذہب کی طرف منسوب ہوتی ہیں ان سب کو چیلنج دلوادیا اور ہر ایک کے متعلق ایسی بات کہلوائی جو سب کے دل کو کڑوی لگتی تھی اس قسم کا مدعی تو کبھی دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا کہ باتیں وہ کہے جو کڑوی ہوں اور ہر ایک کو تکلیف پہنچاتی ہوں اور مقصد اس کا یہ ہو کہ لوگوں کو اپنے پیچھے چلائے اور ان کے خیالات تبدیل کرے۔اس قسم کے اشخاص تو سوائے نبوت کے کبھی منصۂ شہود پر نہیں ابھرا کرتے۔قرآن کریم کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واقعۂ نبوت کے سوا ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص ساری دنیا کو اپنی طرف بلانے والا ہو اور دعویٰ ایسا کردے جو ساری دنیا کو قبول نہ ہو اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وقت کا سب سے کڑوا دعویٰ یہ ہوا کرتا ہے کہ ”خدا نے مجھے بھیجا ہے“ جس کے نتیجہ میں غیر تو غیر اپنے بھی ساتھ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔پس ایسا دعویٰ انگریز نے کروادیا جو ان مخالفین کے نزدیک قطعاً جائز نہیں اور پھر توقع یہ رکھی کہ جب یہ شخص کہے گا کہ جہاد کا خیال چھوڑ دو تو سارے مسلمان ایک دم جہاد کا خیال چھوڑ دیں گے اور انگریزی حکومت کی ساری سردردی ختم ہو جائے گی، سارے مسائل حل ہو جائیں گے کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے جو اعلان کردیا۔یہ بات ان لوگوں کی عقل میں آجائے تو آجائے کوئی معقول انسان ایسی الٹی بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

پھر حالات کیا تھے جن سے انگریزوں کو خطرہ تھا۔آیئے! اب ہم ان حالات اور اس سیاسی پس منظر کا جائزہ لیں جس وقت انگریز ہندوستان میں داخل ہوا اور اس نے اپنی حکومت مستحکم کی ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے کس قسم کے حالات تھے، کیسی طاقت کا دور دورہ تھا جس سے انگریز خائف تھا۔ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی اس دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سکھوں کے مظالم ان کے سامنے تھے۔ مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو محفوظ نہ رہی تھی۔ ان کا خون حلال ہو چکا تھا۔ گائے کی قربانی ممنوع تھی، مسجدوں سے اصطبل کا کام لیا جا رہا تھا۔ غرض مظالم کا ایک بے پناہ سیلاب تھا۔''

''اس وقت پنجاب میں سکھا شاہی کا دور تھا جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لئے جا رہا تھا۔ آنکھیں سب کچھ دیکھتی تھیں مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے''۔ (ہندوستان کی پہلی تحریک صفحہ: ۳۷، ۴۵)

سارا ہندوستان پس رہا تھا مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے اور شمال سے جنوب تک کے مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں تھی کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کی حرمت کا اعلان کریں اور ان لوگوں کے خلاف جہاد کریں جنہوں نے اس کو حلال کر دیا تھا۔ ان کے نزدیک گائے کا خون حرام تھا لیکن مسلمان کا خون حلال ہو چکا تھا، ان کے نزدیک مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو کی کوئی بھی قدر و قیمت نہ تھی۔ ان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی آبرو کی حفاظت کے لئے تو کوئی بھی ہاتھ نہیں اٹھا۔ ان کو اس دور سے کس نے نجات دی وہ انگریزی حکومت ہی تھی۔ جب وہ آئی تب مسلمانوں کے لئے امن آیا۔ کیا پھر ان مسلمانوں سے وہ انگریز خوف کھا رہے تھے جو دلّی میں ایک حکومت بنا کر بیٹھے ہوئے تھے جن کی دلّی بھی جشن منا رہی تھی، تمام ہندو ریاستیں آزاد ہو چکی تھیں۔ ہر طرف سے خونخوار بھیڑیوں کی طرح ان مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا جن میں اپنی حفاظت کی بھی طاقت نہیں تھی اور جن سے صرف ایک کمپنی نے ہی حکومت چھین لی تھی کیا ان سے انگریزوں کو خوف تھا کہ وہ انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ اور اس جہاد میں معقولیت کیا ہوتی؟ ذرا غور تو کریں کہ انگریز آیا اور سکھوں کے مظالم سے نجات دی، ہندو راجوں اور مرہٹوں کے ظلم و ستم اور استبداد سے مسلمانوں کو بچایا اور پھر اچانک مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے کہ اچھا! اب تم نے ہمیں بچا لیا ہے تو ہم تمہیں ٹھیک کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور تمہیں بتاتے ہیں کہ کیسے مظلوموں کو بچایا جاتا ہے۔ یہ تھا تمہارا تصور

جہاد؟ کوئی عقل کی بات کرو، کوئی ہوش کے ناخن لو، کیا دعوے کر رہے ہو، دنیا کو کیا مُنہ دکھاؤ گے کہ یہ ہمارے دعوے ہیں، اس انگریز کے خلاف ہم جہاد کرنا چاہتے تھے جس نے سکھوں کے مظالم سے ہمیں رہائی دلائی۔ لیکن ہوا یہ کہ انگریز نے ایک ایسے شخص کی زبان سے جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کرا دیا جو ہمارا دشمن اور انگریز کا ایجنٹ تھا اس لئے ہم نے انگریز سے جہاد نہ کیا۔ کیا ایسی نامعقول باتیں کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟

اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کون سے جہاد کو حرام قرار دیا ہے۔ جہاد کے تو مختلف پہلو ہیں مثلاً تلوار کا جہاد ہے، وقت کی قربانی پیش کرنے کا جہاد ہے، تبلیغ اسلام کا جہاد ہے وغیرہ یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس جہاد کو حرام کہا؟ کیا اسلامی جہاد کے تصور کو حرام کہا یا لوگوں کے بگڑے ہوئے تصور کو حرام قرار دیا؟ تو جس نے کہا اس کی زبان سے سنو اور غور کرو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کس چیز کو حرام کہہ رہا ہے اور کس چیز کو حلال بتا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس پڑھ کر سناؤں اس میں جس پادری کا ذکر ہے اس کا پس منظر بتا دیتا ہوں۔ آپؑ کے زمانہ میں پادری (خصوصاً وہ جو مسلمانوں سے مرتد ہوئے تھے) اسلام پر شدید حملے کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اسلام تلوار کے جہاد کی تلقین کرتا ہے اور ادھر انگریزی حکومت کو متنبہ کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دو، ان میں اٹھنے کی طاقت نہ رہنے دو۔ یہ وہ دور تھا جب کہ عیسائی پادری بڑھ بڑھ کر انگریزوں کو مسلمانوں کے عقیدہ جہاد کی وجہ سے بھڑکانا چاہتے تھے۔ گو انگریزوں کے غلبہ کے بعد مسلمان بیچاروں میں تو کوئی جوش آ ہی نہیں رہا تھا۔ ان کی باتیں میں آپ کو سناؤں گا تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ وہ اس کے نتیجہ میں کیا سوچ رہے تھے اور کس طرح انگریزوں سے مخاطب ہو رہے تھے اور انہیں کیا درخواستیں دے رہے تھے۔ لیکن یہ پادریوں کا یکطرفہ ظالمانہ حملہ تھا اور ان کی اسلام دشمنی کا ثبوت تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس بہانے سے مسلمانوں کو ہندوستان میں کچل دیا جائے اور ہندو طاقت کی سرپرستی کی جائے اور اسے ابھارا جائے جبکہ ہندوؤں کا بھی یہی طریق تھا کہ وہ بار بار انگریز حکام کو مخاطب کر کے توجہ دلاتے تھے کہ اصل خطرہ تمہیں مسلمانوں سے ہے اس لئے ان مرے مٹوں کو اَور بھی بالکل مٹا دو، برباد کر دو، اُٹھنے کی طاقت کا خیال ہی ان کے دل سے نکال دو۔ پادری عمادالدین

سابق واعظ وخطیب جامع مسجد آگرہ جس کا پہلے بھی ذکر آچکا ہے اس کے ایسے ہی الزامات کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اس نکتہ چین نے جو جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر انگیختہ کرتا ہے سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افتراء نہیں۔ قرآن شریف صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کار بند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور وہ ان لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں سے اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں''۔

(نور الحق حصہ اول روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ: ۶۲ ترجمہ از عربی عبارت)

یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''تنسیخ جہاد''۔ اب اور سنئے! کس چیز کو حرام قرار دیا، کس چیز کے خلاف آپ نے جہاد کا علم بلند کیا۔ سو واضح ہو کہ بعض جاہل علماء اور پادریوں کے غلط تصورات تھے جن کے خلاف آپ نے آواز بلند کی ہے۔ ان علماء کے غلط تصورات کے نتیجہ میں اسلام کو تو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچنا تھا کیونکہ ان میں لڑنے کی کوئی طاقت ہی نہیں تھی ہاں نقصان کے بہت سے اندیشے اور خطرات تھے جو ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''سبحان اللہ! وہ لوگ کیسے راست باز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکہ میں ان کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پا کر شیر خوار بچوں کی طرح عاجز اور

کمزور بن گئے گویا نہ ان کے ہاتھوں میں زور ہے نہ ان کے بازوؤں میں طاقت۔بعض ان میں سے اس طور سے بھی قتل کئے گئے کہ دو اونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کر کے ان کی ٹانگیں مضبوط طور پر ان اونٹوں سے باندھ دی گئیں اور پھر اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا گیا۔ پس وہ ایک دم میں ایسے چر گئے جیسے گاجر یا مولی چیری جاتی ہے۔مگر افسوس کہ مسلمانوں اور خاص کر مولویوں نے ان تمام واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا تمام دنیا ان کا شکار ہے اور جس طرح ایک شکاری ایک ہرن کا کسی بن میں پتہ لگا کر چُھپ چُھپ کر اس کی طرف جاتا ہے اور آخر موقع پا کر بندوق کا فائر کرتا ہے یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا بلکہ ان کے نزدیک خواہ نخواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے۔وہ لوگ کہاں ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ماریں کھائیں اور صبر کریں۔کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کریں۔کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہوسکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ، بے جرم، بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ، اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ روشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے؟ نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی

اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے‘‘۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ: ۱۲، ۱۳)

پس یہ وہ جہاد کا تصور ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ علماء میں سے آج کون ہے جو اس کو آج بھی حلال کہہ سکتا ہے۔ اس لئے جھوٹے الزام لگا رہے ہیں۔ جس چیز کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے وہ مخالفین کے اپنے تصورات تھے۔ لیکن ان کے یہ تصورات اب ظاہر ہو رہے ہیں، اس وقت وہ خفیہ باتیں کیا کرتے تھے اور جہاں تک انگریزی حکومت کا تعلق ہے اس کو مخاطب کر کے جہاد کا وہی تصور بتاتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ میں اس مضمون کے متعلق ابھی چند اقتباس پڑھوں گا تب آپ کو پتہ چلے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے کیسے مخالفین سے واسطہ پڑا تھا۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو یونہی تو نہیں چنا کرتا اور ان سے پیار کیا کرتا بلکہ وہ انہیں نہایت ہی دکھوں اور مصیبتوں کے ابتلاء میں ڈالتا ہے، انہیں نہایت ہی ظالموں کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے اور وہ صبر سے کام لیتے ہیں تب خدا کے حضور مقدس اور پاکیزہ گنے جاتے ہیں اور ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو خدا کو پیارے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

فرفعت هذه السنة برفع اسبا بها فی هذهٖ الایام

کہ تلوار کے ساتھ جہاد کے شرائط پائے نہ جانے کے باعث موجودہ ایام میں تلوار کا جہاد نہیں رہا۔

پھر فرمایا:

وا مرنا ان نعد للكافرين كما يعدون لنا ولا نرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام.

اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کافروں کے مقابل میں اس قسم کی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابلہ کے لئے کرتے ہیں یا یہ کہ ہم کافروں سے ایسا ہی سلوک کریں جیسا وہ ہم سے کرتے ہیں اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں اس وقت تک ہم بھی ان پر تلوار نہ اٹھائیں۔‘‘

(حقیقۃ المہدی روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ: ۴۵۴)

پھر فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ کا جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ میں جہاد یہی ہے کہ اعلاء کلمہ اسلام میں کوشش کریں‘‘

(البدر نمبر ۳۰، جلد ۲، ۱۴ راگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۹)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف جہاد کا وہ تصور منسوخ فرمایا ہے جو علماء نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا۔ جب تک شرائط جہاد پوری نہ ہوں اس وقت تک جہاد کرنا منع ہے۔ اور وہ بھی جہاد کا صرف ایک حصہ ہے جو شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے منع ہے۔ جہاں تک جہاد کے وسیع تر مضمون کا تعلق ہے جہاد فی ذاتہ تو کبھی منسوخ ہو ہی نہیں سکتا وہ ہر حال میں لازماً ہمیشہ جاری رہے گا اور اس کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور ایسی ہوگی جسے مومن سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپؑ مزید فرماتے ہیں:

’’اعلاء کلمۂ اسلام میں کوشش کریں، مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں، دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلاویں آنحضرت ﷺ کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے‘‘ (البدر نمبر ۳۰ جلد ۲، ۱۴ راگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۹)

یعنی جہاد کی یہ صورت ہمیشہ کے لئے نہیں۔ دوسری صورت سے مراد یہ ہے کہ جب دشمن اسلام مذہب کے خلاف جبر سے کام لے گا تو تمہیں بھی اجازت ہو جائے گی لیکن جب تک ایسی صورت ظاہر نہیں ہوتی اس وقت تک جہاد کی دوسری شکلیں ہیں جو تمہارے سامنے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے (ہر جہاد کا نہیں وہ کیوں؟ اس کی وضاحت پہلے فرما چکے ہیں۔ ناقل) مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع

الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ:۱۵)

پس یہ تو آنحضرت ﷺ کا ہی ارشاد ہے پھر آپ ''تحفہ قیصریہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں۔ بے شک قرآن شریف میں لڑائیوں کا حکم ہوا تھا جو موسیٰ کی لڑائیوں سے زیادہ معقول اور یشوع بن نون کی لڑائیوں سے زیادہ پسندیدگی اپنے اندر رکھتا تھا اور اس کی بناء صرف اس بات پر تھی کہ جنہوں نے مسلمانوں کے قتل کرنے کے لئے ناحق تلواریں اٹھائیں اور ناحق کے خون کئے اور ظلم کو انتہا تک پہنچایا ان کو تلواروں سے ہی قتل کیا جائے''۔

(تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۲)

یہ ہے خلاصہ اس قرآنی تعلیم کا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ملتا ہے جس کی میں نے خطبہ سے پہلے تلاوت کی تھی۔ کوئی عالم دین ہے؟ جو ان باتوں میں سے آج بھی کوئی غلط ثابت کر کے دکھائے اور بتائے کہ کہاں اعتراض کی گنجائش ہے۔ محض ایک فرضی اور جھوٹی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیدہ دانستہ منسوب کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے خود آپ کی کتابوں کو پڑھا ہوا ہے مگر پھر بھی یہ سارے پہلو چھپاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انگریزوں نے جہاد کی تنسیخ کے لئے کھڑا کیا تھا اور اگر آپ کھڑے نہ ہوتے تو انگریز مارا جاتا اور مسلمانوں نے سلطنت انگریزی کو تباہ کر کے رکھ دینا تھا اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے جہاد کرنا منع نہ فرماتے۔

اب ان علماء کا حال سنئے جو آج بڑھ بڑھ کر یہ الزام لگا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس وقت یہی باتیں مسلمانوں میں خفیہ طور پر پھیلایا کرتے تھے...... جہاں تک دنیا کے سامنے باتوں کا تعلق ہے وہ کچھ اور کہا کرتے تھے لیکن انگریزی حکومت کو اپنے عقائد سے بالکل مختلف زبان

میں آگاہ کرتے تھے، ان کے سامنے ان کے عقائد بالکل کچھ اور نظر آتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے سب سے بڑے دشمن اور جہاد کے معاملہ میں معترض تھے لکھتے ہیں:

''مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہ گار اور باحکم قرآن وحدیث وہ مفسد، باغی، بدکردار تھے''

پھر فرماتے ہیں:

''اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (خواہ ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے''۔

(اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ: ۳۰۸)

پھر اپنی کتاب ''اقتصاد فی مسائل الجہاد'' کے صفحہ نمبر ۱۶ پر رقم طراز ہیں:

''اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سوڈانی ہو یا حضرت سلطان شاہ ایرانی خواہ امیر خراسان ہو مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا ہرگز جائز نہیں۔''

یعنی ملک کے اندر جو بستے ہیں ان پر تو بادشاہِ وقت کی اطاعت کرنا اور حکومت وقت کی بات ماننا فرض ہے ہی لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ فتویٰ دوسرے ممالک کے لئے بھی دے رہے ہیں کہ تم جو انگریزی حکومت سے باہر بس رہے ہو تم بھی اگر انگریزی حکومت سے لڑو گے تو یہ تمہارے لئے بھی حرام ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

''اہل اسلام کو ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت اور بغاوت حرام ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ: ۲۸۷)

''اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائط امامت موجود ہے''۔

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ: ۷۲)

پس آج یہ امام کہاں سے آ گیا؟ کیا اس امامت کے لئے فوجی حکومت درکار ہوا کرتی ہے؟ خدا تعالیٰ نے مذہبی دنیا میں فوجی حکومتوں کے ذریعہ کب امام قائم کروائے تھے؟

پھر فرماتے ہیں:

''اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کرسکیں۔'' (الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ: ۷۲)

سرسید احمد خان صاحب نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں جو لوگ شریک ہوئے ان کے متعلق فرمایا کہ:

''البتہ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات مفسدوں کی حرام زدگیوں میں سے ایک حرام زدگی تھی نہ واقع جہاد۔'' (رسالہ بغاوت ہند مؤلفہ سرسید احمد خان صفحہ: ۱۰۴)

اعلیٰ حضرت سید احمد رضا خان صاحب بریلوی امام اہل سنت بریلوی فرقہ فرماتے ہیں:

''ہندوستان دارالاسلام ہے اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں''

(نصرت الابرار صفحہ: ۲۹ مطبوعہ لاہور)

حضرت سید احمد صاحب بریلوی شہید جنہوں نے جہاد کیا اور جہاد کے لئے آپ سرحد کی طرف روانہ ہوئے اور سکھوں سے بھی لڑائی کی وہ ایک مقدس دل ضرور تھا جس میں مسلمانوں کی غیرت موجزن تھی لیکن جہاں تک انگریزی حکومت کا تعلق ہے اس کے متعلق وہ کیا سمجھتے تھے اس بارہ میں آپ کے سوانح نگار محمد جعفر تھانیسری کی زبانی سُنئے۔ وہ ''سوانح احمدی کلاں'' کے صفحہ نمبر ۱۷ پر لکھتے ہیں:

''کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو؟ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان کو لے لو۔ آپ نے

فرمایا......سرکار انگریزی گومنکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی ....اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی ....ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی ہے اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں ۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول طرفین کا خون بلاسبب گراویں یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہو گیا اور اصل غرض جہاد کی سمجھ لی۔‘‘

لیکن ان علماء کو جو آج احمدیت کے خلاف بول رہے ہیں ان کو آج تک سمجھ نہیں آئی۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ کے عہد زریں سے لے کر آج تک مسلمانوں کا ہمیشہ یہ شعار رہا کہ وہ جس حکومت کے زیر سایہ رہے اس کے وفادار اور اطاعت گذار رہتے یہ صرف ان کا طرز عمل نہ تھا بلکہ ان کے مذہب کی تعلیم تھی جو قرآن مجید، حدیث، فقہ سب میں کنایتاً اور صراحتاً مذکور ہے‘‘

(مقالات شبلی جلد اوّل صفحہ:۱۷۱ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں:

’’جہاد کا مسئلہ ہمارے ہاں بچے بچے کو معلوم ہے‘‘۔

یعنی جب تک انگریزی حکومت تھی اس وقت بچے بچے کو وہی مسئلہ معلوم تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے لیکن جس دن سے وہ حکومت گئی اس دن سے سارا مسئلہ ہی بدل گیا ہے اور اب ہر بچے کو کچھ اور ہی بتایا جارہا ہے کہ ہمارے ماں باپ یہ کہا کرتے تھے۔ بچے بچے کو کیا معلوم تھا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

’’وہ جانتے ہیں کہ جب کفار مذہبی امور میں حارج ہوں اور امام

عادل جس کے پاس حرب وضرب کا پورا سامان ہو لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ ہر مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے۔ مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں اور نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کرسکیں ، نہ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے، ایسی صورت میں ہم ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے‘‘۔

(رسالہ شیخ سنوسی صفحہ:۱۷ مؤلفہ خواجہ حسن نظامی)

چنانچہ احمدیت کے دور حاضر کے معاندین میں سے بھی بعض یہی بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ ملک محمد جعفر صاحب ایڈووکیٹ نے ’’احمدیہ تحریک‘‘ کے نام پر ایک کتاب لکھی تھی وہ فرماتے ہیں:

’’مرزا صاحب کے زمانہ میں ان کے مشہور مقتدر مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی ثناء اللہ صاحب اور سرسید احمد خان سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے ردّ میں لکھا گیا اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضامند رہنے کی تلقین کی ہے‘‘۔ (شائع کردہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور صفحہ:۲۴۳)

پس بعض مخالفین نے بھی یہ تسلیم کرلیا ہے کہ مسلمان علماء پر دو دور آئے ہیں ایک وہ جو انگریزی حکومت کا دور تھا اور ایک بعد کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں وہ کچھ اور مسئلے پیش کیا کرتے تھے یعنی سارے علماء جہاد سے متعلق وہی مسائل پیش کرتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے مگر آج ان کے مسائل بالکل بدل چکے ہیں مشرق سے مغرب کی طرف رخ کر بیٹھے ہیں۔

حوالے تو بہت زیادہ ہیں لیکن اب میں بعض تازہ حوالوں پر ختم کرتا ہوں:

شورش کاشمیری صاحب جو احمدیوں کے شدید معاندین میں سے تھے کتاب ’’سید عطاء اللہ شاہ بخاری‘‘ صفحہ نمبر ۱۴۱ پر یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ:

''جمال دین ابن عبداللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکہ معظّمہ، احمد بن ذہنی شافعی مفتی مکہ معظّمہ اور حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ سے بھی فتاویٰ حاصل کیے گئے جن میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا''۔

تو کون سی بات باقی رہ گئی ہے کہاں کے مولوی بولیں گے اب!

مولوی مودودی جنہوں نے ''حقیقت جہاد'' لکھی اور اپنی بعض اور کتب میں بھی جہاد کے متعلق ایسی تعلیم دی جس کا کوئی ہوش وحواس والا مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا کہ آنحضرت ﷺ کے جہاد کے متعلق ایسے ظالمانہ خیالات کا اظہار ہوسکتا ہے۔ جہاد سے متعلق سب سے متشدّد نظریہ رکھنے والے آج مولوی مودودی ہیں (یعنی مراد یہ ہے کہ اس وقت ان کا فرقہ ہے جو ان کی باتوں کو تسلیم کرتا ہے آپ خود تو فوت ہو چکے ہیں) جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے ہندوستان کا تعلق ہے مولوی مودودی اپنی کتاب ''سود حصہ اوّل'' میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''ہندوستان اس وقت بلاشبہ دارالحرب تھا''

(دارالاسلام نہیں کہہ رہے۔کس وقت دارالحرب تھا؟)

''جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی''

(بعینہٖ یہی تعلیم جماعت احمدیہ کی ہے کہ جب کوئی غیر پہلے حملہ کرتا ہے تو اس سے لڑو، اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اپنے مال کی حفاظت کرو، اپنے دین کی حفاظت کرو اور ایک ایک بچہ بھی کٹ کر مر جائے تو تم نے ہتھیار نہیں ڈالنے، اس وقت دارالحرب ہوتا ہے اس وقت ہر قسم کا دفاع جہادِ اسلام کہلاسکتا ہے چنانچہ مولوی مودودی بھی یہی بات کہتے ہیں)

''اس وقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے اور انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کرلیا تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں رہا''

(سود حصہ اوّل شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی لاہور صفحہ ۷۷-۷۸)

جلالۃ الملک شاہ فیصل نے ۱۳۸۵ ہجری حج کے موقع پر رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کے اجتماع میں فرمایا:

''اے معزز بھائیو! تم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ جہاد صرف بندوق اٹھانے یا تلوار لہرانے کا نام نہیں بلکہ جہاد تو اللہ کی کتاب اور رسول مقبول ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دینے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ہر قسم کی مشکلات، دقتوں اور تکالیف کے باوجود استقلال سے اس پر قائم رہنے کا نام ہے''۔ (امّ القریٰ مکہ معظّمہ ۲۴؍اپریل ۱۹۶۵ء)

پھر فرماتے ہیں:

''ان (غیر مسلم حکومتوں میں رہنے والے مسلمانوں) پر جو خدمت دین اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع واجب ہے انہیں اسے ادا کرنا چاہئے۔ ہم ان بھائیوں کو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اپنی حکومتوں کے نظام کے خلاف کھڑے ہو جائیں اور بغاوت کریں۔ ہاں انہیں باہمی طور پر اپنے عقائد اور نیتوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبویؐ کو حکم ٹھہرانا چاہئے نیز جو حکومتیں انہیں امن دیتی ہیں انہیں ان سے صلح سے رہنا چاہئے وہ اپنے ممالک میں نظام کو توڑنے والے یا تخریبی عنصر ہرگز نہ بنیں'' (امّ القریٰ مکہ معظّمہ ۲۴؍اپریل ۱۹۶۵ء)

پس وہ علماء کہاں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کا منکر اور منسوخ کرنے والے اور نعوذ باللہ من ذالک انگریزوں کے خوشامدی اور ان کی خاطر ایک فساد کھڑا کرنے والے بتاتے ہیں۔ لیکن جو باتیں آپ نے بیان فرمائیں وہ ساری باتیں آپؑ کے زمانہ کے علماء اُس وقت کہہ رہے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بات دوسروں سے کہتے تھے وہی بات اپنوں سے بھی کہتے تھے اور جو انگریزوں سے کہتے تھے وہی اپنی جماعت کو بھی مخاطب کر کے کہتے تھے۔ آپ کی ذات یا جماعت میں کوئی دوغلا پن یا کوئی دورنگی نہیں تھی اور جس جہاد کا اعلان کرتے تھے اس پر قائم بھی تھے اور جہاد کے اس تصور پر صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ آپؑ نے اپنی ساری

زندگی، اپنا سارا وجود اس جہاد کی پیروی میں خرچ کیا اور تمام جماعت کو بھی اسی کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ملکہ وکٹوریہ کی تعریف اور اسے رحمت کا سایہ قرار دینے کا جو علماء الزام لگاتے ہیں۔ کون ہے ان علماء میں سے جن کے نام میں نے پڑھ کر سنائے ہیں یا کوئی اور مخالف عالم جس نے ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی جرأت کے ساتھ عیسائیت پر کھلی تنقید کرتے ہوئے اور اُسے ایک جھوٹا اور ایک مردہ مذہب قرار دیتے ہوئے اس وقت کی ملکہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جس ملکہ کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا ایک طرف اس کے انصاف کی تعریف فرمائی تو دوسری طرف اسے کھلم کھلا اسلام کی طرف آنے کی دعوت دی۔

اب دیکھئے دیگر علماء کا کیا کردار تھا وہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے تھے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عارف باللہ نگاہ نے اسے دارالاسلام کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ دارالحرب سمجھا کیونکہ آپؑ جہاد کا حقیقی عرفان رکھتے تھے، آپ جانتے تھے کہ جہاد کس کو کہتے ہیں کیونکہ جہاں جہاد فرض ہے وہ دارالاسلام نہیں ہوسکتا وہ تو دارالحرب ہے لیکن کن معنوں میں؟ اس کی آپؑ خود تشریح فرماتے ہیں:

> ”یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلہ میں۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اُسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام **سلطان القلم** اور میرے قلم کو **ذوالفقار** علی فرمایا ہے۔ اس میں یہی سرّ ہے کہ یہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں بلکہ قلم کا زمانہ ہے“۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۵۱)

پھر آپ ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”اے معزز ملکہ! مجھے تعجب ہے کہ تو باوجود کمال فضل اور علم وفراست کے دین اسلام کی منکر ہے (کیا یہ خوشامدی کی زبان ہوا کرتی ہے اگر تم خوشامدی نہیں تھے تو تمہیں ایسے الفاظ کی توفیق کیوں نہ ملی)............اور جس

غور وفکر کی آنکھ سے سلطنت کے امور سرانجام دیتی ہے اس آنکھ سے اسلام کے بارے میں غور کیوں نہیں کرتی۔ سخت تاریکی کے بعد اب جبکہ آفتاب طلوع ہو چکا ہے تو کیا اب بھی تُو نہیں دیکھتی۔ تو جان لے (اللہ تیری مدد کرے) یقیناً دین اسلام ہی انوار کا مجموعہ ہے، نہروں کا منبع اور پھلوں کا بستان ہے۔ تمام ادیان اسی کا ایک حصہ ہیں۔ پس تو اس کی خوبصورتی کو دیکھ اور ان لوگوں میں سے ہو جا کہ جو اس سے بافراغت رزق دیئے جاتے ہیں اور اس کے باغات سے کھاتے ہیں۔ یقیناً یہ دین ہی زندہ ہے، برکات کا مجموعہ اور نشانات کا مظہر ہے جو پاکیزہ باتوں کا حکم دیتا ہے اور بدیوں سے روکتا ہے اور جو کوئی اس کے خلاف کہتا ہے یا نافرمانی کرتا ہے وہ نامراد رہتا ہے۔ اے معزز ملکہ! دنیاوی نعماء کے لحاظ سے خدا کا بہت بڑا فضل تجھ پر ہے۔ پس اب تو آخرت کی بادشاہت میں بھی دلچسپی پیدا کر اور توبہ کر اور اس خدائے واحد و یگانہ کی فرمانبرداری اختیار کر کہ نہ تو اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک۔ پس تو اسی کی بڑائی بیان کر۔ کیا تم اس کے علاوہ معبود بناتے ہو ان کو جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ پس اگر تو کسی شک میں ہے تو آ! میں اس کی سچائی کے نشانات دکھانے کو تیار ہوں۔ وہ ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔ جب میں اُسے پکارتا ہوں تو وہ میری پکار کا جواب دیتا ہے اور جب اُسے بلاتا ہوں تو میری مدد کو پہنچتا ہے اور جب اس سے مدد کا طلبگار ہوتا ہوں تو میری نصرت فرماتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ہر مقام پر میری مدد فرمائے گا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ پس کیا تو جزاء وسزا کے دن کے خوف سے میرے نشانات اور صدق وسداد کے ظہور کو دیکھنا پسند کرے گی۔ اے قیصرہ! توبہ کر، توبہ کر اور سن تا کہ خدا تیرے مال میں اور ہر اس چیز میں جس کی تو مالک ہے برکت بخشے اور تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جن پر خدا کی رحمت کی نظر ہوتی ہے“۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۳۰ تا ۵۳۳ ترجمہ از عربی عبارت)

یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام اور یہ ہے آپ کا تصور جہاد اور پھر اس پر عمل درآمد۔ اس زمانہ کے کسی عالم دین کی ایک آواز بھی آپ کو نہیں ملے گی جس کو اتنی جرأت ہو کہ ملکہ وکٹوریہ کو سوائے خوشامدی الفاظ کے خطاب کر سکے۔ ’’پس توبہ کر‘‘ کے الفاظ تو اس زمانہ کی سلطنت کے لئے ایک بم کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ بہت عظیم الشان کلام ہے اور بڑے واضح الفاظ میں ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کی دعوت دی ہے اور اس جھوٹے دین سے توبہ کرنے کی دعوت دی ہے اور اسلام کی طرف بلایا ہے اور یہی وہ جہاد کا جذبہ ہے، یہی وہ روح جہاد ہے جس کو سمجھنے کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو ایک نہ ختم ہونے والے جہاد کے رستہ پر ڈال دیا ہے اور دن رات بلکہ ہمارا ہر لمحہ جہاد بن گیا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک نامور مؤرخ شیخ محمد اکرام صاحب اس بات کو محسوس کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> ’’دنیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے احمدیوں .... نے اس حقیقت کو پایا کہ اگرچہ آج اسلام کے سیاسی زوال کا زمانہ ہے لیکن عیسائی حکومتوں میں تبلیغ کی اجازت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا موقع بھی حاصل ہے جو مذہب کی تاریخ میں نیا ہے اور جس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے‘‘۔

پھر فرماتے ہیں:

> ’’عام مسلمان تو جہاد بالسیف کے عقیدے کا خیالی دم بھرتے، نہ عملی جہاد کرتے ہیں نہ تبلیغی جہاد لیکن احمدی ۔۔۔۔۔۔۔ دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں اور اس میں انہیں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے‘‘۔
>
> (موج کوثر صفحہ:۱۷۹)

آخر پر میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور جہاد اور مولوی مودودی صاحب کے تصور جہاد کا ایک موازنہ کر کے دکھاتا ہوں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ان علماء کے دو تصور ہیں۔ انگریزی حکومت کے دوران جو باتیں وہ کرتے تھے وہ اور ہیں اور جب وہ حکومت ختم ہوگئی تو پھر وہ جو باتیں کرتے ہیں وہ اور ہیں، گویا ان کے ہر چیز میں دو پیمانے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی طرف وہ ایسا خوفناک تصور جہاد منسوب کرتے ہیں کہ ایک غیرت مند مسلمان اس کو سن کر اذیت میں

مبتلا ہو جاتا ہے، ان کا تصور جہاد اعصاب شکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف باتیں کرنے اور الزام تراشی میں آج یہ مودودی گروہ سب سے آگے ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ مولوی مودودی کا تصور جہاد ان کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھوں میجر آسبرن کی کتاب ”Islam Under The Arab Rule“ اسلام زیر حکومت عرب کا ایک اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کو تکلیفیں دی جاتی تھیں تو اُس وقت:

”جو اصول آپ نے تجویز کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔۔۔۔۔۔۔ مگر کامیابی کے نشے نے آپ کے بہتر خیالات کی آواز کو (**نعوذ بالله من ذالک**) بہت عرصہ پہلے ہی خاموش کرا یا تھا۔۔۔۔۔۔۔ (انہوں نے) جنگ کا ایک عام فرمان جاری کر دیا تھا (جس کا نتیجہ یہ تھا کہ) اہل عرب نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر جلتے ہوئے شہروں کے شعلوں اور تباہ و برباد شدہ خاندانوں کی چیخ و پکار کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی“۔

(صفحہ ۴۶ مطبوعہ لانگ مین گرین اینڈ کمپنی لندن)

غلبہ اسلام کا کیسا ظالمانہ اور کیسا ناپاک تصور ہے۔ جو ایک اسلام دشمن مستشرق پیش کر رہا ہے اسی تصور کو مولوی مودودی لگی لپٹی باتوں میں گویا ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر اور اپنی فصاحت اور بلاغت کے پردوں میں چھپا کر اس طرح پیش کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ تیرہ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ وعظ و تلقین کا جو موثر سے موثر انداز ہو سکتا تھا اسے اختیار کیا۔ مضبوط دلائل دیئے، واضح حجتیں پیش کیں، فصاحت و بلاغت اور زور خطابت سے دلوں کو گرمایا، اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھائے، اپنے اخلاق اور اپنی پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار و اثبات کے لئے مفید ہو سکتا تھا۔ لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت کے روشن ہو جانے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے

سے انکار کر دیا۔ حق ان کے سامنے خوب ظاہر ہو چکا تھا۔ انہوں نے بِــرَاْیِ الْـعَیـنِ دیکھ لیا تھا کہ جس راہ کی طرف ان کا ہادی انہیں بلا رہا ہے وہ سیدھی راہ ہے۔ اس کے باوجود صرف یہ چیز انہیں اس راہ کو اختیار کرنے سے روک رہی تھی کہ ان لذتوں کو چھوڑنا انہیں ناگوار تھا جو کافرانہ بے قیدی کی زندگی میں انہیں حاصل تھیں۔ لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد۔‘‘

(الجہاد فی الاسلام۔ بار سوم ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲)

یعنی نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت ﷺ وعظ و تلقین میں ناکام ہو گئے۔

کیسی جاہلانہ، خوفناک اور ظالمانہ بات ہے جو مولوی مودودی کے قلم سے جاری ہو رہی ہے اور وہ کوئی خوف نہیں کر رہے۔ اس آواز کو سنیں اور قرآن کریم کی اس آواز کو سنیں فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:۱۰) اے محمدؐ! تو نصیحت کرتا چلا جا کیونکہ یقیناً تیری نصیحت ناکام نہیں ہوسکتی تیرے انداز اور ہیں، تیری نصیحت میں ایک ایسی قوت ہے جو ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتی اور اگر تیری نصیحت کے باوجود کوئی نہیں مانتا تو ہم تجھے زبردستی کی اجازت نہیں دیتے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۲﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۳﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۴﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۵﴾

(الغاشیۃ:۲۲۔۲۵)

کہ تیری نصیحت میں حسن ہے، پیار ہے، ملاحت ہے، تیری باتیں دل نشین ہیں اور ہو نہیں سکتا کہ وہ اثر نہ کریں ہم تجھے اس بات کا یقین دلاتے ہیں لیکن اگر کوئی بدقسمت ان سے منہ موڑے اور انہیں قبول نہ کرے تو ہم تجھے زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دیتے، ہم نے تجھے داروغہ نہیں بنایا، تو صرف مذکر ہے اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ پھر جو کوئی انکار کرے گا ہم اسے پکڑیں گے اور اسے سزا دیں گے۔ یہ تو کلام اللہ ہے اور وہ کلام مودودی ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ جب وعظ و تلقین کی ناکامی (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ دکھ کے باعث یہ فقرہ پڑھا نہیں جاتا)

’’لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی اور الا کل مأثرةٍ أو دمٍ أو مالٍ يُدعى فهو تحت قدمِيّ هاتين‘‘

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ خبردار ہر قسم کے امتیازات اور خون اور مال جس کی طرف بلایا جاتا تھا یعنی جس کی وجہ سے لڑائی کی طرف بلایا جاتا تھا وہ آج میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے یہ اعلان کب فرمایا تھا۔ آپﷺ نے یہ اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا اور یہ آپ کا آخری اعلان ہے۔ پس دیکھئے کس طرح باتوں کو توڑ امروڑا گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک عالم دین کو اس کی خبر نہ ہو کہ یہ اعلان کس موقع کا ہے اور وہ کس زمانہ میں لے جا کر اس کو چسپاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

”کا اعلان کر کے تمام موروثی امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔ عزت و اقتدار کے تمام رسمی بتوں کو توڑ دیا، ملک میں ایک منظّم اور منضبط حکومت قائم کر دی، اخلاقی قوانین کو بزور نافذ کر کے اس بدکاری و گناہگاری کی آزادی کو سلب کر لیا جس کی لذتیں ان کو مدہوش کئے ہوئے تھیں اور وہ پر امن فضا پیدا کر دی جو اخلاقی فضائل اور انسانی محاسن کے نشو ونما کے لئے ہمیشہ ضروری ہوا کرتی ہے“۔ (الجہاد فی الاسلام صفحہ:۱۴۲)

اسی بات کو آسبرن یوں کہتا ہے کہ بیواؤں اور یتیموں کی دردناک چیخوں کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی اس کے بعد تو رونے اور چلانے والوں کو آخر نیند آ جایا کرتی ہے۔

اس کا نام مودودی صاحب نے رکھا ہے تسکین (یعنی کہ گویا اب کوئی مخالف آواز نہیں اُٹھ رہی) چنانچہ مودودی صاحب آگے چل کر کہتے ہیں:

”تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا، طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے، روحوں کی کثافتیں دور ہو گئیں“۔

قوت قدسیہ، سمجھانا، تذکیر، دعائیں جب اثر پیدا کرنے میں کلیۃً ناکام ہو گئیں (**نعوذ باللہ من ذالک**) تو بقول مودودی صاحب اس وقت تلوار چلی جس نے یہ سارے کام کر دکھائے اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف عیاں ہو گیا۔

کونسا پردہ؟ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۸)

proof\2Feb\2.15.85\swaunalvhem.jpg not found.

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے

(البقرہ:۷) سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ والوں کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظلم اور سفا کی کے پردے چاک نہیں ہوا کرتے لیکن مودودی صاحب کہتے ہیں اللہ کو کیا پتہ میں جانتا ہوں کہ جب تک تلوار استعمال نہیں ہوئی پردے چاک نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک صحیح فرما رہا تھا جب تک تلوار نہیں اٹھی مگر جب تلوار چلی تو پھر یہ سارے پردے چاک ہوگئے۔

> ’’بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی جو ظہورِ حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔ عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی (سُنئے!) جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہوگئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے اُن پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے‘‘
>
> (الجہاد فی الاسلام صفحہ:۱۴۱۔۱۴۲)

ایسی تحریر تو تاریخ سے کلیۃً ناواقف شخص کی ہوسکتی ہے۔ اس اعلان کے ایک ایک لفظ کو انڈونیشیا کا ہر مسلمان جھٹلا رہا ہے، اس اعلان کے ایک ایک لفظ کو چین کے وہ چار صوبے جو تمام تر مسلمان ہو چکے ہیں وہ سب جھٹلا رہے ہیں۔ اسلام کی کوئی تلوار نہ انڈونیشیا پہنچی نہ ملایا اور نہ چین۔ ان کا ایک ایک بچہ، ان کی ایک ایک عورت، ان کا ایک ایک مرد ایک ایک جوان اور ایک ایک بوڑھا مودودی صاحب کے اعلان کو جھٹلا رہا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ خدا کی قسم محمدؐ کی تلوار نے نہیں محمدؐ کے حسن نے ہمیں فریفتہ بنایا تھا اور اس کے حسن اور قوت قدسیہ نے ہمارے دل جیتے ہیں۔ انقلاب کیسے برپا ہوا، کون سا جہاد تھا جس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کو عظیم الشان غلبہ نصیب ہوا اس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا انقلاب دعاؤں کے ہی نتیجہ میں رونما ہوا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

> ’’وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں

مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھی **اللھم صل وسلم و بارک علیه و آلہٖ**''۔

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ: ۱۰۔۱۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر کے مقابلہ پر مودودی صاحب کی تحریر پڑھ کر دیکھ لیجئے دونوں میں ایک فرق بین ہے، بُعد المشر قین یعنی مشرق اور مغرب کا فرق ہے۔ایک طرف روح حق اور روح اسلام بول رہی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مطہر پر جلوہ افروز ہوئی اور پاک کلام کی صورت میں آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوئی۔ یہ وہ آواز ہے جس نے ہمیں غلبہ اسلام کی قوت کے سرچشمہ کی راہ دکھائی اور ہماری تشنہ روحوں کو سیراب کیا، جس نے اس ازلی وابدی صداقت سے ہمیں روشناس کرایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلبہ اور قوت، شوکت اور سطوت کا راز آپؐ کی قوت قدسیہ میں نہاں تھا۔ جو مقبول دعاؤں کی صورت میں ایک گھٹا بن کر اٹھی اور مخالف کی ہر اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا جو صحرائے عرب میں بھڑ کائی گئی تھی اور خشک وتر اور بحر و بر کو سیراب کیا اور ایک ایسا آب حیات برسایا جس نے صحراؤں کو سبزہ زاروں میں اور ویرانوں کو چمنستانوں میں تبدیل کر دیا اور مردہ زمینوں کو زندہ کر دیا۔

پس ایک طرف یہ ہے کہ روح حق اور روح اسلام کی آواز اور دوسری طرف مودودیت کی روح ہے جو مودودی صاحب کے الفاظ میں بول رہی ہے اور ظلم وستم کے عجیب گل کھلا رہی ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطالعہ کے بعد ان کی عمر بھر کی عرقریزی کا نچوڑ یہ ہے جو وہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں ''جب وعظ وتلقین کی ناکامی کے بعد............'' انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! کیا یہ مزاج شناس نبوت کی آواز ہے جو ہم سن رہے ہیں۔نہیں! نہیں! مزاج شناس نبوت نہ کہو یہ تو معاندین اسلام کے

مزاج سے ہم آہنگ آواز ہے، یہ تو وہی آواز ہے جو میجر آسبرن کے خون میں آتش غضب بن کر دوڑا کرتی تھی، یہ تو وہی نجس آتش سیال ہے جس نے ہزار ہا معاندین اسلام کو آنحضرت ﷺ کے خلاف آتش حسد میں بریاں رکھا۔ میرے وجود پر تو اس تحریر کو پڑھ کر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے، الفاظ نہیں یہ تو بے رحم پتھر ہیں، کلام نہیں یہ تو سفاک اور تیز دھار نشتر ہیں جو ہر عاشق رسولؐ کے دل پر چلتے ہیں۔ یہ وہ نشتر ہیں جن کے زخم گہرے اور پر درد اور سخت اذیت ناک ہیں۔ کیا یہ مزاج شناس نبوت کی آواز ہے جو ہم سن رہے ہیں۔ نہیں! نہیں! یہ تو آسبرن اور پادری عماد الدین کی باتیں ہیں جو مسلمانوں کے دل کو خون کرنے والی ہیں۔ خدا کے لئے اسے روح اسلام نہ کہو اسے روح مودودیت کہو۔ تف ہے ان پر جو اس آواز کو روح اسلام کہتے ہیں۔ کہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عارفانہ تصور غلبہ اسلام اور تصور جہاد اور کہاں یہ بھیس بدلی ہوئی لاکھ پردوں میں لپٹی ہوئی باتیں جو ان پردوں میں رہ کر بھی اپنے زہر کو چھپا نہیں سکتیں، ان کا نشتر ان پردوں کو چاک کر کے پھر بھی ہمارے دلوں پر حملہ کر رہا ہے۔

پس یہ وہ باتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ اور اسلام پر سب سے زیادہ بھیانک الزامات ہیں۔ ہم کیسے تسلیم کریں اس تصور جہاد کو۔ یہ تو مٹنے اور رد کئے جانے کے لائق تصور ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی طرف ایک لحظہ کے لئے بھی اس تصور کو منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس کو کسی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ پس ان علماء کے حالات کو دیکھیں دل پر ایک عجیب سی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اسلام کے نام پر مگر اس کی روح سے یکسر غافل یہ لوگ خدا کے مقدس وجودوں پر ظالمانہ حملے کرنے والے وقت وقت کی آوازیں بدلتے رہتے ہیں اور کوئی خوف نہیں کھاتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ ہماری زبان کیا ہے اور ہمارا عمل کیا ہے۔

جہاں تک اس مضمون کے بقیہ حصہ کا تعلق ہے کہ جب کبھی عالم اسلام پر مصیبتوں کے وقت آئے تو کون تھا جو اس کی خاطر صف اول میں سینہ سپر ہو گیا اور اسلام کے دکھ اپنے سینے پر لئے، کیا وہ احمدی مسلمان تھے یا یہ علماء جو سادہ لوح مسلمانوں کو ہمیشہ بیوقوف بناتے رہے اور آج بھی بنا رہے ہیں۔ چونکہ وقت بہت زیادہ ہو چکا ہے اس لئے جہاں تک اس حصہ کا تعلق ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ میں آئندہ خطبہ میں روشنی ڈالوں گا۔

قرطاس ابیض کے الزامات کا جواب

مسلمانان ہندوستان کا قومی تحفظ اور جماعت احمدیہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲رفروری ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۞

(الصّف:۸-۱۰)

پھر فرمایا:

حکومت پاکستان کی طرف سے شائع کردہ مزعومہ قرطاس ابیض کی بات ہو رہی ہے۔اس میں ایک یہ الزام بھی بار بار دہرایا گیا ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** جماعت احمدیہ اسلام کی بھی دشمن ہے،قوم اور وطن کی بھی دشمن ہے اور اس کی غداری سے قوم، وطن اور ملت کو بڑا شدید خطرہ ہے۔ یہ صرف اسلام ہی کے لئے ایک Threat اور خطرہ کا باعث نہیں بلکہ ساری ملت اسلامیہ اور مسلمان ممالک کے لئے بھی خطرہ کا موجب ہے اور دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ چونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسلامی

ممالک میں پنپ نہیں سکتے اس لئے لازماً ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تمام اسلامی ممالک تباہ و برباد ہو کر غیر اسلامی طاقتوں کے ہاتھ میں چلے جائیں۔

جہاں تک اس الزام کے تاریخی جائزہ کا تعلق ہے یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے۔اس کی تفصیل میں جانا اس مختصر سے وقت میں ممکن نہیں صرف اس بات کا تجزیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام یا مسلمانوں کو جب بھی کوئی خطرہ پیش آیا تو اس وقت صف اوّل میں جہاد کرنے والے جماعت احمدیہ کے افراد تھے یا جماعت پر الزام لگانے والے لوگ؟ اس سلسلہ میں تاریخ کے مختلف اوراق میں سے بعض چیدہ چیدہ اہم واقعات پیش کرتا ہوں۔

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ مسلمان ممالک میں احمدی پنپ نہیں سکتے اس لئے وہ ان ممالک کو مٹانا چاہتے ہیں تو یہ ایک عجیب دلیل ہے جو سراسر غلط مفروضوں پر قائم کی گئی ہے اور اس میں شدید تضاد پایا جاتا ہے مثلاً یہ کہ مسلم ممالک میں جماعت ترقی نہیں کرسکی۔اس لئے جماعت انتقاماً ان ممالک کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔اس مفروضہ کو اگر درست تسلیم کیا جائے تو اس کا طبعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ پاکستان میں جماعت نے ترقی کی ہے اس لئے اسے جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔مگر پھر تمہاری قدغنوں کا کیا جواز ہے جو تم پاکستان میں جماعت پر عاید کر رہے ہو۔ چنانچہ نام نہاد شرعی عدالت میں بھی مختلف وکلاء یہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ جماعت تبلیغ کے ذریعہ پھیلتی چلی جارہی ہے،اسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی اور اُس سے پہلی تحریکات میں بھی جس بات پر سب سے زیادہ واویلا کیا گیا تھا وہ یہی تھی کہ احمدی روکے سے رکتے نہیں، پھیلتے چلے جارہے ہیں۔پس جماعت احمدیہ کو کسی ملک سے خطرہ کیسے پیدا ہو گیا کہ وہ اس سے پھیل نہیں سکیں گے اور اس میں پنپ نہیں سکیں گے یا پھر تم یہ فیصلہ کرو کہ پاکستان اسلامی ملک نہیں ہے اس لئے جماعت احمدیہ اس میں پھیل رہی ہے۔اگر یہ اسلامی ملک نہیں ہے تو تم کہاں سے پیدا ہو گئے پھر اسلام کے محافظ اور دعویدار! تمہارا تعلق ہی کوئی نہیں، غیر اسلامی ملک ہے اس میں جو ہوتا ہے ہوتا رہے، تمہیں اس سے غرض ہی کوئی نہیں اور اگر اسلامی ملک ہے اور چونکہ اسلام کے نام پر یہ ملک قائم ہوا ہے اس لحاظ سے یقیناً اسلامی ملک ہے تو ساری دنیا میں سے جس ملک میں کثرت کے ساتھ اور ملک کے ہر طبقہ میں جماعت احمدیہ پھیلی ہے۔اس ملک یعنی پاکستان سے جماعت کو یہ خدشہ کیسے

ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں پنپ نہیں سکے گی۔ پس تمہارے اس مفروضہ کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ مسلم ممالک میں پنپ نہیں سکتی اس لئے ان ممالک کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔

اب میں تاریخی واقعات کو لیتا ہوں دنیا کو بڑے ٹھنڈے دل سے ان پر غور کرنا چاہئے۔ یہ وہ واقعات ہیں جو تاریخ کے صفحات پر ایک دفعہ ایسی قلم سے لکھے جا چکے ہیں جنہیں اب مٹایا نہیں جاسکتا۔ زمانہ کا قلم جب واقعات لکھتا ہوا گذر جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت واپس جا کر اس قلم کے لکھے ہوئے کو مٹا نہیں سکتی۔ اب یہ لوگ ساری دنیا میں جتنا چاہیں واویلا کرلیں، نئے سے نئی تاریخ بنانے کی جتنی چاہیں کوششیں کرلیں لیکن جو واقعات منصۂ شہود پر ایک دفعہ ابھر آئے ہیں اب کوئی ہاتھ نہیں جو ان کو مٹا سکے۔ چونکہ یہ داستان بہت لمبی ہے اور اختصار کی کوشش کے باوجود بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون بہت زیادہ لمبا ہو جائے گا اس لئے ہوسکتا ہے کہ آئندہ خطبہ میں بھی اسی مضمون کو جاری رکھا جائے اور پھر شاید تیسرے خطبہ میں بھی یہ تسلسل قائم رہے۔ اس لئے اگر کچھ خطبہ اس وجہ سے لمبے بھی ہو جائیں تو امید رکھتا ہوں کہ دوست صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں گے کیونکہ اب جماعت کی بقا اور اس کے مفاد کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم بڑی تفصیل کے ساتھ معترضین کو موثر جواب دیں اور اس رنگ میں جواب دیں کہ ان کے عامۃ الناس بھی سمجھ سکیں اور ان پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے۔

میں احباب کو **تحریک خلافت** (Khilafat Movement) کی طرف لے کر جاتا ہوں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد نہ صرف سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں بلکہ بعض بڑی اہم جغرافیائی تبدیلیاں بھی ہوئیں ان میں سے ایک اہم تبدیلی ترکی میں آئی جس نے جنگ اول میں جرمنوں کے ساتھ مل کر اتحادیوں کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس جنگ میں جرمن ہار گئے، اتحادیوں کو فتح ہوئی تو ترکی کے سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہاں ایک زبردست انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجہ میں کمال اتاترک برسر اقتدار آگئے اس طرح ترکی میں ایک سلطنت جو خلافت کے نام پر جاری تھی اس کا خاتمہ ہو گیا تو ہندوستان میں مسلمانوں نے خلافت کے احیاء کی تحریک چلا دی جو دراصل انگریزوں کے خلاف تھی کہ انہوں نے ایک مسلمان خلافت کا خاتمہ کیا ہے اس لئے مسلمانوں کو خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہئے۔ مگر اس جہاد کی آواز عرب

کے کسی ملک سے نہیں اٹھی۔ ہندوستان سے ایک وفد ترکی بھجوایا گیا جو مسلمان علماء اور بعض سیاسی شخصیتوں پر مشتمل تھا وفد نے کمال اتاترک سے ملاقات کی اور انہیں خلافت کی پیش کش کی اور کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ کمال اتاترک نے بڑے تعجب سے باتیں سنیں اور اس پیش کش کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ تم کیا باتیں لے کر میرے پاس آئے ہو میں نے بڑی مصیبت سے ترکی کو ان بوسیدہ خیالات سے باہر نکالا ہے اور اس کی بے وجہ پھیلی ہوئی سرحدات کو سمیٹ کر ملک کو داخلی اور خارجی طور پر محفوظ کیا ہے تو اب کس زعم میں اور کیا خیال لے کر میرے پاس آئے ہو۔ چنانچہ کمال اتاترک نے اس پیشکش کو کلیۃً رد کر دیا۔ لیکن ہندوستان میں اس وقت ایک ایسا جوش تھا اور علماء جن کو کل کی بھی خبر نہیں، جن کو اپنے ماحول کا کچھ علم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ کل کی خبر تو کیا ان کو آج کی خبر نہیں، ان کے ماضی کی خبر نہیں، زمانہ کے لکھے ہوئے سبق کو پڑھ نہیں سکتے ایسے علماء بڑے جوش وخروش سے مسلمانوں میں اپنی طرف سے ایک عظیم تحریک چلا رہے تھے جبکہ اس تحریک کی باگ ڈور ہندو کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت ایک آواز تھی جو قادیان کی آواز تھی۔ وہ آواز بڑی شدت اور زور سے اٹھی اور مسلمانوں کو بار بار نصیحت کی کہ تمہیں اس تحریک سے اتنا شدید نقصان پہنچے گا کہ پھر تم مدتوں سنبھل نہیں سکو گے۔ یہ ایک بے معنی تحریک ہے، عقل کے خلاف ہے اس لئے تم اس سے باز آجاؤ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کلمہ حق کے کہنے کی وجہ سے احمدیوں پر اس قدر شدید مظالم توڑے گئے کہ احمدیوں کے خلاف بھی ایک پوری تحریک چل گئی اور بڑے دردناک واقعات رونما ہوئے۔ جگہ جگہ احمدیوں کے بائیکاٹ کئے گئے، شدید گرمی کے دنوں میں پانی بند کئے گئے، رات کو باہر سوتے تھے تو پتھراؤ ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں پنکھوں وغیرہ کا تو زیادہ رواج بھی نہیں تھا۔ لوگ بھی نسبتاً غریب تھے چنانچہ شدید گرمیوں میں کمروں کے اندر بچوں سمیت بند ہو کر سونا پڑتا تھا یا سونے کی کوشش کرنی پڑتی تھی کیونکہ یہ لوگ احمدیوں کے خلاف تحریک چلا رہے تھے کہتے تھے تم نے تحریک خلافت اور ترک موالات کی مخالفت کیوں کی ہے؟ ہم اسلام کی خدمت کر رہے ہیں تم کچھ اور باتیں کر رہے ہو۔ اس لئے تمہاری سزا یہی ہے کہ تمہارے ساتھ بھی انگریزوں کی طرح سلوک کیا جائے اور تمہیں بھی مارا پیٹا جائے۔ لیکن اس وقت قادیان سے اٹھنے والی ایک تنہا آواز تھی جس نے بار بار مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ تم خطرناک غلطی کر رہے ہو۔

یہ ترک موالات تھی کیا؟ یہ ایک ایسی تحریک تھی جس میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ترک

موالات پر ابھارا گیا تھا۔ یہ تحریک دراصل مہاتما گاندھی کے دماغ کی ایک ایجاد تھی۔ کانگریس نے جن ملاؤں کو نوازا ہوا تھا، ان کے ذریعہ یہ تحریک چلائی گئی اور پھر یہ اتنی شدت پکڑ گئی کہ تمام بڑے بڑے علماء اور تمام مسلمان سیاسی رہنما اس کی لپیٹ میں آگئے اور پھر کانگرسی اور غیر کانگرسی کا فرق نہ رہا۔ اس تحریک کے بارہ میں مسٹر گاندھی نے خود جا کر مسلمان علماء سے فتوے لئے کہ دیکھو انگریز نے کتنا ظلم کیا ہے، خلافت مٹادی ہے تو اے مسلمان علماء تمہارا کیا فتویٰ ہے کہ اگر مقابلہ ممکن نہ ہو تو جہاد کیسے کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ہندو لیڈر مسلمانوں کی بھلائی کے لئے فتوے لے رہے ہیں۔ چنانچہ جب گاندھی جی نے مسلمانوں سے فتویٰ پوچھا تو چوٹی کے پانچ سو مسلمان علماء نے گاندھی کو یہ فتویٰ دیا کہ اب تو مسلمانوں کے لئے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انگریزوں کے ساتھ رہن سہن کلیۃً ترک کر دیا جائے اور اپنا وطن چھوڑ کر مسلمان کسی اسلامی ملک میں ہجرت کر جائیں اور پھر وہاں سے حملہ کر کے بڑی شان کے ساتھ واپس آئیں اور انگریزوں کو مار مار کر ہندوستان سے نکال دیں۔

غرض یہ وہ فتویٰ تھا جس کو بنیاد بنا کر ترک موالات کی تحریک چلائی گئی۔ چنانچہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سے تک مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''سرگزشت'' میں لکھتے ہیں، یہ ان کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''اسی رات کانگرس کے پنڈال میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا۔

اس وقت بھولتا ہوں کہ صدر گاندھی جی تھے یا مولانا محمد علی۔ بہر حال تمام اکابر اس میں شریک ہوئے۔ اسٹیج پر گاندھی جی، تِلک مسز اینی بسنٹ، جیکر، کیلکر، محمد علی، شوکت علی، ظفر علی خان، سید حسین، مولانا عبدالباری، مولانا فاخر الہ آبادی، مولانا حسرت موہانی اور بہت سے دیگر رہنما موجود تھے۔ مولانا محمد علی نے پہلے انگریزی میں تقریر کی اور کہا کہ میں کچھ دیر تک انگریزی تقریر کروں گا تا کہ جو اکابر ملک اردو نہیں سمجھے وہ خلافت کے متعلق مسلمانوں کے موقف کو سمجھ لیں اس کے بعد اردو میں تقریر کروں گا۔ مولانا کی تقریر بے نظیر تھی۔ نہ صرف زبان اور اندازِ بیان کے اعتبار سے بلکہ مطالب کے لحاظ سے بھی پورے مسئلے پر حاوی تھی اور

جذبات انگیزی کی کیفیت اس فقرہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں اب ملک سے ہجرت کر جانے کے سوا اور کوئی شرعی چارہ باقی نہیں ہے“۔

(باردوم صفحہ:۱۱۱)

یہ وہ شرعی فتویٰ تھا جو مہاتما گاندھی نے مسلمانوں کی خاطر لیا تھا۔ مولانا عبدالمجید سالک صاحب کہتے ہیں کہ مولانا محمد علی نے دوران تقریر کہا:

”اب اس ملک سے ہجرت کر جانے کے سوا اور کوئی شرعی چارہ باقی نہیں ہے اس لئے ہم اس ملک کو چھوڑ جائیں گے اور اپنے مکانات اور اپنی مساجد (مساجد کا یہ لفظ خاص طور پر یادرکھنے کے قابل ہے۔ ناقل)، اپنے بزرگوں کے مزارات سب بطور امانت اپنے ہندو بھائیوں کو سونپ جائیں گے۔ تا آنکہ ہم پھر فاتحانہ اس ملک میں داخل ہو کر انگریزوں کو نکال دیں اور اپنی امانت اپنے بھائیوں سے واپس لے لیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہندو بھائی جن کے ساتھ ہم ایک ہزار سال سے زندگی بسر کر رہے ہیں ہماری اتنی خدمت سے پہلوتہی نہ کریں گے“۔ (باردوم صفحہ:۱۱۱)

یہ ”ہندو بھائی“ بھی بڑا دلچسپ محاورہ ہے۔ یہ پہلے بھی استعمال ہوتا رہا ہے، آج کل بھی پاکستان میں استعمال ہو رہا ہے۔ احمدی بھائی نہیں مگر ہندو اور عیسائی بھائی ہے۔ آخر کیوں نہ ہو ہزار سال سے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔ مولانا عبدالمجید سالک صاحب لکھتے ہیں:

”ان کے بعد بریلی کے ایک بنسی دھر پاٹھک کھڑے ہوئے، ان کی تقریر بہت پر جوش اور بے حد دلچسپ تھی۔ اُنہوں نے مولانا محمد علی کے ”نہلے پر دہلا“ یوں مارا کہ اگر مسلمان بھائی اپنی شریعت کے احکام کے تحت اس ملک سے ہجرت کر جانے پر مجبور ہیں تو ہندو بھی یہاں رہ کر کیا کریں گے (کتنا دردناک فقرہ ہے) اگر مسلمان چلے (جائیں) تو ہندو جاتی بھی ہجرت میں مسلمانوں کا ساتھ دے گی اور ہم اس ملک کو ایک بھائیں بھائیں کرتا ہوا ویرانہ بنا دیں گے تا کہ انگریز اس ویرانے سے خود ہی دہشت کھا کر بھاگ جائیں“

(سرگزشت باردوم صفحہ:۱۱۱۔۱۱۲)

مولانا سالک صاحب لکھتے ہیں:

''کس قدر عقل سے دُور باتیں ہیں۔لیکن جذبات کی دنیا نرالی ہے۔
اس وقت جلسہ کا یہ عالم تھا کہ بعض لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے اور خلافت
کانفرنس مجلس عزا بن گئی تھی'' (سرگزشت صفحہ:۱۰۸)

گاندھی جی ان دنوں صرف ہندوؤں کے ہی نہیں مسلمانوں کے بھی مہاتما بن چکے تھے اور شہدائے اسلام کے معاملات غور وخوض کے لئے ان کے سامنے پیش ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید سالک صاحب اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

''گاندھی جی جلسہ شروع ہونے سے پہلے دفتر زمیندار میں تشریف
لائے وہ بعض خلافتی رہنماؤں سے گفتگو میں مصروف تھے اور میں چل کوٹ
گورمے اور حبیب اللہ خان مہاجر شہید کے متعلق کاغذات لئے گاندھی جی کے
سر پر کھڑا تھا۔ بڑی مشکل سے جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے سارا معاملہ
انہیں سمجھایا''۔ (سرگزشت صفحہ:۱۲۸)

یعنی مسلمان شہیدوں کے متعلق کاغذات گاندھی جی کے دربار میں پیش ہو رہے ہیں! مولانا سالک لکھتے ہیں:

''اتنے میں ہزارہا حاضرین جلسہ بھی تکلیف انتظار سے مضطرب ہو کر
دفتر زمیندار کے سامنے سڑک پر جمع ہو گئے''۔ (سرگزشت صفحہ:۱۲۸)

زمیندار اخبار کا دفتر اس وقت احرار کا مرکز اور جماعت احمدیہ کی مخالفت کا گڑھ تھا۔مولانا سالک لکھتے ہیں کہ لوگ دفتر زمیندار کے سامنے سڑک پر آ گئے۔

''اور فلک شگاف نعرے لگانے لگے مہاتما گاندھی جی کی جے،
ہندوستان کی جے! ہندو مسلمان کی جے! بندے ماترم! اللہ اکبر! ست سری
اکال!'' (سرگزشت صفحہ:۱۲۴)

ان لوگوں کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے آج احمدیوں کی مساجد اور در و دیوار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا دیکھ کر درد سے ان کی چیخیں نکلتی ہیں اور غیرت سے ان کی جان پھٹ رہی ہے۔اس لئے کہ یہ لوگ ہمیشہ سے ہی مختلف مزاج رکھتے ہیں۔احمدی اپنے امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جے کا

نعرہ لگائیں تو یہ لوگ ہمیں ہزار ہا طعنے دینے لگتے ہیں اور ہماری مساجد اور درو دیوار پر لکھا ہوا اور ہمارے سینوں پر سجا ہوا کلمہ طیبہ ان کو برا لگتا ہے۔اس میں خدا کی توحید کا جو اعلان ہوتا ہے۔اس میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی صداقت کا جو اعلان ہوتا ہے۔بہر حال گاندھی جی مہاراج کی مسلمانوں کے جلسہ میں آنے پر مسلمانوں کی پذیرائی کے بارہ میں ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالمجید سالک رقم طراز ہیں:

''آخر گاندھی جی اٹھے اور جلسہ میں شامل ہونے کے لئے چلے۔رضا کاروں نے ہجوم میں سے راستہ نکالا۔گاندھی جی جلسہ گاہ میں پہنچے تو جوش وخروش کی انتہا نہ تھی۔پہلے دوسرے لیڈروں نے تقریریں کیں اس کے بعد گاندھی جی نے مجمع کو خطاب کیا اور مولانا ظفر علی خان کی گرفتاری پر احتجاج کرتے ہوئے وہ فقرہ کہا جو یار لوگوں کی محفلوں میں مدت تک سرمایہ قہقہہ بنا رہا۔(یہ فقرہ میں چھوڑ دیتا ہوں) چند ہفتوں کے بعد گاندھی جی پھر تشریف لائے اس مرتبہ ان کے ساتھ رہنماؤں کی پوری جماعت تھی......سکھ مولانا ابوالکلام کے ہاتھوں کو بوسے دیتے تھے۔ہندو مولانا کی چرنوں کی دھول آنکھوں سے لگاتے تھے اور مسلمان گاندھی جی کی پذیرائی یوں کرتے تھے گویا کسی خدا رسیدہ ولی نے لاہور کو اپنے قدوم سے مشرف فرمایا ہے''۔

(سرگزشت صفحہ:۱۲۹)

ان باتوں نے مسلمانوں کے دل میں جو جذبات پیدا کر دیئے تھے وہ بہت شدید تھے اسی لئے اس جاہلانہ تحریک کے خلاف احتجاج کرنے کی سزا میں جماعت احمدیہ کو سارے ہندوستان میں شدید سزائیں مل رہی تھیں۔تاہم مسلمانوں کے جذبات کا جو عالم تھا اس کا نقشہ مولانا سالک صاحب نے ان الفاظ میں کھینچا:

''عامۃ المسلمین میں یہ جذبہ عام ہو رہا تھا کہ اب ہندوستان سے ہجرت کے سوا کوئی چارہ نہیں اس لئے آزاد علاقے اور افغانستان میں چلے جاؤ اور وہاں رہ کر اس جنگ کی تیاری کرو جو تمہیں انگریزوں پر فتح دلا دے اور

ہندوستان کو آزاد کرادے۔ امیر امان اللہ خان نے ایک تقریر میں کہہ دیا کہ ہندوستان سے جو بھائی ہجرت کر کے آئیں گے افغانستان حتی الوسع ان سے برادرانہ سلوک کرے گا'' (سرگزشت صفحہ: ۱۱۵)

ہاں وہ کونسی آواز تھی جو اس تحریک کے خلاف اٹھی اور جس نے مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اور بڑی وضاحت کے ساتھ بار بار صورت حال کا تجزیہ کر کے بتایا کہ عدم تعاون اور ترک موالات کی تحریک ہر پہلو سے غلط ہے اور پھر مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ شریعت اسلامیہ کا نام اس میں استعمال نہ کرو۔ اس طرح یہ اسلام سے بھی گستاخی ہے اور رسول اِسلام سے بھی شدید گستاخی ہے۔ اگر سیاسی غلطی نہ بھی سہی تب بھی اس گستاخی کے نتیجہ میں تم ضرور سزا پاؤ گے۔ اس لئے تم ہمارے خلاف جو چاہو مخالفت کے حربے استعمال کرلو میں تمہیں لازماً بتا کر اور سچ بات کہہ کر چھوڑوں گا کیونکہ مجھے مسلمانوں سے سچی ہمدردی ہے۔ کیونکہ عدم تعاون اور ترک موالات کی تحریک میں بار بار شریعت کا لفظ استعمال ہو رہا تھا اور مسلمانوں کو یہ بتایا جا رہا تھا کہ یہ شرعی فتویٰ ہے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) نے اس موقع پر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''مسٹر گاندھی کے قول کو قرآن کریم کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ شریعت اس کا نام کہاں رکھا جاتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو لوگوں سے یہ کہو کہ چونکہ مسٹر گاندھی اس طرح فرماتے ہیں اس لئے اسی طرح تم کو عمل کرنا چاہئے۔ یہ کیوں کہتے ہو کہ شریعت اِسلام کا فتویٰ ہے''۔

پھر فرمایا:

''اگر ترک موالات کے حامی اسے شریعت کا فرض مقرر کرتے ہیں تو پھر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ شریعت نے کہا اور اگر اسے گاندھی کا ارشاد قرار دیتے ہیں تو عوام کو قرآن کے نام سے دھوکا نہ دیں اور اسلام کا تمسخر نہ اُڑائیں''۔ (ترک موالات اور احکام اسلام صفحہ: ۵۸۔۵۹)

پھر فرمایا:

''کیا تم کو یہ نظر نہیں آتا کہ تم ایک صحیح راستے کو ترک کر کے کہاں کہاں

دھکے کھاتے پھرتے ہو۔ اوّل تو تمام علماء اور فضلاء کو چھوڑ کر ایک غیر مسلم کو تم نے لیڈر بنایا ہے۔ کیا اسلام اب اس حد تک گر گیا ہے کہ اس کے ماننے والوں میں سے ایک روح بھی اس قابلیت کی نہیں ہے کہ اس طوفان کے وقت میں اس کشتی کو بھنور سے نکالے اور کامیابی کے کنارے تک پہنچائے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی اس قدر غیرت بھی نہیں رہی کہ وہ ایسے خطرناک وقت میں کوئی ایسا شخص پیدا کر دے جو محمد رسول اللہ ﷺ کا شاگرد اور آپؐ کے خدام سے ہو اور جو اس وقت مسلمانوں کو اس راستے پر چلائے جو اُن کو کامیابی کی منزل تک پہنچائے۔ آہ! تمہاری گستاخیاں کیا رنگ لائیں۔ پہلے تو تم محمد رسول اللہ ﷺ کو مسیح ناصری کا ممنون منت بنایا کرتے تھے اب مسٹر گاندھی کا مرہون احسان بناتے ہو؟''۔

پھر فرمایا:

''حضرت مسیح ناصری علیہ السلام تو خیر ایک نبی تھے اب جس شخص کو تم نے اپنا مذہبی رہنما بنایا ہے وہ تو ایک مومن بھی نہیں ہے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس ہتک کا نتیجہ پہلے سے بھی زیادہ سخت دیکھو گے اور اگر باز نہ آئے تو اس جرم میں مسٹر گاندھی کی قوم کی غلامی اس سے زیادہ تم کو کرنی پڑے گی۔ جتنی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی امت کی غلامی تم کہتے ہو کہ ہمیں کرنی پڑی ہے''

(ایضاً صفحہ: ۸۶۔۸۷)

یہ ہے **نعوذ باللہ من ذالک** اسلام اور وطن کے غدار جماعت کی لیڈر شپ کا کردار۔ یہ ہے ان کے رہنما کا کردار۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اسلام اور وطن کے ہمدرد بنے بیٹھے تھے ان کا کردار کیا تھا وہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔ لیکن زیادہ دیر تک مسلمانوں کا یہ خواب جاری نہ رہ سکا۔ ہجرت ہوئی ہزارہا سادہ لوح مسلمان اپنی ساری عمر کی پونجیاں لٹا کر ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔ وہ اپنی جائیدادیں اپنے ہاتھوں سے اپنے ہندو بھائیوں کے سپرد کر گئے، مسجدیں ویران کر گئے، تجارتوں کو ٹھوکریں ماریں اور حکومت کے مختلف محکموں میں ملازموں نے استعفے دے دیئے۔ ایسا دردناک منظر دکھائی دیتا ہے کہ وہ جو کہتے تھے کہ ہم تمہارے بغیر یہاں رہ کر کیا کریں گے۔ ان کا اس وقت

فوری ردعمل یہ ظاہر ہوا کہ ایک مسلمان ملازمت سے استعفیٰ دیتا تھا تو اس اسامی کو پر کرنے کے لئے دس ہندوؤں کی درخواستیں پہنچ جایا کرتی تھیں۔ کسی ایک ہندو نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہجرت نہیں کی۔ اس کے برعکس وہ شخص جوان کو راہ راست دکھا رہا تھا اور مسلمانوں سے سچی ہمدردی کا اظہار کر رہا تھا اس کو اور اس کے ماننے والوں کو مسلمانوں کی طرف سے شدید سزائیں دی جارہی تھیں۔

یہ ان علماء کی تحریک اور ان کی رہنمائی کا نتیجہ تھا جو آج بھی پاکستان پر انہی بدنیتوں کے ساتھ قابض ہوئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہوش آیا تو بہت دیر کے بعد آیا۔ چنانچہ اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد جو عدم تعاون اور ترک موالات کی تحریک میں پیش پیش تھے کانگرسی علماء میں ان کا ایک بہت بڑا مقام ہے اور احراری مولویوں کا ان کے ساتھ بڑا گہرا رابطہ تھا، یہی مولانا صاحب لکھتے ہیں:

> ’’کارفرما دماغوں کے لئے نازک گھڑیاں روز نہیں آتیں لیکن جب آتی ہیں تو انہی میں اصلی آزمائش ہوتی ہے۔ ایسی ہی ایک گھڑی تھی جب پہلے پہل انقلاب خلافت کی خبریں ہمارے دماغوں سے ٹکرائیں۔ یہی اس بات کی آزمائش کا وقت تھا کہ کہاں تک ہم میں دماغی قوت فعال پیدا ہوئی ہے؟ کہاں تک ہم نے ایسے معاملات کو سوچنا سمجھنا اور ان کی نزاکتوں سے عہدہ برآ ہونا سیکھا ہے؟ کہاں تک ہم میں یہ طاقت پیدا ہوئی ہے کہ دوستوں کی غلطی اور دشمنوں کی شماتت میں پھنس کر راہ عمل گم نہ کریں؟ ضرورت تھی کہ ہم میں جو لوگ صاحب فکر و عمل تھے کامل حزم و احتیاط سے کام لیتے، دل اور زبان دونوں کی لگامیں کھنچی رہتی‘‘ (تبرکات آزاد مرتبہ غلام رسول مہر صفحہ: ۲۳۸)

لیکن پھر آگے جا کر بڑی حسرت سے کہتے ہیں:

> ’’لیکن جلد بازی اور بے لگامی سے خطرناک اور لاعلاج ٹھوکریں لگ سکتی ہیں۔ فرانسیسی ضرب المثل ہے ’’جو گولی چل چکی وہ آدھے راستے سے واپس نہیں آئے گی اگرچہ واپسی کے لئے تم کتنے ہی بلاوے بھیجو‘‘۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گولی چل گئی اور آزمائش کے نتیجہ پر ہمارے لئے کوئی مبارکباد نہیں‘‘ (ایضاً)

ایک کتاب ہے ''مسلمانان ہند کی حیات سیاسی'' اس میں محمد مرزا دہلوی صاحب اس تحریک کی ناکامی پر کف افسوس ملتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ ہندوؤں کا پروگرام تھا''

(کل جب تمہیں جماعت احمدیہ یہ کہہ رہی تھی کہ ہندوؤں کا پروگرام ہے اس وقت تو تم جماعت کے امام کو نعوذ باللہ من ذالک غدار اعظم کہہ رہے تھے۔ اس وقت تو تم یہ بات سُننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس وقت تو کلمہ حق کہنے کے نتیجہ میں مظلوم احمدیوں کو سزائیں دی جارہی تھیں لیکن جب وہ طوفان گزر گیا تو پھر خود ہی یہ لکھنے لگے کہ یہ تو ہندوؤں کا پروگرام تھا)

''ہندو ہی اس کے رہنما تھے۔ مسلمانوں کی حیثیت اس ایجی ٹیشن میں ان کے آلہ کار سے زیادہ نہیں تھی۔ اس وقت تک اُن سے کام لیا جب تک انہیں ضرورت رہی اور اس وقت ایجی ٹیشن بند کر دیا جب ان کی ضرورت ختم ہوگئی''۔

مولانا عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''سرگزشت'' میں اس تحریک کے انجام کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''جذبات انسانی کی کیفیت عجیب ہے، یہ مخلص اور جوشیلے مسلمان کس جوش وخروش سے ایک دینی حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے وطن کو ترک کر رہے تھے اور پھر چند ماہ بعد جب امیر امان اللہ خاں کی حکومت نے اس لشکر جرار کی آبادکاری سے عاجز آکر اس کو جواب دے دیا تو ان مہاجرین کی عظیم اکثریت بادل بریاں و بادیدہ گریاں واپس آگئی اور اس تحریک کا جو محض ہنگامی جذبات پر مبنی تھی نہایت شرمناک انجام ہوا''۔ (سرگزشت صفحہ:۱۱۳)

پس مسلمانوں کی یہ عجیب حالت ہے کہ کانگرسی ملّاؤں سے بار بار زک اٹھاتے ہیں پھر بھی دوست و دشمن کی تمیز اور فرق کرنے کی اہلیت نہیں پاتے۔ جماعت احمدیہ کے خلاف انہی ملّاؤں کی طرف سے بار بار جھوٹ بولا جاتا ہے اور ہر اہم موقع پر جماعت کی خدمت، بروقت اور پر حکمت رہنمائی اور جماعت کی دوستی کے ہاتھ سے یہ ملا لوگ مسلمان عوام کو ہمیشہ محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ تحریک خلافت کا بھی وہی انجام ہوا جس کے متعلق جماعت احمدیہ نے ان کو متنبہ کر دیا تھا۔ وہ قافلے جوان علماء کو دلائی ہوئی جھوٹی آرزوؤں کے قافلے تھے وہ اس حال میں ہندوستان سے روانہ

ہوئے کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عمر بھر کی کمائیاں لٹا دیں ج، ائیدادیں اونے پونے بیچ دیں یا ہندوؤں کے پاس ایسی امانتوں کے طور پر رکھوا دیں جو کبھی واپس نہ ہوئیں اور جو زادراہ لے کر وہ چلے تھے اس کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب وہ واپس ہوئے تو ان پر جگہ جگہ قبائل کی طرف سے چھاپے مارے گئے اور جو کچھ بھی بچا کھچا سرمایہ ان کے پاس تھا وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ شدید بیماریاں پھیل گئیں۔ کچھ لوگ فاقوں سے مر گئے، کچھ اپنی متاع کی حفاظت میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ چنانچہ انتہائی دردناک حالت میں مسلمانوں کے قافلے واپس پہنچے۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو بڑے تنعم کی زندگی بسر کرنے والے تھے وہ پھٹے ہوئے چیتھڑوں میں ملبوس ایسے حال میں واپس پہنچے کہ ان کا کچھ بھی ذریعہ معاش باقی نہ رہا۔

یہ تھے مسلمانوں کے ہمدرد علماء جن کا یہ مشورہ تھا اور یہ تھا ان کے مشورے کا نتیجہ ادھر **نعوذ باللہ من ذالک** اسلام اور وطن کے غدار جماعت احمدیہ کے فرزندان کی پرخلوص نصیحت اور ہمدردانہ مشورہ تھا جس کو نظر انداز کر کے مسلمان شرمناک انجام سے ہمکنار ہوئے۔ اب بھی جھوٹ اور فریب کاری کی وہی آواز ہے جو پاکستان میں اُٹھ رہی ہے جو کل عدم تعاون اور ترک موالات کی تحریک کی صورت میں اٹھی تھی اور نہایت شرمناک انجام پر منتج ہوئی تھی۔

اب میں **تحریک شدھی** سے متعلق بتاتا ہوں کہ جب ہندوستان میں تحریک شدھی کے نتیجہ میں اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہوا تو اس وقت جماعت احمدیہ کا کردار کیا تھا اور احراری ملاؤں کا کردار کیا تھا جو اس وقت بدقسمتی سے پاکستان پر مسلط کر دئے گئے ہیں۔ تحریک شدھی نے بتادِیا کہ کون اسلام کا سچا ہمدرد تھا اور کون جھوٹا تھا، کون سچی ماں کی طرح اسلام سے پیار کرتا ہے اور کون پھپھے کٹنی کی طرح باتیں بنا رہا تھا۔ شدھی کی تحریک کیا تھا؟ یہ وہ تحریک تھی جس کے نتیجہ میں ہندوستان کے ایک ایسے علاقے میں جو آگرہ کے ماحول میں ہے اور ملکانوں کا علاقہ کہلاتا ہے وہاں ۱۹۲۳ء میں اور اس سے کچھ پہلے اور کچھ بعد ہندوؤں نے یہ تحریک چلائی کہ یہاں کے جتنے مسلمان ہیں وہ سارے چونکہ پہلے ہندو تھے اس لئے ان کو اپنے مذہب میں واپس لے کر آنا ہے۔ یہ تحریک اندر ہی اندر بڑی دیر تک چلتی رہی اور ایک عرصہ تک مسلمانوں کو اس کا علم ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ پہلی بار جب اس کے متعلق بعض خبریں اخباروں میں چھپیں اور بعض غریب مسلمانوں کی طرف سے دیوبند اور دارالندوہ لکھنؤ کو بھی مدد

کے لئے پکارا گیا تو اس وقت ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور ہر طرف سے آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہندوؤں کی اس کوشش کو ناکام بنانا چاہئے اور مسلمانوں کو اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ایک جہاد شروع کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس وقت قادیان میں اس کا جو ردعمل ہوا وہ عظیم الشان تھا۔ قادیان میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک ایسی مضبوط اور زبردست تحریک چلی کہ اس نے شدھی کی تحریک کا رخ پلٹ دیا اور ہندوؤں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اس سلسلہ میں باقی تمام تحریکات جو ہر طرف سے اٹھیں خصوصاً احرار کی تحریک جو شدھی کے نام پر اٹھی تھی اس کا کیا حشر ہوا اور احراریوں نے اس تحریک میں کیا کارنامے سرانجام دیئے، ان کا ذکر میں غیر احمدی مسلمان اور ہندو اخباروں کے حوالوں کی روشنی میں کرنا چاہتا ہوں۔

قبل اس کے کہ میں جماعت احمدیہ اور اس کے مخالفین کے کردار کا ذکر کروں میں پہلے ہندو ارادوں کو خود ان کے الفاظ میں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ چنانچہ ہندوؤں کے ایک مشہور اخبار ”تیج“ دہلی نے یہ اعلان کیا اور بڑے عزم کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ:

”بلا شدھی کے ہندو مسلم ایکتا نہیں ہو سکتی“

یعنی وہ لکھتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کا کیا مطلب؟ ایک ہی صورت ہے کہ سارے مسلمان ہندو ہو جائیں اس سے بہتر ایکتا کی کوئی صورت نہیں۔

> ”جس وقت سب مسلمان شدھ ہو کر ہندو ہو جائیں گے تو سب ہندو ہی ہندو نظر آئیں گے۔ (یہ ایک جلسے کی رپورٹ ہے اور لکھا ہوا ہے خوب تالیاں بجیں) پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو آزادی سے نہیں روک سکتی۔ اگر شدھی کے لئے ہم کو بڑی سے بڑی مصیبت اٹھانی پڑے تو بھی اس اندولن کو آگے بڑھانا چاہئے“۔ (روزنامہ تیج دہلی ۲۰ رمارچ ۱۹۲۶ء)

پھر اخبار ”پرتاپ“ یہ خبر دیتا ہے:

> ”نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شدھ کیا جا رہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت، ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں۔ ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصہ میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے

کم نہیں۔ اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے
تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے‘‘۔

یہ تھا وہ خوفناک حملہ جو اسلام پر کیا گیا تھا۔ اُس وقت رگ حمیّت کس کی پھڑ کی تھی، وہ کون تھا جو اپنا سب کچھ راہ محمدؐ میں قربان کرتا ہوا میدان جہاد میں کود گیا تھا۔ یہ احرار اور ان کے لگے بندھے لوگ تھے یا جماعت احمدیہ تھی۔ آیئے تاریخ کے آئینہ میں دیکھیں کہ برصغیر میں مسلمانوں کی تاریخ کے اس نازک مرحلہ پر اسلام کی نمائندگی کا حق کس نے ادا کیا۔ اس وقت جبکہ ہندوؤں نے ایک علاقے میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کا بازار گرم کر رکھا تھا قادیان سے اس کے خلاف آواز بلند ہوئی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) نے ۹ ر مارچ ۱۹۲۳ء کو یہ اعلان فرمایا:

’’اس وقت ہمیں فوری طور پر ڈیڑھ سو آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس علاقے میں کام کریں۔ اس ڈیڑھ سو میں سے ہر ایک کو فی الحال تین مہینے کے لئے زندگی وقف کرنی ہوگی۔ ہم ان کو ایک پیسہ بھی خرچ کے لئے نہ دیں گے۔ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ ان کو خود برداشت کرنا ہوگا۔ جو لوگ ملازمتوں پر ہیں وہ اپنی رخصتوں کا انتظام خود کریں اور جو ملازم نہیں اپنے کاروبار کرتے ہیں، وہاں سے فراغت حاصل کریں اور ہمیں درخواست میں بتائیں کہ وہ چار سہ ماہیوں میں کس سہ ماہی میں کام کرنے کے لئے تیار ہیں‘‘۔

یعنی کم سے کم ایک سال کا پروگرام فوری طور پر شروع کیا گیا تو پہلی سہ ماہی کے لئے ڈیڑھ سو آدمی چاہئے تھے۔ پھر اگلی سہ ماہی کے لئے اور ڈیڑھ سو چاہئے تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

’’اس سکیم کے ماتحت کام کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اپنا کام آپ کرنا ہوگا۔ اگر کھانا آپ پکانا پڑے تو پکائیں گے اور اگر جنگل میں سونا پڑے تو سوئیں گے۔ جو اس محنت اور مشقت کی برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں وہ آئیں ان کو اپنی عزت اپنے خیالات قربان کرنے پڑیں گے‘‘۔

(الفضل ۱۵ ر مارچ ۱۹۲۳ء)

جماعت احمدیہ نے اپنے امام کی آواز پر جو والہانہ لبیک کہا وہ ایسا حیرت انگیز ہے کہ قربانی کرنے والی مذہبی جماعتوں اور قوموں میں ہمیشہ کے لئے ایک یادگار رہے گا اور جماعت احمدیہ کی تاریخ کا وہ ایک ایسا باب ہے جسے سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ چنانچہ بوڑھے کیا اور جوان کیا، مرد کیا اور عورتیں کیا، بچے کیا اور جوان کیا، امیر کیا اور غریب کیا، ہر ایک نے ایسی شاندار قربانی اس راہ میں پیش کی ہے کہ ان واقعات کے متعلق سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ تاہم وقت کی طوالت کے خوف سے میں صرف ایک آدھ نمونہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

''ایک احمدی خاتون نے لکھا کہ ''حضور میں صرف قرآن مجید جانتی ہوں اور تھوڑا سا اردو۔ میں نے اپنے بیٹے سے سُنا ہے کہ مسلمان مرتد ہو رہے ہیں اور حضور نے وہاں جانے کا حکم دے دیا ہے۔ مجھے بھی اگر حکم ہو تو فوراً تیار ہو جاؤں، بالکل دیر نہ کروں گی۔ خدا کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ ہر تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں۔''

چھوٹی چھوٹی بچیوں نے اور کچھ نہیں تھا تو اپنی چنیاں اتار کر پیش کر دیں۔ غریب عورتوں نے جن کا ایک بکری پر گزارہ تھا وہ بکری پیش کر دی۔ وہ بوڑھی عورتیں جو جماعت احمدیہ کے وظیفوں پر پلتی تھیں اور اُن وظیفوں سے بچا کر دو روپے رکھے ہوئے تھے (اس زمانہ میں دو روپے بڑی چیز ہوا کرتے تھے) لمبے عرصہ میں دو روپے بچائے ہوئے وہ آئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) کے سامنے پیش کرتے ہوئے ان دو روپوں کے متعلق یہ کہا:

''کہ دیکھیں یہ سر کا جو دوپٹہ ہے، یہ بھی جماعت کا ہے، یہ میرے کپڑے بھی جماعت کے وظیفے سے بنے ہوئے ہیں، میری جوتی بھی جماعت کی دی ہوئی ہے کچھ بھی میرا نہیں میں کیا پیش کرتی۔ حضور! صرف دو روپے میں جو جماعت کے وظیفے سے ہی میں نے اپنے لئے اپنی کسی ضرورت کے لئے جمع کئے ہوئے تھے یہ میں پیش کرتی ہوں کہ کسی طرح اس شدھی کی ظالمانہ تحریک کا رخ پلٹ جائے۔'' (کارزار شدھی صفحہ:۴۶)

یہ تھا جماعت احمدیہ کی قربانی کا وہ جذبہ جس کا جماعت نے مظاہرہ کیا۔ شدھی کی تحریک

کے خلاف اُٹھنے والی آواز کے جواب میں جماعت ہر چیز قربان کرنے پر تیار ہوگئی۔ چنانچہ ایک بنگالی دوست نے حضور کی خدمت میں خط لکھا ان کا نام قاری نعیم الدین صاحب تھا۔ انہوں نے ایک بوڑھے باپ کی حیثیت سے حضور کی خدمت میں عرض کیا:

''گو میرے بیٹے مولوی ظل الرحمٰن صاحب اور مطیع الرحمٰن صاحب متعلم بی اے کلاس نے مجھ سے کہا نہیں مگر میں نے اندازہ کیا ہے کہ حضور نے جو کل راجپوتانے میں جا کر تبلیغ کرنے کے لئے زندگی وقف کرنے کی تحریک کی ہے اور جن حالات میں وہاں رہنے کی شرائط پیش کی ہیں شاید ان کے دل میں ہو کہ اگر وہ حضور کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں گے تو مجھے جوان کا بوڑھا باپ ہوں تکلیف ہوگی لیکن میں حضور کے سامنے خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مجھے ان کے جانے اور تکلیف اٹھانے میں ذرا بھی غم یا رنج نہیں۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اگر یہ دونوں خدا کی راہ میں کام کرتے کرتے مارے بھی جائیں تو اس پر ایک بھی آنسو نہیں گراؤں گا بلکہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا۔ پھر یہی دونوں نہیں میرا تیسرا بیٹا محبوب الرحمٰن بھی ہے اگر خدمت اسلام کرتا ہوا مارا جائے اور اگر میرے دس بیٹے ہوں اور وہ بھی مارے جائیں تو بھی میں کوئی غم نہیں کروں گا۔ شاید یہ خیال ہو کہ بیٹوں کی تکلیف پر خوش ہونا کوئی بات نہیں بعض لوگوں کو ایسی بیماری ہوتی ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کی موت پر ہنستے رہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر میں بھی خدا کی راہ میں مارا جاؤں تو میرے لئے عین خوشی کا باعث ہوگا''۔ (الفضل ۱۵؍ مارچ ۱۹۲۳ء)

یہ تھے ''غدار'' اسلام کے اور وطن کے؟ جو کل بھی اسی طرح کے ''غدار'' تھے اور آج بھی اسی طرح کے ''غدار'' ہیں ان کی سرشت نہیں بدلی۔ نہ تمہاری تلواروں سے ان کی سرشت بدل سکتی ہے، نہ تمہارے نیزوں سے بدل سکتی ہے، نہ ان تیز دھار زبانوں سے بدل سکتی ہے جو دن رات احمدیت کے دل پر چرکے لگا رہی ہیں۔ جس قسم کی ''غداریاں'' ہم کل کر رہے تھے آج بھی ویسی ہی کرنے والے ہیں اور تم جس قسم کی ''خدمت اسلام'' کل کرنے والے تھے آج بھی ویسی ہی کر رہے ہو دونوں

کے رویے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مذہبی لڑائی کیا تھی اور اس لڑائی میں کون تھا جس سے ہندو جاتی کو خطرہ لاحق ہوا اور یہ کون تھا جس نے ہندوؤں کی طرف سے چلائی جانے والی تحریک شدھی کا رخ پلٹ دیا۔ اس کے متعلق ان لوگوں کی زبان سے سُنئے جن کو چوٹیں پڑ رہی تھیں۔ ہندوؤں کا مشہور اخبار ”تیج“ دہلی جو کل تک بڑے بڑے اعلان کر رہا تھا کہ کس طرح ہندو تحریک شدّھی کے ذریعہ پچاس ساٹھ لاکھ کی بجائے ایک کروڑ مسلمانوں کو ہندو بنالیں گے وہ یہ لکھنے پر مجبور ہوا:

”وید الہامی ہے اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ ہے اور مکمل گیان ہے۔ قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمدؐ خاتم النبین ہیں۔ اس کدو کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی عیسائی یا مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں داخل نہیں ہوتا“۔ (اخبار تیج دہلی ۲۵ رجولائی ۱۹۲۷ء)

دیکھئے! اس اخبار کو میدان جہاد میں اسلام کی طرف سے لڑنے والا قادیانیوں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آیا۔ اس وقت کہاں تھے یہ احراری ملاّں جب ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف کارزار شدّھی گرم تھا اس وقت اس میدان میں صرف احمدی ہی تھے جنہوں نے اس تحریک کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ یہی اخبار تیج پھر لکھتا ہے:

”میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس، مؤثر اور مسلسل کام کرنے والی جماعت، احمدیہ جماعت ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں اور آج تک ہم نے اس خوفناک جماعت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی“۔

(اخبار تیج دہلی ۲۵ رجولائی ۱۹۲۷ء)

اب دیکھیں ہندو تو تھر تھر کانپ رہا تھا اس زمانہ میں بھی جب کہ وہ کروڑ ہا کروڑ کی اکثریت رکھتا تھا اور جماعت احمدیہ کی تعداد آج کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی لیکن بایں ہمہ نہایت بے شرمی کے ساتھ احراری مولویوں اور پاکستان کی موجودہ حکومت کی طرف سے جماعت کو کبھی ہندوؤں کا ایجنٹ کہہ دیا جاتا ہے، کبھی عیسائیوں کا ایجنٹ کہہ دیتے ہیں اور کبھی یہودیوں کا آلہ کار کہنے لگ جاتے

ہیں۔ کچھ خدا کا خوف بھی کرو۔ آخر جھوٹ بولنے کی بھی تو کوئی حد ہونی چاہئے۔

''ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں'' ایک کتاب ہے اس کا مصنف لکھتا ہے:

''آریہ سماج نے شدھی یعنی ناپاک کو پاک کرنے کا طریقہ جاری کیا (مسلمانوں کو ہندو بنانا۔ ناقل) ایسا کرنے سے آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقے سے تصادم ہوگیا''۔

اس وقت کیا کر رہے تھے یہ اسلام کے علمبردار، وفادار اور جانیں فدا کرنے والے اور جماعت احمدیہ پر دن رات یہ الزام لگانے والے کہ تم جہاد کے خلاف فتوے دے کر اسلام کے غدار ثابت ہو چکے ہو۔ سوال یہ ہے کہ جب دین کی خاطر عملی جہاد کے میدان کھلے ہیں تو ان میدانوں میں دندناتا ہوا پھرنے والا کون تھا، احمدی شیر تھے۔ یا وہ تم لوگ تھے جو احمدیت پر الزام لگاتے ہو۔ دشمن کو میدان کارزار میں تمہارا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ ان کو مقابل پر نظر آئے تو احمدی نظر آئے۔ چنانچہ مصنف لکھتا ہے:

''آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقے سے تصادم ہوگیا۔ آریہ سماج کہتی تھی کہ وید الہامی ہے اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ ہے اور مکمل گیان ہے۔ قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمد خاتم النبیین ہیں''۔ (صفحہ:۴۳۔۴۴)

اس اقتباس کا آخری حصہ میں پہلے پڑھ کر سنا چکا ہوں اسے دوبارہ میں نے اس لئے پڑھا ہے یہ بتانے کے لئے کہ کتنی واضح حقیقت ہے جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آج بھی ان لوگوں کو متنبہ کر رہی ہے کہ تم چاہے جو کچھ کہو مگر اسلام پر جب بھی کوئی مشکل وقت آئے گا اور خطرات کے بادل منڈلانے لگیں گے تو صرف ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس سے پہلے بھی مقابلے کے لئے آگے بڑھتی رہی ہے، آئندہ بھی ہمیشہ اسلام کے دفاع میں سب سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرے گی۔

تحریک شدّھی کے بارہ میں اخبار'' آریہ پتریکا'' بریلی یکم اپریل ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''اس وقت ملکانے راجپوتوں کو اپنے پرانی راجپوتوں کی برادری میں

جانے سے باز رکھنے کے لئے جتنی اسلامی انجمنیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں
اُن میں احمدیہ جماعت قادیان کی سرگرمی اور کوششیں فی الواقعہ قابل داد ہیں''۔

اخبار ''مشرق'' گورکھپور جو ایک مسلمان اخبار تھا اور غالباً ابھی بھی ہو گا مجھے یاد نہیں۔ اس اخبار نے ۱۵؍ مارچ ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں لکھا ہے:

''جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت کی کوششیں کرتی ہے وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی''۔

بہر حال جماعت احمدیہ نے تحریک شدّھی کے خلاف زبردست مہم چلائی اور ملکی پریس میں اس کا خوب چرچا ہوا تاہم میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری جماعتیں میدان میں نکلی نہیں ہیں۔ مختلف علماء کی جماعتیں مختلف فرقوں کی جماعتیں میدان میں کودی ضرور ہیں لیکن دشمن کو ان کی چوٹ محسوس نہیں ہوئی اور ان کے باہمی اختلافات بھی ایسے تھے کہ میدان میں جا کر زیادہ تر وہ اپنے ہی جھگڑوں کو چکاتے رہے ہیں۔ چنانچہ زمیندار اخبار اپنی ۲۴؍ جون ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں''۔

اب جبکہ کارزار شدھی گرم ہے تو احمدی مسلمان ہو گئے ہیں، لڑ جو رہے ہیں اسلام کی خاطر، کھلم کھلا نظر آرہے ہیں، دھوکا دینے کی گنجائش کوئی نہیں رہی۔ یہ وہی اخبار ہے جو مختلف وقتوں میں احمدیوں کو بار بار مسلمانوں سے باہر پھینکتا رہا ہے اس وقت احمدیوں کو مسلمان تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو دنیا اس پر لعنت ڈالتی۔ چنانچہ اخبار مذکور نے لکھا:

''مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر

دانی کے قابل ضرور ہے‘‘۔

یہ دیکھئے غیر مسلموں کے عادات و خصائل! کیا عمدہ خصائل ہیں غیر مسلموں کے ایثار، کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ۔ اگر یہی غیر مسلم خصائل ہیں تو پھر تم بھی ان کو اپناؤ کیونکہ یہ زندگی کے خصائل ہیں ان کے بغیر قومیں زندہ نہیں ہوا کرتیں۔ آخر تم ہوش کے ناخن کیوں نہیں لیتے۔ حقائق کی دنیا میں کیوں نہیں اترتے۔ زندہ رہنے کے کیا گُر اور آداب ہیں، ہم سے سیکھو۔ پس انہی خصائل کے مالک وہ لوگ تھے جو دشمن کو بھی نظر آرہے تھے۔ لیکن کیا تمہارے اپنے مسلمان جنہوں نے احمدیت کی مخالفت میں زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں وہ دشمن کو نظر آرہے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اخبار ’’زمیندار‘‘ مزید لکھتا ہے:

’’جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھادی‘‘۔

اب بدل دو اس ساری تاریخ کو، یہ تو لکھی گئی۔ واقعات کے قلم نے اسے لکھ دیا۔ تمہارے اپنے ہاتھوں سے نکلے ہوئے تمہارے اپنے قلم سے لکھے ہوئے الفاظ نے ان حقائق کی تصدیق کر دی ہے۔ اب جتنا چاہو واویلا کرتے چلے جاؤ، ان تاریخی حقائق کو تم کبھی بھی صفحہ عالم سے مٹا نہیں سکتے۔

شیخ غلام حسین صاحب جہلم کے ایک غیر احمدی دوست تھے وہاں مختلف جماعتوں کی طرف سے جو لوگ کام کر رہے تھے یہ بھی ان میں شامل تھے انہوں نے وہیں اخبار زمیندار کو ایک خط لکھا جسے اخبار نے اپنی اشاعت ۲۹ رجون ۱۹۲۳ء میں شائع کیا۔ شیخ غلام حسین صاحب اخبار ’’زمیندار‘‘ کے ایڈیٹر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

’’قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا تقریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ یہ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ اور سفر خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے‘‘۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فرماتے ہیں۔

؎ صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

(درثمین: صفحہ ۵۶)

تو مولویوں کو بڑا طیش آتا ہے اور بڑے مشتعل ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا بات کہہ دی لیکن جب عملاً اسلام کے دفاع کا مرحلہ درپیش ہوا اور اسلام کی حمایت کا وقت آتا ہے تو وہی باتیں اور وہی فقرے کہنے پر تم مجبور کر دیئے جاتے ہو۔ خدا کے فرشتے تمہارے قلم سے وہی فقرے نکلواتے ہیں کہ ہاں احمدی وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر متقدمین یاد آتے ہیں۔ یعنی احمدیوں کے بے لوث خدمت اور جذبہ قربانی کو دیکھ کر وہ بزرگ اسلاف جنہوں نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے زمانہ کو پایا وہی متقدمین کہلاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ غلام حسین صاحب لکھتے ہیں:

”جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے۔ ان کا ہر ایک مبلغ غریب ہو یا امیر بغیر مصارف سفر و طعام حاصل کئے میدان عمل میں گامزن ہے۔ شدید گرمی اور لوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کر رہے ہیں“۔

(بیان شیخ غلام حسین صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول جہلم)

ایسے اور بھی بہت سے اقتباسات اور حوالے ہیں جو متفرق مسلمان اخبارات کی طرف سے مسلمان مشاہیر کی طرف سے اس بات کے کھلم کھلا اعتراف پر مشتمل ہیں کہ جماعت احمدیہ نے تحریک شدھی میں اسلام کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

لیکن جب جماعت احمدیہ کے شدید دباؤ کے نتیجہ میں وہ متکبر آریہ سماجی لیڈر جو کبھی مسلمانوں سے اس معاملہ میں بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور اسلام پر یک طرفہ حملے کئے جا رہے تھے۔ جب وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے تو انہوں نے سمجھا کہ اب صلح کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کے لئے جو کانفرنس بلائی اس میں فریقین کے چوٹی کے رہنما اکٹھے ہوئے تو اس وقت ایک عجیب لطیفہ یہ ہوا کہ اس مجلس میں سوائے جماعت احمدیہ کے سب فرقوں کو دعوت دی گئی۔ اگر اس میں نہیں تھا تو جماعت احمدیہ کا ہی نام نہیں تھا۔ چنانچہ ہندو اور مسلمان رہنما جب صلح کی شرائط

طے کرنے کے لئے ایک ہال میں اکٹھے ہوئے تو ہندوؤں نے جب احمدیوں کا کوئی نمائندہ نہ دیکھا تو انہوں نے مسلمان رہنماؤں سے کہا تم یہ کیا باتیں کر رہے ہو۔لڑنے والے تو ہال سے باہر بیٹھے ہوئے ہیں تم سے صلح کر کے ہم کیا کریں گے۔تم تو وہ لوگ ہو جو ہمیں ملکانے کے میدانوں میں نظر نہیں آیا کرتے تھے۔جن لوگوں سے ہمیں خوف ہے اور جن سے ہمیں مار پڑنے کا خطرہ ہے وہ تو آزاد بیٹھے رہیں گے اور پھر بھی ہم پر حملے کرتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ فوری طور پر کانفرنس ملتوی کی گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) کی خدمت میں قادیان تار کے ذریعہ معذرت کی گئی اور درخواست کی گئی کہ فوری طور پر اپنا نمائندہ بھجوائیں اس کے بغیر یہ کانفرنس کامیاب نہیں ہوسکتی۔

یہ ہے تاریخ اسلام جو ہمیشہ کے لئے بن چکی ہے۔ یہ تو اب نہیں مٹے گی اور نہ مٹائی جائے گی۔کوئی آمر وقت یہ طاقت نہیں رکھتا کہ ان لکھی ہوئی تحریروں اور خدا کی تقدیروں کو بدل دے۔ یہ خدا کی قدرت کی ایسی تقدیریں ہیں جو ظاہر ہو چکی ہیں۔ایک فوج کیا ساری دنیا کی فوجی طاقتیں اکٹھی ہو جائیں تب بھی ان لکھی ہوئی تحریروں کو مٹا نہیں سکتیں کیونکہ یہ صفحہ ہستی پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو چکی ہیں۔

یہ ہے کردار جماعت احمدیہ کا،کل بھی ایسا تھا،آج بھی ایسا ہی ہے اور آنے والے کل بھی ایسا ہی رہے گا۔اے مخالفو! تم نے ہمارے ساتھ جتنی دشمنیاں کرنی ہیں کرلو، جتنے ناشکرے پن کے ثبوت دینے ہیں دیتے چلے جاؤ مگر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کل جو تم پر مصیبت ٹوٹے گی اس میں بھی جماعت احمدیہ صف اوّل میں کھڑی ہوگی اور تمہارے خلاف چلنے والے تیر اپنے سینوں پر لے گی۔ ہم سے بڑھ کر اسلام کا اور کوئی وفادار نہیں ،ہم سے بڑھ کر مسلمان قومیت کا اور کوئی ہمدرد نہیں، ہم سے بڑھ کر دین محمد مصطفی ﷺ کا اور کوئی شیدائی اور فدائی نہیں ہے۔ماضی بھی تمہیں یہی بتا تا رہا مگر تم ہر دفعہ اس سبق کو بھول جاتے رہے اور کل آنے والا وقت بھی تمہیں یہی بتائے گا۔اے کاش! تمہاری آنکھیں کھلیں اور تم دیکھو کہ کون تمہارا دوست ہے اور کون تمہارا دشمن ہے۔لیکن یہ واقعات تو بڑے طویل ہیں۔ میرا خیال تھا کہ پاکستان کے قیام سے پہلے کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے قابل ہو جاؤں گا لیکن ابھی تو یہ داستان آدھی بھی ختم نہیں ہو پائی۔میرا خیال ہے کہ انشاءاللہ آئندہ خطبہ میں کوشش کروں گا کہ اس مضمون کے بقیہ حصہ کو

نمٹا دوں اور پھر اس سے آئندہ خطبہ میں انشاء اللہ پاکستان بننے کے بعد کے واقعات کو لوں گا اور بتاؤں گا کہ خدمت اسلام یا خدمت وطن کے جو مواقع پیش آتے رہے ہیں پاکستان میں یا پاکستان کے باہر ان میں جماعت احمدیہ کا کردار کیا رہا ہے اور احمدیت پر الزام لگانے والوں کا کردار کیا تھا۔ واقعات کی روشنی میں یہ دلچسپ موازنہ انشاء اللہ آئندہ خطبات میں پیش کروں گا۔

قرطاس ابیض کے الزامات کا جواب

مسلمانان ہند کے مفادات کا تحفظ اور جماعت احمدیہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۵﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۶﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۷﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۸﴾ؕ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۹﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۵۰﴾ۚ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۱﴾ۙ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۲﴾ هٰذَا بَلٰغٌ

لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (ابراہیم: ۴۵-۵۳)

پھر فرمایا:

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ ابراہیم کی آخری چند آیات ہیں۔ اس خطبہ میں اِن آیات کی تفصیل پیش کرنے کا تو موقع نہیں ہوگا اس لئے میں صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کو نام نہیں لیا گیا لیکن آپؐ ہی مخاطب ہیں تو لوگوں کو اُس دن کے عذاب سے ڈرایا اُس دن سے ڈرا جس دن ایک عذاب آئے گا اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کئے ہیں وہ اپنے رب کے حضور یہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے خدا اس مدت کو یا اس مقدر کو کچھ عرصہ کے لئے ٹال دے ۔ اس صورت میں ہم ضرور تیری دعوت کو قبول کریں گے اور رُسل کی پیروی کریں گے۔ کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اِس سے پہلے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے۔ یہاں الفاظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اگرچہ اس کی تفصیل کا تو وقت نہیں لیکن اس آیت کے ان الفاظ کا ایک دوسری پیشگوئی سے ایک گہرا تعلق ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے (المرسلٰت: ۱۲) ایک وقت آنے والا ہے جب کہ رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا۔ مفسرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن کی بات ہے لیکن اس مکالمہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اسی دنیا کی بات ہے اور اسی دنیا میں عذاب سے مہلت مانگی جائے گی اور یہ کہا جائے گا کہ اگر ہمیں مہلت ملے تو ہم استغفار کریں گے اور رُسل کی پیروی کریں گے۔ اسی ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو مخاطب کر کے ان الفاظ کا ذکر فرمایا جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ (تذکرہ صفحہ: ۶۳) اللہ کا پہلوان نبیوں کے لبادہ میں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم انہی لوگوں کے مساکن میں رہتے ہو یا رہتے رہے ہو جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب کُھل چکا ہے

کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے سامنے بہت سی مثالیں کھول کھول کر پیش کیں مگر افسوس ان لوگوں نے اپنے مکر کو انتہا تک پہنچا دیا
لیکن اللہ کے علم میں ان کے مکر کی ہر کیفیت ہے اور ان کے ہر مکر کا جواب خدا کے پاس ہے۔ خواہ ان کے نزدیک اُن کے مکر ایسے ہوں کہ جو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہوں سے ہلا دیں۔ تو ہرگز یہ گمان مت کر کہ اللہ اپنے رسولوں کے ساتھ جو وعدے کیا کرتا ہے وہ انہیں ٹال دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے کام لیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ کہ جس دن زمین ایک اور زمین میں تبدیل کردی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا۔
اور وہ خدائے واحد وقہار کے حضور نکل کھڑے ہوں گے۔
کے الفاظ کہ زمین تبدیل کردی جائے گی، انہی الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہام ہوا۔ وہ الہام زیادہ الفاظ پر مشتمل ہے۔ اس کے ایک حصہ کے الفاظ یہ ہیں یوم تبدل الارض غیر الارض (تذکرہ صفحہ:۱۸۹) جس کا تفصیلی ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ زمین کے باشندوں کے خیالات اور رائیں بدلائی جائیں گی۔
یعنی ان کے کرتے اور قمیصیں تار کول کی بنی ہوئی ہوں گی اور تو ان کے چہروں پر سیاہی کو چڑھتا ہوا دیکھے گا تا کہ خدا تعالیٰ ہر جان کو اس کے مطابق جزا دے جو اس نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ لوگوں کے لئے پیغام ہے تا کہ وہ اس کے ذریعہ ڈرائے جائیں اور تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ ہے اور تا کہ وہ جو عقل رکھتے ہیں وہ ان باتوں سے نصیحت پکڑیں۔
جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان آیات پر تفصیلی گفتگو کا تو وقت نہیں ہے لیکن جو خطبہ آج دیا جائے گا اس کا ایک حصہ عملاً ان آیات کی تفسیر ہی ہے اور اولو الالباب پر اس کا روشن ہونا کوئی مشکل نہیں، اہل بصیرت ان حصوں پر سے گزرتے ہوئے خود سمجھ جائیں گے کہ قرآن کریم کی ان آیات کا اس مضمون کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔
اس سلسلہ خطبات میں مَیں یہ بیان کر رہا تھا کہ جماعت احمدیہ کو حکومت پاکستان کے

قرطاس ابیض میں اسلام اور مسلمان ممالک کی غدار جماعت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جہاں تک مسلمانان ہند کی تاریخ کا تعلق ہے اس کے دو حصے ہیں ایک پاکستان کے قیام سے قبل اور ایک پاکستان کے قیام کے بعد۔ قیام پاکستان سے قبل کے جو اہم واقعات ہیں اُن میں سے چند ایک میں نے گزشتہ خطبہ میں نمونۃً پیش کئے تھے اور چند ایک کا آج کے لئے انتخاب کیا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب بھی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر کوئی بھی مصیبت ٹوٹی یا کسی رنگ میں ان کی مذہبی دل آزاری ہوئی تو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ ان مشکلات کو دور کرنے میں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے صف اول کے قربانیاں کرنے والے لوگوں میں شامل تھی بلکہ بسا اوقات یہ جدوجہد جو مختلف وقتوں میں شروع ہوتی رہی اس کا سہرا کلیۃً جماعت احمدیہ کے سر تھا اور وہی اس جہاد کی علمبردار رہی۔ گو دوسرے مسلمان شرفاء نے بھی شرکت کی اور جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت تعاون کیا۔

لیکن وہ عظیم تحریکات جو حقیقۃً مسلمانوں کی خدمت کے لئے گزشتہ دور میں برصغیر پاک و ہند میں چلائی گئیں ان میں زیادہ تر راہنمائی اور زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کو ملتی رہی۔

ہندوستان میں جن سالوں میں خاص طور پر مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی ہے اُن میں سے ۱۹۲۷ء کا سال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ وہ سال ہے جس میں بدنام اور نہایت ہی رسوائے عالم کتاب ”رنگیلا رسول“ لکھی گئی اور آنحضرت ﷺ کی مقدس ذات پر اس قدر خوفناک اور کریہہ حملے کئے گئے کہ اُن کے تصور سے بھی مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے اور ابھی یہ صدمہ کم نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے مصنف راجپال کے خلاف ایک مہم جاری تھی کہ ایک اور آریہ رسالہ ”ورتمان“ میں ایک ہندو عورت نے آنحضرت ﷺ کے متعلق ایک ایسا ناپاک مضمون لکھا کہ کوئی شریف النفس انسان اس کو پڑھ بھی نہیں سکتا۔ مسلمان تو مسلمان کوئی دوسرا بھی اس کو پڑھے تو حیران ہو کہ یہ کیسی سیاہ کار عورت ہے جس کے قلم سے ایسے حیثیانہ کلمات ایک مذہب کے بانی کے متعلق نکل رہے ہیں۔ ایک عام مذہب کے بانی کے متعلق بھی کوئی شریف انسان اس قسم کے کلمات نہیں کہہ سکتا مگر سید ولد آدمؐ کے متعلق جو سب پاکوں سے بڑھ کر پاک تھے، جو سب سیدوں سے بڑھ کر سید تھے، سب سرداروں سے بڑھ کر سردار

تھے، جن کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا اور جو نہ صرف خود پاک بلکہ دوسروں کو پاک بنانے والے تھے جوز کی ہی نہیں بلکہ مزکی بھی تھے، جن کی برکت اور فیض سے انبیاء پاک بنائے گئے ان کے متعلق ایسے ناپاک حملے تھے کہ قلم میں یارا نہیں کہ ان حملوں کا ذکر بھی کر سکے۔ ایسے موقع پر ان مخالفانہ حملوں کے خلاف جو تحریک اٹھی اور مسلمانوں کو اس سلسلہ میں جو عظیم الشان جدوجہد کرنا پڑی۔ سوال یہ ہے کہ اس کا سہرا کانگریسی علماء کے سر تھا یا مودودی علماء کے سر تھا یا جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ اس نے عظیم جدوجہد میں نہ صرف غیر معمولی طور پر حصہ لیا بلکہ اس کی سیادت کی توفیق پائی۔

مضمون چونکہ لمبا ہونے کا خطرہ تھا اس لئے میں نے مختصراً ہندوستان کے ایک مسلمان اخبار کا ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے چنا ہے اور اسی طرح میں آپ کے سامنے دو ہندو اخبارات کے اقتباسات بھی رکھتا ہوں۔ ان سے یہ بات خوب کھل جائے گی کہ عالم اسلام کے ان دردناک لمحات میں سب سے زیادہ درد کس جماعت کو تھا اور کس کے رہنما نے غیر معمولی شدت کے ساتھ جوابی حملے کئے۔ اخبار ''مشرق'' گورکھپور اپنی اشاعت ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۷ء میں لکھتا ہے۔

''جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں''

دور حاضر کے قدر ناشناس اگر ان کو بھول جائیں تو یہ ان کی مرضی ہے لیکن اخبار ''مشرق'' گورکھپور لکھتا ہے کہ مسلمانوں پر تو بہر حال احسان ہے جو دائرہ مسلمانی سے نکلنا چاہتا ہے اس کی مرضی ہے کہ وہ نکل جائے لیکن قیامت تک ان احسانات کا ذکر مسلمانوں پر احسانات کے طور پر چلتا رہے گا۔

اخبار مذکور لکھتا ہے:

''آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے ''رنگیلا رسول'' کے معاملہ کو آگے بڑھایا، سرفروشی کی اور جیل خانے جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر کو انصاف اور عدل کی طرف مائل کیا۔ آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا گیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلے سے کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے

انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہورہے ہیں“

یہ آپ کے آزاد اخبارات کی کل کی باتیں ہیں، ان شرفاء کی جن کو انصاف کا کچھ پاس تھا جو تاریخ کو مسخ کرنے کے قائل نہیں تھے جو حق بات کو حق کہنے کی جرأت رکھا کرتے تھے وہ یہ کہہ رہے تھے۔

اخبار مذکور مزید لکھتا ہے:

”جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہورہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے“

یہ تو مسلمان اخبار لکھ رہے تھے۔ ہندو اخبارات کے نزدیک بھی اس دور میں سب سے زیادہ شدید جوابی حملہ کرنے والے احمدی ہی تھے۔ یعنی جن کے ساتھ مقابلہ تھا اب ان کی آواز سنئے اور وہ ہندو اس سے استفادہ کر کے وہی کام کر رہے تھے جو آج احرار کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ہندو مسلمانوں کو احمدی مسلمانوں سے لڑانے کے لئے بھرپور کوشش کر رہے تھے اور ان کو بار بار یہ بتا رہے تھے کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔ یعنی احرار کا کام اس وقت آریہ سماجیوں نے سنبھالا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کو کہہ رہے تھے۔ بے وقوفو! احمدی تو غیر مسلم ہیں ان کے پیچھے کیوں لگتے ہو۔ ان کے پیچھے لگ کر اپنے رسول کی غیرت کیوں دکھا رہے ہو، یہ جانیں قربان کرتے ہیں تو انہیں مٹنے دو تمہارا (**نعوذ باللہ من ذالک**) اس رسول سے کیا تعلق جس کی خاطر احمدی سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس اخبار کے الفاظ سنیں:

”مرزائیوں یا احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں اس قدر اختلاف رائے ہے کہ مرزائی مسلمانوں کو، مسلمان مرزائیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان نے مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء دہلی سے مرزائیوں کے متعلق فتویٰ طلب کیا تھا۔ آپ نے جو فتویٰ دیا وہ جمعیت علماء کے آرگن ”الجمعیۃ“ دہلی کے کالموں میں شائع ہوا۔ اس میں مولانا کفایت اللہ نے مرزائیوں کو کافر قرار دیتے ہوئے ان کے ساتھ زیادہ میل جول بڑھانے کو

بُرا قرار دیا ہے‘‘

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی گستاخی کرنے والے یہ لوگ مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف انگیخت کر رہے ہیں اور یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہم تم تو بھائی بھائی ہیں اس لئے ان احمدیوں کے پیچھے پڑو جو حضرت محمد رسول کریم ﷺ کی غیرت رکھتے ہیں۔ ایک آواز آج اٹھ رہی ہے کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں اور ایک آواز کل بھی اٹھی تھی کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں۔ آج بعض نادان مسلمانوں کی طرف سے یہ آواز اٹھی ہے جبکہ پہلے آریہ صاحبِ ہوش لوگوں کی طرف سے یہ آواز اٹھی تھی اور فتنہ پھیلانے کے لئے استعمال کی گئی تھی۔ اخبار لکھتا ہے کہ یہ مولانا کفایت اللہ کا فتویٰ ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں اور جس کا تمہیں علم نہیں کہ احمدیوں سے میل جول بھی منع ہے۔

’’مگر مرزائیوں کی چالاکی، ہوشیاری اور خوش قسمتی ملاحظہ ہو جو مسلمان ان کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے ہی لیڈر مرزائی بنے ہوئے ہیں اس وقت لاہور کے بدنام اخبار ’’مسلم آؤٹ لک‘‘ کے ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر کے قید ہونے پر تمام ہندوستان کے مسلمان ایک غیر معمولی مگر فرضی جوش کا اظہار کر رہے ہیں اور ’مسلم آؤٹ لک‘‘ کی پیروی کے لئے بے قرار ہوئے پھرتے ہیں۔ اخبار ’’مسلم آؤٹ لک‘‘ کے متعلق ہمیں یہ معلوم کر کے از حد حیرت ہوئی ہے کہ اس کے ایڈیٹر مسٹر دلاور شاہ بخاری احمدی تھے۔ (جنہوں نے ورتمان کے مضمون پر جوابی حملہ کیا تھا) اور جب ہائیکورٹ کا نوٹس اُن کے نام آیا تو وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے تاکہ اپنے ڈیفنس یا طرز عمل کے متعلق اس کی رائے لیں۔ مرزا نے انہیں مشورہ دیا کہ معافی مانگنے کی بجائے قید ہو جانا بہتر ہے۔ (محمد مصطفی ﷺ کی غیرت کی خاطر اگر تم قید ہوتے ہو تو کوئی پرواہ نہیں۔ چنانچہ واقعہ یہی ہوا اور انہیں قید با مشقت کی سزا دی گئی اور انہوں نے بڑی خوشی سے اُسے قبول کیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے اور انہوں نے یہ مشورہ دیا) غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے۔‘‘ (اخبار ’’گورو گھنٹال‘‘ لاہور ۱۱؍ جولائی ۱۹۲۷ء)

کہاں ہیں آج کے مؤرخ پاکستان جو ساری اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کے درپے ہیں

اوران کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تاریخ پاکستان تو پہچانی نہیں جارہی۔ وہ تحریک جو آنحضرت ﷺ کی غیرت، محبت اور عشق میں اٹھی تھی اس میں جن لوگوں کے ساتھ مقابلہ تھا اور جن پر چوٹیں پڑ رہی تھیں وہ یہ کہہ رہے تھے ’’غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے۔‘‘

اسی طرح ’’پرتاپ‘‘ اور دوسرے اخباروں نے بھی اس مضمون پر قلم اٹھائے اور کھلم کھلا یہ تسلیم کیا کہ اصل جوابی حملہ جس سے ہمیں شدید خطرہ ہے اور ہمیں نقصان پہنچ رہا ہے وہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے۔

دوسرا اہم موقع جو مسلمانان ہند کے لئے ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور دردناک موقع تھا اور جس سے مسلمانوں کی سیاسی جمعیت اور سیاسی بقا کے خلاف ایک بہت بڑا خطرہ درپیش تھا اس کا آغاز کشمیر سے ہوا۔ جب کہ کشمیر کے ڈوگرہ مہاراجہ نے مسلمانوں کے حقوق تلف کرنے شروع کئے اور ایک ناپاک مثال قائم کی کہ جہاں بھی ہندو اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کو ان کے تمام حقوق سے محروم کر دیا جائے۔ اس موقع پر مسلمانوں میں شدید بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور ہندوستان کے شمال سے جنوب تک اہل فکر ونظر نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس زمانہ کے بڑے بڑے مفکرین اور سیاسی راہنماؤں کی نظریں قادیان کی طرف اٹھنے لگیں اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خطوط کے ذریعے اور پھر پیامبر بھجوا کر توجہ دلائی کہ اگر آپ ہی اس کام کو سنبھالیں گے تو چل سکے گا ورنہ آپ کے بغیر یہ کشتی کنارے لگتی نظر نہیں آتی اور ان لوگوں میں ایک وہ بھی تھے جن کو آج جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے والے مسلمان لیڈروں میں سرفہرست پیش کیا جارہا ہے۔ یعنی ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال، جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پرائیویٹ سیکرٹری شیخ یوسف علی صاحب کے نام ایک خط ۵ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو لکھا۔ چونکہ اس قسم کے حوالہ جات زیادہ تر جماعت احمدیہ کے اخباروں میں چھپے تھے اس لئے عموماً غیر احمدی علماء عام مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ یہ جھوٹے حوالے ہیں جو ان کے اپنے اخبارات میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے ان حوالوں کی بجائے آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے سر علامہ اقبال کا یہ خط چنا ہے جو ان کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور جس پر ان کے دستخط بھی موجود ہیں وہ لکھتے ہیں:

’’چونکہ آپ کی جماعت منظّم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس

جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے۔

باقی رہا بورڈ کا معاملہ سو یہ خیال بھی نہایت عمدہ ہے۔ میں اس کی ممبری کے لئے حاضر ہوں۔ صدارت کے لئے کوئی زیادہ مستعد اور مجھ سے کم عمر کا آدمی ہو تو زیادہ موزوں ہوگا لیکن اگر اس بورڈ کا مقصد حکام کے پاس وفود لے جانا ہو تو ہمیں اس سے معاف فرمایا جائے۔ وفد بے نتیجہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھ میں اس قدر چستی اور مستعدی بھی باقی نہیں رہی بہر حال اگر آپ ممبروں میں میرا نام درج کریں تو اس سے پہلے باقی ممبروں کی فہرست ارسال فرمائیں''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس خط اور بعض دوسرے خطوط کے نتیجہ میں جو دوسرے مسلمان علماء اور سیاسی راہنماؤں کی طرف سے آپ کی خدمت میں لکھے گئے، ایک کانفرنس بلوانے کی تجویز کی۔ اس کانفرنس کا انعقاد شملہ میں نواب سر ذوالفقار علی صاحب کی کوٹھی پر ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ اس کانفرنس میں جو بڑے بڑے راہنما شامل ہوئے ان میں سے چند نام میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، سر میاں فضل حسین صاحب، سر محمد اقبال صاحب، سر ذوالفقار علی خان صاحب، جناب نواب صاحب کنج پورہ، خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب، سید محمد محسن شاہ صاحب ایڈووکیٹ، مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی (امرتسر)، مولوی نورالحق صاحب مالک، ''مسلم آؤٹ لک''، سید حبیب صاحب ایڈیٹر ''سیاست'' وغیرھم۔ اس کے علاوہ مولوی میرک شاہ صاحب سابق پروفیسر دیوبند نمائندہ کشمیر کی حیثیت سے اور اللہ رکھا صاحب ساغر نمائندہ جموں کی حیثیت سے اس میں شامل ہوئے۔ اس کانفرنس کے آخر پر علامہ سر محمد اقبال نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نام پیش کیا اور کہا کہ:

''میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر اس کشمیر موومنٹ کو کامیاب بنانے کے ارادے ہیں تو جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سوا اور کوئی اہل نہیں۔''

یہ آواز اُٹھتے ہی ہر طرف سے تائیدی آوازیں بلند ہونے لگیں اور بالا تفاق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اس کانفرنس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے فرمایا:

''حضرت صاحب! جب تک آپ اس کام کو اپنے ہاتھ میں صدر کی حیثیت سے نہ لیں گے یہ کام نہیں ہوگا''

(رسالہ لاہور ۵/ اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ: ۱۲ کالم ۲)

یہ تو ایک لمبی داستان ہے کہ جماعت احمدیہ نے مسلمانانِ ہند کے مفادات کے تحفظ کے لئے کتنی عظیم الشان قربانیاں دی ہیں۔ کشمیر میں ہر طرف، ہر گل بوٹے میں اس کی یادیں بکھری پڑی ہیں۔ جماعت کے بڑے بڑے عالم کیا اور ان پڑھ کیا، امیر کیا اور غریب کیا سبھی اپنے خرچ پر وہاں جاتے تھے اور مسلمانوں کی بے انتہا خدمت کرتے تھے اور ان پر کوئی بوجھ نہیں بنتے تھے۔ لٹریچر تقسیم کرتے اور کشمیر کے اس وقت کے راجہ کے مظالم کا شکار ہوتے تھے اور قید کئے جاتے۔ پھر وکلاء کے قافلے وقف کر کے جاتے اور ان مسلمان بھائیوں کی خاطر مقدمے لڑتے تھے جنہیں سزائیں ملتی تھیں۔ پس یہ ایک بہت بڑی داستان ہے اور سینکڑوں صفحات کی کتابیں اس مضمون پر لکھی گئی ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ تاریخ کشمیر کا ذکر اور جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات کے بغیر وہ تاریخ تاریخ کہلا سکے۔ اس وقت میں یاد دہانی کے طور پر آپ کے سامنے اس وقت کے بعض مسلمان اخبارات اور رسائل کے دو تین اقتباس پیش کرتا ہوں۔ اخبار ''سیاست'' کے مدیر مولانا سید حبیب صاحب اپنی کتاب ''تحریک قادیان'' میں لکھتے ہیں:

''مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔''

سید حبیب کی اس کتاب کے نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ مخالفانہ کتاب ہے لیکن اس زمانہ میں مخالفوں میں بھی کچھ نہ کچھ خدا کا خوف پایا جاتا تھا اور بسا اوقات حق تسلیم کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ مدیر موصوف یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ آخر کیوں جماعت احمدیہ کے ساتھ شامل ہوئے اور اس تحریک میں حصہ لیا جس کی سربراہی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کر رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک کشمیر

کمیٹی ، دوسری احرار، تیسری جماعت نہ کسی نے بنائی نہ بن سکی۔احرار پر مجھے اعتبار نہ تھا اور اب دنیا تسلیم کرتی ہے کہ کشمیر کے یتامیٰ ،مظلومین اور بیواؤں کے نام سے روپیہ وصول کر کے احرار شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے (یہ وہی احرار ہیں جو آج پاکستان پر مسلط کئے جارہے ہیں) ان میں سے ایک لیڈر بھی ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔کشمیر کمیٹی نے انہیں دعوت اتحاد وعمل دی مگر اس شرط پر کہ کثرت رائے سے کام ہو اور حساب با قاعدہ رکھا جائے۔ انہوں نے دونوں اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔لہٰذا میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہ تھا کہ میں کشمیر کمیٹی کا ساتھ دیتا اور میں بانگ دہل کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی ،محنت ، ہمت ، جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا اور اس کی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں''۔ (صفحہ:۴۲)

مولانا عبدالمجید سالک مدیر''انقلاب'' اپنی کتاب ''سرگزشت'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جب احرار نے احمدیوں کے خلاف بلاضرورت ہنگامہ آرائی شروع کردی اور کشمیر کی تحریک میں متخالف عناصر کی ہم مقصدی وہم کاری کی وجہ سے جو قوت پیدا ہوئی تھی اس میں رخنے پڑ گئے تو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ڈاکٹر اقبال اس کے صدر مقرر ہوئے کمیٹی کے بعض ممبروں اور کارکنوں نے احمدیوں کی مخالفت محض اس لئے شروع کردی کہ وہ احمدی ہیں۔ یہ صورت حال مقاصد کشمیر کے اعتبار سے سخت نقصان دہ تھی۔'' (سرگزشت صفحہ:۳۳۸)

اب سنئے کہ اس وقت ہندو پریس کیا لکھ رہا تھا اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی کس جماعت سے خطرہ نظر آرہا تھا اور ان کے نزدیک کون تھا جو مسلمانان کشمیر کے لئے بے قرار ہو کر میدانِ عمل میں کود پڑا تھا۔اس بارے میں اخبار''ملاپ'' یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۵ پر لکھتا ہے:

''مرزا قادیانی نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی اس غرض سے قائم کی ہے تا کہ

کشمیر کی موجودہ حکومت کا خاتمہ کردیا جائے اوراس غرض کے لئے انہوں نے کشمیر کے گاؤں گاؤں میں پروپیگنڈا کیا ۔۔۔۔۔۔ انہیں روپیہ بھیجا، ان کے وکیل بھیجے، شورش پیدا کرنے والے واعظ بھیجے۔ شملہ میں اعلیٰ افسروں کے ساتھ ساز باز کرتا رہا''۔

پاکستان کے سربراہوں سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم جس جماعت کو آج مسلمانوں کے خلاف ساز باز کرنے والے قرار دے رہے ہو اس کے متعلق کچھ خدا کا خوف کرو، اس جماعت پر غیر تو یہ الزام لگاتے ہیں اور ہمیشہ لگاتے رہے ہیں کہ یہ جماعت مسلمانوں کے حق اور خیر خواہی میں ساز باز کرنے والی جماعت ہے اور قرآنی الفاظ میں اگر یہ جماعت اُذُنُ ہے تو (التوبہ:۶۱) یعنی تمہاری بھلائی اور خیر خواہی کے کان رکھتی ہے نہ کہ تمہاری بدی کے کان۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ذکر کرتے ہوئے اخبار''ملاپ'' ۳۰ ؍ستمبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

''کشمیر میں قادیانی شرارت کی آگ لگائی۔ واعظ گاؤں گاؤں گھومنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ چھپوائے گئے، اردو میں بھی اور کشمیری زبان میں بھی اور انہیں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا گیا۔ مزید برآں روپیہ بھی بانٹا گیا''۔ (صفحہ:۵)

برصغیر کی تاریخ میں سب سے اہم دَور جو مسلمانوں کی تقدیر بنانے والا دور کہلا سکتا ہے، جس میں بقا کی جدو جہد اور بقا کی جنگ بڑی شدت کے ساتھ لڑی جارہی تھی وہ قیام پاکستان سے قبل کی تاریخ کا دور ہے۔ اُس وقت مسلمان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اُس وقت مسلمانوں کو ایک ایسی پناہ گاہ چاہئے تھی جہاں وہ مخالفانہ طاقتوں کے استبداد سے محفوظ رہ سکیں، جہاں نہ ان کے دین کو کوئی خطرہ ہو، نہ اُن کی سیاست کو کوئی خطرہ ہو، نہ ان کی معیشت کو کوئی خطرہ ہو۔ چنانچہ اس پناہ گاہ کی تلاش میں مختلف وقتوں میں مختلف مسلمان اہل فکر نے کچھ تصورات باندھے، کچھ خوابیں دیکھیں، کچھ نقشے تعمیر کئے اور رفتہ رفتہ پاکستان کا نقشہ یوں ابھرنے لگا کہ گویا وہ ساری ملت اسلامیہ کی آواز تھی۔ اس انتہائی اہم دور میں جماعت احمدیہ کا کردار کیا تھا۔ جن کے متعلق آج یہ کہا جارہا ہے کہ

احمدیوں کے لئے مسلمان ممالک مہلک ثابت ہوتے ہیں اس لئے وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی مسلمان ملک قائم رہ جائے۔ کجا یہ کہ وہ کسی مسلمان ملک کے بنانے میں ساتھ دیں۔ چنانچہ اس انتہائی اہم دور میں جماعت احمدیہ کیا کر رہی تھی اور وہ جماعتیں جو آج پاکستان پر مسلط کی جارہی ہیں ان کا کردار کیا تھا۔ اس سلسلہ میں مَیں چند اقتباس غیر احمدی اخباروں سے نکال کر پیش کر رہا ہوں تا کہ آج تاریخ کا جو حلیہ بگاڑا جا رہا ہے مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم دیکھیں تو سہی کہ اصل ظالم کون تھا اور مسلمانوں کے ساتھ سچی ہمدردی رکھنے والا، پیار کرنے والا ان کی خاطر جان و مال قربان کرنے والا کون تھا۔ سید رئیس احمد جعفری اپنی کتاب ’’حیات محمد علی جناح‘‘ مطبوعہ ۱۹۷۴ء زیر عنوان ’’اصحاب قادیان اور پاکستان‘‘ لکھتے ہیں:۔

’’اب ایک اور دوسرے بڑے فرقہ اصحاب قادیان کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے اصحاب قادیان کی دونوں جماعتیں مسلم لیگ کی مرکزیت، پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں‘‘۔ (صفحہ:۴۵۱)

اس زمانہ میں مسلمانوں کو اس جدوجہد کے دوران جو غیر معمولی مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کی تاریخ تو بہت دردناک ہے۔ مشرقی پنجاب کے علاقے میں مسلمانوں کے خون سے اس کثرت کے ساتھ ہولی کھیلی گئی ہے کہ اس ساری تاریخ کا احاطہ کرنا تو ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کوئی دل ان دردناک داستانوں سے دوبارہ گزرنے کو گوارا کرے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جب عملی جہاد کا وقت آیا تو اس وقت مسلمان فرقوں میں سے احرار اور جماعت اسلامی کا کردار کیا تھا اور جماعت احمدیہ کا کردار کیا تھا۔ وہ وقت ایسا نہیں تھا جو صرف تبلیغی جہاد کا ہو۔ وہ وقت ایسا تھا جب کہ بدنی جہاد کا وقت تھا اور تلوار کے جہاد کا وقت بھی آچکا تھا۔ مسلمان عورتوں کی عزت و حرمت کے ساتھ ظلم کی ایک ہولی کھیلی جارہی تھی اور بچوں کو اچھال کر نیزوں میں پرویا جارہا تھا۔ الغرض لٹے ہوئے قافلوں اور ان کے ساتھ مظالم کے اتنے دردناک مناظر ہیں کہ زبان کو یارا نہیں کہ ان کا تفصیل سے ذکر کر سکے۔ بہر حال سب مسلمانوں کو بالعموم اس تاریخ سے واقفیت ہے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب عملی جہاد کا وقت آیا تو کون تھا جو مسلمانوں کی خاطر جہاد کی صف اول میں لڑ رہا تھا۔ اخبار ’’احسان‘‘ جو ایک احراری

اخبار تھا (اب بند ہو چکا ہے) ۲۵؍ستمبر ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں لکھتا ہے:

''قادیان کے نوجوان ملٹری کے جبر وتشدد کے باوجود خوفزدہ نہیں۔ وہ صرف اس بات کے خواہش مند ہیں کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اب وہ آہستہ آہستہ موت کے گھیرے میں آتے جاتے ہیں اور نہرو کی حکومت جو کہتی تھی کہ کسی مسلمان کو مشرقی پنجاب سے نکلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا وہ قادیان کے مسلمانوں کو وہاں سے زبردستی نکلوانے اور انہیں تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔'' (آج یہ کہا جارہا ہے کہ احمدی ہندوستان کے ایجنٹ ہیں) ''محکمہ حفاظت قادیان'' کے ماتحت کام کرنے والے نوجوان بعض اوقات چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ادا کرتے اور رات دن پہرہ دیتے ہیں۔''

اس مرحلہ پر حضور نے فرمایا:

میں خود بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں شامل تھا اور مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ اڑتالیس گھنٹے نیند نہیں آسکتی تھی کیونکہ حالات ہی ایسے تھے علاوہ ازیں خدام تھوڑے تھے اور کام بہت زیادہ تھا اور بعض دفعہ اگر چند لمحے بھی نیند کے لئے مل جاتے تو یوں لگتا تھا کہ ہم گناہ کر رہے ہیں اور یہ احساس ہوتا کہ ہم سوئے کیوں یعنی یہ اس وقت کے احمدی نوجوانوں کے احساسات تھے اور پھر صرف قادیان میں ہی نہیں بلکہ اس کے اردگرد جتنے بھی مسلمان دیہات تھے انہیں بچانے اور ان کی خاطر لڑنے کے لئے قادیان سے مجاہد جایا کرتے تھے یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے:

''بعض اوقات چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ادا کرتے اور رات دن پہرہ دیتے ہیں۔ گو نیند اور بے آرامی کی وجہ سے ان کی صحت کمزور ہو چکی ہے مگر وہ موت کے ڈر سے بھاگنے کی بجائے موت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ وہاں کوئی ملٹری مسلمان نہیں ہے۔ ہندو ملٹری اور سکھ پولیس انہیں ڈراتی دھمکاتی ہے۔ ہندو کیپٹن بھرا ہوا پستول ہاتھ میں پکڑے دہشت پھیلانے کے لئے ادھر ادھر پھرتا رہتا ہے''۔

پھر یہی اخبار ۲/ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں مزید لکھتا ہے:

''لمبی چوڑی باتیں لکھنے کا وقت نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔(یعنی اس اخبار میں کسی غیر احمدی مسلمان کا خط چھپا ہے جو ان دنوں قادیان میں پناہ لئے ہوئے تھا وہ لکھتا ہے کہ) اس وقت ہم کم وبیش پچاس ہزار افراد قادیان میں پناہ لئے بیٹھے ہیں ہمیں احمدیوں کی طرف سے زندہ رہنے کے لیے کھانا مل رہا ہے۔ بعض کو مکان بھی مل چکے ہیں۔ مگر اس قصبہ میں اتنی گنجائش کہاں، ہزاروں آسمان کی چھت کے نیچے زمینی فرش پر پڑے ہیں جنہیں دھوپ بھی کھانا پڑتی ہے اور بارش میں بھی بھیگنا پڑتا ہے''۔ (''احسان'' لاہور ۲/ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

علاوہ ازیں حکومت پاکستان کی طرف سے ایک کتاب '' کاروان سخت جان'' کے نام سے شائع ہوئی اس میں تقسیم ملک کی تاریخ کا ذکر ہے۔ حکومت پاکستان کے محکمہ دفاع کی طرف سے شائع شدہ یہ کتاب قادیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہے:

''یہ مقام علاوہ اپنی صنعتی اور تجارتی شہرت کے جماعت احمدیہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے گردونواح میں تمام تر سکھوں کی آبادی ہے۔ چنانچہ فسادات کے ایام میں بیس بیس میل دور کے مسلمان بھی قادیان شریف میں پناہ لینے کے لئے آ گئے''۔

کل تک تو '' قادیان شریف'' تھا مگر آج تم ربوہ کو بھی دنیا کا ناپاک ترین شہر بنا رہے ہو، نعوذ باللہ من ذالک اور کہتے ہو کہ جس طرح یہودیت کا اسرائیل ہے اسی طرح ربوہ بھی مرزائیل ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اس وقت تو تمہاری زبانوں سے حق جاری ہوا تھا کہ قادیان نہ کہو یہ تو قادیان شریف ہے۔ یہاں خدا کے پیارے بستے ہیں۔ خدا کے پیاروں نے یہ بستی آباد کی ہے اور اسلام کے فدائی اس بستی میں آباد ہیں۔ جب تک یہ یادیں اس بستی سے وابستہ رہیں گی شرفاء اسے ہمیشہ قادیان شریف کے نام سے ہی یاد کرتے رہیں گے۔ اس وقت کی حکومت پاکستان کی شرافت کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے حق کا اظہار کرتے ہوئے ان احراری مولویوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

''یہ تعداد بڑھتے بڑھتے پچھتّر ہزار نفوس تک پہنچ گئی''

مجھے یاد ہے کہ ان پناہ گزینوں کو باقاعدہ کھانا دیا جاتا رہا چونکہ خطرناک حالات نظر آرہے تھے اس لئے حضرت مصلح موعود نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ حالات کو جانچ کر جلسہ سالانہ کی ضروریات سے کہیں زیادہ گندم اکٹھی کی ہوئی تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک بھی مسلمان کو فاقوں نہیں مرنے دیا گیا بلکہ حاجتمندوں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہوئے جہیزوں کے قیمتی کپڑے بھی ان میں تقسیم کئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خود اپنی بیگم کے قیمتی کپڑے تقسیم کر کے اس کام کا آغاز کیا۔ حضرت بیگم صاحبہ چونکہ نواب مالیر کوٹلہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے ان کپڑوں میں بعض اتنے قیمتی اور پرانے خاندانی ملبوسات چلے آرہے تھے کہ وہ ان کو خود بھی نہیں پہنا کرتی تھیں کہ کہیں خراب نہ ہو جائیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے سب کے سامنے اور سب سے پہلے اپنے گھر سے کپڑوں کے بکس کھولنے شروع کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان غرباء کو جن کے خواب و خیال میں بھی ایسے کپڑے نہیں آسکتے تھے تقسیم کر دیئے۔ لینے والے تقریباً سارے غیر احمدی مسلمان تھے۔ پھر اس کے بعد تو ہر گھر کے ہر کمرہ کے ہر بکس کے منہ کھل گئے اور جو کچھ تھا وہ سارا اپنے مصیبت زدہ غیر احمدی مسلمان بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ میں جب آخر میں قادیان سے نکلا ہوں تو میرے پاس ایک خاکی تھیلا تھا جس میں صرف ایک جوڑا تھا۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز لا نہیں سکتے تھے بلکہ ہمارے سارے گھر خالی پڑے ہوئے تھے اور جو کچھ تھا وہ سب تقسیم کر دیا گیا تھا۔

> ”چونکہ ان پناہ گزینوں کو ظالم اور سفاک سکھوں نے بالکل مفلس اور قلاش کر دیا تھا۔ لہٰذا قادیان کے باشندگان نے ان بیچاروں کی کفالت کا بیڑا اٹھایا۔ ظاہر ہے اتنی بڑی جمعیت کے لئے خوراک اور رہائش کا بار اٹھانا کوئی معمولی کام نہیں ہے اور خصوصاً ایسے ایام میں جب کہ ضروریات زندگی کی اتنی گرانی ہو چنانچہ یہ ناخواندہ مہمان قادیان کی کفالت میں اُس وقت تک رہے جب تک حکومت نے عمداً ان کو ایسا کرنے سے روک نہ دیا“۔

(”کاروان سخت جان“ صفحہ: ۱۴۳۔۱۴۴ ناشر ادارہ رابطہ قرآنی دفتر محاسبات دفاع پاکستان مارچ ۱۹۵۱ء)

اخبار ”زمیندار“ اپنی اشاعت ۲؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لکھتا ہے کہ:

''ضلع گورداسپور میں یوں تو متعدد مقامات پر مسلمان محصور ہیں مگر تین کیمپ بہت بڑے ہیں (۱) بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت خراب ہے

جسے کل تک بٹالہ شریف کہا کرتے تھے لیکن جب عملاً امتحان کا وقت آیا تو منہ سے لفظ ''شریف'' نہیں نکلا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا پرسان حال ہی کوئی نہیں تھا۔ اس سے متعلق کہتے ہیں کہ

بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ نہ سر چھپانے کے لئے کوئی پناہ گاہ ہے، نہ کھانے کے لئے کوئی چیز ہے۔ ہندو فوجیوں نے قیامت برپا کر رکھی ہے زیورات اور سامان پر ڈاکے ڈالتے ہی جاتے تھے۔ اب تو خواتین کی عصمت و عزت پر بھی ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ دوسرا کیمپ سری گوبند پورہ میں ہے۔ وہاں کی صورت حال بھی بٹالہ سے کم خوفناک نہیں۔ تیسرا کیمپ قادیان میں ہے۔ اس میں شک نہیں مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابل شکریہ طریقے پر کی''۔

اخبار ''زمیندار'' پھر لکھتا ہے:

''اس وقت ہزاروں پناہ گزین احمدیوں کے گھروں سے روٹیاں کھا رہے ہیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے حکومت سے راشن کے لئے درخواست نہیں دی اور حکومت (جس کا نام ایک تھانیدار اور چند سکھ سپاہی ہے) قادیان سے غلہ غصب کر کے وہاں کے باشندوں اور پناہ گزینوں کو بھوکوں مارنا چاہتی ہے۔ کیا دنیا میں کسی قوم پر اس سے بڑھ کر بھی ظلم وستم کیا جاسکتا ہے''۔

(زمیندار ۱۶؍اکتوبر ۱۹۴۷ء)

ہاں میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بڑھ کر ظلم وستم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ غیروں کے ہاتھوں ظلم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس سے اتنا دکھ نہیں پہنچا کرتا جتنا اپنوں کے ہاتھوں تکلیف پہنچے تو دکھ محسوس ہوتا ہے۔ جب وہ ہاتھ جن سے یہ امیدیں وابستہ ہوں کہ وہ حفاظت کریں گے اور وہ زبانیں جن سے یہ امیدیں وابستہ ہوں کہ وہ تائید میں چلیں گی مگر وہ ہاتھ مخالفت میں اٹھنے لگیں اور وہ زبانیں چرکے لگانے لگیں اور اپنوں ہی کی مخالفت کرنے لگیں۔ میں ''زمیندار'' کے اس

کالم نویس سے کہتا ہوں کہ ہاں وہ دکھ اس سے بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور وہ دکھ تم لوگوں سے پہنچا ہے۔ وہ دکھ مجلس احرار سے مسلمانوں کو پہنچا ہے اور مبینہ جماعت اسلامی سے وہ دکھ مسلمانوں کو پہنچا ہے۔ کوئی دکھ کسی ہندو یا سکھ کے ہاتھ سے پہنچا ہوا اتنا شدید نہیں ہے جتنا شدید اپنوں سے پہنچا ہوا دکھ۔ اگر آپ بھول چکے ہوں تو آپ کی یاددہانی کے لئے میں جماعت اسلامی سے متعلق غیر احمدی مسلمانوں کے چند حوالے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ لیکن ان سے پہلے میں ایک حوالہ مولوی مودودی کا ہی پیش کر رہا ہوں بعد ازاں دوسروں کے حوالے ان کے متعلق پیش کروں گا۔ وہ دور جو تحریک قیام پاکستان کا نہایت ہی اہم دور تھا جبکہ مسلمان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اس وقت جماعت احمدیہ تو قربانیوں میں حصہ لے رہی تھی اور اس تحریک کے نتیجہ میں جو پاکستان تعمیر ہو رہا تھا اس کے متعلق مودودی صاحب کا تصور کیا تھا اور ان کے فتوے کیا تھے؟ ان سے متعلق مولانا موصوف لکھتے ہیں:۔

> ”اگر میں اس بات پر خوش ہوں کہ یہاں رام داس کی بجائے عبداللہ خدائی کے منصب پر بیٹھے گا تو یہ اسلام نہیں ہے بلکہ نرا نیشنلزم اور یہ ”مسلم نیشنلزم“ بھی خدا کی شریعت میں اتنا ہی زیادہ ملعون ہے جتنا ہندوستانی نیشنلزم“۔
>
> (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ:۸۱)

دیکھیں کیسے کیسے بہانے تراشے جا رہے ہیں کہ مسلمانوں کو کانگریس کا غلام بنا دیا جائے اور کانگریسی نیشنلزم کی تائید میں تو سارے مسلمان زور لگائیں لیکن مسلم نیشنلزم بڑا ملعون ہے اس کے قریب تک نہیں جانا چاہئے۔ پھر فرماتے ہیں:

> ”نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے نہ انگریزوں سے، وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے (احمدیوں کے خلاف جہاد کے فتوے دینے والوں کے اپنے فتوے یہ ہیں) نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں“۔

جب تک ان ریاستوں میں تیل نہیں نکلا تھا اس وقت تک تو کوئی رشتہ نہیں تھا۔ اب تیل کا رشتہ جو نکلا ہے تو یہ بیچارے کیا کریں۔ یہ تو ایسا ہی واقعہ ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا

کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک ملاّں نے نکاح پر نکاح پڑھ دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دل میں اس کی بڑی عزت تھی کیونکہ وہ نیکی میں مشہور تھا۔ آپ نے کہا کہ میں نہیں مان سکتا کہ ایسا واقعہ ہوا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ واقعۃً ایسا ہی ہوا ہے آپ اس ملاّں کو بلا کر دیکھ لیں۔ چنانچہ آپؓ نے اُسے بلوایا اور دریافت فرمایا کہ مولانا صاحب! آپ سے پوچھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ نے نکاح پر نکاح پڑھ دیا ہو، مگر لوگ کہتے ہیں۔ تو ملاّں نے عرض کیا کہ آپ یونہی مجھے متہم کر رہے ہیں پہلے میری بات تو سن لیں۔ آپؓ نے فرمایا ہاں بتاؤ کیا بات ہے۔ ملاّں نے عرض کیا کہ میں بھی اس بات کا قائل ہوں کہ نکاح پر نکاح نہیں ہوسکتا۔ اور پھر پنجابی میں کہا ’’لیکن جدوں دوجے نے چڑی جڈا روپیہ میرے ہتھ تے رکھ دتا تے فیر میں کیہ کردا‘‘ یعنی ٹھیک ہے نکاح پر نکاح نہیں ہوسکتا لیکن اگر ایک پارٹی چڑیا کے برابر روپیہ ہاتھ پر رکھ دے تو مولوی بیچارا کیا کرے۔ تو یہ ہے جماعت اسلامی جس کا ان مسلمان ممالک سے کل تک کوئی رشتہ نہیں تھا اور جہاں ان کے نزدیک مسلمان خدا بنے بیٹھے تھے۔ اب وہاں تیل نکل آیا ہے تو یہ بیچارے کیا کریں بالکل بے اختیار ہیں۔ دین الگ معاملہ ہے اور دولت الگ چیز ہے۔ بہر حال جب دولت کا معاملہ سامنے ہو تو پھر مولوی بیچارہ کیا کرے۔ چنانچہ مولوی مودودی کہتے ہیں:

> ’’نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے (مجاہدین اسلام کے عجیب تصورات ہیں) نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے ۔۔۔۔۔۔۔ جو کچھ جاتا ہے جانے دو۔ سیدنا مسیح کے قول کے مطابق جبہ جاتا ہے تو کُرتہ بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ‘‘۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ: ۹۷۔۹۹)

اے ظالم! تجھے اس وقت سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم کیوں یاد نہیں آئی کہ جو مسلمان اپنی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لئے لڑتا ہوا مارا جاتا ہے وہ شہید ہوگا، تمہیں کیوں خیال نہیں آیا کہ اس وقت کتنی مسلمان عورتوں کی عزتیں خطرہ میں تھیں، ان کی عصمتیں خطرہ میں تھیں، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کی حرمت خطرہ میں تھی، مسلمان قوم کے احیاء کا سوال تھا، مسلمان قوم کی بقاء کا سوال تھا۔ اس وقت تمہیں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا کوئی قول یاد نہیں آیا۔ اس وقت اگر کوئی قول یاد

آتا ہے تو سیدنا مسیحؑ کا یہ قول کہ جبہ جاتا ہے تو کُرتہ بھی چھوڑ دینے پر تیار ہو جاؤ اور آج ہمارے متعلق یہ باتیں کرتے ہو کہ ہم جہاد کے خلاف ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

''جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی، ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی (آج جس حکومت کی تائید میں یہ کہتے ہیں کہ فرمان الٰہی جاری ہو رہا ہے کل تک وہ یہ کہہ رہے تھے کہ) جو کچھ بھی حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔ اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ:۱۷۷)

''نوائے وقت'' کے بانی ایڈیٹر حمید نظامی صاحب نے جماعت اسلامی سے متعلق سچ کہا اور اس خیال کا بڑے زور سے اظہار کیا کہ:

''ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے'' (نوائے وقت ۱۵؍ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ:۳)

جب مولوی مودودی صاحب کی اپنی تحریروں سے یہ باتیں ثابت ہیں تو پھر اس الزام کو رد کرنے کی کوئی گنجائش تو نظر نہیں آتی لیکن صرف اسی پر انحصار نہیں بلکہ ان معاملات پر غور کرنے کے لئے کہ کون پاکستان کا سجن اور کون دشمن، کون سگا اور کون سوتیلا ہے۔ حکومت پاکستان نے ۱۹۵۳ء میں اینٹی احمدیہ تحریک پر ایک عدالت قائم کی جس کے منصفین میں ایک جسٹس منیر تھے جن کا نام ساری دنیا میں مشہور ہے اور آپ ایک بہت اعلیٰ پائے کے قانون دان کے طور پر معروف ہیں اور ایک جسٹس کیانی

تھے۔آپ دونوں ممبر تھے۔آپ نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۲۲۱ پر جماعت اسلامی کے متعلق لکھا:

"جماعت (اسلامی) مسلم لیگ کے تصور پاکستان کی علی الاعلان مخالف تھی اور جب سے پاکستان قائم ہوا ہے جس کو "ناپاکستان" کہہ کر یاد کیا جاتا ہے، یہ جماعت موجودہ نظام حکومت اور اس کے چلانے والوں کی مخالفت کر رہی ہے۔ ہمارے سامنے جماعت کی جو تحریریں پیش کی گئی ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعید سا اشارہ بھی موجود ہو"۔

آج کل بھی پاکستان کے اخباروں میں شائع کیا جا رہا ہے اور آج سے پہلے بھی جماعت اسلامی اپنی بعض تحریریں پیش کیا کرتی تھی کہ ہم دراصل قیام پاکستان کے خلاف نہیں تھے۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت میں جماعت اسلامی کی طرف سے وہ ساری تحریریں پیش ہوئیں تو ان سے متعلق تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا جا رہا ہے کہ:

"ان میں سے ایک بھی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعید سا اشارہ بھی موجود ہو اس کے برعکس یہ تحریریں جن میں کئی مفروضے بھی شامل ہیں تمام کی تمام اس شکل کی مخالف ہیں جس میں پاکستان وجود میں آیا اور جس میں اب تک موجود ہے"۔

یہ تو تھا جماعت اسلامی کا کردار جو جماعت احمدیہ کی اولین دشمن جماعت ہے دوسرے نمبر پر مجلس احرار ہے۔ جو اِس وقت ہماری بدقسمت حکومت پر مسلط کئے گئے ہیں۔ اس مسلم مملکت (پاکستان) کی تعمیر کے وقت جماعت احرار کا کردار کیا تھا۔ اس وقت جب کہ مسلمانوں کی ہندوؤں کے خلاف قومی جدوجہد تھی اور مسلمان کی بقاء کے لئے ایک بڑی شدید جنگ لڑی جا رہی تھی اس وقت احراری علماء مسلمانوں کو جو سبق دے رہے تھے اس کے متعلق چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ رئیس الاحرار جناب حبیب الرحمان صاحب لکھتے ہیں:

"تم ہندوؤں سے ڈرتے ہو کہ ہمیں کھا جائیں گے (ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی الگ ملک کی ضرورت ہے) ارے! جو مرغے کی ایک ٹانگ نہیں کھا سکتا وہ تمہیں کیا کھا جائے گا، ڈرنا ہندوؤں کو

چاہئے کہ تم سے کمزور ہیں وہ صرف چھ صوبوں میں ہیں تمام سرحدات پر تم رہتے ہو۔۔۔۔۔۔۔ بھائی پرمانند اگر بزدلی کی بات کرتا ہے تو وہ سچا ہے‘‘۔

(رئیس الاحرار صفحہ: ۲۰۵)

پھر امیر شریعت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں:

’’سبحان اللہ! کہتے ہیں ہندو ہم کو کھا جائے گا۔ مسلمان پورا اونٹ کھا جاتا ہے پوری بھینس کھا جاتا ہے اس کو ہندو کیسے کھا سکتا ہے جو چڑیا بھی نہیں کھا سکتا‘‘۔ (تقریر سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری بمقام ایبٹ آباد رسالہ ترجمان الاسلام لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء صفحہ: ۱۲)

یہ ہے ان کا جہاد۔ ’’ذ‘‘ کے ساتھ ’’غذا‘‘ کے ’’غازی‘‘ تو ہیں، بھینس اور اونٹ کھانے والے تو ہیں لیکن جب دوسری قومیں واقعۃً ان کو کھانے کے لئے آتی ہیں تو اس وقت کوئی جہاد باقی نہیں رہتا۔ اُس وقت اگر کوئی ان کے دفاع کے لئے اپنی جان اور مال قربان کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی کے نوجوان اور مجاہدین ہوتے ہیں۔ ہر دور میں یہی واقعہ ہوا ہے اور اسے بار بار دہرایا گیا ہے۔ آپ کو میدان جہاد میں کوئی احراری یا جماعت اسلامی کا آدمی دور تک بھی نظر نہیں آئے گا۔ کتنے ہیں جو فلسطین میں جا کر خدمتیں کر رہے ہیں؟ کتنے ہیں جنہوں نے کشمیر موومنٹ میں حصّہ لیا؟ کتنے ہیں جنہوں نے کشمیر کی بعد کی جنگ میں حصّہ لیا؟ کوئی ایک مقام تو دکھائیں جہاں اسلام یا مسلمان کو خطرہ ہو اور یہ لوگ صف اوّل تو کجا آخری صف میں ہی جا کر لڑے ہوں۔ اقبال کا نام آج جپا جا رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ پاکستان کا بنانے والا ہے اور اس کا تصور ایک الہامی درجہ رکھتا تھا۔ لیکن کل یہی لوگ کیا کہہ رہے تھے۔ یہی احراری کہتے تھے:

’’بلاشبہ پاکستان کا یہ تخیّل ’’سیاسی الہام‘‘ ہے مگر ربّانی الہام نہیں ہے بلکہ ’’قصر بکنگھم کا الہام‘‘ ہے جو ڈاکٹر اقبال کو بھی جب ہی ہوا تھا۔۔۔۔ جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واپس تشریف لائے تھے‘‘۔

(’’تحریک پاکستان پر ایک نظر‘‘ صفحہ: ۱۸۔ ۱۹ از حضرت علامہ الحاج مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوھاری ناظم اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند)

الہام کس کی طرف سے ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے اس کا سارا راز تو احراریوں کو معلوم ہے۔ وہ الہام اللہ کی طرف سے تھا یا قصر بکنگھم میں ہوا دونوں جگہ ان کے پہرے دار موجود ہیں اس لئے انہیں فوراً پتہ لگ جاتا ہے چنانچہ یہ الہام پاکستان جس کے متعلق آج کہتے ہیں کہ علامہ اقبال کے دل پر خداتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا کل تک اس کے متعلق یہ کہہ رہے تھے کہ یہ قصر بکنگھم کا الہام ہے۔ مولانا ظفر علی خان صاحب ''چمنستان'' میں ایک مشہور و معروف احراری لیڈر مولوی حبیب الرحمان صاحب (جو اس زمانہ میں صدر مجلس احرار تھے) کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے مقابل پر ہندوؤں کی کیسی خدمات کیں اور ہندو راہنماؤں کو مسلمانوں میں دوبارہ ہردلعزیز بنانے کے لئے کیسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دئے ان میں سے ایک کارنامہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے، غصہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں''۔ (چمنستان صفحہ:۱۶۵)

یہ تھا ان کا جذبہ جہاد اور جوش و خروش۔ پھر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب جب عمل کے میدان میں کودے تو اس وقت چشم فلک نے کیا کیا نظارے دیکھے، وہ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ اقتباس کتاب ''رئیس الاحرار'' صفحہ ۷۴،۷۵ سے لیا گیا ہے لکھا ہے کہ:

> ''۱۹۲۸ء میں آل انڈیا مسلم کشمیر کانفرنس لدھیانہ میں ہوئی اس کی صدارت کے لئے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے خواجہ محمد یوسف صاحب کے ذریعہ پنڈت موتی لعل نہرو کو کشمیر کانفرنس کا صدر بنایا'' (یہ بات سننے سے تعلق رکھتی ہے کہ پنڈت موتی لعل جو پنڈت جواہر لعل نہرو کے والد تھے کو کشمیر کانفرنس کا صدر بنایا)

پھر لکھتے ہیں:

> ''کانفرنس میں بڑے بڑے مسلمان کشمیری تاجروں نے پنڈت

موتی لعل کی گاڑی اپنے ہاتھ سے کھینچی ۔ایک لاکھ ہندو اور مسلمان نے اس کانفرنس میں شرکت کی ۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ نہرو رپورٹ کی وجہ سے پنجاب میں پنڈت موتی لعل نہرو کی ہندوؤں ،سکھوں اور مسلمانوں میں سخت مخالفت ہو رہی تھی لیکن رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی اس تدبیر سیاست نے ہوا کا رُخ پلٹ دیا‘‘۔

دیکھئے احرار نے کیسے کیسے عظیم الشان مجاہدین اسلام پیدا کئے ہیں ! صرف یہی نہیں اس زمانہ میں مشرقی بنگال میں کیا ہو رہا تھا اس کی داستان اگر آپ رسالہ ’’طلوع اسلام‘‘ (کراچی) ۲۶ ؍مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۱ سے پڑھ کر دیکھیں تو حیرت ہوگی کہ یہ لوگ اس وقت وہاں کیا کر رہے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

’’۱۹۴۶ء کے الیکشن کا اعلان ہوگیا جو پاکستان کے نام پر لڑا جا رہا تھا۔الیکشن کے سلسلہ میں کلکتہ اور بھارت کے دوسرے مقامات کے بہت سے مسلم لیگی لیڈروں نے مشرقی بنگال کا دورہ کیا اور لوگوں پر پاکستان کی اہمیت واضح کرنی شرع کردی۔مسلم لیگی لیڈروں کا اثر اور عوام کو پاکستان کی حمایت پر آمادہ دیکھ کر ہندوؤں نے اپنے اجیر مولویوں کو مسلم لیگی لیڈروں کا زور توڑنے کے لئے بھیجا۔’’روح جعفر‘‘ کے ان تازہ پیکروں نے اپنی تقریروں میں مسلم لیگی لیڈروں پر کفر کے فتوے لگائے۔پاکستان کی تحریک کو انگریزوں کا خود کاشتہ شگوفہ بتایا اور ہر ممکن کوشش کی کہ یہ تحریک مقبول عام نہ ہونے پائے‘‘۔

اب میں احرار سے متعلق جسٹس منیر اور جسٹس کیانی کی رپورٹ میں سے ایک دو اقتباسات پڑھ کر سناتا ہوں جن سے آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ انہوں نے جماعت اسلامی کی طرح کوئی توبہ نہیں کی اور پاکستان کے تصور کو نہ پہلے قبول کیا تھا نہ بعد میں بلکہ لوگوں کو پہلے کی طرح دھوکہ اور فریب دیتے رہے اور اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے اسلام کا مقدس نام استعمال کرتے ہیں۔چنانچہ جسٹس منیر، کیانی رپورٹ صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰ میں درج ہے:

’’ان (احراریوں) کے ماضی سے ظاہر ہے کہ وہ تقسیم سے پیشتر

کانگریس اور ان دوسری جماعتوں سے مل کر کام کرتے تھے جو قائد اعظم کی جدوجہد کے خلاف صف آراء ہو رہی تھیں ۔۔۔۔۔۔اس جماعت نے دوبارہ اب تک پاکستان کے قیام کو دل سے گوارا نہیں کیا‘‘

احرار کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے انکوائری رپورٹ کہتی ہے:

’’ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا کریں اور پاکستان کے استحکام کے متعلق عوام کے اعتماد کو نقصان پہنچائیں۔ اس شورش کا یہ مقصد بالکل واضح ہے کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر فرقہ وارانہ اختلافات کی آگ کو بھڑکایا جائے اور مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کر دیا جائے‘‘۔

(انکوائری رپورٹ صفحہ:۱۵۰)

پھر اسی رپورٹ کے صفحہ ۲۷۸ پر احرار کا ذکر ان الفاظ میں ہوتا ہے:

’’احرار کے رویے کے متعلق ہم نرم الفاظ استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ان کا طرز عمل بطور خاص مکروہ اور قابل نفرین تھا اس لئے کہ انہوں نے ایک دنیاوی مقصد کے لئے ایک مذہبی مسئلہ کو استعمال کر کے اس مسئلہ کی توہین کی‘‘۔

پھر اسی رپورٹ کے صفحہ ۲۷۵ پر احراری لیڈر مولوی محمد علی جالندھری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۵ رفروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ احرار پاکستان کے مخالف تھے ۔۔۔۔۔اس مقرر نے تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لئے پلیدستان کا لفظ استعمال کیا اور ۔۔۔۔۔۔۔۔عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۔۔۔۔۔ایک تقریر میں کہا، پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔‘‘

یہ ہیں مجاہدین اسلام کے کارنامے لیکن ان کارناموں کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ انکی جدوجہد اب ایک نازک دور میں داخل ہو چکی ہے۔احراریوں نے پاکستان کے خلاف مختلف وقتوں

میں ہر حربہ استعمال کیا، کبھی جماعت احمدیہ کو بہانہ بنایا اور کبھی اور بہانے تلاش کر کے پاکستان کو نیست ونابود کرنے کی جو کوششیں یہ کر سکتے تھے کر چکے ہیں اور ہر بار اللہ تعالیٰ کے فضل نے پاکستان کو بچایا اور ان کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور اپنے ارادوں میں ناکام اور نامراد رہے۔ لیکن اب یہ تحریک ایک انتہائی خطرناک دور میں داخل ہو رہی ہے بلکہ ہو چکی ہے۔ اب ان بدقسمتوں نے آخر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان کی جان تو کلمہ توحید لا الٰـہ الا اللّٰـہ میں ہے اسی کی طاقت سے پاکستان بنایا گیا اور اس کلمہ توحید کو مٹانے سے ہی یہ پاکستان مٹے گا۔ یہ بات تو ان کی درست ہے لیکن اقدام نہایت ہی ناپاک اور ذلیل ورسواکن ہے۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ اب ایک منصوبہ کے تحت وہ یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اس ملک کو مٹانے کے لئے اگر کلمہ توحید کو بھی نیست ونابود کرنا پڑے تو ہم ایسا کر کے چھوڑیں گے۔ چنانچہ پاکستان میں اس غرض سے ایک عام تحریک چلائی گئی ہے اور اس ملک کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ وہ لوگ جو ملک کی حفاظت کے لئے مامور تھے، جن کے سپرد یہ کام تھا کہ پاکستان اور پاکستان کی روح کو جس طرف سے بھی خطرہ ہوگا وہ اس کے مقابل پر لڑیں گے اور اس کے دفاع کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ آج ان کو ہی آلۂ کار بنا کر کلمہ توحید یعنی پاکستان کی جان پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے جو مختلف واقعات رونما ہو رہے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام کے پورا ہونے کا دور آ گیا ہے اور زمین میں بسنے والوں کی آراء اور خیالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ کلمہ مٹانے کی تحریک کے سلسلہ میں بکثرت ایسے خطوط اور ایسی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ حکومت پاکستان کے افسران نے جب پولیس کو حکم دیا کہ وہ کلمہ مٹائیں تو وہ مسجدوں میں پہنچے لیکن احمدیوں کی گریہ وزاری کے نتیجہ میں ان کے دل کانپ گئے اور بعضوں نے کلمہ مٹانے سے بالکل صاف انکار کر دیا۔

چنانچہ ایک موقع پر ایک مجسٹریٹ نے اپنے ساتھ آئی ہوئی پولیس فورس کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ (احمدی) بغیر یونیفارم کے تو کسی شخص کو کلمہ نہیں مٹانے دیں گے، یہ تو سر دھڑ کی بازی لگائے بیٹھے ہیں لیکن اگر حکومت مٹائے تو احمدی کہتے ہیں کہ ہم مزاحمت نہیں کریں گے۔ اس صورت میں اللہ جانے اور حکومت۔ جب وہ مجسٹریٹ اتنی بات کہہ رہا تھا تو ایس۔ ایچ۔ او نے کہا کہ جناب یہ باتیں تو بعد میں طے ہوں گی پہلے یہ بتائیں کہ مٹائے گا کون؟ اس نے کہا کہ لازماً تم ہی مٹاؤ گے تمہیں اسی

لئے ساتھ لایا ہوں۔ اس پر ایس۔ ایچ۔ او نے کہا یہ میری پیٹی ہے اور یہ میرا Star ہے جہاں مرضی لے جائیں مگر خدا کی قسم میں کلمہ نہیں مٹاؤں گا اور نہ ہی میری فورس کا کوئی آدمی کلمہ مٹائے گا۔ اس لئے جب تک یہ فیصلہ نہ کرلیں کہ کلمہ کون مٹائے گا اس وقت تک یہ ساری باتیں فضول ہیں کہ کس طرح مٹایا جائے۔ اس قسم کا ایک واقعہ نہیں ہوا پاکستان کے طول وعرض میں ایسے کئی واقعات رونما ہورہے ہیں کہ پولیس جو پاکستان میں سب سے زیادہ بدنام انتظامیہ مشہور ہے اور جسے ظالم، سفاک، بے دین اور بے غیرت کہا جاتا ہے اور ہر قسم کے گندے نام دیئے جاتے ہیں لیکن کلمہ کی محبت ایسی عظیم ہے، کلمہ کی طاقت اتنی عجیب ہے کہ ان کے دلوں میں بھی تبدیلی پیدا ہورہی ہے اور ایک جگہ سے نہیں متعدد جگہوں سے بارہا یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ پولیس نے کلمہ مٹانے سے صاف انکار کردیا ہے اور یہ کہا کہ کوئی اور آدمی پکڑو جو کلمہ مٹائے ہم اس کے لئے تیار نہیں۔

اسی طرح بعض مجسٹریٹس کے متعلق اطلاعیں مل رہی ہیں کہ وہ بڑے ہی مغموم حال میں سر جھکائے ہوئے آئے، معذرتیں کیں اور عرض کیا کہ ہم تو مجبور ہیں، ہم حکومت کے کارندے ہیں، تم ہماری خاطر کلمہ مٹادو۔ احمدیوں نے کہا کہ ہم تو دنیا کی کسی طاقت کی خاطر بھی کلمہ مٹانے کے لئے تیار نہیں ہیں، اگر تم جبراً مٹانا چاہتے ہو تو مٹاؤ۔ پھر مجسٹریٹ نے کہا کہ اچھا سیڑھی لاؤ تو جواب میں کہا گیا کہ ہمارے ہاتھ سیڑھی بھی نہیں لے کر آئیں گے۔ پھر انہوں نے کسی اور سے سیڑھی منگوائی اور ایک آدمی کلمہ مٹانے کے لئے اوپر چڑھا۔ اس وقت احمدیہ مسجد سے اتنی دردناک چیخیں بلند ہوئیں کہ یوں لگتا تھا کہ جیسے ان کا سب کچھ برباد ہو چکا ہے اور کوئی بھی زندہ نہیں رہا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ خود مجسٹریٹ کی بھی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور ابھی کلمہ پر ایک ہتھوڑی پڑی تھی کہ مجسٹریٹ نے آواز دی کہ واپس آجاؤ ہم یہ کلمہ نہیں مٹائیں گے حکومت جو چاہتی ہے ہم سے سلوک کرے ہم اس کے لئے تیار نہیں۔

پس ایسے واقعات حیرت انگیز طور پر رونما ہورہے ہیں اور جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے تو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام یاد آجاتا ہے کہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ (تذکرہ صفحہ:۱۸۹) کہ زمین پر بسنے والوں کی رائیں تبدیل کردی جائیں گی اور ان کے خیالات میں انقلاب برپا کیا جائے گا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے دل میں کلمہ کا

احترام اکثر صورتوں میں موجود ہے اور وہ اس معاملہ میں حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن بعض صورتوں میں نہایت ہی مکروہ واقعات سامنے آرہے ہیں اور انہیں دیکھ کر دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی وجہ سے کہیں اس ملک کو سزا نہ دے۔ ایک موقع پر ایک طالب علم کو ایک پولیس مین نے بس سے گھسیٹ لیا اور اس جرم میں کہ اس نے کلمہ کا بیج لگایا ہوا تھا تھانے لے گیا اور وہاں کلمہ لگانے پر پانچ سو روپے اس کی سزا مقرر ہوئی اور اسے زدو کوب بھی کیا گیا۔ اس طالب علم نے کہا کہ میرے پاس پانچ سو روپے تو نہیں صرف تین سو روپے ہیں لیکن جہاں تک کلمہ کا تعلق ہے میں تو اسے نہیں اتاروں گا، اگر تم میں طاقت ہے تو بے شک نوچ لو، لیکن میرے دل سے کس طرح کلمہ نوچو گے، وہ تو پھر بھی دل ہی میں رہے گا۔ اس پر پولیس والوں نے کہا کہ اچھا ہم تمہیں ابھی سمجھا لیتے ہیں کہ کس طرح نوچیں گے۔ چنانچہ وہ اسے تھانے سے باہر لے گئے اور ایک پل کے نیچے شدید مارا اتنا مارا کہ جسم کا کوئی حصہ بھی ضرب سے خالی نہ رہا اور وہ تین سو روپے لے لئے اور کہا کہ اچھا تین سو روپے جرمانہ اس طرح وصول ہو گیا اور دو سو روپے مارنے سے وصول ہو گیا، ہم نے تو پانچ سو روپے پورے کر لئے۔ تو ایسے ظالم طبع لوگ بھی وہاں موجود ہیں۔

پس جماعت احمدیہ سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ پاکستان تو اپنے ملک کے لئے جانیں نثار کرنے والی جماعت ہے اور اسی طرح ہر ملک کی جماعت احمدیہ اپنے اپنے ملک کی وفادار ہے۔ خطرہ تو ان بدقسمتوں سے ہے جو کلمہ کی توہین کرنے والے ہیں اور کلمہ بیچ کر کھا جانے والے ہیں۔

ایک اور انتہائی دردناک واقعہ جو ہمارے علم میں آیا وہ اس سے بھی زیادہ ظالمانہ ہے کہ ایک موقع پر جب پولیس نے بھی کلمہ مٹانے سے انکار کر دیا اور اس گاؤں کے سب مسلمانوں نے بھی صاف انکار کر دیا کہ ہم ہرگز یہ کلمہ نہیں مٹائیں گے تو اس بدبخت مجسٹریٹ نے سوچا کہ میں ایک عیسائی کو پکڑتا ہوں کہ وہ کلمہ مٹائے۔ چنانچہ اس نے ایک عیسائی سے کہا کہ وہ کلمہ مٹائے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے پادری صاحب سے پوچھ لوں۔ پادری نے یہ فتویٰ دیا کہ دیکھو! اللہ سے تو ہمیں کوئی دشمنی نہیں ہے خدا کی وحدانیت کا تو ہم بھی اقرار کرتے ہیں اور وہ بھی۔ اس لئے کسی عیسائی کا ہاتھ **لا الہ الا اللّٰہ** کو نہیں مٹائے گا، ہاں جاؤ اور (**نعوذ باللہ من ذالک**) محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کو مٹا دو۔ اس

بد بخت اور لعنتی نے یہ گوارا کر لیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ؐ کا نام ایک عیسائی کے ہاتھ سے مٹوا دے۔ مگر میں ان کو متنبہ کرتا ہوں اور خبر دار کرتا ہوں کہ **ہمارے خدا کو جس طرح اپنے نام کی غیرت ہے اسی طرح ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ؐ کے نام کی بھی غیرت ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ خود مٹنے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر خدا کے نام کو مٹنے نہیں دیتے تھے۔ ہمارا خدا نہ خود مٹ سکتا ہے، نہ محمد ؐ کے پاک نام کو کبھی مٹنے دے گا۔** اس لئے اے اہل پاکستان! میں تمہیں خبر دار اور متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم میں کوئی غیرت اور حیا باقی ہے تو آؤ اور اس پاک تحریک میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کلمہ، اس کی عزت اور اس کی حرمت کو قائم کرو اور دنیا کے کسی آمر اور کسی آمر کی پولیس اور فوج سے خوف نہ کھاؤ۔ یہ وقت ہے اپنی جان کو خدائے جان آفرین کے سپرد کرنے کا، یہ وقت ہے خدا کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کا، یہ وقت ہے یہ ثابت کرنے کا کہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آپ ؐ کی عزت اور ناموس پر کسی کو حملہ نہیں کرنے دیں گے۔

پس اے اہل پاکستان! اگر تم اپنی بقا چاہتے ہو تو اپنی جان، اپنی روح، اپنے کلمہ کی حفاظت کرو۔ **میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اس کلمہ میں جس طرح بنانے کی طاقت ہے اس طرح مٹانے کی بھی طاقت موجود ہے۔ یہ جوڑنے والا کلمہ بھی ہے اور توڑنے والا بھی مگر ان ہاتھوں کو توڑنے والا ہے جو اس کی طرف توڑنے کے لئے اٹھیں۔ اللہ تمہیں عقل دے اور تمہیں ہدایت نصیب ہو۔**"

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

ایک اعلان کرنا تھا جو بھول گیا مرزا ظفر احمد صاحب جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ چند دن ہوئے کراچی میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ نماز جمعہ وعصر جمع ہوں گی اس کے بعد میں صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب مرحوم کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ احباب ان کی مغفرت کی دعا میں ساتھ شامل ہوں۔

کشمیر و فلسطین کی تحریک آزادی اور جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸/ مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت تلاوت کی:

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٥﴾ (آل عمران: ۶۵)

اور پھر فرمایا:

یہ سورہ آل عمران کی ۶۵ ویں آیت ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: اے رسول! تو اہل کتاب سے کہہ دے کہ تم اس کلمہ کی طرف ہی آجاؤ جو ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے یعنی ہم اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کا کوئی شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے بعض، بعض دوسروں کو خدا کے سوا دوست نہیں بنائیں گے۔ پس اگر یہ سن کر بھی وہ پیٹھ پھیر لیں اور توجہ نہ دیں تو ان سے کہہ دو کہ اب تم گواہ ٹھہرنا کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اس اشتراک کی دعوت کو سن کر بھی پیٹھ پھیرنے والوں کا پھر دین سے کوئی تعلق نہیں رہتا اور اس وقت اشتراک کی ایسی دعوت دینے والوں

کا یہ حق بن جاتا ہے اور یہ حق قرآن کریم ہی عطا کرتا ہے کہ انہیں کہہ دیں کہ اب تم گواہ رہو گے کہ ہم مسلمان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے مطابق ہم تمہیں اشتراک وحدانیت خدا تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں۔

قرآن کریم ایک عجیب پر حکمت کلام ہے جو ہر دوسرے اختلاف کو نظر انداز کر کے ایک ایسے اتحاد کی طرف بلاتا ہے جو اہل کتاب اور قرآن کریم میں ایک نکتہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم اس بات کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ اہل کتاب آنحضرت ﷺ کو معاذ اللہ جھوٹا اور مفتری سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے کہ اہل کتاب آپ کی جان کے دشمن، آپ کے پیغام کے دشمن، آپؐ کے پاک سلسلے کو تباہ و برباد کرنے پر ہر آن تلے بیٹھے ہیں اور کوئی کسر اس بات کی اٹھا نہیں رکھتے اور ایسا کوئی موقع ہاتھ سے گنواتے نہیں جس کے نتیجہ میں اسلام اور بانی اسلامؐ کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ اتنی شدید عداوت کے باوجود قرآن کریم ان کو اشتراک کی طرف بلا رہا ہے اور اختلافات سے نظریں پھیرنے کی طرف بلا رہا ہے۔ اس لحاظ سے بھی کیسی حیرت انگیز کتاب ہے اور کیسا عظیم کلام ہے جو سچائی کی روح سے پھوٹا ہے۔ جب تک ایک طرف بنی نوع انسان کے ساتھ ایک گہرا لگاؤ نہ ہو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق نہ ہو اس وقت تک ناممکن ہے کہ اس قسم کا کلام کسی زبان پر جاری ہو سکے اور خدائے تعالیٰ جو اپنے بندوں سے بلا امتیاز رنگ و نسل اور بلا امتیاز مذہب و ملت ایک ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے جو مذہب سے بھی بالا ہے یعنی خالقیت اور مخلوقیت کا تعلق۔ تو جب تک اس عظیم ہستی کی طرف سے یہ آواز نہ نکلے دنیا والوں کے تصور میں ایسی بات آ ہی نہیں سکتی۔ یہ وہ کلام ہے جس کی اطاعت اور پیروی کے نتیجہ میں دنیا کے سارے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ قدر مشترک کی طرف بلانا دراصل بنی نوع انسان کو بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف بلانا ہے اور اسی طرح برائیوں اور ظلموں سے احتراز کرنا اور نظریں پھیر لینا اور اس بات کی پروا نہ کرنا کہ کوئی شخص دشمنی میں کس حد تک بڑھ چکا ہے درحقیقت اس بات کا مظہر ہے کہ جہاں بھی کوئی اچھی قدر مل جائے کوئی ایک بھی مقام اشتراک پیدا ہو جائے اس کی طرف بلانا شروع کر دیا جائے۔ یہ ایک ایسا عظیم سبق ہے جو صرف مذہبی دنیا ہی میں نہیں بلکہ سیاسی دنیا میں بھی اور معاشی اور تمدنی دنیا میں بھی ہر قسم کے اختلافات کو حل کرنے کے لئے ایک ایسی چابی (Master Key) کے مترادف ہے جس سے ہر قسم کے

تالے کو کھولا جا سکتا ہے لیکن یہ بد قسمتی ہے انسانوں کی اور بد قسمتی ہے قوموں کی کہ قرآن کریم کی اس عظیم الشان تعلیم کو بھلا کر لوگ مصیبتوں کی زندگی میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک جہنم بنا رکھی ہے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی، اپنے دوستوں کے لئے بھی اور اپنے دشمنوں کے لئے بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کے سب مسائل کا حل قدر اشتراک پر اکٹھے ہو جانے پر منحصر ہے لیکن غیر قوموں کو تو چھوڑیئے بد قسمتی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان میں بھی جہاں اسلام کی محبت کی دعویدار حکومت ہے وہ بھی اس بنیادی اور اصولی سبق کو سمجھ نہیں رہی۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کے خلاف آج کل جو مہم بڑے زور و شور سے چلائی جا رہی ہے اس مہم کا خلاصہ یہی ہے کہ ہر قدر اشتراک کو مٹا دو۔ قرآن کریم کے پیغام کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ہر قدر اختلاف کو نظر انداز کر دو اور ہر قدر اشتراک کی طرف بلاؤ لیکن پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف چلنے والی مہم اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے مخالفین وہ باتیں کر رہے ہیں جو آسمان والے نہیں کر رہے۔ وہ بات کر رہے ہیں جو برخلاف شہر یار ہے، خدا کی تقدیر کے خلاف ہے۔ چنانچہ معاندین احمدیت یہ عزم لے کر اٹھے ہیں کہ وہ ہر قدر اشتراک کو مٹاتے چلے جائیں گے اور ہر قدر اختلاف کو ہوا دیتے چلے جائیں گے، گویا احمدیت کی دشمنی میں وہ اندھے ہو گئے ہیں اور جماعت احمدیہ کے خلاف ایسے ایسے الزامات لگا رہے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

چند مثالیں میں نے گزشتہ خطبہ میں دی تھیں اور یہ واضح کیا تھا، محض اپنی زبان سے نہیں بلکہ غیر کی زبان سے اور اس میں بھی ان لوگوں کی زبان سے جو آج ہم پر الزام لگا رہے ہیں یہ ثابت کیا تھا کہ جماعت احمدیہ ہمیشہ اسلام کی بھی وفادار رہی ہے اور مسلمانوں کے مفادات کی بھی حفاظت کرتی آئی ہے جبکہ ہم پر الزام لگانے والے نہ صرف یہ کہ غلط بیانی کرتے ہیں بلکہ خود ملزم ہیں خود مجرم ہیں اور مجرم بھی اقراری مجرم! چنانچہ غیر احمدی اخبارات اور کتب کے حوالوں سے اور قیام پاکستان سے قبل کی تاریخ سے کچھ حوالے میں نے دیئے تھے اب اس سلسلہ میں میں بعض دیگر امور کو لیتا ہوں یہ بتانے کے لئے کہ ہر ایسے موقع پر جبکہ اسلام یا عالم اسلام کو کوئی خطرہ درپیش آیا جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے مواقع پر اسلام اور مسلمانوں کے دفاع میں ہمیشہ صف اول میں کھڑی ہوئی اور پوری طاقت اور پوری ہمت کے ساتھ کمر بستہ ہو کر ہر دشمن کا مقابلہ کیا اس کے برعکس مجلس احرار اور

جماعت اسلامی کا کردار اسلامی مفاد کے خلاف رہا ہے۔اس میں شک کا سوال نہیں ہے، کوئی الزام تراشی کا سوال بھی نہیں ہے، تاریخی حقائق بتارہے ہیں کہ اسلام اور عالم اسلام کے ہر اہم موقع پر ان کا کردار مسلمانوں کے مجموعی مفاد کے خلاف رہا ہے۔

سرکاری رسالہ میں جن بہت سی باتوں کی طرف اشارے کئے گئے ہیں ان کی تفصیل بیان نہیں کی گئی مثلاً یہ کہہ دینا کہ جماعت احمدیہ عالم اسلام اور اسلام کے خلاف ہے اس میں وہ سارے الزامات آجاتے ہیں جو مختلف وقتوں میں، مختلف شکلوں میں احرار اور جماعت اسلامی کی طرف سے بالخصوص جماعت احمدیہ پر لگائے گئے ہیں اور حالیہ دور میں پاکستان میں جو مختلف جرائد چھپتے رہے ہیں، مختلف اشتہارات شائع ہوتے رہے، کتابیں شائع ہوئیں حکومت پاکستان کی طرف سے ان کی پوری سرپرستی ہوئی۔ان کو زکوٰۃ فنڈ سے اور دوسری مدات کے پیسوں سے بھر پور مدد دی گئی اور اس بات پر فخر کیا گیا کہ ہم اس تحریک کی سرپرستی کررہے ہیں اور جو الزامات لگائے گئے وہ بھی بڑے عجیب وغریب ہیں۔ چنانچہ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ہندوستان کی بھی ایجنٹ ہے اور یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ وہ ہندوازم یعنی ہندوؤں کی بھی ایجنٹ ہے۔ یہ بھی الزام لگایا ہے کہ احمدی اشتراکیت کے نمائندہ ہیں اور تمام اشتراکی ممالک کے ایجنٹ ہیں اور یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ وہ استعماریت کے نمائندہ ہیں اور تمام استعماری ممالک کے ایجنٹ ہیں گویا مخالفین احمدیت کی عقلیں ماری گئی ہیں جو کہتے ہیں کہ بیک وقت روس کے بھی ایجنٹ ہیں اور اسرائیل کے بھی ایجنٹ ہیں۔ دنیا کی ہر طاقت کے ایجنٹ ہیں خواہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے کتنے ہی مخالف ہوں لیکن جب ہم واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک بالکل مختلف کہانی ابھرتی ہوئی سامنے آتی ہے اور وہ کہانی کہانی نہیں رہتی بلکہ ایک تاریخی حقیقت بن جاتی ہے۔

جہاں تک ہندوازم یا ہندوستان کے ایجنٹ ہونے کا تعلق ہے یہ الزام محض لغو ہے اس میں چھوٹے چھوٹے دماغوں کی خود ساختہ کہاوتوں اور کہانیوں کو بنیاد بنایا گیا ہے، اس سے زیادہ ان الزامات کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ قرآن کریم اور سنت نبویؐ کے مطابق ایک واضح مسلک رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس ملک میں احمدی رہتا ہے، جس ملک کا وہ نمک کھاتا ہے، جس کی مٹی سے اس کا خمیر گوندھا گیا ہے وہ اس کا وفادار ہے اور وفادار رہے گا، اس اعتبار

سے ہندوستان کا احمدی لازماً ہندوستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا، انگلستان میں رہنے والا احمدی لازماً انگلستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا، پاکستان میں بسنے والا احمدی لازماً پاکستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا۔ یہ ہے حقیقت حال باقی سب جھوٹ ہے۔ اگر یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے مفاد کے لئے دنیا کے ہر ملک میں بسنے والا احمدی اپنے اپنے ملک کا مفاد بیچ دے تو یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور اس طرح پاکستان کے سوا احمدیوں کو ساری دنیا میں غدار بنانے کے مترادف ہے اور الزام لگانے والے خود بھی یہ نہیں کرتے۔ کیا انگلستان میں بسنے والے مسلمان اور عرب میں بسنے والے مسلمان اور افریقہ میں بسنے والے مسلمان اور دیگر براعظموں میں بسنے والے مسلمان تمام کے تمام اپنے اپنے ملکوں کے غدار ہیں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے یہ ایک فرضی قصہ ہے ایک جذباتی روداد بنا کر پیش کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے الزام لگانے والے خود ہی غدار ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اس وقت پاکستان کی حکومت پر دو بھوت سوار ہیں ایک جماعت اسلامی کا اور دوسرا مجلس احرار کا۔ جب باہر کی دنیا سے سوال اٹھتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے تم پاگل ہو گئے ہو اس قسم کی جاہلانہ حرکتیں کیوں کر رہے ہو تو کہتے ہیں یہ جو دو مصیبتیں ہیں نا، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں یہ ہماری پیش نہیں جانے دیتیں۔ انہوں نے عوام کو خلاف کر دیا ہے عوامی دباؤ کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف اقدامات کرنے پر ہم مجبور ہو گئے ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان دو بھوتوں پر موجودہ حکومت خود سوار ہے اور اپنے مفاد میں ان کو استعمال کر رہی ہے اور۔۔۔۔۔۔۔۔ جہاں تک اور جب تک یہ فائدہ دیں گے اس وقت تک حکومت ان کو استعمال کرے گی اس کے بعد ان کو چھوڑ دے گی۔ ادھر جماعت اسلامی اور احراری ملاّں بھی یہی نیتیں لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دونوں کے ایمان کا ایک جیسا قصہ ہے۔

چنانچہ ان کے مفاد سے جب بھی حکومت کا مفاد ٹکرائے گا وہ اس حکومت کو چھوڑ دیں گے اور اپنے مفاد کی باتیں کرنے لگ جائیں گے۔ بہرحال یہ ایک مجبوری کی دوستی ہے، مجبوری کا رشتہ ہے جو کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ ایسے رشتے پہلے بھی ٹوٹتے رہے ہیں اور اب بھی انشاءاللہ ٹوٹ جائیں گے۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت اسلامی اور احراری ملاؤں کا قیام پاکستان سے پہلے

کیا حال تھا۔ ان دونوں کا کیا کردار تھا، ان کے نظریات کیا تھے، ہندو اور ہندوازم کو کیا سمجھتے تھے، مسلمان ممالک کے متعلق ان کا کیا رویہ تھا۔ اس کے متعلق ایک دو مثالیں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

سب سے پہلے میں مجلس احرار کو لیتا ہوں۔ مجلس احرار کا قیام کیسے عمل میں آیا اس کا پتہ ایک مشہور کتاب سے لگتا ہے جس کا نام Freedom Movement in Kashmir ہے۔ یہ کتاب جس کے مصنف کا نام غلام حسن خان ہے ہندوستان سے لائٹ اینڈ لائف پبلشر نیو دہلی نے ۱۹۸۰ء میں شائع کی ہے۔ اس میں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۰ء تک کے عرصہ میں تحریک کشمیر کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف نے مجلس احرار کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مجلس احرار کانگریس کے سٹیج پر کانگریس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر معرض وجود میں آئی اس کے پہلے صدر مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری منتخب ہوئے اور اس کا نام مجلس احرار اسلام ہند تجویز ہوا''۔

پھر آگے جا کر لکھتے ہیں کہ:

''ہندو پنڈتوں نے مسلمانوں کی مجموعی تحریک کو نقصان پہنچانے کے لئے مسلمانوں کی فرقہ بندی سے ناجائز فائدہ اٹھایا''۔

مجلس احرار کو ہندوؤں نے کس طرح استعمال کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے آخر میں لکھا ہے:۔

''ہندو پنڈت کمیونٹی نے بعض با اثر مسلمان رہنماؤں اور میر واعظ کے ساتھیوں مرزا غلام مصطفیٰ اسد اللہ وکیل وغیرہ سے خفیہ معاہدہ کیا اور خفیہ اجلاس منعقد کئے اور بھڑ کایا کہ شیخ عبداللہ احمدیہ جماعت کے ساتھ مل کر اس کی مذہبی قیادت (یعنی میر واعظ کی مذہبی قیادت) ختم کرنا چاہتا ہے اس طرح مسلمانوں میں نفرت کے بیج بوئے گئے''۔

پس یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوؤں نے اور ہندو کانگریس نے مجلس احرار کو قائم کیا اور اپنے مقاصد کے لئے ان کو استعمال کیا۔ یہ ایک کھلی کہانی ہے اس کے کئی اور ثبوت بھی ہیں جن میں سے کچھ تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور بہت سے ہیں جن کو اس تھوڑے سے وقت میں پیش

نہیں کیا جاسکتا۔

مولوی ظفر علی خان صاحب مدیر ’’زمیندار‘‘ اخبار لاہور، احرار کے صف اول کے مجاہد تھے اگر چہ بعد میں توبہ بھی کی لیکن وہ بہت دیر کے بعد ہوئی۔ ایک لمبا عرصہ انہوں نے احرار کی وکالت کا حق ادا کیا اور اپنے اخبار میں احرار کو بہت اچھالا۔ مولوی ظفر علی خان صاحب نے ہندوؤں سے مسلمانوں کے تعلقات اور مہاتما گاندھی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ایک نظم میں کیا ہے۔ یہ تحریک خلافت کے زمانہ کی بات ہے یعنی جن دنوں یہ تحریک چلی تھی کہ انگریزوں نے خلافت پر حملہ کیا ہے اس لئے ہم ترک موالات کریں گے‘ انگریز سے تعلقات توڑ کر افغانستان چلے جائیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کی خلافت کی حفاظت کا یہ جو اعلان ہوا ہے اس کے متعلق احرار کہتے ہیں کہ یہ اعلان گاندھی جی نے کیا تھا۔

گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کردیا
باطل سے حق کو دست و گریبان کردیا
ہندوستاں میں ایک نئی روح پھونک کر
آزادی حیات کا سامان کردیا
تن من کیا نثار خلافت کے نام پر
سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کردیا

یہ ہیں ان کے پیرومرشد، یہ ہیں ان کی خلافت کی حفاظت کرنے والے، یہ ہیں ان کے رشتے اور آج بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہیں جماعت احمدیہ کے خلاف۔ کہتے ہیں جناب گاندھی صاحب نے خلافت پر اپنا تن من نثار کردیا ہے۔ پھر سنئے کہتے ہیں:

پروردگار نے کہ وہ ہے منزلت شناس
گاندھی کو بھی یہ مرتبہ پہچان کردیا

یعنی یہ کسی انسان کی بات نہیں کہ غلطی ہوگئی ہو۔ فرماتے ہیں حضرت گاندھی جی کو خدا تعالیٰ نے پہچان کر مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ گویا اس وقت فرزندان اسلام میں سے اور مسلمان ماؤں کی کوکھ سے پیدا ہونے والے مسلمانوں میں سے ایک بھی نہیں تھا جو خلافت کی حفاظت کے لئے کھڑا ہوتا۔ کل عالم

کے مسلمانوں پر خدا نے نظر کی تو صرف ایک مہاتما گاندھی نظر آئے جو خلافت اسلامیہ کو بچانے کی طاقت اور ہمت رکھتے تھے۔فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے جو **عالم الغیب و الشھادۃ** ہے گاندھی جی کو یہ مرتبہ پہچان کر دیا ہے۔یہی مولوی ظفر علی خان صاحب ہندو مسلم اتحاد کے متعلق کہتے ہیں:

> ’’پانچ سال پہلے اس اتحاد کا وہم و گمان بھی نہ تھا ہندو اور مسلمانوں کو گاندھی، لالہ لاجپت رائے، مالوی جی، موتی لال نہرو کے متعلق خیال ہے کہ یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے مگر کیا یہ پہلے نہ تھے، کیا یہ قوت ان میں پہلے موجود نہ تھی۔ میں (یعنی ظفر علی خان) کہتا ہوں کہ یہ آسمانی قوت ہے اب ہندو مسلمانوں میں تفرقہ نہیں پڑ سکتا۔ ہندوؤں نے، مہاتما گاندھی نے مسلمانوں پر جو احسان کئے ان کا عوض ہم دے نہیں سکتے‘‘۔

یعنی مسلمانوں پر ہندوؤں اور مہاتما گاندھی نے جو احسان کئے ہیں مولوی ظفر علی خان صاحب کہتے ہیں ہم ان کا بدلہ نہیں دے سکتے ہمارے پاس زر نہیں ہے، جان ہے جب چاہیں حاضر ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو پاکستان کے احمدیوں پر ہندوؤں کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ ویسے تو جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہر ملک کا احمدی اس ملک کا وفادار ہے اور ہم اس بات کا بلا جھجک یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بسنے والے والے احمدی کا یہ فرض ہے اور قرآن اس کا یہ فرض مقرر کرتا ہے کہ اپنے وطن کے وفادار رہو، جس ملک کا نمک کھاتے ہو اس سے بے وفائی نہ کرو۔ میں ان کی بات نہیں کر رہا نہ ہمارے مخالفین ان کی بات کر رہے ہیں دراصل الزام یہ ہے کہ گویا پاکستان میں بسنے والے احمدی ہندوؤں کے ایجنٹ اور ہندوستان کے وفادار ہیں اور یہ کہ پاکستان سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ بالکل جھوٹ ہے جو لوگ ہندوؤں کے وفادار ہیں اور ہندوستان کے ایجنٹ ہیں وہ اپنی ہی تحریروں سے وفادار اور ایجنٹ ظاہر ہو رہے ہیں۔

اب آیئے دیکھیں جماعت اسلامی کی اسلام دوستی اور اسلامی ممالک کے ساتھ ان کی محبت اور تعلق۔تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جب تک عرب ریاستوں میں تیل نہیں نکلا اس وقت تک ان کو پتہ ہی نہیں لگا کہ اسلام کہاں رہتا ہے اور عرب ممالک کا اسلام سے تعلق کیا ہے اس سے یہ نا آشنا تھے لیکن جب تیل کی دولت کی عرب میں ریل پیل ہونے لگی تو اس وقت ان کی نظریں اٹھیں اور ان کو

معلوم ہوا کہ یہاں تو خدا رہتا ہے، یہاں تو خدا والے لوگ رہتے ہیں۔اس سے پہلے کیا تھے یہ مولوی مودودی کی زبانی سنئے جو موجودہ پاکستانی حکومت (Regime) کے بزرگ آباء واجداد میں سے ہیں۔جن کے متعلق دنیا تعریف کرتی ہے کہ وہ بڑے مخلص تھے انہوں نے اہل عرب کی بڑی خدمت کی ہے اور اہل اسلام کے لئے بھی انہوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں مگر انہی مولوی مودودی کو وہ عرب کیسے نظر آرہے تھے۔فرماتے ہیں:

> ’’حکومت حجاز (یعنی شاہ عبدالعزیز اوران کے بعد ان کے شہزادوں) کی بدولت سرزمین عرب پر جاہلیت مسلط ہے اور حرم کعبہ کے منتظم بنارس اور ہردوار کے مہنت بن گئے ہیں‘‘۔
>
> (خطبات سید ابوالاعلیٰ مودودی طبع چہارم صفحہ ۲۰۵۔۲۰۶)

یہ لمبی تحریر ہے اس کو پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے یہ ایک بہت ہی گہرے عناد کی مظہر ہے ایسا لگتا ہے ایک انسان مدتوں سے بیٹھا بس گھول رہا ہے اور اب اس کو زہر تھوکنے کا موقع ملا ہے۔کوئی آدمی یہ خیال کرسکتا ہے کہ باقی مسلمانوں سے ان کو ہمدردی ہوگی، حق پرست آدمی ہیں انہوں نے وہی کچھ کہہ دیا جو ان کو نظر آیا لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ باقی عالم اسلام کے متعلق ان کے خیالات کیا تھے اور ان کو شاید انہوں نے تبدیل بھی نہیں کیا، فرماتے ہیں:

> ’’ایک حقیقی مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی، افغانستان پر افغان حکمران ہیں‘‘۔
>
> (سیاسی کشمکش حصہ سوم بار سوم ورسائل ومسائل صفحہ ۷۸)

مولوی صاحب کے نزدیک اظہار مسرت تو تب ہوتا اگر وہاں ہندو حکمران ہوتے، روسی ہوتے یا انگریز آکر وہاں لوگوں پر حکومت کرتے اگر ایسا ہوتا تو مولانا کو اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر آجاتی لیکن فرماتے ہیں میں کیسے خوشی کا اظہار کروں مجھے تو ترکی پر ترک حکمران نظر آرہے ہیں افغانستان پر میں افغان حکمران دیکھ رہا ہوں اور اسی طرح ایران پر ایرانی حاکم بنے بیٹھے ہیں، نہ وہ میری حکومت قبول کرتے ہیں نہ کسی اور ملک کی قبول کرتے ہیں میں کیسے خوش ہوسکتا ہوں اور پھر خود

ہی ایک عذر پیش کرتے ہیں اور یہ عذر دیکھیں کیسا عظیم الشان اسلامی عذر ہے فرماتے ہیں:

''مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں حُکمُ النَّاسِ عَلَی النَّاسِ لِلنَّاسِ کے نظریئے کا قائل ہی نہیں''

مولانا صاحب کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو ڈیموکریسی کی تعریف کی ہے کہ:

"Government of the People, by the People, For the People"

اس کے متعلق کہتے ہیں میں اس کا قائل ہی نہیں اس لئے اب اسلامی ممالک میں جو اسلامی جمہوری حکومتیں قائم ہوگئی ہیں مجھے بڑی بری لگ رہی ہیں۔ یہ انہوں نے دلیل قائم کی ہے۔ پھر ان بیچاروں کی حیثیت کیا ہے جو اپنی اسلامی ممالک میں جمہوری حکومتیں قائم کر کے بیٹھ گئے ہیں تو خیال آتا ہے کہ شاید مولانا صاحب کا یہ مطلب ہو کہ چونکہ اسلامی ممالک کی جمہوری حکومتیں غیر مسلم ممالک کی جمہوری حکومتوں سے بہتر نہیں اس لئے انہیں پسند نہیں ہیں اور دلیل ان کے نزدیک شاید یہ ہو کہ غیر یعنی کافروں اور مشرکوں کی حیثیت مسلمانوں کے مقابل پر ادنیٰ ہے مگر حکومتیں ان کی اعلیٰ جمہوری ہیں۔ لہٰذا ان اعلیٰ جمہوری حکومتوں کے مقابل پر مجھے مسلمانوں کی ادنیٰ جمہوری حکومتیں پسند نہیں۔ یہ ایک حسن ظن ہے جو مودودی صاحب کے بیان سے پیدا ہوتا ہے لیکن یہ حسن ظن ان کی مندرجہ ذیل تحریر سے فوراً ہی ختم ہو جاتا ہے جس میں وہ غیر مسلم اور مسلم دونوں کی حکومتوں پر یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ:

''غیر مسلم اگر کے حکم میں ہیں تو یہ کی تعریف میں آتے ہیں'' (سیاسی کشمکش حصہ سوم، بار سوم صفحہ ۷۸)

اور مصر کے متعلق مولانا فرماتے ہیں:

''آج مصر کے موجودہ فوجی آمر مظالم کے جو پہاڑ اخوان پر توڑ رہے ہیں اس نے فراعنہ قدیم کی یاد تازہ کر دی ہے''۔

غرض مسلمان حکومتوں کے خلاف مودودی صاحب شدید غیظ و غضب رکھتے تھے۔ یہ ہیں مودودی صاحب کے خیالات جن کی جماعت اسلامی پیروی کرتی ہے اور آج بڑھ بڑھ کر باتیں

کر رہی ہے اور جماعت احمدیہ پر جھوٹے الزامات لگائے جارہے ہیں اور جماعت کو اسلامی ممالک سے بے وفائی کرنے کا الزام دیا جارہا ہے مگر یہ سب کچھ تاریخ بتائے گی کہ مسلمان ممالک کے حق میں جماعت احمدیہ کا کردار کیا رہا ہے اور ہمیشہ کی طرح آج بھی کیا ہے اور کیا رہے گا۔

جماعت احمدیہ پر غداری کا معین طور پر ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے ہمیشہ غداری کی ہے مثلاً چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے کشمیر کے مفاد سے غداری کی ہے، جماعت احمدیہ نے کشمیر کے خلاف کوششیں کی ہیں۔ یہ بالکل الٹ قصہ ہے اور بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے جس پر انہیں ذرا خوف خدا نہیں ہوا۔ چنانچہ جسٹس منیر نے اپنی انکوائری رپورٹ میں اس بات کو بطور خاص نوٹ کیا ہے اور مخالفین کی اس جسارت اور الزام تراشی پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ جو اول درجہ کے مجاہدین ہیں ان کو پاکستان کا دشمن اور غدار قرار دیا جارہا ہے۔ چنانچہ جہاں تک قیام پاکستان کے بعد کے واقعات کا تعلق ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے اور یہ تاریخی حقیقت بھی ہے کہ تحریک آزادی کشمیر کی تاریخ میں جماعت احمدیہ سے بڑھ کر اور کسی اسلامی جماعت نے، کسی مذہبی جماعت نے ایسی شاندار خدمات سرانجام نہیں دیں چنانچہ رسالہ ’’طلوع اسلام‘‘ مارچ ۱۹۴۸ء چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے عظیم جہاد کا ذکر کرتا ہے جو مسئلہ کشمیر کے بارہ میں چوہدری صاحب نے کیا اور پھر خلاصۃً لکھتا ہے:

> ’’حسن اتفاق سے پاکستان کو ایک ایسا قابل وکیل مل گیا جس نے اس کے حق وصداقت پر مبنی دعوی کو اس انداز سے پیش کیا کہ اس کے دلائل اور براہین عصائے موسوی بن کر رسیوں کے ان تمام سانپوں کو نگل گئے اور ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ باطل بنا ہی اس لئے ہوتا ہے کہ حق کے مقابل پر میدان چھوڑ کے بھاگ جائے‘‘

کل تک تم لوگ یہ کہہ رہے تھے اور آج احمدیوں کو غدار ٹھہرا رہے ہو!

جسٹس منیر، باؤنڈری کمیشن میں شامل تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت میں جب مخالفین سلسلہ کی طرف سے یہ سوال اٹھائے گئے کہ گورداسپور کے بارہ میں چوہدری صاحب نے یہ کہا، کشمیر کے معاملہ میں یہ کہا، فلسطین کے مسئلہ پر یہ کہا تو جسٹس منیر پوری تحقیق کے بعد لکھتے ہیں:

> ’’چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات سرانجام دیں اس کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتی تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ قابل شرم ناشکرے پن کا ثبوت ہے‘‘۔
>
> (منیر انکوائری رپورٹ صفحہ ۲۰۹)

جب کشمیر کی آزادی کی جدوجہد ہو رہی تھی اس وقت سب سے پہلے کشمیر کی طرف توجہ دینے والے جماعت احمدیہ کے امام تھے۔ آپ ہی نے کشمیر کے جہاد کا آغاز کیا۔ آپ کی آواز پر جماعت احمدیہ کے جوان بھی اور بوڑھے بھی، تجربہ کار بھی اور ناتجربہ کار بھی اس جہاد میں شامل ہوئے۔ ان کو ہتھیار مہیا کئے گئے اور پیسوں سے مدد کی گئی اور آرگنائزیشن یعنی نظام قائم کر کے دیا گیا۔ اب یہ تاریخی حقائق ہیں جن کو مخالفین احمدیت جس طرح بھی چاہیں اور جتنی بھی کوششیں کریں نظر انداز نہیں کر سکتے اس تاریخ کو مٹا نہیں سکتے۔ اور جس وقت پاکستان کی طرف سے آزادی کشمیر کی باقاعدہ کوششیں ہو رہی تھیں یا اپنے طور پر آزاد فورس کی طرف سے جو کوششیں ہو رہی تھیں تو اس وقت ان پر جماعت اسلامی کی طرف سے شدید فتوے لگ رہے تھے اور یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ یہ جہاد نہیں ہے، اس میں اس خیال سے شامل نہ ہو جانا کہ یہ جہاد ہے، تم اس کا جو مرضی نام رکھ لو اس کو جہاد نہیں کہہ سکتے۔ یعنی ایک مظلوم ملک جہاں مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہو جن کی حفاظت کے لئے اردگرد کے تمام مسلمان ممالک بھی حرکت میں آ گئے ہوں اور جہاں تک بس میں تھا وہ ان کی حفاظت میں کوشاں ہوں وہاں ان کے متعلق جماعت اسلامی کا یہ فتویٰ شائع ہو رہا تھا کہ ہرگز اس کے قریب نہ پھٹکو، یہ جہاد نہیں ہے۔ اس وقت جماعت احمدیہ نے فرقان فورس قائم کی۔ یہ جماعت احمدیہ ہی تھی جس نے ایک پوری بٹالین دی ہے اپنے خرچ پر دشمن سے لڑنے کے لئے۔ بعد میں اس بٹالین کو حکومت نے باقاعدہ تسلیم کر کے اپنایا اور پھر جب باقاعدہ جنگ شروع ہوئی تو اس بٹالین نے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس بٹالین میں اس وقت ایسے ایسے نوجوان بھی شامل تھے جو اپنی ماؤں کے اکلوتے بیٹے تھے اور تاریخی طور پر ایسے واقعات محفوظ ہیں کہ جب حضرت مصلح موعود نے آزادی کشمیر کے لئے مسلح جدوجہد کی تحریک فرمائی تو بعض دیہات میں توجہ پیدا نہ ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک عام سی تحریک ہے اس میں حصہ لینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی مذہبی تحریک ہو یا جماعت

کی خدمت کا سوال ہو تو ہم حاضر ہیں لیکن جہاں تک کشمیر کی تحریک کا تعلق ہے تو دوسرے سارے مسلمان موجود ہیں وہ جدوجہد کرتے رہیں گے لیکن حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ کو اس طرف بڑی توجہ تھی جب گاؤں میں سے کسی نے نام پیش نہ کیا تو جو آدمی پیغام لے کر گیا تھا اس نے کہا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کو اس کی کتنی فکر ہے، میں حضور کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اٹھو اور عالم اسلام کی خاطر قربانیاں پیش کرو۔ اس وقت وہ جو پیغام لے کر گئے تھے کہتے ہیں کہ ایک خاتون کھڑی ہوئیں اور کہا میں تو حیران ہو گئی ہوں، میں تو غیرت سے کٹی جا رہی ہوں کہ خلیفہ وقت کا پیغام ہو اور تم لوگ خاموش بیٹھے ہو۔ میرا ایک بیٹا ہے میں اسے پیش کرتی ہوں اور اس دعا کے ساتھ پیش کرتی ہوں کہ خدا اس کو شہید کر دے اور مجھے پھر اس کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔ یہ غیرتیں دکھائی تھیں احمدی ماؤں نے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ نے اس کا اپنی تقریر میں ذکر کیا اور فرمایا کہ

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیکھو جب میرے کانوں میں وہ آواز پہنچی تو خدا کی قسم میرے دل سے یہ آواز اٹھی کہ اے خدا! اگر اس کے بیٹے کی شہادت تو نے مقدر کر دی ہے تو میں التجا کرتا ہوں کہ میرے بیٹے لے لے اور اس ماں کا بیٹا سے واپس کر دے۔

یہ وہ جذبے تھے جماعت احمدیہ کے افراد کے جن کے ساتھ آزادی کشمیر کا جہاد کیا گیا ہے تم لوگ آج آئے ہو اور باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے بیٹے اس وقت کہاں تھے، کہاں تھے عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹے، کہاں تھے مولوی مودودی کے بیٹے اور ان کے لگے بندھے۔ یہ تو جہاد کے میدانوں سے کوسوں دور بیٹھے تھے۔ میدان جہاد میں نکلتے ہوئے ان کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ نے جہاد کا صرف اعلان کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ عملاً اپنے بیٹے محاذ کشمیر پر بھیج دیئے اور انہوں نے محاذ جنگ پر انتہائی تکلیفیں اٹھائیں۔ کوئی پیچشوں کا مریض ہوا، کوئی فاقوں کی وجہ سے نڈھال ہو گیا۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے شدید بیماریوں کے عذر پر بھی ان کو واپس نہیں آنے دیا۔ مجھے یاد ہے بعض بچوں نے انتہائی تکلیف کا اظہار کیا ان کا بہت برا حال تھا، حالات بڑے نامساعد تھے، بعض کو خون کی پیچش لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے لکھا کہ ہمیں واپس آنے کی اجازت دیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ نہیں تم جس حالت میں ہو تم نے وہیں رہنا ہے اور ملک وملت کی خدمت کرنی ہے۔ چنانچہ اس وقت ان حالات میں جماعت احمدیہ کی ان بے لوث خدمات کو دیکھ کر

بعض غیر احمدی خدا ترس لوگوں نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہے اور گواہیاں دی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایک صاحب حکیم احمد دین صدر جماعت المشائخ سیالکوٹ نے اپنے رسالہ ''قائد اعظم'' بابت ماہ جنوری ۱۹۴۹ء میں لکھا:

''اس وقت تمام مسلم جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیانی جماعت نمبر اول پر جا رہی ہے۔ وہ قدیم سے منظّم ہے، نماز روزہ وغیرہ امور کی پابند ہے۔ یہاں کے علاوہ ممالک غیر میں بھی اس کے مبلغ احمدیت کی تبلیغ میں کامیاب ہیں۔ قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔ جہاد کشمیر میں مجاہدین آزاد کشمیر کے دوش بدوش جس قدر احمدی جماعت نے خلوص اور درد دل سے حصہ لیا ہے اور قربانیاں کی ہیں ہمارے خیال میں مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت نے بھی ابھی تک ایسی جرأت اور پیش قدمی نہیں کی۔ ہم ان تمام امور میں احمدی بزرگوں کے مداح اور مشکور ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ملک وملت اور مذہب کی خدمت کرنے کی مزید توفیق بخشے''۔

اور اس وقت افواج پاکستان کے جو کمانڈر انچیف تھے انہوں نے فرقان فورس کو نہایت ہی شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور فرقان بٹالین کے نوجوانوں کو ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جس میں ان کی خدمات کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا۔ یہ ایک لمبا سرٹیفکیٹ ہے اس میں سے دو اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ انہوں نے لکھا:

''آپ کی بٹالین زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے رضا کاروں پر مشتمل تھی (جیسا کہ میں نے بتایا ہے سب رضا کار اپنے خرچ پر فوجی خدمات سرانجام دے رہے تھے کوئی تنخواہ دار نہیں تھا) اس میں نوجوان، کسان، طلبہ، استاد اور کاروباری لوگ سب کے سب پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آپ نے رضا کارانہ طور پر بےلوث جان کی قربانی پیش کی کوئی معاوضہ طلب نہ کیا اور نہ ہی کسی شہرت کی تمنا کی۔ کشمیر میں ایک اہم محاذ آپ

کے سپرد کیا گیا تھا ہمیں آپ پر جو اعتماد تھا اسے آپ نے بہت جلد پورا کر دکھایا۔ جنگ میں دشمن کی بہت بھاری بَرِّی اور ہوائی طاقت کے مقابل پر آپ نے اپنی زمین کا ایک انچ بھی دیئے بغیر اپنی ذمہ داری کو احسن طور پر نبھایا۔‘‘

یہ ہے آج کی حکومت کے نزدیک پاکستان اور اسلام اور اسلامی ممالک کے غداروں کی کہانی، تم بھی تو پھر ایسے غدار پیدا کر کے دکھاؤ۔

پھر یہ بھی عجیب بات ہے اور بڑی احسان فراموشی ہے اس لحاظ سے کہ فوجی حکومت کو کم سے کم اپنے فوجیوں کا تو لحاظ کرنا چاہئے۔ خصوصاً ان فوجیوں کا جنہوں نے ستارہ قائد اعظم اور ہلال جرأت جیسے عظیم اعزاز کئے ہیں اور جن کی داستان شجاعت پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف سے رقم ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ احمدیت کی دشمنی میں ملک وملت کی خاطر بے مثال قربانیاں پیش کرنے والوں کا نام بھی آج ذلیل کیا جا رہا ہے اور دو دو کوڑی کے اخباروں میں دو کوڑی کے آدمیوں سے مضامین لکھوائے جا رہے ہیں کہ گویا یہ سارے غدار تھے۔ لیکن ان کے متعلق کل تک کیا کہہ رہے تھے، یہ تاریخی حقائق ہیں وہ بھی ذرا سن لو۔

جنرل اختر حسین ملک اور جنرل عبدالعلی ملک اور ہمارے دوسرے جرنیلوں اور فوجیوں کے متعلق رسالوں میں ایسے ایسے بیہودہ مضامین لکھوائے جا رہے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ مخالفت میں کس قدر پاگل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جنرل (ریٹائرڈ) سرفراز خان ہلال جرأت جو افواج پاکستان میں ایک بڑا مقام رکھتے ہیں اب تو وہ بہت دیر سے ریٹائر ہو چکے ہیں وہ اپنی یادداشتوں کی بناء پر پاکستان اور ہندوستان کی جنگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ’’جنگ‘‘ لاہور ۶/ ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۶، ۷ میں لکھتے ہیں:

’’جس ہنر مندی سے اختر ملک نے چھمب پر اٹیک کیا اسے شاندار فتح کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ اس پوزیشن میں تھے کہ آگے بڑھ کر جوڑیاں پر قبضہ کر لیں کیونکہ چھمب کے بعد دشمن کے قدم اکھڑ چکے تھے اور وہ جوڑیاں خالی کرنے کے لئے فقط پاکستانی فوج کے آگے بڑھنے کے انتظار میں تھے۔ مگر ایسے نہیں ہونے دیا گیا کیونکہ پکی پکائی پر یحییٰ خان کو بٹھانے اور

کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کا پلان بن چکا تھا۔ لیکن نقصان کس کا ہوا بھارت کو مکمل شکست دینے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا''۔

یہ ہیں احمدی غدار! اور''جنگ'' ۱۶؍ فروری ۱۹۸۳ء نے اپنے ذرائع سے یہ خبر دی ہے اور اس موضوع پر پاکستان کے مختلف اخباروں میں جو کچھ شائع ہوتا رہا ہے یہ سب کچھ پیش کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں مختصراً ان اخباروں وغیرہ کا نام لے دیتا ہوں ۔ اخبار''جنگ'' لاہور ۱۰؍ ستمبر ۱۹۸۴ء، ماہنامہ ''حکایت'' اپریل ۱۹۷۳ء، رسالہ''الفتح'' ۲۰؍ فروری ۱۹۷۶ء اخبار''جنگ'' ۱۲؍ اپریل ۱۹۸۳ء، میں یہ واقعات بڑی تفصیل سے درج ہیں۔ اسی طرح ''مکتبہ عالیہ'' ایبک روڈ لاہور کی شائع کردہ کتاب''وطن کے پاسبان'' میں اسلام کے ان پاکستانی احمدی بہادروں کے شجاعت و جوانمردی کے کارنامے مذکور ہیں جو ایک احمدی کے جذبہ حب الوطنی اور وطن عزیز کی خاطر قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن بہر حال''جنگ'' ۱۶؍ فروری ۱۹۸۳ء یہ بتا رہا ہے کہ ہندوستان کو جنرل اختر حسین ملک سے ایسا شدید خطرہ تھا کہ وزیر اعظم شاستری نے بھارتی فضائیہ کے سربراہ کو خود حکم دیا کہ میجر جنرل اختر حسین ملک کسی صورت میں بھی بچنے نہ پائے۔ یہ تو بہت پرانا اخبار نہیں ہے صرف دو سال پہلے کا اخبار ہے۔

شورش کاشمیری جس نے ساری زندگی جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ضائع کی اس کے دل کا حال سنئے ۔ جب احمدی لڑتا ہے میدان میں جا کر اسلام کے لئے، یا مسلمانوں کے لئے یا اپنے وطن کے لئے تو اتنا پیارا لگتا ہے اور ایسا نمایاں ہوتا ہے اس میدان میں کہ دشمن بھی اس وقت واہ واہ کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے ہیں۔ بعد میں وہ بے شک گالیاں دیتے رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن جو دل کی آواز ہے، جو صداقت کا کلام ہے وہ تو دل سے بے اختیار نکل آتا ہے۔ تو شورش کاشمیری نے اس وقت جب جنرل اختر ملک کے کارنامے دیکھے تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

دہلی کی سر زمین نے پکارا ہے ساتھیو ؎
اختر ملک کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو
گنگا کی وادیوں کو بتا دو کہ ہم ہیں کون
جمنا پہ ذوالفقار چلاتے ہوئے چلو

(چٹان لاہور 13؍ ستمبر 1965ء)

جب میدان کارزار گرم تھا اس وقت شورش کاشمیری کو اور کوئی جرنیل نظر نہیں آیا جس کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلنے کا کہتا۔ جس کو دہلی کی زمین نے پکارا یہ احمدی ماں کا بیٹا تھا۔ یہ احمدی سپوت تھا جو اس وقت اس معاند احمدیت کو میدان کارزار میں نظر آرہا تھا۔ اختر ملک تو بیچارے فوت ہو چکے ہیں مخالفین کو اتنا بھی احساس نہیں ہے کہ ان کے مزار کو پیٹ رہے ہیں حالانکہ وہ تو پاکستان کا ایک عظیم الشان محبّ وطن جرنیل تھا جس کی قابلیت کا لوہا دنیا مانتی تھی۔ رہے جنرل عبدالعلی ملک تو وہ تو ایک ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن جب وہ اسلامی ملک کی اسلامی حکومت کے ان چیتھڑوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہوں گے کہ وہ انہیں پاکستان کے غدار اور اسلامی ممالک کا دشمن قرار دے رہے ہیں تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ یہی عبدالعلی ملک ہیں جو کل تک تمہارے ہیرو تھے۔ جب سارے چونڈہ کو خطرہ تھا چونڈہ ہی کو نہیں سارے سیکٹر کو زبردست خطرہ لاحق تھا اور ان کے بالا جرنیل ان کو حکم دے رہے تھے کہ تم کسی صورت دفاع نہیں کر سکتے پیچھے ہٹ جاؤ مگر یہی جنرل عبدالعلی ملک تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اگر میں پیچھے ہٹ گیا تو پھر پاکستانی افواج کو راولپنڈی تک کوئی پناہ نہیں ملے گی اس لئے اگر مرنا ہے تو ہم یہیں مریں گے ہم ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تو فوج کے لوگ ہی نہیں بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی بول اٹھے کہ اس کو کہتے ہیں مرد میدان اور یہ ہے جہاد۔ چنانچہ الحاج مولانا عرفان رشدی صاحب داعی مجلس علمائے پاکستان اپنی کتاب ''معرکہ حق و باطل'' کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں:

کر رہا تھا غازیوں کی جب کماں عبدالعلی
تھا صفوں میں مثل طوفان رواں عبدالعلی

کل تک تو عبدالعلی مثل طوفان رواں تھا آج تمہاری رگوں میں جھوٹ مثل طوفان جاری ہو گیا ہے۔ کوئی احساس نہیں ہے، کوئی ندامت نہیں ہے۔ کوئی خیال نہیں ہے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، کس کے خلاف باتیں بنا رہے ہیں۔

اب مسئلہ فلسطین کا قصہ سن لیجئے اس کے متعلق تو بہت سارا مواد ہے میرا خیال ہے اس خطبہ میں ختم کرنا مشکل ہوگا۔ مگر بنیادی طور پر میں اس مسئلہ کا تعارف کروا دیتا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے خلاف غداری کے دو قسم کے الزامات عائد کئے گئے ہیں ایک یہ کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی

وجہ سے مسئلہ فلسطین تباہ ہوا، انہوں نے اس مسئلہ کو سبوتاژ کر دیا اور اگر چوہدری صاحب کی بجائے کوئی اور ہوتا تو پھر وہاں کامیابی ہو سکتی تھی۔ گویا اسلامی مفاد کے ساتھ عمداً اور شرارتاً غداری کی ہے اور دوسرا الزام یہ ہے کہ احمدی تو اسرائیل کے وفادار ہیں۔ چھ سو احمدی اس وقت اسرائیل کی فوج میں ان کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور وہ جو چھ سو ہیں وہ گزشتہ دس پندرہ سال سے چھ سو کے چھ سو ہی چلے آرہے ہیں کسی لڑائی میں نہ وہ مرتے ہیں نہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں اور نہ وہ کسی ذریعہ سے بڑھتے ہیں بس وہ ویسے کے ویسے چلے آرہے ہیں اور اسی ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ وہاں احمدیہ مشن ہے اس لئے احمدی لازماً اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ یہ ہے خلاصہ احمدیت کے خلاف ان اعتراضات کا جو اسرائیل کا ایجنٹ ہونے کے بارہ میں کئے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ مشن کس کو کہتے ہیں۔ مخالفین احمدیت کو اس بات کا بھی پتہ نہیں کہ مشن کس چیز کا نام ہے۔ انہوں نے ''جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن'' نامی کتاب میں سے لفظ مشن پڑھا ہے اور اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ یا خود دھوکے میں ہیں یا دنیا کو دھوکا دے رہے ہیں کہ گویا جس طرح حکومتوں کے قائم کردہ سیاسی مشن ہوتے ہیں اسی قسم کا کوئی مشن ہے۔ جب کہ عوام الناس بیچاروں کو تو پتہ ہی نہیں لگتا کہ بات کیا ہو رہی ہے سادہ لوحی میں وہ بات سنتے ہیں اور حیرت سے دیکھتے ہیں کہ سارے عالم اسلام نے اسرائیل سے قطع تعلق کر رکھا ہے مگر احمدیوں کا وہاں مشن قائم ہے۔ اس طرح گویا باقاعدہ سفارتی تعلقات ہیں۔ بھئی جن کی حکومت ہی کوئی نہیں ان کے سفارتی تعلقات کیسے ہو سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے اس مشن سے مراد تبلیغی مشن ہے، مشن سے مراد اسلام کی طرف سے یہودیت کے خلاف حملہ آور مشن ہے۔ یہ ایک ایسا مشن ہے جو بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ باطل کے خلاف ایک جہاد کر رہا ہے اور یہودیوں کو مسلمان بنانے کا کام کر رہا ہے۔ تم کیوں خدا سے یہ دعا نہیں مانگتے کہ تمہیں بھی توفیق ملے کہ ایسے مشن بناؤ۔ پس معترضین کو کوئی علم نہیں، کچھ پتہ نہیں موقع کونسا ہے، کس رنگ میں بات ہو رہی ہے، کیا کہا جا رہا ہے، بس ایک عوامی ہلڑ بازی کا پیشہ ہے جسے اختیار کرنے والوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ بعض اصطلاحیں گھڑی ہوئی ہیں ان کو عوام الناس میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ بعض جھوٹ تراش لئے ہیں مسلمان عوام بیچارے بالکل سادگی میں ان پر یقین کر لیتے ہیں اور مجھے ایک بات کی خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ اس

سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمان عوام میں اسلام کی محبت ضرور ہے اور وہ لوگ ظالم ہیں جنہوں نے اس محبت کا رخ غلط طرف موڑ دیا ہے۔ اگر عوام کو اسلام سے محبت نہ ہوتی تو مولویوں کے اکسانے پر وہ کبھی بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت نہ کرتے۔ اس لئے اب ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اسلام سے محبت کرنے والے لوگوں سے رابطہ کریں اور ان کو بتائیں کہ اصل واقعات کیا ہیں۔ خود ان تک پہنچیں اور اس بات کو بھول جائیں کہ علماء کیا کہہ رہے ہیں اور ہم پر کیا کیا مظالم توڑ رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ مسلمان عوام تک براہ راست پہنچنا ضروری ہے کیونکہ جہاں اسلام کی محبت ہے وہاں خدا تعالیٰ نے ضرور بھلائی رکھ دی ہوئی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام کی محبت رکھنے والوں کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع کر دے۔ اس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ پاکستان کے مسلمان عوام ہوں یا انڈونیشیا کے، ملائشیا کے ہوں یا عرب میں بسنے والے، افریقی ممالک میں زندگی گزار رہے ہوں یا کہیں اور، اگر ان کو جماعت احمدیہ کے بارہ میں حقائق بتا دیئے جائیں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ متاثر نہ ہوں۔ وہ لازماً اس کی طرف ہوں گے جس کی طرف اسلام ہوگا، وہ لازماً اس کی طرف ہوں گے جس کی طرف قرآن ہوگا، وہ لازماً اس کی طرف ہوں گے جس کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ وہ صداقت کی تائید کریں گے کیونکہ اس وقت وہ اپنی طرف سے محبت اسلام کی وجہ سے آپ کے دشمن ہو رہے ہیں۔ ان کے سامنے آپ کی شکل ایسی پیش کی جارہی ہے کہ گویا آپ اسلام کے دشمن ہیں۔ ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو! احمدیوں نے اسرائیل میں مشن بنا دیا ہے اور اس سے ان کا اسرائیل کا ایجنٹ ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اول تو یہ بھی کوئی دلیل نہیں، نہایت ہی احمقانہ بات ہے، روس میں پاکستان کا مشن ہے تو کیا پاکستان روس کا ایجنٹ ہے۔ امریکہ میں پاکستان کا مشن ہے اسی طرح انگلستان میں ہے اور دنیا کے کتنے ممالک میں مشن ہیں تو کیا پاکستان ان سب ممالک کا ایجنٹ بنتا چلا جائے گا؟

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے اول تو اسرائیل میں ہمارا وہ مشن ہے ہی نہیں جو ایک ملک دوسرے ملک میں حکومتی سطح پر قائم کرتا ہے لیکن اگر ہوتا بھی، تب بھی ایک نہایت جاہلانہ نتیجہ نکالا جارہا ہے کیونکہ کوئی یہ نہیں بتاتا کہ احمدی اسرائیل میں کیا ظلم کر رہے ہیں اور کیا ایجنٹی کر رہے ہیں۔ آج تک احمدیوں کے خلاف کوئی ایسا الزام ثابت نہیں کر سکتے کہ جماعت نے ایک دمڑی کی امداد بھی کسی

بیرونی طاقت سے لی ہو۔ نہ ہی خدا کے فضل سے جماعت کسی ایسی امداد کی محتاج ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر جماعت کی وہ کیا حرکتیں ہیں اور کیا بے وفائیاں ہیں اور کیا قصے ہیں وہ تو ذرا بتاؤ اور اپنے تاریخ دانوں کے لکھے ہوئے واقعات تو پڑھو کہ جماعت احمدیہ آپ سے کیا بے وفائیاں کرتی رہی ہے۔ تم شدھی کے کارزار کو یاد کرو، کشمیر کی وادیوں کو یاد کرو، اس محاذ کو یاد کرو جہاں ہندوستان اور پاکستان کی لڑائیوں میں ہمیشہ احمدیوں نے پاکستان کی خاطر بڑھ چڑھ کر جانیں دی ہیں۔ کشمیر کے محاذ کو یاد کرو جہاں چھوٹے بچے اور جوان اور بوڑھے اور زمیندار اور طلبہ ہر قسم کے احمدی اپنے خرچ پر اکٹھے ہوئے تھے وطن کی خاطر اپنی جان دینے کے لئے، اس سے کچھ لینے کے لئے نہیں۔ کیا یہ ہیں غداریاں؟ ان سے اسرائیل کو کیا فائدہ پہنچے گا، ایسے لوگوں کی طاقت بڑھانے سے اسرائیل کو کیا ہاتھ آسکتا ہے۔ غدار کون ہیں یہ بات میں آگے چل کر کھولوں گا پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ اصل میں غدار کون ہیں اور وہ کون ہے جو غیروں کی ایجنٹی کر رہا ہے۔ بہر حال یہ عجیب وغریب اعتراض ہے جو دشمن نے ہمارے خلاف اٹھایا ہوا ہے۔

کہتے ہیں احمدیوں نے اسرائیل میں مشن کھولا ہوا ہے اور کسی کی اس بات پر نظر نہیں کہ اسرائیل تو ابھی بنا ہی نہیں تھا جب فلسطین میں خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی شاخ قائم ہو چکی تھی اور اب تک قائم ہے اور جہاں جہاں جماعتیں قائم ہیں وہاں ہمارا مشن ہے، وہاں ہمارے مبلغین کام کر رہے ہیں اور جماعت کی تربیت کر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی تو دیکھیں کہ اسرائیل میں دوسرے مسلمانوں کی مساجد بھی تو ہیں جن میں کئی عالم دین مقرر ہیں اور یہ بھی تو دیکھیں کہ کتنے مسلمان فرقے فلسطین کے اس علاقے میں بستے ہیں جو یہودیوں کے قبضہ میں ہیں اور ہر فرقے کی اپنی مسجدیں ہیں، اپنے امام ہیں اور اسی کا نام مشن ہے۔ تو اگر سارا عالم اسلام ہی ایجنٹ بن گیا تو پھر احمدی بیچاروں کے ایجنٹ بننے سے کیا فرق پڑتا ہے، تاہم فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد جماعت احمدیہ کا کوئی مشن بھی وہاں قائم نہیں ہوا۔ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ کوئی نیا مشن قائم کیا گیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ۱۹۲۴ء میں جماعت احمدیہ کی طرف سے وہاں مبلغ بھیجے گئے۔ پھر ۱۹۲۸ء میں جماعت احمدیہ کا باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہوا اور اسرائیل کی حکومت تو غالباً ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی ہے۔ پس ۲۴ سال پہلے سے جس ملک میں احمدی خدا کے فضل سے آباد تھے اور ایک فعال

جماعت قائم ہو چکی تھی وہاں مبلغ بھیجنے کا نام مخالفین کے نزدیک اسرائیل کی ایجنٹی ہے۔

ہمارے ایک فلسطینی احمدی دوست ابراہیم صاحب جو کبابیر کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے جب حالیہ واقعات سنے کہ ساری دنیا میں شور پڑا ہوا ہے کہ احمدی اسرائیل کے ایجنٹ ہیں تو انہوں نے کہا فلسطین کے علماء کو تو اس بات کا پتہ ہی نہیں، پاکستان عجیب ملک ہے جو ساری دنیا میں شور مچا رہا ہے لیکن یہ بات عربوں کو نہیں بتا رہا۔ چنانچہ انہوں نے فلسطین کے تمام چوٹی کے مسلمان رہنماؤں سے ملاقات کی اور ان کو بتایا کہ یہ ظلم اور اندھیر ہو رہا ہے، ہمارے متعلق یہ الزام لگ رہا ہے کہ ہم اسرائیلی فوج میں ملازمت کر رہے ہیں اور اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ چنانچہ ان مسلم زعماء نے تحریریں دیں اور مہریں لگا کر دیں اور کہا کہ ہم اجازت دیتے ہیں بے شک ان کو جہاں مرضی شائع کرو۔ وہ بڑے خدا پرست لوگ ہیں اور حق بات کہنے سے بالکل نہیں گھبرائے۔

ان کے خطوط تو بہت لمبے ہیں میں ان کا خلاصہ پڑھ دیتا ہوں۔ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک مسلمان جماعت ہے، ایک خدا کو مانتی ہے، خاص دینی اور اسلامی امور سے تعلق رکھتی ہے۔ سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں ، بہت شریف اور معزز لوگ ہیں معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے کسی سے کم نہیں ، سب کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں، دینی تعلیمات کی حفاظت کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے افراد خصائل حمیدہ اور اخلاق حسنہ سے مزین ہیں ، یہ قابل قدر سچی اور محبّ وطن جماعت ہے اور اسرائیل کی فوجی کارروائیوں اور عسکری مہمات میں حصہ نہیں لیتی، قانون کا احترام کرتی ہے اور دنیوی لہو ولعب سے دور رہتی ہے۔

یہ ہیں اسرائیل کے مقبوضہ فلسطین میں بسنے والے مسلمان مشاہیر کے سرٹیفکیٹ اور ان پر عکا اور حیفہ کے شرعی قاضی محمد عبدالعزیز ابراہیم ، نمیر حسین میئر آف شفا، عامر حمیر درویش چیئر مین لوکل کونسل، محمد وتد ممبر پارلیمنٹ ، محمد خالد مسارو ایڈووکیٹ ، فتح تورانی سیکرٹری مسلم انویٹیشن کمیٹی، محمود مصالح ہیڈ ماسٹر ہائی سکول، سامی مرعی یونیورسٹی آف حیفہ کے لیکچرار کے دستخط ہیں۔

ہمارے دوست ابراہیم صاحب نے بڑی حکمت سے ہر طبقہ زندگی کے حوالے اکٹھے کر دیئے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک دفعہ میں نے بھی ایک کتاب کا جواب دیتے ہوئے جس کا عنوان تھا،

’’ربوہ سے تل ابیب تک‘‘ مخالفین سے کہا تھا کہ تم علماء ہو خدا کا خوف کرو۔ تم کہتے ہو چھ سو احمدی اسرائیل کی فوج میں ملازم ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں یہود کے کس ایجنٹ نے یہ خبر دی ہے؟ تمہیں اس بات کا پتہ کہاں سے لگا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا نام بتا دو۔ میں نے کہا چھ سو کا نہ سہی ساٹھ کا، ساٹھ کا نہیں تو چھ کا نام بتا دو چھ کا نہیں بتا سکتے تو ایک احمدی کا نام بتا دو جو پاکستان یا بیرون پاکستان کسی ملک کا احمدی ہو جس نے اسرائیل میں فوجی ملازمت کی ہے لیکن آج تک کوئی ایک نام بھی پیش نہیں کر سکے، ہے ہی کوئی نہیں اور فرضی نام بتا نہیں سکتے کیونکہ بتائیں تو محلے کا نام اور پتہ بتانا پڑے گا، جگہ بتانی پڑے گی۔ اس کے مطابق ہر آدمی دیکھ سکتا ہے کہ اس نام کا کوئی آدمی ہے یا نہیں۔ یہ کوئی ریفرنڈم تو نہیں کہ فرضی نام بنا لو گے اور نہ صرف یہ بلکہ فوت شدہ لوگوں کے بھی ووٹ ڈلوا دو گے۔ اگر اسرائیل کی فوج میں احمدی ملازم ہیں تو دکھانے پڑیں گے کہ وہ کون کون سے احمدی ہیں۔

جہاں تک اسلام اور فلسطین کے مسلمانوں کے مفاد کے ساتھ جماعت احمدیہ کی وفاداری کا تعلق ہے یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں اور نہ یہ آج کی بات ہے۔ تمہیں تو ہوش ہی نہیں تھا اور فلسطین کے نام کا بھی کچھ زیادہ علم نہ تھا جب جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے فلسطین کے اسلامی مفادات کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتی تھی۔ جماعت احمدیہ کے خلفاء مسلمانان فلسطین کو ہر خطرہ کے وقت متنبہ کرتے تھے اور ان کو آگاہ رکھتے تھے اور ان کی ہر ممکن خدمت کے لئے جماعت احمدیہ کو پیش کیا کرتے تھے اور یہ تو پارٹیشن سے پہلے کے قصے چلے آرہے ہیں یہاں تک کہ تمہارے احراری اخباروں نے بھی ان باتوں کو تسلیم کیا ہوا ہے۔ وہ اپنے مونہوں سے کہہ گئے ہیں اور اپنے قلم سے یہ بات لکھ گئے ہیں کہ:

> ’’اہل اسلام اور عالم اسلام کے ساتھ جو محبت قادیان کے مرزا محمود احمد صاحب نے دکھائی ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے‘‘۔

جو اخبار جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے وقف ہوں ان کی طرف سے اتنی نفرتوں کے باوجود جب حق کی آواز نکلتی ہے تب مزہ آتا ہے بات کا۔ اس کو ثبوت کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ایک حوالہ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

مجلس احرار کا ایک اخبار ’’زمزم‘‘ ہوا کرتا تھا جو جماعت کی مخالفت کے لئے وقف تھا

بایں ہمہ تقسیم ملک سے پہلے جب مصر کے بعض مفادات کو خطرہ لاحق ہوا تو حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے اس کے متعلق جو جدوجہد فرمائی اس سے متاثر ہو کر یہ احراری اخبار اپنی ۱۹/ جولائی ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے۔

> ''موجودہ حالات میں خلیفہ صاحب نے مصر اور حجاز مقدس کے لئے اسلامی غیرت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے اور انہوں نے اس غیرت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی''۔

اب دیکھئے مسلمانوں کا ترجمان بھی ان کو ملا کرتا تھا تو احمدی ملا کرتا تھا۔ احمدیوں کے سربراہ کو بہترین ترجمان سمجھا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی خدمت کے لئے ہر کوشش میں جماعت ہمیشہ پہل کرتی تھی مگر آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تمہارے اندر خدا کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ جو باتیں تم کل تک کہہ رہے تھے آج ان سب کو بھلا کر ان کے برعکس راگ الاپ رہے ہو۔

اب میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں آئندہ خطبہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون سے متعلق بقیہ حوالہ جات پڑھ کر سناؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا کیا کردار ہے اور دنیا نے اس کردار کو دیکھ کر چوہدری صاحب کو کس طرح داد دی ہے اور آپ کے ایمان، اخلاص اور اسلام سے محبت کو شاندار الفاظ میں بیان کیا ہے اور جماعت احمدیہ کے امام نے جو خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے انہوں نے اس موقع پر کیا کارروائی کی۔ یہ سارے واقعات بڑے دلچسپ ہیں اور تاریخ کے ایسے باب پر مشتمل ہیں جس کا جماعت احمدیہ کو علم ہونا چاہئے۔

اس سلسلہ خطبات کے متعلق دوستوں کی طرف سے جو خطوط موصول ہو رہے ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ بعض احمدی بھی ان حقائق سے ناواقف تھے اور بعض نوجوانوں نے خصوصاً جرمنی میں بسنے والے احمدیوں نے مجھے لکھا ہے کہ پہلے تو ہم جواب دیتے وقت ذرا دب جایا کرتے تھے کیونکہ ہمیں خود پتہ نہیں تھا کہ ان باتوں کا جواب کیا ہے لیکن اب ہم بڑے دھڑلے سے بات کرتے ہیں اور اس سے مخالفین سلسلہ میں ایک کھلبلی مچ گئی ہے۔ بعض جگہ سے بتانے والے یہ بتاتے ہیں کہ اب ان کی آپس میں لڑائیاں شروع ہو گئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو تم جھوٹے نکلے اور احمدی سچے نکلے ہیں۔ پس حق جب بولتا ہے تو اس کی آواز لازماً اثر کرتی ہے لیکن حق کے ہتھیار ضرور اپنے پاس ہونے

چاہئیں۔ ہر احمدی کو حقائق کا پورا پورا علم ہونا چاہئے۔اس لئے آئندہ خطبات میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ بقیہ امور پر روشنی ڈالوں گا اور ہر بات کو دشمنان احمدیت کی خود اپنی زبان اور اپنے قلم سے نکلے ہوئے حوالہ جات کی روشنی میں ثابت کر کے دکھاؤں گا۔اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

قرطاس ابیض کے الزامات کا جواب

مسئلہ فلسطین کے لئے خدمات، کلمہ توحید کی حفاظت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵/ مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ (آل عمران: ۱۱۱)

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ (آل عمران: ۱۱۴-۱۱۶)

اور پھر فرمایا:

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورہ آل عمران سے لی گئی ہیں، پہلی آیت نمبر ۱۱۱

اور دوسری تین آیات نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۶ ہیں۔ ان آیات میں اہل کتاب کو تبلیغ کرنے کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی نہایت پیارے اور حکیمانہ انداز میں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اگر اہل کتاب اسلام قبول نہ کریں تو یہ ان کا اپنا قصور ہوگا اور جہاں تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کا تعلق ہے ان پر اس بارہ میں کوئی حرف نہیں آسکتا کیونکہ وہ اپنے فریضہ میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کرتے اور وہ اس رنگ میں تبلیغ کرتے ہیں کہ گویا حجت تمام ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں اہل کتاب کو کلیۃً رد کر دینا اور مردود قرار دینا کہ گویا ان میں کوئی بھی نیکی کی بات نہیں رہی۔ اس کی بھی قرآن کریم نے عمومی طور پر نفی فرمائی ہے اور یہ ہدایت فرمائی کہ قوم کو بحیثیت قوم اس رنگ میں مغضوب اور ملعون قرار دے دینا کہ کوئی بھی استثناء باقی نہ رہے گویا کہ ان میں کوئی بھی شریف انسان نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہے چنانچہ اس وضاحت سے قرآن کریم نے ایسے لوگوں سے بھی امیدیں وابستہ فرما دیں جن کو امت محمدیہ بظاہر مردہ سمجھ بیٹھی تھی یا سمجھ بیٹھی ہو اور بتایا کہ خدا تعالیٰ مردوں میں بھی جان ڈال سکتا ہے اس لئے ان قوموں سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اور نہ اپنے فرائض سے کبھی غافل ہونا چاہئے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کی خاطر دنیا میں پیدا کی گئی تمہارے اندر یہ خوبیاں ہیں کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور دیتے چلے جاتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور روکتے چلے جاتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اسی پر تمہارا توکل ہے۔ تم اپنے ہاتھ میں داروغی کے حقوق نہیں لیتے اور تم ہی وہ لوگ ہو جو تبلیغ کا حق پوری طرح ادا کر دیتے ہو اور پھر اپنے رب پر اور اس کی قدرتوں پر ایمان رکھتے ہو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا، گویا ان کا ایمان نہ لانا اب ان کا اپنا قصور ہے کیونکہ جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے اس نے تو اپنے فریضہ کو انتہا تک پہنچا دیا ہے، اب ان پر حرف نہیں آئے گا۔ اب حرف ان اہل کتاب پر آئے گا جو مسلمانوں کی ان صفات کے ہوتے ہوئے پھر بھی ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ پھر فرمایا کہ اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو امت قائمہ یعنی حق پر قائم ہیں اور اٰنَآءَ الَّيْلِ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی آیات

کی تلاوت کرتے ہیں. وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ اور وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں، یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور بھلائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں۔ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور یقیناً یہ لوگ صالحین میں سے ہیں۔ اور وہ جو بھی بھلائی کی بات کرتے ہیں اس کی ناشکری نہیں کی جائے گی ، انہیں اس کی جزا سے محروم نہیں کیا جائے گا وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جاننے والا ہے۔

دنیا کی کسی کتاب میں اس قسم کی کوئی آیت آپ کبھی نہیں دیکھیں گے کہ اس میں مخالفین بلکہ اشد ترین مخالفین کو بھی اس رنگ میں نوازا گیا ہو اور ان کی خوبیوں کا اقرار ایسے پیارے انداز میں کیا گیا ہو کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور یہ بات ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ ایسا کلام خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نہیں ہوسکتا۔ زیادہ آیات نہ سہی، صرف یہ ایک ہی آیت آپ ساری دنیا کے مذاہب کے سامنے چیلنج کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی آیت اپنی کتابوں سے نکال کر تو دکھاؤ جس میں اتنا حوصلہ اور اتنی عظمت ہو۔ خدا تعالیٰ کا کلام تو پہلے بھی نازل ہوتا رہا ہے مگر کسی بندہ کامل پر اس طرح نازل نہیں ہوا جس طرح محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوا۔ اس لئے یہ کلام جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہے وہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عالی ظرف ہونے کی بھی دلیل ہے۔ جیسا آپؐ چاہتے تھے، جیسا آپؐ کا دل تھا اور جیسا آپؐ کا غیروں کی طرف رجحان تھا ویسا ہی کلام آپؐ پر نازل کیا گیا۔ مگر آج آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے ہمیں یہ طعنے دیتے ہیں کہ تم یہود کو تبلیغ کیوں کرتے ہو۔ اسرائیل جا کر بھی تم تبلیغ سے باز نہیں آئے لازماً تم ان کے ایجنٹ ہو۔ یہ کیسی جاہلانہ بات ہے۔ انہیں قرآن کا علم ہے نہ سنت محمد مصطفی ﷺ کا ، ورنہ ایسے غلط اور جاہلانہ بہتان نہ تراشتے۔ قرآن کریم تو خیر امت کی دلیل یہ دے رہا ہے کہ تم اپنے تبلیغ کے فیض سے کسی قوم کو محروم نہیں رکھتے اور یہ فیض ایسا عام ہے کہ دشمنوں کو بھی یہ فیض دیتے ہو اس لئے اگر وہ پھر بھی ہدایت نہ پائیں تو ان کا اپنا قصور ہے تمہارا کوئی قصور نہیں۔

اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ دنیا میں سب سے پہلا یہودی حصین بن سلام جو مسلمان ہوا (آنحضرت ﷺ نے بعد میں ان کا نام عبداللہ بن سلام رکھا) وہ

آنحضرت ﷺ کی ذاتی تبلیغ سے مسلمان ہوا اور پھر آپؐ نے ان کے ذریعہ پیغام بھجوا کر دوسرے یہود کو بھی اکٹھا کیا اور انہیں تبلیغ کی۔ الغرض آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ حضور اکرم ﷺ نے یہود کو تبلیغ کرنے سے منع فرمایا ہو یا خود رُکے ہوں یا ان سے حسن سلوک کرنے سے منع فرمایا ہو یا خود رُک گئے ہوں۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک یہودی ماں نے اپنے یہودی بچے کی وفات کے وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بچے کا یہ پیغام بھیجا کہ میری جان نکل رہی ہے اور میں آپؐ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپؐ اسی وقت اٹھ کر اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور مرتے وقت اس کو تبلیغ فرمائی اور فرمایا کہ کیا تمہارے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ مسلمان ہو کر جان دو۔ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! میرے لئے یہی بہتر ہے اور اس طرح اس نے مسلمان ہونے کی حالت میں جان دے دی۔ یہ ہے اسوہ محمد مصطفی ﷺ، جس کی ہم اتباع کر رہے ہیں مگر ہمارے مخالف ہمیں اس سے روکنے میں کوشاں ہیں۔

پھر ایک اور واقعہ اس طرح ہے کہ ایک جنازہ گزر رہا تھا۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو اچانک چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ یا رسول اللہؐ! یہ تو یہودیہ کا جنازہ ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کیا اس میں مرنے سے پہلے جان نہیں تھی؟ اور پھر اس قسم کے کلمات فرمائے جس سے شرف انسانی قائم ہوتا ہے۔ فرمایا دکھ سب کے برابر ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو (جن کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا) کسی یہودیہ کا جنازہ گزرنے پر بھی اٹھ کھڑے ہوتے تھے مگر آج یہ نفرتوں کی تعلیم دینے والے، اسلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پاک اسوہ پر دردناک الزامات لگانے والے ہمیں یہ کہتے ہیں کہ تم اسوہ محمدؐ کے پیچھے کیوں چل رہے ہو ہمارے اسوہ کے پیچھے کیوں نہیں چلتے۔ میں انہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم تو کبھی کسی قیمت پر تمہارے اسوہ کو قبول نہیں کریں گے، ہمارے سامنے ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے ایک ہی اسوہ ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا اسوہ ہے اسی اسوہ پر ہم اب تک جئے ہیں اور اسی پر جئیں گے اور اسی پر جان دیں گے۔ انشاء اللہ۔

جہاں تک ان الزامات کا تعلق ہے کہ (نعوذ باللہ من ذالک) احمدی یہود کے ایجنٹ ہیں اور انہوں نے یہود کے مفاد میں کوششیں کی ہیں۔ سو یہ ایک ایسا جھوٹا اور بے بنیاد الزام ہے کہ جب آپ

حقائق پر غور کریں تو بالکل برعکس صورت نظر آتی ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جب تقسیم فلسطین کا ظالمانہ فیصلہ ہوا تو اس سے پہلے وہ کون سی آواز تھی جس نے سارے عالم کو خبردار اور متنبہ کیا تھا اور جس سے عرب دنیا میں بھی اور عرب سے باہر بھی ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ یہ دردمندانہ انتباہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی آواز تھی۔ آپ نے دل ہلا دینے والا ایک پمفلٹ لکھ کر کثرت سے شائع کیا جس میں مسلمانوں کو متنبہ کیا اور بتایا کہ تم اس گمان میں نہ رہو کہ آج مغرب تمہارا دشمن ہے تو مشرق تمہارا دوست ہوگا یا مشرق تمہارا دشمن ہے تو مغرب تمہارا دوست ہوگا۔ فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج امریکہ بھی تمہارا دوست نہیں ہے اور روس بھی تمہارا دوست نہیں۔ ان کے درمیان اسلام کے خلاف باہمی سازش ہو چکی ہے۔ یہ اپنی دشمنیاں اسلام سے دشمنی کی وجہ سے بھلا بیٹھے ہیں اور ایک ہو گئے ہیں۔ کیا تم میں غیرت نہیں ہے کیا تم میں اسلام کی ایسی محبت نہیں ہے کہ جس کی خاطر تم اپنی دشمنیوں کو بھلا کر ایک ہو جاؤ۔

یہ ایسا مدلل اور موثر مضمون تھا کہ اس نے مسلمانوں کو اس طرح جھنجھوڑ کر بیدار کیا کہ اس کی بازگشت مدتوں تک عرب دنیا میں سنائی دیتی رہی اور پھر جب یہ ظالمانہ فیصلہ ہو گیا تو آپ نے ایک اور مضمون لکھا اور اسے بھی بڑی کثرت سے شائع فرمایا جس میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی تھی کہ اس فیصلہ کے بعد مسلمانوں کو کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں جو اس کھوئی ہوئی بازی کو دوبارہ جیتنے میں مدد دے سکیں۔ اس وقت عرب دنیا کا جو حال تھا اور جس طرح وہ احمدیت کی ممنون احسان تھی وہ تو ایک لمبا مضمون ہے لیکن میں آپ کو صرف ایک اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں جس سے نہ صرف عرب دنیا کے خیالات کا پتہ چلتا ہے بلکہ استعماری طاقتوں نے اس پر کیا ردعمل دکھایا اور حضرت مصلح موعود کی آواز کو کیا اہمیت دی اس کا ذکر بھی اس سے ملتا ہے۔

عراق کے ایک مشہور اور بزرگ صحافی الاستاذ علی الخیاط آفندی جن کا ایک مشہور و معروف اور موقر اخبار ''الانباء'' کے نام پر نکلتا ہے۔ آپ نے اپنے اخبار میں ایک تفصیلی مضمون لکھا جس میں سے ایک اقتباس میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ غیر ملکی حکومتیں ہمیشہ کوشش کرتی ہیں کہ مسلمانوں میں مختلف نعرے لگوا کر منافرت پیدا کی جائے اور بعض فرقے احمدیوں کی تکفیر اور ان پر

نکتہ چینی کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے اس امر کی پوری پوری اطلاع ہے کہ در حقیقت یہ سب کارروائی استعماری طاقتیں کروا رہی ہیں کیونکہ فلسطین کی گزشتہ جنگ کے ایام میں ۱۹۴۸ء میں استعماری طاقتوں نے خود مجھ کو اس معاملہ میں آلہ کار بنانے کی کوشش کی تھی۔

ان دنوں میں ایک ظرافتی پرچے کا ایڈیٹر تھا اور اس کا انداز حکومت کے خلاف نکتہ چینی کا انداز تھا۔ چنانچہ انہی دنوں مجھے ایک غیر ملکی حکومت کے ذمہ دار نمائندہ مقیم بغداد نے ملاقات کے لئے بلایا اور کچھ چاپلوسی کے طور پر میرے انداز نکتہ چینی کی تعریف کرنے کے بعد مجھے کہا کہ آپ اپنے اخبار میں قادیانی جماعت کے خلاف زیادہ سے زیادہ دل آزار طریق پر نکتہ چینی جاری کریں کیونکہ یہ جماعت دین سے خارج ہے۔

یعنی ایک استعماری طاقت کو اسلام کی اس طرح فکر لاحق ہوگئی کہ ایک ایڈیٹر صاحب کو بلا کر کہتے ہیں کہ ”دل آزار طریق پر نکتہ چینی جاری کریں کیونکہ یہ جماعت دین سے خارج ہے“۔ پھر لکھتے ہیں:

”یہ ان دنوں کی بات ہے جب ۱۹۴۸ء میں ارض مقدسہ کا ایک حصہ کاٹ کر صیہونی حکومت کے سپرد کر دیا گیا تھا اور اسرائیلی سلطنت قائم ہوئی تھی اور میرا خیال ہے کہ مذکورہ بالا سفارت خانہ کا یہ اقدام در حقیقت ان دو ٹریکٹوں کا عملی جواب تھا جو تقسیم فلسطین کے موقع پر اسی سال جماعت احمدیہ نے شائع کئے تھے۔ ایک ٹریکٹ کا عنوان ”هَيْئَةُ الْأُمَمِ الْمُتَّحِدَةِ وَقَرَارُ تَقْسِيمِ فَلَسْطِينَ“ تھا جس میں مغربی استعماری طاقتوں اور صیہونیوں کی ان سازشوں کا انکشاف کیا گیا تھا جن میں فلسطینی بندرگاہوں کے یہودیوں کو سپرد کر دینے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ دوسرا ٹریکٹ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس میں مسلمانوں کو کامل اتحاد اور اتفاق رکھنے کی ترغیب دی گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔ یہ وہ واقعہ ہے جس کا مجھے ان دنوں ذاتی طور پر علم ہوا تھا اور

مجھے پورا یقین ہے کہ جب تک احمدی لوگ مسلمانوں کی جماعت میں اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔۔۔۔۔۔۔جن سے استعماری طاقتوں کی پیدا کردہ حکومت اسرائیل کو ختم کرنے میں مدد ملے سکے تب تک استعماری طاقتیں بعض لوگوں اور فرقوں کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گی کہ وہ احمدیوں کے خلاف اس قسم کی نفرت انگیزی اور نکتہ چینی کرتے رہیں تا کہ مسلمانوں میں اتحاد نہ ہو سکے“۔

(اخبار ”الانباء“ (بغداد) مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۴ء بحوالہ مجلۃ ”التقوی“ ستمبر ، اکتوبر ۱۹۸۹ء)

الغرض حضرت المصلح الموعود کے دو ٹریکٹ شائع ہوئے اور ان کا اتنا حیرت انگیز اثر پڑا کہ بڑی بڑی استعماری طاقتیں کانپ گئیں اور سفارت خانوں کو ان کے مراکز سے ہدایتیں ملنے لگیں کہ اخباروں کو پیسے دو اور ان سے تعلقات قائم کرو اور جس طرح بھی ہو احمدیوں کے خلاف ایک تحریک چلاؤ۔

جہاں تک چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی ذات کا تعلق ہے ان کے متعلق یہ الزام کہ گویا آپ نے فلسطین کے مفاد کے خلاف ایسی تقریریں کیں جن کے نتیجہ میں مفاد فلسطین سبوتاژ ہو گیا، حد درجہ بے حیائی پر مبنی ہے۔ عجیب منطق ہے کہ ساری عرب دنیا کو تو اس بات کا علم نہیں لیکن پاکستان کے ملاؤں کو اس بات کا پتہ لگ گیا۔ جن عربوں پر گزر رہی تھی اور جن کے مقاصد کی خاطر چوہدری صاحب دن رات ایک کئے ہوئے تھے اور اپنی جان ہلکان کر رہے تھے، اپنی تمام خداداد طاقتوں کو استعمال میں لا رہے تھے ان عربوں کو تو اس بات کا علم نہیں ہوا لیکن پاکستان کے احراریوں کو پتہ چل گیا، جماعت اسلامی کو علم ہو گیا اور موجودہ حکومت پاکستان کو پتہ چل گیا کہ اصل واقعہ کیا تھا! چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی خدمات کے بارے میں عرب دنیا کے جو خیالات تھے نہ صرف اس وقت انہیں علم تھا بلکہ آج تک جبکہ احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے انہیں وہ خدمات یاد ہیں اور آج بھی بعض حق پرست ایسے ہیں جو ان خدمات کو تسلیم کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ چنانچہ عربوں کی زبانی سنئے۔ عبدالحمید الکاتب رسالہ ”العربی“ ماہ جون ۱۹۸۳ء کے شمارہ میں ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”محمد ظفر اللہ خان ہی وہ شخص ہے کہ جو فلسطین کے حق کے دفاع میں

مرد میدان ثابت ہوا۔اس نے فلسطین کے بارہ میں عربوں کے حقوق کے دفاع میں خدا کی طرف سے ودیعت کی گئی قدرت علی الخطاب اور قانون وسیاست میں قابلیت کے ہر جوہر کو آزمایا۔اس کے کلام کی نبض حقیقی اسلامی روح کے ساتھ چلتی تھی“۔

ان دنوں جب کہ مسئلہ فلسطین ابھی تازہ تھا اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اس عظیم جدو جہد میں مصروف تھے جو کہ ایک تاریخی حیثیت کی حامل تھی، عرب لیگ میں ایک بڑی مکروہ کوشش چوہدری صاحب کو عالم اسلام سے باہر نکالنے اور ان کی خدمات سے عالم اسلام کو محروم کرنے کی ہوئی۔شاہ فاروق جو استعماری طاقتوں کے ایجنٹ کے طور پر معروف ہیں اور جن کا بعد میں تختہ الٹ دیا گیا تھا،ان کے ایماء پر فلسطین کے مفتی نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اور جماعت احمدیہ کے خلاف ایک بڑا سا فتویٰ دے دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تا کہ عالم اسلام کی خدمات کرنے والا جو بطل جلیل ہے اس سے عالم اسلام محروم رہ جائے۔ چنانچہ جب یہ فتویٰ شائع ہوا اس وقت اگر چہ وہ دور گزر چکا تھا لیکن چونکہ چوہدری صاحب کی خدمات کی یاد ابھی تازہ تھی اس لئے جنرل عبدالرحمٰن عزام پاشا جو عرب لیگ کے سیکرٹری تھے انہوں نے اس جریدہ کو جس میں وہ فتویٰ چھپا تھا مخاطب کر کے لکھا:

”میں حیران ہوں کہ آپ نے قادیانیوں یا چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان کے متعلق مفتی کی رائے کو ایک مؤثر مذہبی فتویٰ خیال کیا ہے“۔

پھر لکھتے ہیں:

”اگر یہ اصول مان لیا جائے تو پھر بنی نوع انسان کے عقائد، ان کی عزت و وقار اور ان کا سارا مستقبل محض چند علماء کے خیالات و آراء کے رحم و کرم پر آ رہے گا“۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

”ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ظفر اللہ خان اپنے قول اور اپنے کردار

کی رو سے مسلمان ہیں۔ روئے زمین کے تمام حصوں میں اسلام کی مدافعت کرنے میں آپ کامیاب رہے اور اسلام کی مدافعت میں جو موقف بھی اختیار کیا گیا اس کی کامیاب حمایت ہمیشہ آپ کا طرہ امتیاز رہا اس لئے آپ کی عزت عوام کے دلوں میں گھر کر گئی اور مسلمانان عالم کے قلوب آپ کے لئے احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہو گئے“۔

(جریدۃ الاخبار القاھریۃ مؤرخہ ۲۳؍ جون ۱۹۵۲ء)

کیا یہ مسلمانان عالم پاکستان میں نہیں بستے کیا انہیں علم نہیں ہے کہ ایک وقت تھا کہ عالم اسلام اور عالم اسلام کا بھی وہ حصہ جہاں سے اسلام کا نور پھوٹا تھا وہ ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا تھا کہ مسلمانان عالم چوہدری ظفر اللہ خان کی ان خادمانہ کوششوں کے ممنون احسان ہیں جو انہوں نے اسلام کی سربلندی اور مسلمانان عالم کے مفاد میں سرانجام دیں۔ پھر ایک اور اخبار ”المصری“ ۲۶؍ جون ۱۹۵۲ء (بحوالہ: البشریٰ ستمبر ۱۹۵۲ء جلد ۱۸ اص ۱۱۹) کی اشاعت میں ”اے کافر! خدا تیرے نام کی عزت بلند کرے“ کے زیر عنوان لکھتا ہے:

”مفتی نے ظفر اللہ کو کافر و بے دین قرار دیا ہے۔ آؤ سب مل کر چوہدری محمد ظفر اللہ خان پر سلام بھیجیں۔ ظفر اللہ خان کافر کے کیا کہنے ان جیسے اور بڑے بڑے دسیوں کافروں کی ہمیں ضرورت ہے“۔

مصر ہی کے ایک اور اخبار ”الزمان“ اپنی اشاعت میں ۲۵؍ جون ۱۹۵۲ء (بحوالہ البشریٰ ستمبر ۱۹۵۲ء جلد ۱۸ اصفحہ: ۱۲۵) میں لکھتا ہے:

اخبار ”الیوم“ ۲۶؍ جولائی ۱۹۵۲ء میں رقم طراز ہے:

”وہ شخص جو استعماریت کا بڑی قوت، بلاغت اور صدق بیانی سے مقابلہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ بھی جس کی زبان اور دل پر حق جاری کرتا ہے وہ بھی اگر کافر قرار دیا جا سکتا ہے تو نیک لوگوں کی اکثریت ایسے کافر بن جانے کی خواہش کرے گی“۔ (بحوالہ رسالہ البشریٰ جلد ۱۸ شمارہ ستمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۳۲)

اخبار ”بیروت المساء“ نے لکھا:

''شیخ مخلوف اور ظفر اللہ خان کے درمیان نمایاں فرق ہے اول الذکر مسلم غیر عامل ہے اور اگر شیخ مذکور عمل کرتا بھی ہے تو تفرقہ انگیزی کے لئے ، برخلاف اس کے ظفر اللہ خان ''مسلم عامل الخیر'' ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات میں ہمیشہ ایمان اور عمل صالح کا اکٹھا ذکر کیا ہے۔

آہ! ایمان اور عمل صالح کے باوجود مسلمانوں کو کافر قرار دینا کتنا ہی دوراز عقل ہے''۔ (بیروت المساء شمارہ ۲۲۴ مؤرخہ ۲۹؍ جون ۱۹۵۲ء)

بہر حال ایک وہ وقت تھا جب کہ عالم اسلام کو ایک خطرہ درپیش تھا اور جیسا کہ جماعت احمدیہ کی ہمیشہ سے یہ روایات رہی ہیں کہ ہر ایسے خطرہ کے وقت جو اسلام یا مسلمانان عالم کو درپیش ہو جماعت اور جماعت احمدیہ کے خلفاء کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نمایاں توفیق ملی اور یہ امتیازی سعادت نصیب ہوئی کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر ان خطرات کی طرف متوجہ کرنے والے وہی تھے اور ان کی متابعت میں جماعت احمدیہ نے ہر خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا لیکن جماعت احمدیہ کو ہر طرف سے اس کی یہ سزا دی گئی کہ نہ صرف یہ کہ وہ استعماری یا اسلام دشمن طاقتیں جماعت احمدیہ کو اس حریت ضمیر کی سزا دینے پر تل بیٹھیں بلکہ اس کام کے لئے خود مسلمانوں کو ہمیشہ استعمال کیا گیا۔ عالم اسلام کو یہ خطرات باہر سے بھی درپیش رہے اور اندر سے بھی۔ باہر سے بھی اسلام دشمن طاقتوں نے یہ خطرات اسلام کے لئے پیدا کئے اور اندر سے ان ایجنٹوں کو استعمال کیا جو ہمیشہ سے استعماریت کے ایجنٹ بنتے رہے ہیں۔

پس آج بھی کچھ اسی قسم کا واقعہ درپیش ہے۔ آج بھی عالم اسلام کو ایک خطرہ ہے لیکن ایک ایسا مہیب اور ایسا ظالمانہ خطرہ ہے کہ تاریخ اسلام میں ایسا خطرہ کبھی اسلام کو پیش نہیں آیا تھا۔ آج یہ خطرہ درحقیقت نہ روس کی طرف سے، ہے نہ امریکہ کی طرف سے، نہ بدھ پرست طاقتوں کی طرف سے ہے اور نہ صیہونی طاقتوں کی طرف سے ہے، نہ مشرق سے یہ خطرہ ہے اور نہ مغرب سے۔ آج اسلام کو یہ خطرہ ایک ایسی حکومت کی طرف سے ہے جو مسلمان ہونے کی دعویدار ہے، جو اسلام کی عزت اور وقار کے نام پر کھڑی ہوئی اور اسلام کی عزت و وقار کا واسطہ دے کر مسلمانان پاکستان پر مسلط ہوگئی۔ یہ ایک ایسا خطرہ ہے جس سے بڑھ کر اس سے پہلے کبھی بھی عالم اسلام کو ایسا خطرہ

درپیش نہیں ہوا تھا۔

کلمہ توحید کو مٹانے کے نام پر غیر مسلم کوششیں مختلف وقتوں میں ہمیں تاریخ میں نظر آتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے زیادہ خوفناک اور بھیانک کوشش خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کی گئی تھی لیکن مسلمانوں کی طرف سے اس کوشش کا تصور بھی موجود نہیں تھا کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے اتنے بدقسمت نکلیں گے کہ اپنے ہاتھوں کو کلمہ مٹانے کے لئے استعمال کریں گے۔ کوئی مسلمان اس بات کا وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا۔ یہ وہ سہرا ہے جو آج پاکستان کی آمرانہ حکومت کے سر باندھا جا رہا ہے اور آج پاکستان میں ایک نئی تاریخ، ایک نہایت ہی بھیانک اور خوفناک خونی تاریخ لکھی جارہی ہے اور اسلام کی حفاظت اور اسلام کی خدمت کا یہ تصور پیش کیا جارہا ہے کہ اسلام کی بنیادوں پر حملہ کرو، کلمہ توحید پر حملہ کرو، کلمہ رسالت پر حملہ کرو اور اگر احمدی کلمہ توحید اور کلمہ رسالت کی عزت سے باز نہ آئیں اور اسے تسلیم کرنا نہ چھوڑیں اور اس کے اقرار سے توبہ نہ کریں تو انہیں سخت سے سخت سزائیں دو۔ یہ ہے آج کا شدید ترین حملہ جو اسلام کے خلاف ایک اسلامی ملک کہلانے والے کی سرزمین سے اٹھا ہے اور جس نے ساری فضا کو دھندلا دیا ہے اور گندا کر دیا ہے۔

یہ کارروائیاں کس طریق پر کی جارہی ہیں اس کا صرف ایک نمونہ میں آپ کے سامنے آج پیش کرتا ہوں۔ ایک احمدی نوجوان جس کو کلمہ لکھنے کے جرم میں پکڑا گیا وہ اپنے قلم سے سرگزشت لکھتے ہیں کہ مجھ پر کیا بیتی اور کس طرح پاکستان کی آمرانہ حکومت کے کارندوں نے اسلام کی ''خدمت'' سرانجام دی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''جب مجھے پکڑا گیا تو پولیس والے نے مجھے مکوں سے مارنا شروع کر دیا۔ پھر پولیس کا ایک اور سپاہی بھی آگیا دونوں نے مل کر پہلے تھپڑوں اور مکوں سے خدمت کی اور پھر ایک دکان جس میں پولیس نے چوکی بنائی ہوئی تھی وہاں لکڑی کے ڈبے میں لٹا کر مجھے مارا گیا۔ میں اس دوران منہ سے کلمہ کا ورد کرتا رہا۔ پھر یہاں سے تانگے میں بٹھا کر تھانہ باغبانپورہ لے جایا گیا، راستہ میں بھی تھپڑ اور مکے مارے گئے اور میں رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (البقرہ:۲۵۱)

پڑھتا رہا۔ تھانہ باغبانپورہ (گوجرانوالہ) میں پہنچ کر ایک پولیس والا کہنے لگا اسے لٹاؤ اور دو چار لگاؤ۔ چنانچہ مجھے لیٹنے کے لئے کہا گیا۔ میں نہ لیٹتا تھا پھر دو تین آدمی آگے آئے ایک نے سر کے بال پکڑے دوسرے نے بازو مروڑا تیسرے نے ٹانگیں کھینچیں اور اس طرح مجھے زمین پر گرا دیا گیا اور پھر ایک سپاہی کے ہاتھ میں ہنٹر تھا اس نے ہنٹر سے سات آٹھ ضربات لگائیں ہر ضرب پر میں کلمہ طیبہ اونچی آواز میں پڑھتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ تم تو کافروں میں سے آئے ہو اور ضرب لگاتے اور پھر کہتے کہ ہم تمہارا کلمہ نکالتے ہیں بڑے کلمہ پڑھنے والے آئے۔ اس کے بعد جب ان کی خدمت اسلام کی یہ تمنا اور یہ حسرت ابھی اچھی طرح پوری نہ ہوئی تو ایک پولیس والے کو یہ خیال آیا کہ اسلام کی خدمت تو اس سے بھی بڑھ کر ہونی چاہئے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کی شلوار اتارو پھر شلوار اترنے کے لئے جدوجہد شروع ہوگئی پانچ سات سپاہی مل کر شلوار اتارنے میں کامیاب ہوئے اور پھر مجھے الٹا لٹا کر ننگی پیٹھ پر ضربات لگائی گئیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے منہ سے صرف کلمہ طیبہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اتنے میں چند اور سپاہی اکٹھے ہو کر آ گئے اور پوچھنے لگے کہ اپنے مرزا کی باتیں سناؤ وہ کہاں پیدا ہوا اور کہاں مرا۔ انہوں نے مجھے ماں، باپ، بہن، وغیرہ کی گندی گالیاں دیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مغلظات بکیں وہ آدھ گھنٹہ کے قریب گالیاں دیتے رہے اور میں استغفار پڑھتا رہا۔ جسم کی ضربات کے متعلق ایک بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسی ہنٹر سے پیٹھ کے علاوہ سر اور کندھوں پر نہ جانے کتنی ضربات لگائیں''۔

یہ ہے پاکستان میں کلمہ طیبہ کی خدمت اور خدمت اسلام کا تصور۔ کیا آپ کو عرب کے تپتے ہوئے وہ صحرا یاد نہیں آ گئے جہاں سیدنا حضرت بلال حبشیؓ کو اسی جرم میں گھسیٹا جا رہا تھا، جہاں انگیٹھیوں سے تپتے ہوئے انگارے نکال کر کلمہ پڑھنے والوں کی چھاتیوں پر رکھ دیئے جاتے تھے اور ان کی پیٹھوں کے نیچے زمین پر بھی وہ انگارے بچھا دیئے جاتے تھے اور ان انگاروں کے نتیجہ میں بننے

والے چھالوں کے پانی سے وہ انگارے بجھا کرتے تھے۔ پس کلمہ مٹانے کے وہ دردناک واقعات جو سرزمین عرب میں گزرے تھے ویسے ہی دردناک واقعات آج پاکستان میں گزر رہے ہیں لیکن خوفناک ظلم یہ ہے کہ اب ایک اسلامی مملکت کے کارندوں کی طرف سے یہ کارروائی ہو رہی ہے۔ آج دنیا میں شیطان سے بڑھ کر کوئی خوش نہیں ہوگا کیونکہ آج وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں سے وہ حرکت کروا رہا ہے جو کسی زمانہ میں آپؐ کے اولین دشمن کیا کرتے تھے۔

جب ان سے پوچھا جائے کہ تم کیا کرتے ہو؟ کیا تم میں کوئی عقل اور شعور باقی نہیں رہا؟ تو پھر وہ بہت بڑی دلیلیں دیتے ہیں۔ ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ تم تو ناپاک لوگ ہو اس لئے اگر تم کلمہ پڑھو گے یا کلمہ سینہ پر لگاؤ گے تو کلمہ کی بے حرمتی ہوگی اور ہم یہ بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتے۔ کتنی تعجب انگیز دلیل ہے؟ یہ کلمہ تو ناپاکوں کو پاک بنانے کے لئے آیا ہے یہ اسی لئے تو نازل ہوا تھا کہ بدوں کا تزکیہ کرے، اگر احمدی ناپاک ہیں تو تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ ان ناپاکوں کو بھی اس کلمہ نے طیب اور پاکیزہ کر دیا ہے۔ یہ تو محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ ہے، یہ خدائے واحد و یگانہ کا کلمہ ہے، یہ تو اس مزکی کا کلمہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی مزکی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اس کلمہ نے تو صدیوں کے ناپاک اور پلید لوگوں کو بھی پاک بنا دیا تھا۔ یہ کسی ملاں کا کلمہ تو نہیں جو پاکوں کو بھی پلید کر دے، یہ کسی آمر وقت کا کلمہ تو نہیں جو نیکوں کو بھی بدنام بنا دے۔ پس اگر تمہارے کہنے کے مطابق جماعت احمدیہ ناپاک ہی ہے تو پھر اس ناپاک جماعت کو صرف یہی کلمہ چاہئے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اور خدائے واحد و یگانہ کا کلمہ، کسی اور کے بنائے ہوئے کلمہ کی ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔

دوسرا اعتراض وہ یہ کرتے ہیں کہ احمدیوں کے دل میں یہ کلمہ نہیں، منہ سے محمدؐ رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں اور دل میں کہہ رہے ہوتے ہیں احمد رسول اللہ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی رسول اللہ۔ عجیب جاہلانہ بات ہے پھر اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہم سے کلمہ چھیننے کی ایک مکروہ حرکت تو کی تھی مگر ساتھ ہی خدائی کے دعویدار بھی بن بیٹھے اور آنحضرت ﷺ سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ کسی کلمہ پڑھنے والے کے متعلق آپؐ نے یہ فرمایا ہو کہ تم جھوٹ بول رہے ہو دل سے کچھ اور کہتے ہو اور اوپر سے کچھ اور کہہ رہے ہو۔ بلکہ جن لوگوں کے متعلق خدا نے خبر دے دی تھی کہ

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط (الحجرات:۱۵) کہ ان کے دلوں میں ایمان نے جھانک کر بھی نہیں دیکھا ، ایمان ان میں داخل ہی نہیں ہوا ایسے لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارا منہ کا کلمہ اور ہے اور دل کا اور۔ بلکہ اس کے برعکس ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں کہ ان کے تصور سے انسان حیران رہ جاتا ہے کہ نبیؐ کس عظمت، کس شان، کس وسیع حوصلہ اور کس وسیع قلب کا مالک تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

تاریخ اسلام میں ایک یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ اُسامہ بن زیدؓ نے ایک مقابلہ میں ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جو مسلمانوں پر بار بار حملے کرتا تھا۔ جب اُسامہ بن زیدؓ اسے مارنے لگے تو اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ خود بتاتے ہیں (مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعدأن قال لااله الا الله کی یہ حدیث ہے) کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا اس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا! اُسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس نے تو ہتھیار کے خوف سے ایسا کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا جو تجھے علم ہو گیا تھا کہ اس نے کیا کہا اور کیا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فقرہ مسلسل کہتے چلے گئے اور کہتے چلے گئے اور کہتے چلے گئے کہ کیا تو نے دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا، کیا تو نے دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ’’کیوں نہ تو نے دل پھاڑ کر دیکھ لیا، کیوں نہ تو نے دل پھاڑ کر دیکھ لیا کہ واقعی اس کے دل میں کلمہ تھا یا نہیں‘‘۔

پس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نہ خود اس بات کے دعویدار تھے کہ دلوں میں جھانک کر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ واقعی دل میں کلمہ ہے یا نہیں اور نہ اپنے غلاموں کو اس بات کی اجازت دی لیکن اس کے برعکس آج کے ملاں یہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں کہ وہ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ بھی ہیں اور خدا تعالیٰ کے نبیؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سے بھی بڑھ کر مقام رکھتے ہیں اور دلوں کا حال جاننے لگ گئے ہیں اور اس پر کسی مسلمان کو غیرت نہیں آرہی کہ یہ کیا حرکتیں ہو رہی ہیں۔

اس حدیث کی ایک اور روایت بھی ہے جس کے الفاظ کچھ مختلف ہیں اس میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کلمہ تو اس نے تلوار کے ڈر سے پڑھا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پڑھا اور پھر بھی تم نے قتل کر دیا! پھر فرمایا کہ قیامت کے

دن جب لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ گواہی دینے آئے گا تو پھر تم کیا جواب دو گے۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے بخشش طلب کریں تو پھر یہی فرمایا کہ قیامت کے دن جب لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ آئے گا تو اس وقت تو کیا جواب دے گا؟ حضرت اُسامہؓ کہتے ہیں آپؐ اس کے علاوہ اور کچھ نہ فرماتے تھے کہ جب قیامت کے دن لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ آئے گا اس وقت تو کیا کرے گا؟

پس یہ وہ حالات ہیں جو اس وقت پاکستان میں رونما ہو رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اسلام کے نام پر مسلط کی جانے والی ایک آمرانہ حکومت اسلام کی بنیادوں پر نہایت ہی خوفناک حملے کر رہی ہے اور عالم اسلام غفلت میں سویا پڑا ہے۔

یہ دو رسائل جن کا میں نے ذکر کیا ہے، اس وقت لکھے گئے تھے جب کہ فلسطین کو خطرہ تھا اور فلسطین کے نتیجہ میں مکہ اور مدینہ کو بھی خطرہ لاحق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس وقت عالم اسلام کو بڑے واشگاف الفاظ میں بیدار کرتے ہوئے فرمایا:

> ’’سوال فلسطین کا نہیں سوال مدینہ کا ہے، سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہو گا‘‘۔
>
> (’’الکفر ملة واحدة‘‘ انوار العلوم جلد ۱۹)

لیکن آج جب کلمہ پر یہ ناپاک حملہ کیا گیا ہے تو میں عالم اسلام کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ آج نہ فلسطین کا سوال ہے نہ یروشلم کا سوال ہے اور نہ مکہ مکرمہ کا سوال ہے، آج اس خدائے واحد و یگانہ کی عزت اور جلال کا سوال ہے جس کے نام سے ان مٹی کے شہروں نے عظمت پائی تھی، جس کے عظیم نام سے اینٹ پتھر کے گھروندوں کو تقدس نصیب ہوا تھا آج اس کی وحدانیت پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ آج مکہ اور مدینہ کا سوال نہیں آج تو ہمارے آقا و مولا شاہ مکی و مدنی کی عزت و حرمت کا سوال ہے۔ آج سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کے سینوں میں کوئی غیرت باقی نہیں رہی، کیا یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کے ہاتھ کلمہ مٹانے کی طرف اٹھ رہے ہیں ان پر لرزہ طاری نہیں ہو جاتا؟ کیا ان کے دل پر

زخم نہیں لگتے؟

ستم بالائے ستم یہ کہ جب کوئی مسلمان اس کام کے لئے نہیں ملتا تو پاکستان کی اس آمرانہ حکومت میں اسلام کے دشمن عیسائیوں کو اس کام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور جب کوئی شریف شہری نہیں ملتا تو حوالات یا جیل خانوں سے مجرم پکڑ کر لائے جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے پاک کلمہ طیبہ مٹوایا جاتا ہے جس میں یہ اقرار ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پس یہ ناپاک تحریک جو آج صدر ضیاء الحق کی کوکھ سے جنم لے رہی ہے وہ اس دنیا میں بھی اس کے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن بھی اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ **پھر نہ تو انہیں دنیا کی کوئی طاقت بچا سکے گی اور نہ کوئی مذہبی طاقت ان کو بچا سکے گی کیونکہ آج انہوں نے خدا کی عزت و جلال پر حملہ کیا ہے۔ آج محمد مصطفی ﷺ کے پاک نام کے تقدس پر حملہ کیا ہے۔**

احمدی تیار ہیں وہ کلمہ کی حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اے عالم اسلام! تم کیوں اس سعادت سے محروم بیٹھے ہو۔ کیا تم میں اسلام کی ہمدردی، اس کی غیرت اور کلمہ توحید کی محبت کی کوئی رمق بھی باقی نہیں رہی؟ پس میں تمہیں اس وحدت کی طرف بلاتا ہوں جس میں سارا عالم اسلام مشترک ہے۔ عالم اسلام کی ایک ہی تو جان ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور کوئی شک نہیں۔ شیعہ بھی کلمہ توحید سے اسی طرح وابستہ ہے جیسے سنی وابستہ ہے، احمدی بھی اسی طرح وابستہ ہے جس طرح وہابی اور دیگر فرقوں والے وابستہ ہیں۔ کلمہ اسلام کی روح ہے لیکن آج اسلام کی اس روح پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میں تمہیں غار حرا کے نام پر بلاتا ہوں جس سے ایک دفعہ صوت حق اس شان سے نکلی تھی کہ اس نے سارے عالم پر لرزہ طاری کر دیا تھا، میں تمہیں سیدنا بلالؓ حبشی کے نام پر بلاتا ہوں کہ آؤ تم بھی اس غلام سے سبق سیکھو جس نے کلمہ کی حفاظت کے لئے اپنے سارے آرام تج ڈالے تھے اور ایسے ایسے دکھ برداشت کئے کہ آج ان کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پس اے مسلمانو! اگر تم آؤ اور اس نیک کام میں احمدیوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ تو، میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مٹا نہیں سکے گی، تم زمین

پر بھی اجر پاؤ گے اور آسمان پر بھی اجر پاؤ گے اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہمیشہ تمہارے کاشانوں پر برستی رہیں گی لیکن اگر تم نے اس آواز پر لبیک نہ کہا تو پھر اس دنیا میں تم سے بڑھ کر اور کوئی مجرم نہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب ہوتے ہوئے جب آپؐ کے مقدس نام پر حملہ کیا گیا اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے جب اس کی وحدانیت پر حملہ کیا گیا تو تم آرام سے بیٹھے رہے اور تم نے اپنے سیاسی مشاغل اور سیاسی مطالب کی خاطر ایک ذرہ بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ پھر یہ آسمان اور زمین تم پر رحمت نہیں بھیجیں گے اور نہ کبھی تمہارا نام عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

علماء ھم۔امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ / مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۱۴ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۵ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۶ (الحشر: ۱۴ تا ۱۶)

فرمایا:

یہ تین آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ کہ تمہارا خوف مخالفین اسلام پر اس شدت کے ساتھ غالب ہے کہ اللہ کے خوف کی نسبت تمہارا خوف بڑھ گیا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک ایسی قوم ہیں جو فہم نہیں رکھتے، ان میں تفقہ کی طاقت نہیں ہے، تم سے یہ لوگ اکٹھے ہو کر نہیں لڑتے یا نہیں لڑیں گے مگر فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ قلعہ بند شہروں میں جہاں ان کو اپنی حفاظت کا یقین ہوتا ہے وہاں یہ خوب لڑ سکتے ہیں لیکن کھل کر مقابل پر آنے کی ان کو طاقت نہیں اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ یا پھر

دیواروں کے پیچھے سے لڑ سکتے ہیں بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ان کی آپس کی لڑائیاں بہت ہی شدید ہیں۔ تم ان کو سمجھتے ہو۔ جَمِيْعًا کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یہ اس لئے ہے کہ وہ ایک ایسی قوم ہیں جنہیں کوئی عقل نہیں۔ یہ اسی طرح کے لوگ ہیں جیسے ان سے پہلے گزرے تھے، انہیں گزرے ابھی بہت دیر نہیں ہوئی ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ انہوں نے اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھ لیا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقرر ہے۔

ان آیات کا ترجمہ بظاہر ایک عام فہم سا ترجمہ ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ اس کے پیچھے گویا بہت بڑے حقائق ہیں جن پر انسان غور کرے تو کچھ اور مطالب بھی نظر آئیں گے مگر قرآن کریم کی ہر آیت خواہ بظاہر کتنی عام فہم دکھائی دے انسان جب اس کے اندر ڈوبتا ہے تو مطالب کا ایک جہان کھل جاتا ہے۔ گہرے پانیوں کی سطح کی طرح بعض دفعہ قرآن کریم کی آیات خاموشی سے چلتی ہیں اور دیکھنے والے کو ان کے پیچھے معانی کا جہان نظر نہیں آتا جو ہر آیت کریمہ میں چھپا ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں بعض عجیب دعاوی کئے گئے ہیں مثلاً آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ تمہارا ان پر رعب طاری ہے بظاہر عجیب بات لگتی ہے کیونکہ ان کو تو اتنا کمزور سمجھا جا رہا تھا، اتنا بے طاقت اور بے سہارا خیال کیا جا رہا تھا کہ ہر ایرا غیرا اٹھ کر ان معززین کی ہتک اور گستاخی کا مرتکب ہوتا تھا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے تھے۔ گلیوں کے ادنیٰ ادنیٰ لونڈوں نے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلاموں پر پتھر اٹھائے اور زبان طعن دراز کی۔ گھروں سے بے وطن کیا اور بے وطن کرنے کے باوجود پیچھا نہ چھوڑا، مسلمانوں پر شدید حملے کرتے رہے۔ بایں ہمہ یہ کہا جا رہا ہے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ تم سے تمہارے مخالف اتنا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ سے بھی اتنا خوف نہیں کھاتے تمہارے خوف کے مقابل پر خدا کا خوف بھلا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسا خوف ہے؟ یہ خوف دراصل اسلام کے غلبہ کا خوف ہے، ظاہری جسمانی برتری کا خوف نہیں ہے۔ اس طاقت کا خوف ہے جو دلیل کے ساتھ ابھرتی ہے اور دلیل کے ساتھ زندہ ہوتی ہے اور دلیل کے ساتھ چھا جانے کی قوت رکھتی ہے۔ چنانچہ ہر صداقت سے دشمن کو ہمیشہ یہی خوف لاحق رہا ہے۔ وہ اس قدر خوف کھاتے ہیں کہ اس خوف کے مقابل پر پھر خدا کا خوف بھی

ان کے دل میں نہیں رہتا۔ پس ایسے لوگ جو حق وصداقت پر قائم ہوتے ہیں، مخالفین ان کی ہر دلیل بھلا دیتے ہیں اور خدا خوفی چھوڑ کر اور تقویٰ سے عاری ہو کر پھر ان پر حملے کرتے ہیں اور یہ طریق مقابلہ بتاتا ہے کہ ان کو خدا کا خوف ہے ہی نہیں۔ اگر خدا کا خوف ہوتا تو سچائی کے مقابل پر اوچھے ہتھیار کیوں استعمال کرتے، کمینی حرکتیں کیوں کرتے، جھوٹ اور دغا بازی سے کیوں کام لیتے۔ پس خوف ہے اس قوت کا جو اپنی ذات میں ابھرتی ہوئی انہیں دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ بظاہر وقتی طور پر وہ اتنی غیر معمولی طاقت اختیار نہیں کر چکی ہوتی کہ اس کے خلاف یہ حملے نہ کریں، اسے دبانے کی کوشش نہ کریں، اس کے خلاف ظلم وستم سے کام نہ لیں، اگر ایسا خوف نہ ہوتا تو ان کو ضرورت کیا تھی کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے غلاموں پر حملے کرتے۔

پس یہ خوف اس فرقان کا خوف ہے، اس برہان کا خوف ہے جو اسلام اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ ویسا ہی خوف ہے جیسے اندھیرے کو روشنی سے ہوتا ہے۔ صبح کی پہلی کرن سے بھی رات خوف کھاتی ہے، اگر چہ وہ رات کو دبا نہیں سکتی لیکن رات کا دل جانتا ہے کہ صبح کی پہلی کرن مجھے کھا جائے گی اور اس دنیا سے میرا وجود مٹا دے گی۔ چنانچہ صداقت کے دشمنوں کو بھی اس قسم کا خوف ہوا کرتا ہے اور پھر یہ جو حملے کرتے ہیں ان حملوں کی طرز میں بھی وہی خوف جاری رہتا ہے اور نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے ساتھ اس وقت جو ظلم روا رکھے جارہے ہیں ان میں بھی یہ پہلو موجود ہے اور دوسرا پہلو بھی موجود ہے جس کا آیہ کریمہ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ میں ذکر کیا گیا ہے کہ تم پر یہ حملے محفوظ قلعہ بند شہروں میں بیٹھ کر کرتے ہیں، ایسے ممالک میں کرتے ہیں جہاں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ آگے سے جواب نہیں دیا جاسکتا، ایسے ممالک سے کرتے ہیں جہاں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ انہیں ظاہری طور پر مادی غلبہ حاصل ہے اور یہ لوگ حکومتوں کی حفاظت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں کھلی آزاد دنیا ہے وہاں تمہارا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے اور تمہیں دیکھ کر وہاں سے بھاگتے ہیں کیسی عظیم بات بیان فرمائی ہے قرآن کریم نے اور کیسا نفسیاتی نکتہ کھولا اور فرمایا کہ ان کی طرز مجادلہ تمہیں بتادے گی کہ بزدل لوگ ہیں۔

جماعت احمدیہ کی کتابیں ضبط کرنا اور اپنی طرف سے حملے کرتے چلے جانا اور دوسری طرف سے بات کرنے کی اجازت نہ دینا یہ وہی قصہ ہے جو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان ہو رہا ہے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ انہوں نے دنیوی طاقتوں کی جو دیواریں کھڑی کی ہوئی ہیں ان کے پیچھے سے حملے کرتے ہیں اور ان کا یہ رویہ صرف ایک سمت میں نہیں ہوتا ہر سمت میں ان کا یہی طریق کار رہتا ہے اور یہ طریق کار کسی صاحب نظر سے چھپ نہیں سکتا۔ دنیا میں اس وقت بڑی بڑی طاقتیں اسلام دشمنی میں پیش پیش ہیں جس کی وجہ سے اسلام کو کئی قسم کے خطرات لاحق ہیں لیکن مخالفین احمدیت اپنے محفوظ قلعوں میں بیٹھ کر تمہارے خلاف صرف باتیں ہی کر سکتے ہیں مگر یہ جرأت اور یہ توفیق کہ باہر نکل کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں اور ان کو رگیدیں اور ان کو چیلنج دیں یا ان کے گھیرے میں آ کر پھر ان کا مقابلہ کریں اس کی توفیق ان کو نہیں ملتی۔ یہ توفیق کس کو مل رہی ہے؟ یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔

پھر فرمایا تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں اور تم سمجھ رہے ہو کہ وہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کیوں سمجھ رہے ہو کہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ایک گہرا فلسفہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ان کا اجتماع تمہاری مخالفت کی وجہ سے عمل میں آیا ہے۔ فی ذاتہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ ایک دوسرے کے شدید دشمن ہونے کے باوجود ان پر تمہاری دشمنی اور تمہارا خوف اتنا غالب ہے کہ اس وقت وہ اپنی دشمنیوں کو بھلا دیتے ہیں لیکن دراصل یہ جینے کے آثار نہیں ہیں۔ جینے کے آثار تو یہ ہوتے ہیں کہ فی ذاتہ محبت کی ایک اندرونی قوت ہو جو قوم کو اکٹھا کر رہی ہو۔ چنانچہ محاورۃً اسی کو اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کہا جاتا ہے، کفر میں تم ملت واحدہ کی جو صورت دیکھتے ہو وہ انکار کی طاقت کی بناء پر ہے، کسی کے انکار کی وجہ سے اکٹھے ہو رہے ہیں، کسی مثبت وجہ سے اکٹھے نہیں ہو رہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ان میں عقل بالکل نہیں ہے۔ اس اجتماع یا اتحاد کے تو کوئی معنی نہیں ہوا کرتے۔ اگر کوئی ایسا Factor ظاہر ہو جائے جو Common Value پر مشتمل ہو یعنی ایک دشمن کے تصور یا خوف کی بناء پر لوگ اکٹھے ہو جائیں تو اس میں کوئی وقعت نہیں ہوتی کیونکہ ایسی صورت میں تو جانور بھی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ حالات سے مجبور ہو کر شیر اور بکری بھی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ بھیڑیئے اور بھیڑیں بھی اکٹھی ہو جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک مصور نے اس تصور کو اس طرح باندھا ہے کہ اس نے تصویر میں ایک نہایت ہی خوفناک آندھی اور طوفان دکھایا اور بجلیاں گرنے کا خوفناک منظر پیش کیا اور بیچ میں جس طرح بگولا اپنے اندر چیزوں کو

سمیٹ لیتا ہے اس طرح شیر بھی ہیں، بھیڑیئے بھی ہیں، سؤر بھی ہیں اور بھیڑ بکریاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور گھوڑے بھی اور یہ سارے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہی نہیں لاکھوں سال پہلے کی جو قبریں دریافت ہوئی ہیں ان میں بھی یہی مناظر دیکھنے میں آئے ہیں۔ بعض دفعہ نہایت خوفناک ہلاکتوں نے بعض علاقوں سے زندگی کا نام ونشان مٹا دیا تو اس وقت وہ جانور جو ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے وہ اس طرح اکٹھے ہو گئے کہ بالآخر جب ان پر موت آئی تو ان کی اکٹھی قبر بن گئی گویا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے بڑی محبت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں مگر یہ وقتی محبتیں زندگی نہیں بخشا کرتیں۔ یہ تو ایک خوف کی وجہ سے ایک منفی طاقت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں مگر صاحب عقل لوگ وہ ہوتے ہیں جو مثبت طاقتوں پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ محبتوں کے نتیجہ میں ان کے دل ملتے ہیں، ان میں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح: ۳۰) کا نقشہ نظر آتا ہے۔

فرمایا! ان کا حال بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے قدیم قوموں کا گزر چکا ہے۔ یہ لوگ بچا نہیں کرتے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ اور چونکہ یہ خدا کی تقدیر سے ٹکرا لے رہے ہیں۔ اس لئے دردناک عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

اس وقت جماعت احمدیہ پر جو حالات گزر رہے ہیں اور ان کا جو نقشہ بن رہا ہے وہ انہی آیات کی تفسیر نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ پر زبان سے بھی حملے کئے جا رہے ہیں اور قلم سے بھی کئے جا رہے ہیں، جسمانی اذیتیں دے کر اور جیلوں میں ٹھونس کر بھی دکھ دیئے جا رہے ہیں اور جماعت کی قیمتی جانوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کر کے دکھ پہنچائے جا رہے ہیں۔ مزعومہ قرطاس ابیض بھی انہی آیات کریمہ کی ایک منفی حیثیت کی تصویر پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس میں جماعت احمدیہ کے متعلق جو بہتان تراشی سے کام لیا گیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کا ذکر کرنے کے بعد اس سے کچھ نتائج نکالے گئے ہیں لیکن سب سے پہلے مزعومہ قرطاس ابیض میں جماعت احمدیہ کا یہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے:

"اس کی ابتداء ایک استعماری طاقت کی انگیخت پر ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ مسئلہ پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا چلا گیا اس نے نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے درمیان تلخی اور تفرقہ پیدا کیا بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک

کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان اسی طرح کی تلخی اور تفرقہ کا شکار ہوئے‘‘۔

(قادیانیت ۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ۔خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کیلئے حکومت کے اقدامات صفحہ 1)

اور پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک اور اس کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے مزعومہ قرطاس ابیض لکھتا ہے:

’’اسی مسئلہ نے پاکستان کے سیاسی وجود میں نفرت اور فرقہ واریت کا زہر گھولنا شروع کر دیا۔اس اثناء میں قادیانیوں نے بیرون ملک وفود بھیجنے شروع کر دیئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے تبلیغی مراکز قائم کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اس قسم کے تبلیغی مراکز افریقہ، یورپ، اور شمالی اور جنوبی امریکہ کے ملکوں میں قائم کئے لیکن چونکہ عددی اعتبار سے کہیں بھی وہ نمایاں قوت نہیں تھے جبکہ پاکستان میں ان کی تعداد قابل لحاظ تھی اور وہ یہاں مضبوط اور اچھی طرح قدم جمائے ہوئے تھے اس لئے دوسرے ملکوں میں ان کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیا گیا‘‘۔(صفحہ ۳۸)

یہ عبارت تلبیس اور دجل کا شاہکار ہے۔اس کے پورے تجزیہ کے لئے تو بڑا لمبا وقت چاہئے۔مختصراً پہلے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ۱۹۵۳ء کی جو تحریک تھی اس میں فساد اور نفرت کے زہر گھولنے کا ذمہ دار کون تھا؟ اس کے لئے اس حکومت کے نمائندوں کو کیوں یہ خیال نہ آیا کہ منیر انکوائری رپورٹ پڑھ لیں اور وہ تجزیہ دیکھ لیں جو عدالت عالیہ نے پیش کیا ہے۔اس عدالت کے ججوں کا نام قانون دان برادری میں تمام دنیا میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔جسٹس محمد منیر کوئی معمولی حیثیت کے قانون دان نہیں تھے۔اسی طرح جسٹس کیانی بھی بڑے بلند پایہ قانون دان اور منصف تھے۔ان کی رپورٹ کیا کہتی ہے وہ ساری رپورٹ پڑھنے کا تو وقت نہیں لیکن اس موضوع پر اگر رپورٹ کے چند اقتباسات بھی اکٹھے کر لئے جائیں تو بڑے دلچسپ خطاب کا موضوع بن جاتا ہے لیکن میں وقت کی مناسبت سے صرف ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا کہ مفسد کون تھا، گندا ذہن کون تھا، معاشرہ میں زہر گھولنے والا اصل شخص کون تھا یا کون سی جماعت تھی؟ چنانچہ فاضل جج لکھتے ہیں:

''ایک اردو اخبار ''مزدور'' ملتان سے شائع ہوتا ہے جس کا ایڈیٹر سید ابوذر بخاری ہے جو مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔۔۔(آج ان کی جو چوٹی کی لیڈرشپ ہے یہ اس کی نمائندگی کر رہا ہے) اس نے اپنی اشاعت ۱۳ / جون ۱۹۵۳ء میں (یعنی ۵۳ء کی تحریک سے پہلے کون فساد پھیلا رہا تھا، کن باتوں کے نتیجہ میں فساد پھیلا، وہ لکھتے ہیں) ایک مضمون شائع کیا جس میں جماعت احمدیہ کے امام کے متعلق عربی خط میں ایک ایسی پست اور بازاری بات لکھی کہ ہماری شائستگی ہمیں اس کی تصریح کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر یہ الفاظ احمدی جماعت کے کسی فرد کے سامنے کہے جاتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کسی کی کھوپڑی توڑ دی جاتی تو ہمیں اس پر ذرا بھی تعجب نہ ہوتا'' (تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ صفحہ ۸۷)

یہ مسلمان منصفین کی رائے ہے جنہیں انصاف کا لمبا تجربہ حاصل تھا انکی رائے معمولی حیثیت نہیں رکھتی۔ کون فساد پھیلا رہا تھا اور کون صبر کر رہا تھا یہ خلاصہ ہے ساری تحریک کا جو انہوں نے چند الفاظ میں نکال دیا ہے۔ چنانچہ فاضل جج مزید لکھتے ہیں:

''جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ پرلے درجے کے مکروہ اور متبذل ذوق کا ثبوت ہیں اور ان میں مقدس زبان کی نہایت گستاخانہ تضحیک کی گئی ہے جو قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی زبان ہے''۔ (تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ صفحہ ۸۷،۸۸)

اگر ۱۹۵۳ء یاد نہیں رہا اگر ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کے فیصلے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا تو اس وقت پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کیوں نظر نہیں آ رہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کروڑوں روپیہ لوگوں سے زکوٰۃ کا وصول کر کے علماء ظاہر کا ایک خاص طبقہ تیار کیا جا رہا ہے جن کا پیشہ احمدیوں کو گالیاں دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ عوام الناس کی تربیت کریں، محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی اشاعت کریں، ان سے صرف یہی خدمت اسلام لی جا رہی ہے کہ جھوٹ بولیں، احمدیوں کے خلاف گند اچھالیں اسلام کے نام پر قتل و غارت، گھر لوٹنے اور لوگوں کے اموال کھا جانے کی تلقین کریں۔ غرضیکہ خدمت دین کا یہی خلاصہ ہے جو حکومت وقت علماء ظاہر سے کروا رہی ہے بایں ہمہ دنیا کو یہ یقین کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ دراصل یہ احمدی ہی ہیں جو سوسائٹی میں نفرت کا بیج بوتے ہیں اور رس گھولتے ہیں گویا سارا پاکستان ان کے ظلم و ستم کا نشانہ ہے اور ان کے مخالف علمائے ظاہر بیچارے بڑے صبر سے بیٹھے رہے اور ان کے خلاف کچھ نہیں کیا لیکن آخر کہاں تک برداشت کیا جا سکتا ہے؟ گویا اپنی معصومیت کا یہ نقشہ کھینچ رہے ہیں لیکن دنیا پاگل تو

نہیں۔ ہمارے پاس ان مولویوں کی Tapes موجود ہیں جن میں وہ گندی زبان استعمال کرتے اور لوگوں کو ظلم و ستم پر ابھارتے ہیں اور اس وقت پاکستان میں جو گند اچھالا جا رہا ہے وہ باہر بھی نکل رہا ہے۔ تمہارے ہی آدمی باہر نکل کر ویسی ہی تقریریں کر رہے ہیں جو پاکستان میں احمدیوں کے خلاف کی جا رہی ہیں۔ ماریشس میں اس وقت کیا ہو رہا ہے، ناروے میں تم لوگوں نے پہنچ کر کیا گوہر افشانیاں کی ہیں یہ ساری Tapes Recording ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے باوجود تم سمجھتے ہو دنیا پاگل ہے جو تمہاری باتوں پر یقین کر لے گی کہ احمدی تو فساد پھیلایا کرتے تھے اور یہ دوسرے غیر احمدی مسلمان بیچارے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ بیٹھے رہے اور انہوں نے اس کے باوجود ان کے خلاف کچھ نہیں کیا۔

یہ تمام تصویر جو کھینچی جا رہی ہے اس کے تین پہلو ہیں جن میں سے ایک ۱۹۵۳ء کی تحریک سے تعلق رکھنے والا پہلو تھا۔ جو بات عموماً باور کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے مسلمان یک جان دو قالب تھے اور ایک مٹھی کی طرح مجتمع تھے۔ ان میں کوئی تفرقہ اور خرابی نہ تھی، ایسی عظیم طاقت تھے کہ استعماری طاقتیں ان سے کانپ رہی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کا بیج بویا تاکہ مسلمانوں میں فساد پھیل جائے اور مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو جائے اور اسلام کی طرف سے استعماری طاقتوں کو جو نہایت ہی مہیب خطرہ لاحق ہے، وہ ٹل جائے۔ یہ وہ نقشہ ہے جو مزعومہ قرطاس ابیض میں جماعت احمدیہ کے خلاف کھینچا جا رہا ہے حالانکہ واقعات اس کے برعکس ہیں۔ چنانچہ وہی کتابیں جو خود شائع کر رہے ہیں وہاں مصنف کے اپنے قلم سے سچائی کا اظہار ہو جاتا ہے۔ ایک کتاب جس کی یہ لوگ خوب اشاعت کر رہے ہیں۔ یعنی پاکستان کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے جو لٹریچر شائع ہو رہا ہے اس میں ایک کتاب ''قادیانیت'' از مولوی سید ابوالحسن علی ندوی بھی شامل ہے۔ حکومت پاکستان نے اس کتاب کو تمام دنیا میں شائع کروایا ہے اور عربی انگریزی میں اس کے ترجمے بھی کروائے ہیں۔ غور کیجئے مزعومہ قرطاس ابیض میں تو یہ منظر کھینچ رہے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پہلے مسلمانوں میں امن تھا اور آپس میں بے حد محبت تھی لیکن مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالنے کے لئے انگریزوں نے یہ جماعت کھڑی کر دی جب کہ کتاب ''قادیانیت'' کے مصنف صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پہلے کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری طرف فرق اسلامیہ کا آپس کا اختلاف تشویشناک صورت اختیار کر گیا تھا۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمر بستہ تھا۔ مذہبی مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا جن کے نتیجہ میں اکثر زدوکوب، قتل وقتال اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آتی۔ سارے ہندوستان میں ایک مذہبی خانہ جنگی سی برپا تھی۔ اس صورت حال نے بھی ذہنوں میں انتشار، تعلقات میں کشیدگی اور طبیعتوں میں بیزاری پیدا کر دی تھی''۔

پھر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں پر عام طور پر یاس و ناامیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چکے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مرد غیب کے ظہور اور ملہم اور مویدمن اللہ کی آمد کی منتظر تھی''۔

(قادیانیت صفحہ ۱۶، ۱۷ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

دیکھیں جب خدا سچ نکلوانا چاہتا ہے تو یوں سچ نکلوا دیتا ہے۔ تلبیس اسی کو کہتے ہیں، ایک طرف جھوٹ بول رہے ہیں حقیقت پر پردے ڈال رہے ہیں۔ دوسری طرف کچھ اور باتیں بھی بیان کر رہے ہیں جن میں سے سچ اچانک اچھل کر باہر آجاتا ہے اور حقیقت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ یہ پس منظر تھا اور اس سلسلہ میں مسلمان علماء کے بکثرت حوالے موجود ہیں جن میں مسلمانوں کے نکبت وادبار کے نقشے کھینچے گئے ہیں۔ اتنے حوالے ہیں کہ ہزاروں صفحات کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں مگر اس وقت میں نے چند حوالے چنے ہیں۔ اخبار وکیل ۱۵/ جنوری ۱۹۲۷ء میں لکھا ہے:

''اس مرض کا حدوث آج سے نہیں بلکہ آج سے بہت پہلے شروع ہو چکا ہے۔ مسلمانوں نے پہلے انفرادی زندگی میں یہود اور نصاریٰ کی اتباع کی اور اب اجتماعی زندگی میں کرنے لگے اس کا نتیجہ تنسیخ خلافت ہے''۔

اور مولویوں کا مشہور اخبار ''الجمعیۃ'' دہلی ۴/ اپریل ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

”دفعۃً“ پردہ اٹھ گیا دنیا کو صاف نظر آ گیا کہ امت مسلمہ اگر کسی مجتمع شیرازہ اور کسی بندھی ہوئی تسبیح کا نام ہے تو آج صحیح معنوں میں امت مسلمہ ہی موجود نہیں ہے بلکہ منتشر اوراق ہیں۔ چند بکھرے ہوئے دانے ہیں چند بکھری ہوئی بھیڑیں ہیں جن کا نہ کوئی ریوڑ ہے اور نہ گلہ بان“۔

اور زمیندار اخبار اپنی ۱۸ / ستمبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں مسلمانان ہند کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”تم کہلاتے تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں، بت پرستوں کے کرتے ہو۔ تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا کہ رب العالمین کو چھوڑ کر بعل، یغوث، نسر اور یعوق کی پرستش کر رہے ہو۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں“۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ سارا سلسلہ جماعت احمدیہ نے شروع کروایا تھا؟ آخر لوگ کیوں خدا کا خوف نہیں کھاتے اور ایسے جھوٹ اور ایسے بہتان کیوں باندھ رہے ہیں جن کو کوئی بھی معقول انسان ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

اسی پس منظر پر ذرا نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے سے پہلے امت مسلمہ کا جو حال تھا وہ بعد میں بھی جاری رہا تو عقل بے اختیار بول اٹھتی ہے کہ اس قوم کو تو کوئی زندہ کرنے کے لئے ہی آ سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اسے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو پہلے ہی دینی و دنیوی ہر دو لحاظ سے مردہ تھے اور عملاً یہی ہوا کچھ زندگی کے آثار جو ان کے اندر پیدا ہوئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پیدا ہوئے یعنی کچھ لوگ وہ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کر کے زندگی حاصل کی، کچھ وہ ہیں جو آپ کی مخالفت کی وجہ سے اکٹھے ہو رہے ہیں ”قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى“ دل تو ان کے پھٹے ہوئے ہیں لیکن یہ جو تھوڑا سا سہارا ملا ہے۔ یہ جو سانس لینے کے دن مل گئے ہیں یہ صرف احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے ہے۔ اخبار ”البشیر“ اٹاوہ ستمبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

”بعثت پیغمبر آخر الزماں کے وقت عیسائیوں اور یہودیوں میں جو

فرقہ بندی تھی ان کی تاریخ اٹھا کر پڑھو اور پھر آج کل کے علماء اسلام کا ان سے مقابلہ کرو تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آج بہت سے علماء اسلام کی جو حالت ہے وہ فوٹو ہے اس زمانہ کے علماء یہود اور نصاریٰ کا"۔

اور جہاں تک مسلمان شعراء کا تعلق ہے مسلمانوں کی زبوں حالی پر ان کے اشعار بڑے ہی دردناک ہیں۔ مولانا حالی نے نوحہ کہا ہے۔ پھر شکوہ اور جواب شکوہ میں علامہ اقبال نے جس طرح ذکر کیا ہے ایک لمبی کہانی ہے۔ میں چند شعر آپ کو سناتا ہوں۔ مولانا حالی فرماتے ہیں:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

پھر بڑے درد کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں:

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں

اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضاء ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(مسدس حالی۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ ۳۸، ۱۰۹)

اور علامہ اقبال جن کے تبصروں سے تم لوگوں نے اپنے مزعومہ قرطاس ابیض کو سجایا ہوا ہے۔ اگر ان کی بات بقول تمہارے خدا کا کلام ہے تو اس کلام کو بھی تو پھر سنو! علامہ صاحب مسلمانوں کے متعلق کہتے ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

(جواب شکوہ صفحہ ۱۱)

تم علامہ اقبال کے حوالے سے احمدیت کے خلاف بڑی بڑی باتیں کرتے ہو گویا کسی پر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہو گیا ہے اور وہ فخر سے پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ بھی تو سنو کہ علامہ اقبال کی زبان تمہیں مخاطب کر کے کیا کیا کچھ کہہ گئی ہے!

اور اب مولوی مودودی صاحب کی سنئے۔ فرماتے ہیں:

''بازاروں میں جائیے ''مسلمان رنڈیاں'' آپ کو کوٹھوں پر بیٹھی ہوئی نظر آئیں گی اور ''مسلمان زانی'' گشت لگاتے ملیں گے۔ جیل خانوں کا معائنہ کیجیے۔ ''مسلمان چوروں''۔ ''مسلمان ڈاکوؤں'' اور ''مسلمان بدمعاشوں'' سے آپ کا تعارف ہوگا۔ دفتروں اور عدالتوں کے چکر لگایئے رشوت خوری، جھوٹی شہادت، جعل، فریب، ظلم اور ہر قسم کے اخلاقی جرائم کے ساتھ آپ لفظ ''مسلمان'' کا جوڑ لگا ہوا پائیں گے۔ سوسائٹی میں پھریئے۔ کہیں آپ کی ملاقات ''مسلمان شرابیوں'' سے ہوگی۔ کہیں آپ کو ''مسلمان قمار باز'' ملیں

گے۔ کہیں ''مسلمان سازندوں'' اور ''مسلمان گویوں'' اور ''مسلمان بھانڈوں'' سے آپ دو چار ہوں گے۔ بھلا غور تو کیجئے، یہ لفظ مسلمان کتنا ذلیل کر دیا گیا ہے اور کن کن صفات کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ مسلمان اور زانی مسلمان، اور شرابی مسلمان اور قمار باز مسلمان اور رشوت خور! اگر وہ سب کچھ جو کافر کر سکتا ہے، وہی مسلمان بھی کرنے لگے تو پھر مسلمان کے وجود کی دنیا میں حاجت ہی کیا ہے''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۲۸، ۲۹ زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

جماعت احمدیہ پر اعتراض کرنے والے اس اقتباس کو پڑھیں اور غور کریں۔ آخر کیوں ان میں خدا کا خوف نہیں رہا۔ ہاں انہیں خوف تو ہے مگر ہمارا خوف ہے کہ یہ غالب نہ آجائیں۔

مولوی مودودی صاحب کے مزید تبصرے بھی سنئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک بڑی دلخراش باتیں کیں، مسلمانوں پر حملے کئے لیکن جس کو ''مزاج شناس نبوت'' کہا جاتا ہے ان کی باتیں بھی سن لیجئے لکھتے ہیں۔

''آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا ''مسلمان'' نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کر سکیں گے۔ یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل، کوّے، گدھ، بٹیر، تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں اور ان میں سے ہر ایک ''چڑیا'' ہے''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۳۱ زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

یہ مودودی صاحب کے الفاظ ہیں۔ انہوں نے جس حال میں مسلمانوں کو پایا وہی کچھ لکھا۔ کیا اس امت کو تباہ کرنے کے لئے انگریز نے ایک آدمی کو کھڑا کیا تھا جو بقول مودودی صاحب مسلمان تو کیا انسانی اقدار سے گر کر جانوروں کے چڑیا گھر کا نقشہ پیش کرتی ہے؟ ہاں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ آنے والا آیا اور اکٹھا کر گیا، کچھ جان پیدا کر گیا، ایک ولولہ تو بخش گیا خواہ وہ مخالفت ہی کا منفی ولولہ تھا۔ مولوی مودودی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''خدائی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہل

حدیث، حنفی، دیو بندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں (یعنی صرف ایک ہی امت بن سکتی ہے جن کا نام جماعت اسلامی ہے اور کوئی نہیں بن سکتی۔ یہ امتیں یعنی حنفی، دیوبندی وغیرہ کیا ہیں تو فرماتے ہیں کہ) یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں''۔

(خطبات مودودی صفحہ ۷۴ زیر عنوان دین اور شریعت)

اور جہاں تک مسلمان عوام کا تعلق ہے اور جہاں تک مسلمان قوم کا تعلق ہے اس بارہ میں تبصرہ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے، باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔ اس لئے یہ مسلمان ہیں''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۳۰ زیر عنوان اسلام کی راہ راست اور اس سے انحراف کی راہیں)

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس قسم کے بے شمار اور بکثرت حوالے ہیں جن میں قوم کے پرانے اور نئے علماء نے یہ تسلیم کیا ہوا ہے کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ اس ساری جہالت کا ذمہ دار جماعت احمدیہ کو قرار دے دینا حد سے زیادہ ظلم ہے۔

چند حوالے میں بتا دیتا ہوں ملکوں ملکوں کے الگ الگ حوالے ہیں اگر کسی نے پڑھنے ہوں تو وہاں سے دیکھ سکتا ہے مثلاً ہندوستان میں حیدر آباد دکن اور علاقہ سی پی مہاراشٹر۔ اہل عرب۔ مصر اور عراق۔ برما۔ ٹرکی۔ جزیرہ جاوا۔ سیام۔ روس اور بربری الجزائر کا نام لے لے کر علماء کے حوالے اور تبصرہ نگاروں کے تبصرے موجود ہیں اور اخباروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی حالت کے بارہ میں مشہور اخبارات

زمیندار ۱۶/ جولائی ۱۹۲۶ء

اہلحدیث ۱۸/فروری ۱۹۲۱ء	مستقل ۱۲/ جولائی ۱۹۲۹ء
ہمدم ۸/ستمبر ۱۹۲۰ء	اہلحدیث ۱۴/جنوری ۱۹۲۱ء
اہلحدیث ۲۸/جنوری ۱۹۲۱ء	اہلحدیث ۱۶/اپریل ۱۹۱۰ء
اخبار سیاست ۵/نومبر ۱۹۲۵ء	اخبار ملاپ ۱۶/اگست ۱۹۲۵ء
اخبار مدینہ یکم اپریل ۱۹۲۵ء	اخبار ہمدم ۱۷/جنوری ۱۹۲۵ء
اخبار انقلاب یکم جون ۱۹۳۰ء	اہلحدیث ۲۵/جنوری ۱۹۲۰ء
اخبار طوفان ۲۷/ستمبر ۱۹۳۰ء	اخبار تنظیم ۸/نومبر ۱۹۲۵ء
اخبار اتحاد ۳۱/مئی ۱۹۳۱ء	اخبار ہمت ۲۴/اگست ۱۹۲۹ء

اخبار مشرق ۱۶/مئی ۱۹۳۰ء وغیرہ نے تفصیلی تبصرے کئے ہیں۔ اور یہ تو صرف چند مشہور اخبارات کے تبصرے ہیں۔ اس موضوع پر مختلف کتب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے خود مودودی صاحب کی کتب میں بکثرت حوالے موجود ہیں جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

اب جہاں تک مزعومہ قرطاس ابیض کی اس بات کا تعلق ہے کہ جب ۱۹۵۳ء کی تحریک چل پڑی اور پاکستان میں گڑبڑ ہوئی تو گویا اس کے بعد پھر احمدیوں نے باہر نکلنا شروع کیا اور پھر یہ یورپ بھی پہنچ گئے، افریقہ بھی پہنچ گئے۔ اس رسالہ کا یہ فقرہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے!! ہوش سے بات کرو۔ عقل کے ناخن لو، پاکستان کا تو ابھی وجود بھی نہیں تھا۔ تم خود مانتے ہو بلکہ بڑے فخر سے کہتے ہو کہ سوسالہ مسئلہ تم نے حل کر دیا ہے۔ پس جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے قیام پاکستان سے پہلے قائم ہو چکی تھی اور تمام دنیا میں پھیل چکی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد تو تم نہیں پھیلے۔ چنانچہ امریکہ میں ۱۹۲۰ء میں باقاعدہ مشن قائم ہو چکا تھا۔ انگلستان میں ۱۹۱۳ء میں مشن قائم ہوا۔ یہ جگہ جہاں آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں ۱۹۲۰ء میں خریدی گئی۔ انگلستان کے پہلے مبلغ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ عنہ تھے۔ غانا اور نائیجیریا مغربی افریقہ میں ۱۹۲۱ء میں مشن نے کام کرنا شروع کیا۔ مشرقی افریقہ میں ۱۸۹۶ء یعنی بیسویں صدی سے بھی پہلے جماعت احمدیہ قائم ہو چکی تھی ویسے باقاعدہ مشن ۱۹۳۴ء میں کھولا گیا۔ ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں ۱۹۳۰ء میں تبلیغی مراکز کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح سپین، اٹلی اور البانیہ میں بھی ۱۹۳۶ء میں مشن قائم ہوئے۔ برما میں بھی ۱۹۳۵ء میں

تبلیغی مشن قائم کیا گیا۔ غرضیکہ آپ سارے عالم کا جائزہ لیں تو یہ امر بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے مدتوں پہلے اکناف عالم میں پھیل بھی چکی تھی اور دنیا میں کیا کام کر رہی تھی اب یہ حصہ رہ گیا ہے تو اب اس کو بھی میں بیان کر دیتا ہوں اور اس سلسلہ میں ایسے ایسے لوگوں کی رائے آپ کو سناتا ہوں جن کی آراء پر تمہیں اعتماد کرنا پڑے گا۔ یہ احمدی تو نہیں مگر اس کے باوجود حق بات ان کی زبان پر جاری ہو رہی ہے۔ چنانچہ اخبار زمیندار نے دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھا:

> ''ہم مسلمانوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنے دین مقدس کو پھیلانے کے لئے کیا جدوجہد کر رہے ہیں ۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ کیا ان کی طرف سے ایک بھی قابل ذکر تبلیغی مشن مغربی ممالک میں کام کر رہا ہے؟ (مگر لکھنے والے کو پتہ نہیں تھا کہ ابھی تیل دریافت نہیں ہوا۔ ناقل) گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یوروپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء، دیو بند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تبلیغ و اشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں ۔ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے۔ فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا آج کل کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے راہ قوم پر رحم کرے''۔ (زمیندار دسمبر ۱۹۲۶ء)

اور انقلاب ۲ / مئی ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

> ''تبلیغی مذہب والے کو اس چیز کی نشر و تبلیغ کی دھن ہوتی ہے جس کو وہ سچا سمجھتا ہے''۔

پھر لکھتا ہے:۔

> ''مسلمانوں کی موجودہ خوابیدہ حالت کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ ان

کے پاس حق ایک شمہ برابر نہیں ہے ورنہ کیا وجہ ہے انہیں تمام عالم میں نشر واشاعت کی دھن نہیں۔ ان کے مقابلہ میں ایک اکیلی جماعت احمدیہ ہے۔ جس کے مخالف نہ صرف تمام دیگر مذاہب ہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص اسی جماعت کے درپئے ایذا رہتی ہیں لیکن باوجود اسکے یہ چھوٹی سی جماعت دن رات اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی لطف اندوز نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو فائدہ اٹھانے کے قابل بنادے''۔

اب دیکھیں کس طرح ان کا جھوٹ کھل جاتا ہے۔ مزعومہ قرطاس ابیض میں نقشہ یہ کھینچ رہے ہیں کہ احمدی ساری دنیا میں مسلمانوں کے اندر فساد پھیلانے کے لئے پھیلے ہیں، پاکستان میں چونکہ فساد نہیں کرواسکے۔ اس لئے بیرونی ملکوں میں پھیل گئے اور ۱۹۵۳ء کے بعد یہ برآمد ہوئے پاکستان سے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون .

نہ تاریخ کا ان کو کوئی پتہ ہے، نہ دنیا کے حالات کی کوئی واقفیت ہے اور نہ عقل۔ یہ رسالہ ان کی جدید تحقیقی کوششوں کا نچوڑ ہے،اس کی تو دو کوڑی کی بھی حیثیت نہیں ہے اور واقعات کیا ہیں خود ان کے اخبارات جن کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں وہ لکھتے ہیں کہ دنیا کے سارے مذاہب جماعت احمدیہ کے دشمن ہیں کیونکہ اسلام کے نمائندے کے طور پر جماعت تمام مذاہب سے برسر پیکار ہے اور پھر ظلم کی حد یہ ہے کہ خود مسلمان بھی اس کے دشمن ہوئے جاتے ہیں یعنی صرف دیگر مذاہب ہی جماعت احمدیہ کے مخالف نہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص طور پر اس جماعت کے درپئے ایذا رہتی ہیں۔ پس کون فساد کررہا ہے؟ کون ایذا دہی کے سامان بہم پہنچا رہا ہے، جماعت احمدیہ یا مسلمانوں کی یہ انجمنیں؟ لیکن باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے پھر بھی دن رات اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی متمتع نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو اس سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنائے۔ چنانچہ رسالہ ''حنیف'' نومبر ۱۹۲۵ء میں غازی محمود دھرم پال صاحب نے ایک مقالہ لکھا جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

''مولانا ظفر علی کے وہ مضامین میری نظر سے گزرتے تھے جو احمدیوں کی تکفیر اور ارتداد کی تائید میں زور وشور سے زمیندار کے کالموں میں

شائع ہورہے تھے تو ان میں سے ہر ایک مضمون کا ایک ایک لفظ دو دھاری تلوار کی طرح میرے دل کو کاٹتا اور پارہ پارہ کرتا تھا۔ میں اکثر یہ اعلان کر چکا ہوں کہ احمدی نہیں ہوں اور احمدیوں کے بعض عقائد کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ اختلاف ہے مگر باوجود اختلاف کے میں ان کو مسلمان سمجھتا ہوں اور ہندوستان کے اندر اور باہر وہ غیر مسلموں کے حملوں سے اسلام کے تحفظ کے متعلق جو بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔“

کیا یہ وہ ”فساد“ ہے جو احمدی ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں؟ پھر مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی بیداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کا رسالہ ”دی افریقن ورلڈ“ (The African World) اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ:

”نائیجیریا میں احمدی جماعت آزادی حقوق کی جدوجہد میں سب سے پیش پیش ہے۔ (یہ ہے وہ فتنہ وفساد جو احمدیت کے نام پر پاکستان سے بقول قرطاس ابیض دساور کو بھیجا جا رہا ہے) چند سال ہی کی بات ہے کہ وہاں احمدی وکیل اور احمدی ڈاکٹر پریکٹس کرتے نظر آئیں گے کیونکہ ان لوگوں کی رفتار نائیجیریا میں روز افزوں ترقی پر ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ چند سال میں ہی افریقی مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں اس ملک کے عیسائیوں کے دوش بدوش نظر آئیں گے اور سیاست مدن کے ایک دانا مبصر کو یہ بات نظر آرہی ہے“

پاکستان سے ایک دفعہ ایک وفد نائیجیریا گیا۔ اس کا سارا خرچ حکومت پاکستان نے برداشت کیا تھا۔ اس وفد کو اس لئے بھجوایا گیا تھا کہ مغربی افریقہ کے ممالک میں دورہ کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلائی جائے اور ان لوگوں کو اکسایا جائے کہ وہ بھی احمدیت کے مخالفین میں شامل ہو جائیں تا کہ مل کر اس جماعت کی بیخ کنی کی جائے۔ یہ پرانی بات ہے۔ اس وقت مولانا نسیم سیفی صاحب نائیجیریا میں ہمارے مبلغ انچارج ہوا کرتے تھے۔ تو اس وفد کے متعلق یہ دلچسپ بات معلوم ہوئی کہ ان کی کسی نے پذیرائی ہی نہ کی۔ نہ تو ان کو ریڈیو پر موقع ملا اور نہ ہی ان کو ٹیلی ویژن میں

آنے دیا گیا۔ اخباروں نے بھی کوئی خبر شائع نہ کی تو احمدیت کی بیخ کنی پر مامور پاکستانی وفد ہمارے مبلغ سے درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا اور کہنے لگا بڑے بے عزت اور ذلیل ہو رہے ہیں۔ خدا کے لئے ہمارا کچھ انتظام کرو۔ ہم واپس جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہمارے مبلغ نے اس وقت کے نائب وزیراعظم سے درخواست کی کہ پاکستانی ہمارے بھائی ہیں اتنا ظلم نہ کرو۔ خواہ کسی بھی نیت سے آئے ہیں۔ ان کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی تو ضرور ہونی چاہئے۔ چنانچہ نائب وزیراعظم صاحب نے کہا ہم ان کی دعوت کرتے ہیں اور آپ بھی تشریف لائیں اور خطاب کریں۔ چنانچہ وفد کی دعوت کی گئی اور وہاں انہوں نے جو خطاب کیا اس میں بھی وہ شرارت سے باز نہ آئے اور بعض ایسے فقرے استعمال کر دیئے جن سے جماعت احمدیہ کے متعلق شکوک پیدا ہو سکتے تھے۔ نائب وزیراعظم صاحب بڑے ذہین آدمی تھے مسکرا کر سنتے رہے۔ آخر میں جب وہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میاں! آپ کس جہان کی بات کر رہے ہیں۔ افریقہ پر جب دنیا کی نظر ہی کوئی نہیں تھی کیونکہ یہ ایک تاریک براعظم تصور کیا جاتا تھا، جب افریقہ کا نام مصیبتوں اور دکھوں کے ساتھ وابستہ تھا، اس وقت آپ لوگ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ کس نے ہماری فکر کی یہ جماعت احمدیہ ہے جس نے ہمیں عیسائیوں کے چنگل سے نجات دلائی۔ یہ جماعت احمدیہ ہے جس نے ہمیں انسانیت کے سبق سکھائے۔ اس جماعت کے متعلق آج تم یہ کہنے کے لئے آگئے ہو کہ تمہارے تعلقات کی بناء پر ہم اس جماعت کی دشمنی شروع کر دیں تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ یہ خیال واپس لے جاؤ اپنے ملک میں۔ یہ جماعت ہماری محسن ہے اور ہم اور جو کچھ بھی ہوں محسن کش بہر حال نہیں۔ مگر اب یہ لوگ سارے واقعات بھول گئے ہیں اور سمجھتے ہیں افریقہ میں پتہ ہی کچھ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ بس قرطاس ابیض پڑھیں گے اور ایک دم کہہ دیں گے اوہ! بڑی خراب جماعت ہے۔ اس کو ہلاک کر دینا چاہئے۔ ساری دنیا ہوش رکھتی ہے بے عقل نہیں ہے ان کو پتہ ہے کیا ہو رہا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی تاریخ سے واقف ہیں بلکہ تمہاری تاریخ سے بھی واقف ہیں۔

اور پھر اور سنئے! شیخو شغاری صاحب جو نائیجیریا کے سابق صدر تھے انہوں نے جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا فساد دیکھا اور کس طرح اس مسئلہ کو نمٹایا، اس کا پتہ ذیل کے اقتباس سے لگ جاتا ہے۔ ویسے پاکستان میں تو کہتے ہیں کہ نمٹ لیا گیا ہے، ختم ہو گیا ہے یہ مسئلہ اور باہر کی دنیا

میں تھے ہی تھوڑے۔اس لئے بیرونی دنیا خود ہی اس مسئلہ کو نمٹا چکی ہے۔ پس جرأت دیکھیں کہ نہ صرف یہ کہ ایک سراسر جھوٹا رسالہ شائع کیا بلکہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کرا سے ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ پڑھنے والا ان کے متعلق کیا سوچے گا کہ جماعت احمدیہ یورپ میں بھی نہیں رہی، افریقہ میں بھی نہیں رہی، امریکہ میں بھی نہیں رہی، ہر ایک ملک میں ان کی صف لپیٹ دی گئی ہے کیونکہ یہ بالکل معمولی سی تعداد میں تھے اس لئے ہر ملک میں بڑی عمدگی سے اس مسئلہ سے نمٹا جا چکا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کیا فساد مچاتی ہے۔شیخو شغاری صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''یہ امر میرے لئے باعث سکون ہے کہ جماعت احمدیہ تبلیغ اسلام، سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام میں بدستور بڑے عزم و ثبات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔اس جہت میں جماعت کی مساعی انتہائی قابل تعریف اور دوسری رضا کار تنظیموں کے لئے باعث تقلید ہیں۔جن پر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کرسکتی ہے''۔

یہ ہے مسئلہ جو دساور کو بھیجا گیا تھا اور اس سے اس طرح نمٹ لیا گیا ہے۔

اور سیرالیون مسلم کانگریس کے صدر اور ملک کے وزیر مملکت مصطفیٰ سنوسی نے فرمایا:

''احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے دن رات ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے۔۱۲ سیکنڈری سکول اور ۵۰ پرائمری سکول چلانا معمولی بات نہیں۔ یہ کام صرف اخلاص، جذبہ، نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں''۔

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے سیرالیون کے وزیر رسل و رسائل آنریبل کانڈے بورے نے ایک موقع پر فرمایا:

''ایک بہت ہی قلیل عرصہ میں جماعت احمدیہ نے بڑے کارنامے کر دکھائے ہیں۔ تعلیم کے لحاظ سے بہت سے پرائمری سکولوں کے علاوہ سیکنڈری سکول بھی قائم کئے ہیں۔لوگوں کی خدمت کے لئے احمدی ڈاکٹر تشریف لا رہے ہیں اور لوگوں کی روحانی اصلاح کے لئے مبلغین ملک کے تقریباً ہر حصہ

میں موجود ہیں‘‘۔ (بحوالہ الفضل ۱۸؍فروری ۱۹۶۲ء)

اور خود پاکستانی نمائندے جو مختلف وقتوں میں وہاں دورہ کرتے رہے ہیں ان میں سے ایک کی زبانی سنئے کہ جماعت احمدیہ کیا ہے اور کس طرح اس مسئلہ سے نمٹا جا چکا ہے۔ پاکستان ٹائمز لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا جسے مشرق وسطیٰ کے نمائندہ خصوصی فرید ایس جعفری نے لکھا تھا۔ جعفری صاحب حکومت پاکستان کی طرف سے بھجوائے جانے والے اس کشمیر ڈیلی گیشن کا ذکر کرتے ہیں جو افریقہ کے دورہ پر گیا تھا۔ جعفری صاحب خود بھی اس وفد میں شامل تھے۔ انہوں نے یہ نوٹ انگریزی میں لکھا ہے میں اس کا اردو میں ترجمہ پڑھ کر سنا دیتا ہوں:

> ’’احمدی مبلغین حیرت انگیز طور پر بہت مقبول ہیں یہاں تک کہ صدر نکرومہ کے نزدیک بھی وہ ہر دل عزیز ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ حقیقی معنوں میں انسانی خدمت کر رہے ہیں کیونکہ وہ غانا کے نوجوانوں کو مذہبی اور دنیوی تعلیم دیتے ہیں اور کسی قسم کی تلخی یا نفرت لوگوں کے درمیان پیدا نہیں کرتے (تم تو کہتے ہو تلخی پیدا کرنے جاتے ہیں نفرت پیدا کرنے جاتے ہیں لیکن تمہارے یہ اپنے نمائندے جو وفد کا حصہ تھے وہ کہہ رہے ہیں کہ احمدی کسی قسم کی تلخی اور نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ) وہ درحقیقت لوگوں کے درمیان اتحاد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ احمدی مبلغین کا لوگوں سے رابطہ عیسائی مبلغین سے بھی بہتر ہے۔ انہیں خوش آمدید کہا جاتا ہے اور پسند کیا جاتا ہے‘‘۔ (پاکستان ٹائمز لاہور ۱۴؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۲-۱۴)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں لیکن اس مضمون کا ایک اور حصہ بیان کرنا ضروری ہے اس لئے اس کو میں سردست ختم کرتا ہوں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جماعت احمدیہ فساد پیدا نہیں کر رہی تو آخر دنیا میں ملک ملک میں فساد کیوں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں جگہ جگہ فساد برپا ہے۔ مسلمان آپس میں پھٹے ہوئے ہیں، ان کی حالت زار ہو گئی ہے۔ احمدیت کے خلاف اکٹھے ہو جاتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آخر یہ لوگ آپس میں کیوں لڑتے ہیں جس کی وجہ سے مولوی مودودی صاحب کی نظر میں تو دنیا جہان کی ساری

گندگیاں اور ساری برائیاں نعوذ باللہ من ذالک امت مسلمہ میں جمع ہوگئی ہیں تو اس کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ (فداہ نفسی و امی وابی و جانی و مالی) کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ آپ قیامت تک امت کے رہنما، امت کے بادشاہ اور امت کے سربراہ ہیں۔ ہمارا سب کچھ آپ کے قدموں میں فدا ہو۔ خدا تعالیٰ نے امت مسلمہ کے قیامت تک کے حالات آنحضرت ﷺ پر روشن فرمادیئے ہیں۔ آپؐ نے امت مسلمہ کو خطرات سے متنبہ فرمادیا۔

پس آپس میں بحثوں کی بجائے یا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کی بجائے آنحضور ﷺ کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ اے ہمارے پیارے آقا! آپؐ ہمیں بتائیں کہ ان فسادات کا کون ذمہ دار ہے۔ کس نے امت مسلمہ میں زہر کی گس گھول رکھی ہے۔ کس نے ظلم اور فساد کو پھیلا رکھا ہے جس کی وجہ سے امت محمدیہ کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

> ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی وہ حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے جن میں ایسی مطابقت ہوگی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسرے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہوا تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا بدبخت نکل آئے گا۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقے کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کون سا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہؓ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا۔“

(جامع ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

یہ تو ایک عمومی فساد ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک**۔ امت مسلمہ کسی زمانہ میں کسی حد تک یہود کے مشابہ ہو جائے گی۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جو ایک نہ ایک دن ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ ایک اور حدیث بھی ہے جس سے اس مضمون پر مزید روشنی پڑتی ہے چنانچہ:۔

> ”حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ یعنی عمل ختم ہو جائے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔ **علماء هم شر من تحت اديم السماء** ۔(ان کے علماء کی اب نشاندہی ہوگئی کہ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے) ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔
>
> (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

یعنی تمام خرابیوں کی جڑ مولوی ہوں گے اور وہی ہر قسم کے فساد کا سرچشمہ ہوں گے فرمایا آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اور میری امت میں، میری طرف منسوب ہو رہے ہوں گے لیکن فرمایا **علماء هم** ہوں گے یہ ان لوگوں کے علماء، میرے ساتھ ان کا کوئی روحانی تعلق نہیں ہوگا۔

پس جتنے فتنے امت میں اٹھتے اور پھیلتے دیکھو گے یہ تمام علماء سے پھوٹتے نظر آئیں گے اور پھر واپس ان میں لوٹ جایا کریں گے۔ مولوی ان حدیثوں کو کیوں نہیں پڑھتے؟ تمہارا نام نہاد قرطاس ابیض کچھ اور کہہ رہا ہے جبکہ محمد مصطفی ﷺ کا فرمان کچھ اور کہہ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مقابلہ میں تمہارے قرطاس ابیض کی تو حیثیت ہی کچھ نہیں۔ یہ تو جہنم کا کاغذ قرار دیئے جانے کے لائق ہے۔ کیونکہ یہ وہ کاغذ ہے جو حضرت رسول اکرم ﷺ کے فرمودات کا انکار کر رہا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی مخالفت اور مغائرت میں جو کاغذ تیار ہوتا ہے اس کی دو کوڑی کی

بھی قیمت نہیں۔

پھر ایک موقع پر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

تَكُونُ فِي أُمَّتِي فِزْعَةٌ فَيُسِيرُ النَّاسُ اِلٰى عُلَمَاءِ هِمْ فَاِذَا هُمْ قِردةٌ وَ خَنَازِير.

(کنز العمال حرف القاف، الباب الاول الفصل الرابع فی ذکر اشراط الساعة الکبریٰ حدیث: ۳۸۷۲۷)

میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں جھگڑے ہوں گے لڑائیاں ہوں گی۔ اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ بظاہر تو لوگ یعنی عوام الناس ہی لڑتے ہیں لیکن ان کا کوئی قصور نہیں ہوگا وہ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آخر ان کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے، وہ کیوں فتنہ وفساد کا شکار ہو گئے ہیں۔ پس جب وہ اپنے علماء کے پاس رہنمائی کی امید سے جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سوروں کی طرح پائیں گے۔ یعنی وہ علماء نہیں ہیں بلکہ سؤر اور بندر ہیں۔ یہ کس کے الفاظ ہیں؟ یہ میرے تو نہیں۔ یہ کسی اور عالم دین کے نہیں، کسی صحابیؓ کے نہیں، کسی خلیفہ کے نہیں۔ یہ الفاظ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی کیونکہ آپؐ کوئی کلام اللہ سے خبر پائے بغیر نہیں کرتے تھے۔ ہر آدمی مولوی صاحبان سے پوچھنے کا یہ حق رکھتا ہے کہ جناب! ان حدیثوں کو کیوں چھپا لیا جاتا ہے۔ امت مسلمہ کے سامنے یہ حدیثیں کیوں بیان نہیں کی جاتیں؟

پس امت مسلمہ میں فتنہ وفساد برپا کرنے کا مسئلہ حل ہو چکا ہے حضور اکرم ﷺ پہلے سے فرما چکے ہیں کہ امت میں فتنے ہوں گے، اختلافات ہوں گے، تفرقے پیدا ہوں گے لیکن ان کے ذمہ دار علماء ہوں گے کوئی اور ذمہ دار نہیں ہوگا اور جب حضور اکرم ﷺ ایک بات بیان فرمائیں تو پھر خدا تعالیٰ کی تقدیر تمہارے منہ سے بات نکلوا کر چھوڑے گی کہ ہاں تم ذمہ دار ہو۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد تو رائیگاں نہیں جا سکتا۔

ایک اور حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

''علم باقی نہیں رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘۔ (بخاری کتاب العلم باب کیف یُقبض العلم)

یہ بات کہ علماء جاہل ہوں گے اور بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ اس بارہ میں ثبوت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ابھی چند دن ہوئے اخبار ’’جنگ‘‘ لاہور مورخہ ۳۱ / جنوری ۱۹۸۵ء میں پاکستان کے صدر کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ پاکستان میں تقریباً ۵۰ ہزار امام مسجد ہیں جن میں سے ۳۶ ہزار امام نیم تعلیم یافتہ ہیں اور گیارہ ہزار کورے ان پڑھ ہیں۔ لوگ اس محاورہ کو بھول جاتے ہیں کہ جس طرح نیم حکیم خطرہ جاں ہوا کرتا ہے اسی طرح نیم ملاں خطرہ ایمان ہوتا ہے۔ چنانچہ مخبر صادق علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے سے یہ خبر دے رکھی ہے۔

پس علم اس طرح نہیں اٹھا کرتا کہ خدا تعالیٰ علم کو کھینچ کے لے جاتا ہے۔ عالم لوگ دنیا سے اٹھ جاتے ہیں۔ ان کی جگہ جہلاء اور ان پڑھ لوگ لے لیتے ہیں اور پھر اپنی جہالت میں فتوے صادر کرتے ہیں اور دنیا میں فسادات پھیلاتے ہیں۔ اخبار زمیندار لاہور ۱۴ / اگست 1915ء کی اشاعت میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے:

’’جب فضائے آسمانی میں کسی قوم کی دھجیاں اڑنے کے دن آتے ہیں تو (کیا ہوتا ہے کوئی استعماری طاقت احمدیت کے بیج نہیں بویا کرتی۔ کچھ اور طریق ہوتا ہے دھجیاں اڑانے کا اور وہ بھی سن لیجئے کہتے ہیں) اس (قوم) کے اعیان واکابر سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے (یقیناً گہرا حکمت کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لکھنے والے نے بہت صحیح نکتہ بیان کیا ہے کہ ایسی صورت میں قوم کے اعیان واکابر سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے تب قومیں تباہ ہوا کرتی ہیں) اور اس کے صاحب اثر ونفوذ افراد کی بداعمالیوں کو اس کی تباہی کا کام سونپ دیا جاتا ہے اور یہ خود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ مسلمانان ہند کی شامت اعمال نے مدتہائے مدید سے جھوٹے پیروں اور جاہل مولویوں اور ریاکار زاہدوں کی صورت اختیار کر رکھی ہے جنہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ رسول کا پاس، نہ شرع کی شرم نہ عرف کا لحاظ یہ ذی اثر و با اقتدار طبقہ جس نے اپنے دام تزویر میں لاکھوں انسانوں کو پھنسا رکھا ہے اسلام کے نام پر ایسی ایسی گھناؤنی حرکتوں کا مرتکب ہوتا ہے کہ ابلیس لعین کی پیشانی بھی عرق انفعال سے تر ہو ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے دل آزاری کی باتیں کی ہیں مگر تمہارے اپنے علماء، اپنے لکھنے والے اور صاحب نظر لوگ جو صورت حال

پر نظر ڈال کر حق کی بات کہتے ہیں اس کو سنتے نہیں اور دیکھتے نہیں کہ کیا لکھا ہوا ہے۔ ان حوالہ جات میں ایک لفظ بھی کسی احمدی کا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے یہ احتیاط کی ہے کہ تمام کے تمام فتوے خود ان کے اپنے علماء کے پیش کئے جائیں اسی لئے ان کے اپنے لکھنے والے صاحب قلم لوگوں کی تحریریں پیش کی جارہی ہیں اور اسی پر اکتفا کروں گا کیونکہ احمدی تو محبت کی بات بھی کریں تب بھی ان کو آگ لگ جاتی ہے۔ اس لئے ہماری باتوں کا تو بہت برا منائیں گے مگر اپنے لوگوں کی باتوں کا تو برا نہیں منا سکتے۔ وہ کس کس کتاب کو ضبط کریں گے۔ اخبار زمیندار اسی اشاعت میں مزید لکھتا ہے:

''اور اب کچھ دنوں سے اس گروہ اشرار کی مشرکانہ سیاہ کاریاں اور فاسقانہ سرگرمیاں اس درجہ بڑھ گئی ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ کی غیرت ساری اسلامی آبادی کا تختہ ان کے جرائم کے پاداش میں الٹ دے تو وہ جنہیں کچھ بھی بصیرت سے حصہ ملا ہے ذرا تعجب نہ کریں''۔

یہ تو تھی زمیندار ۱۴ / اگست ۱۹۱۵ء کی روئیداد۔ اب سنئے زمیندار ۱۴ / جون ۱۹۲۵ء کا حسب ذیل نوٹ:

''ہم مسلمانوں کی اصل تباہی کا ذمہ داران قل آعوذی ملاؤں کو سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں۔۔۔۔۔ اپنی کفر دوستی کا ثبوت دیا ہے''۔

اسی اخبار نے ۱۵ / اپریل ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں لکھا ہے:

''میرا شمار خود مولویوں کی جماعت میں ہے اس لئے میں ان کی حقیقت سے خوب واقف ہوں۔ میں پوری جرأت سے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ ان ملاؤں کو ایک منٹ بھر بھی مہلت نہ دیں اور اپنی سیاست اور اپنے دین دونوں دائروں میں سے ایک لخت خارج کر دیں کیونکہ نہ وہ سیاست سے واقف ہیں۔ نہ ہی مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ وہ صرف فریب اور دجل کے ماہر ہیں اور اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔ وہ راہبر نہیں راہزن ہیں''۔

اسی طرح مسلمانوں کا ایک اخبار ''امان'' ۲۰ / جون ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

''مسلمانوں میں لا مذہبیت اور الحاد کا طوفان کانگرسی علماء و لیڈر، اخبارات میں مضامین لکھ کر پیدا کر رہے ہیں''۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو بہر حال دنیوی اخبارات و رسائل ہیں، علماء کی بات کرو۔ کسی دینی رسالے میں کسی عالم دین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہو تو اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں تو وہ بھی سن لیجیے ہفت روزہ ''تنظیم اہلحدیث'' ایک دینی رسالہ ہے جو اہل حدیث لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ اس ہفت روزہ نے علماء کے بارہ میں لکھا:

''ان کے یہ طور دیکھ کر حضور ﷺ کا یہ ارشاد یاد آ گیا کہ

مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی علماء هم شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج الفتنة و فیهم تعود (بیهقی)

اور ان کی مسجدیں یوں تو آباد ہوں گی پر بے روح ہوں گی۔ ان کے مولوی سب سے بڑے فتنہ گر اور فتنوں کے ملجا ہوں گے''۔

(یکم مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۴)

یہ حوالہ ایک مسلمہ دینی رسالے سے ماخوذ ہے اور ترجمہ بھی خود انہوں نے کیا ہوا ہے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ جماعت احمدیہ کے ایجنٹ تھے یا استعماری طاقتوں کے ایجنٹ تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس بارہ میں کیا لکھتے ہیں۔ آیا حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث جس میں **علماء هم شر من تحت ادیم السماء** کی پیش گوئی کی گئی ہے، پوری ہو چکی ہے یا نہیں؟ یہ بہت ہی اہم اور قابل غور نکتہ ہے۔

جب ان کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ میاں! ان خطرات کی طرف بھی توجہ کرو جن کی طرف حضرت اقدس مصطفی ﷺ تمہیں توجہ دلا رہے ہیں تو تم آنکھیں بند کر لیتے ہو اور منہ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگ جاتے ہو۔ اس کے برعکس جن خطرات کا آنحضور ﷺ کوئی ذکر نہیں فرما رہے وہ تمہیں نظر آنے لگتے ہیں۔ کچھ تو عقل کے ناخن لو اور دیکھو کہ حدیث نبوی ﷺ میں کیا لکھا تھا۔ آنحضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا تمہارے متعلق۔ تو کہتے ہیں یہ تو ابھی وقت ہی نہیں آیا تم ہو گے اشرار الناس، تم ہو گے آسمان کے نیچے بدترین مخلوق، غرضیکہ گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں خبردار جو علماء کے متعلق کچھ کہا۔ ہم جواباً کہتے ہیں یہ ہماری بات نہیں یہ تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے اور جہاں تک اس بات کے طے کرنے کا تعلق ہے وہ وقت آ چکا ہے یا نہیں

یہ بدترین مخلوق پیدا ہو چکی ہے یا نہیں تو جاننا چاہئے کہ یہی وہ اصل بحث ہے جس کے گرد یہ سارا مضمون گھومتا ہے۔

اس بحث کے دو پہلو ہیں۔ اول یہ کہ اگر یہ بدترین مخلوق ابھی پیدا نہیں ہوئی تو پھر بھی تم مارے گئے کیونکہ موجودہ مولویوں نے تمہارا یہ حشر کر دیا ہے تو کل جب علمائے سوء پیدا ہو جائیں گے۔ وہ تمہارا کیا باقی رہنے دیں گے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خوشخبری نہیں ہے یہ تو ہلاکت کی ایک خوفناک خبر ہے جس کو سن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں تھے۔ لیکن ابھی تمہارے کہنے کے مطابق نیک مولویوں کا دور ہے اور امت کا یہ حال ہو گیا ہے تو خدانخواستہ جب اشرار الناس آئیں گے تو اس وقت تمہارا کیا باقی رہ جائے گا۔ بایں ہمہ فتح اسلام کی خوابیں دیکھ رہے ہو۔ اسلام کو دنیا میں از سر نو غالب کرنے کے کیا اطوار ہوتے ہیں؟ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہوتی تو ان علماء کا پیچھا ہی چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ہاں وہ پیدا ہو چکے ہیں اور اپنی موت مر گئے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں تم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی بات مانو گے یا نہیں آخر وہ بھی تو تمہارے ایک مشہور مولوی تھے؟ وہ فرماتے ہیں:

> ”جتنی رسوم شرکیہ اور بدعیہ مسلمانوں میں آج کل ہو رہی ہیں وہ مولویوں ہی کی مہربانی کا اثر ہے ـــــ شر الشر شرار العلماء۔“
>
> (اہلحدیث ۲۳ / فروری ۱۹۰۶ء)

خدائی تقدیر دیکھیں کس طرح سچ نکلواتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا اشرار ہوں گے۔ مولوی خود بول اٹھے کہ ہاں ہم ہیں اشرار، ہم ہیں اشرار، یہ بات یاد رکھئے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کی بات ہے یعنی اس حوالہ کا تعلق آپ کی زندگی سے ہے۔ اس کے باوجود تم کہتے ہو کہ اس وقت امت مسلمہ کا یہ حال تھا کہ گویا سارا عالم اسلام اکٹھا تھا اور فساد کی کلیۃً ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ڈالتے ہو جو سراسر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اخبار اہل حدیث بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بھی شائع ہوتا تھا۔ یہی اخبار لکھتا ہے:

> ”قرآن میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے (اور مذمت کیا ہے) کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس کہ آج ہم اہل حدیثوں

میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔ جس طریق سے مخالف کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اس سے بجائے ہدایت کے ضلالت پھیلتی ہے“۔

(اہل حدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء)

یعنی وہ حدیثیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جھوٹی نبوت کے تیس ۳۰ دعویدار ہوں گے اور وہ سارے دجال ہوں گے اور **لا نبی بعدی** وغیرہ۔ ان حدیثوں کو تو خوب اچھالتے ہیں لیکن اس حدیث کا ذکر نہیں کرتے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنے والا مسیح ضرور نبی اللہ ہوگا اور دجال کی فہرست میں نہیں ہوگا، اس حدیث کو چھپا لیتے ہیں اور یہ حدیث تو ان کو بالکل یاد نہیں آتی جس میں فرمایا گیا ہے **علماء هم شر من تحت اديم السماء** جس طرح یہ اہل حدیث مولوی صاحب تجزیہ فرما رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح موجودہ مولوی اپنے مطلب کی حدیثیں تو خوب اچھالتے ہیں لیکن دوسری حدیثوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر اہل حدیث ۲۰/دسمبر ۱۹۲۱ء کے پرچہ میں لکھا ہے:

”ہم وہ ہیں کہ ہماری قویٰ سلب ہو چکے ہیں۔ بہادری عنقا ہو چکی ہے۔ اعضاء کمزور اور حقانی تڑپ ہمارے دلوں سے معدوم ہو چکی ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ تمام اعضاء مر چکے ہیں فقط ایک دہن اور اس میں ایک زبان باقی ہے“۔

اور وہ زبان کیا کام کرنے کے لئے کیوں باقی رہ گئی اس میں جان کس لئے باقی ہے؟ اس کا ذکر سنئے۔ یہ بھی اہل حدیث کا ہفت روزہ ”تنظیم“ ہے جو ۵/ستمبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں زبان کے متعلق یوں رقم طراز ہے لیکن اس سے پہلے ایک اور دلچسپ لطیفہ بھی بیان کرتا ہے اور کہتا ہے، مولوی تھانوی مرحوم سے کسی نے پوچھا تھا کہ:

”یا حضرت! مولوی ہو کر لوگ جوتے چرا لیتے ہیں، دھینگا مشتی پر اتر آتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟“۔

آپ نے فرمایا:

”میاں! مولوی چور نہیں بنتا، چور مولوی بن جاتا ہے“۔

یہ ہیں ان کی آپس کی باتیں۔ یہ ہفت روزہ آگے چل کر لکھتا ہے:

''جمعیت علمائے اسلام کے معروف رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی زبان کے ہل چلا کر نوخیز نسل کی جو پنیری تیار کی ہے۔ وہ بھی بدزبانی اور گالیوں کے باب میں بے مثال نمونے تیار کر رہی ہے اور کرے گی اور ایک وقت آئے گا کہ یہی پود، انہی ہتھیاروں کے ساتھ خود ان کے منہ آئے گی اور پھر وہ پچھتائیں گے''۔ (ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور ۵ ستمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳،۴)

بات بڑی سچی کہہ گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ جب بھی احمدیوں کے خلاف حکومتوں نے یا بعض سر پھروں نے اس پنیری سے کام لیا تو وہی زبان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گالیاں دینے کے لئے خریدی گئی تھی الٹ کر پھر اپنے آقاؤں کو ایسی ایسی گالیاں دینے لگی کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ عبرت کے تازیانے پڑے لیکن ان کو محسوس نہیں ہوا۔

اب بعض لوگ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ پھر بھی آج کل کے مولوی ہیں اور اگر یہ اشرار الناس ہیں تو پھر ان کی بات قابل اعتبار نہیں کسی بزرگ کی بات کرو تو اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ سے بزرگ ترین اور کون ہوسکتا ہے۔ نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہو سکے گا۔ آپؐ انسان کامل اور نبیوں کے سردار تھے آپؐ کی کس کس بات کا تم انکار کرتے چلے جاؤ گے اور اگر تم نے صرف بعد کے بزرگوں کی باتیں ماننی ہیں تو پھر وہ بھی سن لو! حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے علماء کو یہودی علماء کا مثیل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی علماء سوء کہ طالب دنیا باشد ۔۔۔۔۔۔ تماشا کن کانهم هم''

(الفوز الکبیر مع فتح الخبیر فی اصول التفسیر صفحہ ۱۰ باب اول)

اگر تم یہود کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو، وہ یہودی علماء جو مدتوں پہلے ختم ہو چکے ہیں تو پھر ان علماء کو دیکھو جو آج کل علماء سوء ہیں اور یہ دنیا کے طلب گار ہو چکے ہیں۔

اور حضرت امام غزالیؒ جو کہ مفکرین اسلام میں چوٹی کا مقام رکھتے ہیں، فرماتے ہیں۔ یہ عربی میں لمبی عبارت ہے۔ میں اس کا صرف ترجمہ پڑھ کر سناتا ہوں:

''علماء میں سے اکثر پر شیطان غلبہ پا چکا ہے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب احمدیت کا ابھی وجود بھی نہ تھا) اور ان کی سرکشی نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے دنیوی فائدہ کا عاشق ہے حتی کہ نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی خیال کرنے لگا ہے اور علم دین مٹ چکا ہے اور دنیا میں ہدایت کے مینار گر چکے ہیں اور علماء نے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ علم کی اب تین صورتیں ہیں''۔

حیرت ہے میں سوچا کرتا تھا کہ یہ بعد کی پیداوار ہے لیکن اس اقتباس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ انحطاط تو بڑی دیر سے شروع ہو گیا تھا۔ بڑا ظلم ہے امت محمدیہ میں بڑی مدت سے یہ فساد شروع ہے۔ علماء حق اور علماء ربانی اس کے خلاف آواز بھی بلند کرتے رہے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قضائے آسمانی ہے جس کا مقابلہ ہو نہیں سکتا۔ مزید فرماتے ہیں کہ علماء کی حیثیت اب صرف تین اغراض کے لئے رہ گئی ہے یا ان کے نزدیک علم کی اب تین صورتیں ہیں:

''اول ۔ حکومت کا وہ فتویٰ جس کی مدد سے قاضی، غنڈوں کے جمع ہونے پر جھگڑوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ دوم وہ بحث جس میں ایک متکبر آدمی دوسرے پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کا منہ بند کرتا ہے (اپنے تکبر کے زور سے نہ کہ دلیل سے) سوم وہ منظوم اور مسجع کلام جس کے ذریعہ ایک واعظ عوام کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے''۔

(کتاب الاملاء عن اشکالات الاحیاء جلد ۵ صفحہ ۲۱۹۔۲۲۰)

دوستوں نے اگر بعض مساجد سے وعظ سنے ہوں یا درس سنے ہوں تو سمجھ آجائے گی کہ امام غزالیؒ کیا بیان فرمانا چاہتے تھے۔ مولوی لوگ گا گا کر کبھی قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہیں اور کبھی کسی حدیث کی بات ہو رہی ہوتی ہے اور ساتھ یوسف زلیخا کے قصے شروع کر دیتے ہیں، بیچ میں ہیر وارث شاہ چل پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ فلمی گانے بھی بیچ میں لے آتے ہیں اور کہنے کو قرآن کریم اور حدیث کی تشریح ہو رہی ہوتی ہے اور اس لغویات کو آنحضرت ﷺ کے معراج کی تشریح میں پیش کرتے ہیں. **نعوذ باللہ من ذالک** ۔ حیرت ہے کہ اتنے لچر فلمی شعروں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے

استعمال کرتے ہوئے ان کا دل کیوں نہیں لرزا۔ ایک طرف ختم نبوت کے دعوے اور دوسری طرف کائنات کے مقدس ترین وجود پر ناپاک فلمی شعروں کا اطلاق اور پھر تصور یہ کہ آنحضرت ﷺ کی خدا تعالیٰ سے لقاء پہلی دفعہ ہوئی۔ حالانکہ ہر وقت خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بستا تھا چنانچہ غار ثور میں آپؐ کا یہ فرمانا **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا** کہ غم نہ کر اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے بتاتا ہے کہ آپؐ ایک لمحہ بھی خدا کے بغیر نہیں رہے۔ اس قدر خوفناک گستاخی کے باوجود یہ لوگ محبان رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام کے بیان کے لئے فلمی شعروں سے بہتر کوئی بات نہیں ملی۔

اب آخر پہ مولوی مودودی صاحب کا تبصرہ بھی سن لیجئے۔ اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کتنا بڑا مقام رکھتے ہیں۔ آج کل ان کی جماعت ایک منظّم جماعت ہے جو احرار کے علاوہ حکومت کا دوسرا بازو ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں:

> ''افسوس کہ علماء (الا ماشاء اللہ) خود اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہو چکے تھے (پہلے تو عوام الناس پر انہوں نے فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ اب علماء کی بات ہو رہی ہے) ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی ان میں تفقّہ نہ تھا۔ ان میں حکمت نہ تھی۔ ان میں عمل کی طاقت نہ تھی۔ ان میں یہ صلاحیت ہی نہ تھی کہ خدا کی کتاب اور رسول خدا کی علمی و عملی ہدایت سے اسلام کے دائمی اور لچکدار اصول اخذ کرتے اور زمانہ کے متغیر حالات میں ان سے کام لیتے ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی کتابیں نہ تھیں کہ زمانے کی قیود سے بالاتر ہوتیں وہ ہر معاملہ میں انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے کہ ان کی بصیرت اوقات اور حالات کی بندشوں سے بالکل آزاد ہوتی۔ پھر یہ کیوں کر ممکن تھا''۔

یہ تجزیہ سننے والا ہے۔ کیوں عالم اسلام پر تباہی آ گئی۔ کیوں ہلاکت کا دور دورہ ہوا اس لئے کہ جن علماء کی طرف مسلمان عوام نے رجوع کیا وہ خدا کے نبی نہ تھے کہ ان کی بصیرت، اوقات

اور حالات کی بندشوں سے بالکل آزاد ہوتی۔ پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ:

”وہ ایسے وقت میں مسلمانوں کی کامیاب رہنمائی کر سکتے جبکہ زمانہ بالکل بدل چکا تھا اور علم و عمل کی دنیا میں ایسا عظیم تغیر واقع ہو چکا تھا جس کو خدا کی نظر تو دیکھ سکتی تھی، مگر کسی غیر نبی انسان کی نظر میں یہ طاقت نہ تھی کہ قرنوں اور صدیوں کے پردے اٹھا کر ان تک پہنچ سکتی“۔

(تنقیحات: اسلام اور مغربی تہذیب کا تصادم از ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۲۷ زیر عنوان دور جدید کی بیمار قومیں)

اب کیا قصہ ہے اس کو دوبارہ غور سے سنئے۔ یہ فقرہ بڑا غیر معمولی ہے۔ یہ آپ کے لئے ایک پیغام رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں پرانے علماء کیوں ناکام ہوئے، امت مسلمہ میں کیوں فساد پھیلا۔ اس لئے کہ علماء سے ان کو یہ توقع تھی کہ بدلے ہوئے زمانہ کے ساتھ جو مصائب نئے نئے آئے ہیں نئی نئی آفات جو اسلام پر حملہ آور ہوئی ہیں ان کا حل تلاش کریں۔ ان سے پوچھیں۔ مگر مولوی مودودی صاحب کہتے ہیں کہ بدلے ہوئے حالات میں علماء اس قابل نہ تھے یا خدا کی نظر ہے جو حقیقت حال کو پاسکتی ہے اور یا نبی کی نظر ہوا کرتی ہے جو خدا کی طرف سے عرفان حاصل کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں۔ پھر قرنوں اور صدیوں کے پردے کیسے اٹھ سکتے ہیں اور ساتھ یہ پیغام دے رہے ہیں کہ میری مانو اور میری سنو۔ میں تمہارے لئے ہدایت اور نئی زندگی کا پیغام لایا ہوں۔ کیا دعاوی ہیں۔ کیا خدا کی طرف سے پیغام لائے ہیں اور ان کی نظر وہ پردے پھاڑ کر دیکھ رہی ہے جو تمام علماء امت اور تمام صدیوں کے بڑے بڑے بزرگ اور مجددین نہیں دیکھ سکے۔ ایک ہی سانس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلاتے بھی ہیں تکفیر بازی بھی جاری ہے اور کہتے ہیں فتنہ وفساد پھیلا دیا مگر دوسرے سانس میں یہ بھی اعلان ہو رہا ہے کہ میں ہدایت کا سرچشمہ بن کر تمہارے لئے آیا ہوں، میری کتابوں میں تمہارے سارے مسائل کا حل موجود ہے۔ اس لئے اس جماعت میں شامل ہو جاؤ تا کہ اسلام زندہ ہو جائے۔ تو کیا یہ خدائی کا دعویٰ ہے، یا نبوت کا دعویٰ ہے اور اگر ان دونوں کا نہیں تو پھر جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر تم سچے ہوتے اور واقعی سچے ہوتے تو تمہیں یہ اقرار کرنا چاہئے تھے کہ نئی آفات اور نئے مصائب کے وقت خدا تعالیٰ عارف باللہ نبی کو مبعوث کرتا ہے جس کے سوا اور کسی شخص کی نظر مسائل کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی اور اس کے سوا مسائل کا صحیح حل کوئی بھی تلاش نہیں کر سکتا۔

آخر کس بات کی بنا پر تم اپنے آپ کو سچا قرار دیتے ہو۔

دراصل تمہاری ساری باتیں جھوٹی ہیں۔ تمہارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اس شخص کو قبول کرو جسے خدا نے علم وعرفان بخشا ہے جس کے متعلق حضرت محمد مصطفی ﷺ کی خوشخبری ہے۔ وہ جو خدا کی طرف سے تمہارے لئے ہر مصیبت ہر بیماری کا علاج لے کر آیا تھا۔ اس کو تو تم نے رد کر دیا ہے اب پیچھے اپنے لئے تم کیا چاہتے ہو۔ یہ جو کچھ تھا یہ میں نے تمہیں پڑھ کر سنا دیا، اس کے سوا تمہارا اور کوئی مقدر نہیں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو ان لوگوں سے نجات حاصل کرو جن کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تمام فتنوں کی آماجگاہ قرار دیا اور تمام فتنوں کا منبع و ماویٰ قرار دیا۔ یاد رکھو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے انکار کے بعد تم زندگی کی راہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو مرض آنحضور ﷺ نے تشخیص فرمادی اسے لازماً ماننا پڑے گا۔ آج نہیں مانو گے تو کل تمہاری نسلیں قبول کریں گی اور اس مرض کا وہی علاج ہوگا جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تجویز فرمایا یعنی امام مہدی، امام ربانی کو قبول کرنا پڑے گا۔ اس مسیح موعود کو ماننا پڑے گا جسے خدا نے اسلام کے احیاءِ نو کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اگر نہیں مانو گے تو پھر ہمیشہ کے لئے تمہارے مقدر میں ایک موت ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ پر چند اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ / مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَکَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۳﴾ فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِکَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۵﴾ (الزخرف: ۵۲ تا ۵۵)

اور پھر فرمایا:

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے وہ سورۃ الزخرف سے آیت ۵۲ سے ۵۵ تک سے لی گئی ہیں۔ ان میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جب فرعون نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار پر آمادہ کیا تو اس وقت اس نے جو دلائل پیش کئے ان میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ موسیٰؑ چھوٹا آدمی ہے اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں اور دوسری دلیل یہ تھی کہ فصیح الکلام نہیں، اپنی بات ٹھیک طرح بیان نہیں کرسکتا اور یہ بات ایسی ہے جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ

السلام خود بھی اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے رب سے یہ عرض کی: وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ (الشعراء: ۱۴) یعنی اے میرے اللہ! میرا سینہ تنگ ہے یعنی کھل کر بات نہیں نکل سکتی وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي اور زبان اچھی طرح نہیں چلتی اس لئے مجھے چھوڑ دے اور ان کی طرف ہارون کو بھیج دے۔

چنانچہ فرعون نے اپنی طرف سے ان کے علاوہ بھی بعض دلائل پیش کئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان لغو دلائل کے نتیجہ میں جو زیادہ تر دھونس سے تعلق رکھتے تھے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ اس نے اپنی قوم کو خائف کر دیا۔ چنانچہ فرعون کے ڈر سے قوم نے اس کی بات مان لی اور خدا کے نبی کا انکار کر دیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ انہوں نے فرعون کے ڈر سے انکار کیا ہے لہٰذا وہ بری الذمہ ہیں اور ان کا کوئی قصور نہیں بلکہ یہ نکتہ بیان فرمایا کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ کہ وہ لوگ فاسق ہیں جنہوں نے خوف کے نتیجہ میں ایک ظالم آدمی کی بات مانی اور وقت کے نبی کا انکار کر دیا۔

ان آیات میں دیگر امور کے علاوہ یہ بات بہت اہم ہے کہ ظالم لوگ فاسقوں پر ہی حکومت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور انہی کو دبانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر قوم میں فسق نہ ہو تو کوئی جابر آدمی اس قوم کو نہیں دبا سکتا اس لئے ایسے موقع پر استغفار سے کام لینا چاہئے۔ اگر حاکم وقت ظالم اور جابر ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ بعض مجبور اور مظلوم، ظلم کی چکی میں پیسے جاتے ہیں لیکن اپنی بات نہیں چھوڑتے، اپنے ایمان میں خلل نہیں پیدا ہونے دیتے۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے کہیں فاسق کا لفظ استعمال نہیں فرمایا لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو حاکم وقت کے دباؤ کے نتیجہ میں اپنے دین کو بدل دیتے ہیں، اپنے عقائد کے خلاف بات کرنی شروع کر دیتے ہیں، جو بات دل میں نہیں اس کا اقرار اپنی زبانوں سے کرنے لگ جاتے ہیں اور اپنی قلموں سے لکھنے لگ جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن کریم نے فسق قرار دیا ہے۔

بہر حال جو واقعہ مدتوں پہلے مصر میں گزرا تھا اسی قسم کے واقعات اور حالات آج بدقسمتی سے پاکستان میں گزر رہے ہیں۔ وہی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ وہ بوسیدہ باتیں بیان کی جا رہی ہیں جو ہمیشہ آئمہ وقت کے خلاف ان کے مقابل پر لوگ گھڑا کرتے ہیں اور جو الزام وہ لگایا کرتے ہیں وہی

آج دہرائے جارہے ہیں۔

چنانچہ حکومت پاکستان نے جماعت احمدیہ کے خلاف وائیٹ پیپر کی طرز پر جو رسالہ شائع کیا ہے اس میں ایک اعتراض بالکل وہی ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے۔ مثلاً ق اور ک کو۔ بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے“

(قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۲)

یہ حوالہ انہوں نے درج کیا ہے اور رسالہ کا عنوان ہے ”قادیانیت۔ اسلام کے لئے سنگین خطرہ“۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت تھی آپ صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے تھے تو اس سے اسلام کو کیا خطرہ لاحق ہو گیا۔ اسلام کو اتنا شدید خطرہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت تھی۔ نادانی کی بھی کوئی حد ہے کوئی واقعی خطرہ کی بات ہو تو انسان مانے بھی کہ ہاں یہ عنوان درست ہے۔ رسالہ کا عنوان ہے ”قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ“ اور دلیل یہ پیش کی جارہی ہے کہ مرزا صاحب کی زبان میں لکنت تھی۔ صحیح طور پر تلفظ ادا نہیں کر سکتے تھے جبکہ ان لوگوں کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بزرگوں اور انبیاء کی زبان میں لکنت ہو یا وہ غیر فصیح ہوں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور ان کی زبان سے اقرار کروایا کہ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ (القصص: ۳۵) میں فصیح الکلام نہیں، ہارون مجھ سے زیادہ فصیح کلام کر سکتا ہے۔ اگر واقعی لکنت قابل اعتراض امر ہے تو اللہ تعالیٰ نے کم فصیح کو کیوں چن لیا، لکنت والے کو کیوں چن لیا۔ پس قرآن کریم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے خود غیر فصیح ہونے کا اقرار کروا رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ دین الٰہی کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے لیکن جب یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل پر بات کرتے ہیں تو چونکہ مقدر یہ ہے کہ دشمن جو باتیں ماضی میں دہراتے رہے، وہی باتیں اب بھی دہراتے رہیں اس لئے فرعون نے جو اعتراض کیا کہ موسیٰؑ غیر فصیح ہے، زبان میں لکنت ہے۔ وہی

اعتراض آج ان کو دہرانا پڑا اور انہوں نے تفاسیر میں بھی لکنت اور زبان کی دقت کے متعلق بہت سے قصے لکھے ہوئے ہیں۔ تفسیر روح المعانی تفسیر سورۃ الشعرا میں لکھا ہوا ہے:

''گھٹے گھٹے ماحول کی وجہ سے آپ (حضرت موسیٰؑ) کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی تھی اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے بعض اوقات فصحاء پر بھی جب غم شدت اختیار کرتے ہیں اور ان کے سینوں میں گھٹن پیدا کرتے ہیں تو ان کی زبانوں میں بھی تردد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقصود کو بیان نہیں کر سکتے''۔ (ترجمہ)

بہر حال کوئی بھی وجہ پیش کی جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے متعلق فتح القدیر، تفسیر جلالین، تفسیر الخازن کے علاوہ دیگر تفاسیر میں بھی ہر پڑھنے والا شوق سے اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اسلام میں بھی ایسے مسلمہ بزرگ ہیں جو عظیم الشان مقام رکھتے ہیں اور ان کے متعلق یہی گواہی پائی جاتی ہے کہ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کیا یہ لوگ حضرت بلالؓ کو بھول گئے ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلالؓ کہا کرتے تھے اور جب وہ **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کی بجائے **اسھد ان لا الہ الا اللہ** پڑھتے تھے تو صحابہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ انہیں غصہ نہیں آتا تھا اور نہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے نتیجہ میں اسلام کے لئے سنگین خطرہ قرار دیتے تھے بلکہ وہ شدت غم سے تڑپتے اور بلکتے تھے کیونکہ انہیں یاد آ جاتا تھا کہ حضرت بلالؓ اسی آواز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی **اسھد ان لا الہ الا اللہ** ہی پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان میں بھی لکنت تھی۔ تفسیر روح المعانی زیر تفسیر سورۃ طٰہٰ: الایۃ واحلل عقدۃ من لسانی پر لکھا ہے کہ:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت تھی جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حسینؓ نے یہ لکنت اپنے چچا حضرت موسیٰؑ سے ورثہ میں پائی ہے''۔

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے: ''یہ بھی بیان کیا جاتا

ہے کہ مہدی منتظر کی زبان میں بھی لکنت ہوگی اور بعض دفعہ اس کی زبان جب کلام کو بیان کرنے سے پیچھے رہ جائے گی تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر مارے گا''۔(تفسیر روح المعانی تفسیر سورۃ طٰہٰ :الایۃ ۔یفقھوا قولی)

تو اگر امام مہدی نے پیشگوئیوں کے مطابق اس مزعومہ خطرہ کے ساتھ آنا تھا تو پھر اس خطرہ کو قبول کرنا پڑنا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کی سچائی کی علامت ہے۔

میں ایک بات بتانی بھول گیا کہ اس رسالہ میں جو حوالہ الفضل مورخہ ۱۴ستمبر ۱۹۳۸ء کا دیا گیا ہے آپ الفضل اٹھا کر دیکھ لیں الف سے یاء تک اس کا کوئی ذکر ہی موجود نہیں ۔ گویا سارا حوالہ ہی فرضی ہے۔ ظلم کی بھی حد ہوتی ہے عجیب حکومت ہے کہ اتنا فرضی قصہ گھڑا ہے کہ سارے الفضل میں اس مضمون کا کوئی ذکر اذکار ہی موجود نہیں ہے محض دنیا کو دھوکا دینے کے لئے اپنی طرف سے ایک حوالہ وضع کرلیا گیا ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ:

''مرزا صاحب ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہوگئے جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اس وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا تقریباً چار سال انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۸۵ء میں اسے خیر باد کہا''۔ (قادیانیت ،اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۹،۱۰)

اس اعتراض کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ ہے کہ ''پندرہ رپے ماہانہ کا ملازم'' گویا ''مہین'' یعنی بہت ہی معمولی انسان تھا ، اسے خدا تعالیٰ کیسے نبی چن سکتا تھا۔ وہی فرعون والی بات یہاں دہرائی گئی ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو نبی بننے ہوتے ہیں وہ تو کسی غیر کی نوکری نہیں کیا کرتے۔ علاوہ ازیں اس حوالے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک سراسر افتراء یہ کیا گیا ہے کہ آپ نے **نعوذ باللہ من ذالک** اس زمانہ میں چوری کی تھی جس کی وجہ سے آپ گھر سے نکلے۔

اس کے متعلق ہم نے تلاش کیا کہ کہیں کوئی ایسا واقعہ ملتا ہو جس پر انہوں نے اس اعتراض کی بنا کی ہے تو ہمیں سیرۃ المہدی (جلد نمبر ا صفحہ: ۴۳-۴۴ روایت نمبر ۴۹) کی یہ روایت ملی کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دادا کی پنشن لینے سیالکوٹ گئے تو مرزا امام الدین جو آپ کے خاندان ہی کا ایک فرد تھا وہ آپ کے پیچھے پڑ گیا اور آپ سے وہ رقم ہتھیا لی اور وہ بھاگ گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان واپس نہ گئے اور بہتر سمجھا کہ ملازمت کر کے گزارا کر لیا جائے بجائے اس کے کہ نقصان کے بعد گھر والوں کو منہ دکھاؤں۔

یہ واقعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھول پن کا، آپ کے تقویٰ اور حیا کا۔ اور جہاں تک دھوکہ دینے والے کا تعلق ہے وہ دھوکا دینے والا نہ صرف یہ کہ احمدی نہیں تھا بلکہ شدید مخالف تھا، چوری وہ کرتا تھا اور الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر، آخر مخالفین نے ضرور یہ روایت پڑھی ہوگی جس سے یہ خیال گزرا ہوگا کہ اس کو الزام کے طور پر استعمال کیا جائے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ سراسر جھوٹ اور بے بنیاد اتہام ہے آپ کے متعلق تو ایک ایسے شخص (جو بعد میں آپ کا شدید مخالف بنا) کی اپنی گواہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عمر انتہائی تقویٰ کے ساتھ گزاری لیکن اس سے پہلے میں آپ کو یہ سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے آپ پر چوری کا یہ الزام کیوں لگایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نبیوں پر بھی چوریوں کے الزام لگانے کے عادی ہیں کجا یہ کہ کسی کو غیر نبی مانتے ہوں یا کسی کو مفتری سمجھتے ہوں اور جس کو مفتری کہیں گے اس پر تو بڑھ بڑھ کر الزام لگائیں گے انبیاء کو بھی نہیں چھوڑتے۔

چنانچہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جو یہ واقعہ آتا ہے کہ بھائیوں نے بن یامین کے معاملہ میں کہا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف نے بھی چوری کی تھی تو یہاں یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس واقعہ کو ایک جھوٹے الزام کے طور پر پیش کیا ہے نہ یہ کہ اسے تسلیم کیا ہے بلکہ صرف یہ بتانے کے لئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ انبیاء پر جھوٹے الزام لگا کرتے ہیں اور ان کی دل آزاری کی جاتی ہے۔ بد قسمتی سے بعض مسلمان مفسرین نے خود اس واقعہ کو تسلیم کر لیا ہے اور پھر باقاعدہ اس چوری کی چھان بین بھی شروع کر دی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا چوری کی ہوگی۔ مختلف تفاسیر میں جن میں سے تفسیر جلالین زیر آیت فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (یوسف:۷۸)

تفسیر الخازن الجزالثالث زیر آیت فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ تفسیر فتح القدیر اور تفسیر روح المعانی میں بھی اس آیت کے تابع حضرت یوسف علیہ السلام کی فرضی چوری کی جستجو کی گئی ہے۔ ان سب مفسرین میں یہ اختلاف ہے کہ کیا چیز چوری کی تھی لیکن ان کا اس پر اتفاق ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** حضرت یوسفؑ چور تھے اور خدا کے نبی بھی اور باوجود اس چوری کے اقرار کے نہ ان کے دین کو کوئی خطرہ ہوا اور نہ عالم اسلام کو۔

اب سنئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی چوری سے متعلق کیا کیا اختلافات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سونے کا بت تھا، بعض کہتے ہیں کہ مرغی تھی، بعض کہتے ہیں نہیں اتنی بڑی چیز نہیں تھی انڈا تھا مرغی نہیں تھی، بعض کہتے ہیں کہ کھانا چرایا تھا لیکن فقیروں کو دینے کے لئے چرایا تھا۔ الغرض یہ لوگ انبیاء کے متعلق ایسی ظالمانہ باتیں تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ان کی نبوت پر شک کی کوئی گنجائش نہیں سمجھتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹا الزام لگانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جہاں تک آپ کے کردار کا تعلق ہے۔ سیالکوٹ کے زمانہ میں جس کا اس الزام میں ذکر کیا گیا ہے مولوی ظفر علی خان کے والد محترم منشی سراج الدین صاحب کی گواہی سنئے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانہ میں جانتے تھے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے کاروبار ملازمت کے بعد (یعنی آپ نے سیالکوٹ میں ملازمت کی تھی) ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے“۔ (اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ۱۳)

مولوی محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں:

> ”مولف براہین احمدیہ مخالف اور موافق کے تجربے اور مشاہدے کی روسے واللہ حسیبہ شریعت محمدیہ ﷺ پر قائم پرہیز گار اور صداقت شعار ہے“۔
>
> (اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۹ صفحہ ۲۸۴)

جہاں تک نبی کے نوکری کرنے کا تعلق ہے اس کے متعلق یہی معترض یعنی دیوبندی اور اہل حدیث خود تسلیم کرتے ہیں اور انہیں ماننا پڑتا ہے کہ نبی کسی غیر نبی کی نوکری کرسکتا ہے کیونکہ قرآن کریم

میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نوکری کا کھلم کھلا ذکر فرمایا ہے۔علاوہ ازیں یہ کہنا ویسے ہی بڑی بے عقلی کی بات ہے کہ نبی نوکری نہیں کرسکتا۔آخر کیوں نہیں کرسکتا؟ اس کی کوئی دلیل نہیں دیتے ،کوئی بنیاد نہیں اور نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ۔لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم نے ایک ایسے نبی کا واضح طور پر ذکر کیا ہے جس نے غیر قوم کی نوکری کی اور خود اپنی خواہش سے مال کا شعبہ طلب کیا۔حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق اہل حدیث کے ایک عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ:

''ہم قرآن مجید میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام سلطنت کرتے تھے۔کسی ایک نبی کا فعل بھی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے''۔ (''اہل حدیث'' امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ نمبر ۴)

پھر ''اہل حدیث'' اپنی اشاعت ۲۵/ اکتوبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ میں لکھتا ہے:

''حضرت یوسف علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک کئی رسول اور نبی ایسے ہوئے ہیں جو اپنے زمانہ کی حکومتوں کے ماتحت رہے''۔

پھر تعجب ہے کہ وہ انبیاء کیوں اپنے دین کے لئے خطرہ نہیں بن گئے؟

ایک اور اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ کیا گیا ہے کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرہ نسب وسطی ایشیا کے مغلوں سے ملاتے ہیں اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے (کتاب البریہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء صفحہ نمبر ۱۳۴) بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرہ نسب ایرانیوں سے ملتا ہے یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک ﷺ کی اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہرا سکیں جس میں آنحضور ﷺ نے اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تعین نہ کرسکے کہ وہ کون سے سلسلہ نسب سے تعلق رکھتے ہیں،سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے

بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضور ﷺ کی اولاد سے۔ اور بالآخر انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں ازروئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھے۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الاصل ہیں‘‘۔

(قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ نمبر ۹،۱۰)

یہ سارا قصہ جو ان لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑا ہوا ہے اس میں بہت سی باتیں قابل ذکر ہیں۔ اب ان کا باری باری ذکر کرتا ہوں۔ ایک حصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو ایرانی الاصل اس لئے قرار دیا کہ اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرا سکیں جس میں اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی گئی ہے تحریف کرنے میں یہ بھی ان کا کمال ہے کہ اصل حدیث بیان کرنے کی جرأت ہی نہیں ہے۔ اس حدیث میں تو یہ ذکر ہی نہیں کہ ایرانی مسلمان اسلام کی خدمت کریں گے اس میں تو یہ ذکر ہے کہ ایمان اٹھ جائے گا، ثریا پر چلا جائے گا۔ اس حدیث کی ایک روایت میں رجل یعنی ایک شخص کا ذکر ہے اور ایک دوسری روایت میں رجال کا لفظ آتا ہے **لناله رجل اور رجال من هولآء**۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر ۴۵۱۸) آنحضرت ﷺ نے سورہ جمعہ کی آیت کی تفسیر میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان آسمان پر بھی اٹھ گیا ثریا تک بھی چلا گیا تو ان میں سے ایک شخص یا اشخاص ایسے ہوں گے جو اسے دوبارہ زمین پر کھینچ لائیں گے کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی جرأت نہیں تھی اس لئے آنحضرت ﷺ کے کلام کو جان بوجھ کر توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے گویا آپؐ نے اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی ہے اور اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا مصداق بننا چاہتے تھے۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شجرہ نسب کا تعلق ہے آپ فرماتے ہیں:

’’ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل عیال میں سے تھے

اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے“۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۶۲، ۱۶۳ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:

”جیسا کہ بظاہر سمجھا گیا ہے یہ خاندان مغلیہ خاندان کے نام سے شہرت رکھتا ہے لیکن خدائے عالم الغیب نے جو دانائے حقیقتِ حال ہے بار بار اپنی وحی مقدس میں ظاہر فرمایا ہے کہ یہ فارسی خاندان ہے اور مجھ کو ابناء فارس کر کے پکارا ہے“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۸۰ حاشیہ)

اب یہ ہے معمہ حکومت پاکستان کے نزدیک اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ جس کے خاندان میں یہ شبہ ہو کہ وہ فارسی الاصل ہے یا مغل ہے یا اس کے آباء واجداد میں سید عورتیں تھیں یا نہیں تھیں وہ اسلام کے لئے سنگین خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں میں کوئی تضاد ہی نہیں یہ محض ان کی کم فہمی ہے جو ایسا تضاد دیکھ رہے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں بیک وقت درست ہیں چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں جو تحقیق کی ہے اس میں پہلی بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جد امجد جن کا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے وہ سمرقند سے آئے تھے اور سمرقند موجودہ دور میں ایران میں شامل نہیں ہے اور مشکل یہ تھی کہ اگر سمرقند سے آئے تھے اور یہ روایت بھی یقینی ہے اور پھر مغل بھی کہلاتے ہیں تو اہل فارس کس طرح ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً خبر دی اور آپ کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی بات قابل یقین نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے موجودہ جغرافیہ کو درست سمجھتے ہوئے ایک طرف تو یہ بھی اقرار کیا کہ ہم سمرقند سے آئے ہیں اور یہ بھی اقرار کیا کہ تاریخ دان ہمیں مغل ہی بتاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ آپ نے کسی غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ فارسی الاصل ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی میرے پاس کوئی دلیل ہے لیکن خدا نے (جو عالم الغیب) مجھے یہ خبر دی ہے کہ

”تم فارسی الاصل ہو“ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۶۲، ۱۶۳ حاشیہ)

چنانچہ جب میں نے اس سلسلہ میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیہ بھی

بدلتے رہتے ہیں اور ملکوں کی کوئی ایسی باؤنڈری لائن (Boundry Line) نہیں ہوتی جو ہمیشہ سے ایک جیسی چلی آرہی ہو۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد ۹ بیان کرتا ہے کہ:

''شہنشاہ ایران فیروز شاہ پور یعنی یہ وہ بادشاہ ہے جو آنحضرت ﷺ سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اس کے زمانہ میں سمرقند ایرانی سلطنت کی سرحدی ریاست سوگ دیانہ کا دارالخلافہ تھا اور سمرقند سے سرحد کا فاصلہ ایک سو بیس کلو میٹر سے بھی زیادہ تھا اس حد تک ایرانی ریاست آگے بڑھی ہوئی تھی''۔

پھر انسائیکلو پیڈیا لکھتا ہے (یہ الفاظ میرے ہیں لیکن یہ ثبوت وہاں قطعی طور پر موجود ہے) کہ خسرو پرویز کے وقت بھی (یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا جو بادشاہ ہے) سمرقند ایرانی سلطنت کا حصہ تھا اور پھر کئی سو سال بعد تک یہ شہر ایران کا حصہ رہا۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد ۹)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب خدا نے خبر دی تھی جو بالکل سچ ہے اور آپ کے ان بیانات میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد سمرقند سے آئے تھے اور اُس وقت سمرقند اہل فارس کا حصہ تھا اور سمرقند کے باشندے اہل فارس کہلاتے تھے اور جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغل تھے یا نہیں یہ ایک ضمنی بحث بن جاتی ہے کیونکہ جو مغل ہندوستان میں آکر بس گئے وہ ہندوستانی مغل بن جاتے ہیں، جو افغانستان میں جا کر بس گئے وہ افغانی مغل بن جاتے ہیں اس لئے یہ بحث نہیں ہے کہ مغل تھے یا نہیں لیکن اگر اس بحث کو بھی اٹھایا جائے تو اس بارے میں محققین کی گواہی سن لیجئے، وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مغل بھی کہلاتا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہی مغل ہو جو منگول سے آئے تھے۔ چنانچہ مسٹر سٹینلے پول شاہان مغلیہ کی تاریخ کی مستند کتاب Medieval India Under Mohammadan Rule میں لکھتے ہیں:

The term Moghal.......came to mean any fairman from Central Asia or Afghanistan as distinguished from the darker native

Indians, the various foreign invaders or governing Muslims class Turks, Afghans Pathans and Moghals eventually became so mixed that were indifferently termed Moghal .

(مطبوعہ ٹی فشر اَن وِن لمٹیڈ ۔لندن۔ پندرھواں ایڈیشن ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۹۷ حاشیہ)

ترجمہ یہ ہے کہ:

مغل ہندوستان کے کالے باشندوں کو ایشیا کے دوسرے باشندوں میں ممیّز کرنے کے لئے بولا جاتا تھا مختلف حملہ آور حکمران مسلمان، ترک، افغان، پٹھان اور مغل کچھ اس طرح مل جل گئے کہ سب کو بلا امتیاز مغل کے نام سے پکارا جانے لگا ہر گورے شریف آدمی کو مغل کہا جاتا تھا۔

پس یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اول تو یہ بھی ایک بے معنی اور بے حیثیت اعتراض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغل تھے یا نہیں۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ ہمیں مغل کہا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ حقیقت حال کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تاریخ کی بات غلط ہی ہو کیونکہ اس میں غلطی کے امکان ہیں بلکہ تاریخ دان بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی اس میں غلطی کے امکانات موجود ہیں مگر جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل فارس ہونے کا تعلق ہے اس میں تو کوئی شک ہی باقی نہیں رہتا کہ آپ واقعی فارسی الاصل ہیں۔

ایک اور **بڑا بھاری اعتراض** یہ اٹھایا گیا ہے کہ:

”ان کے بعض قریبی عزیز ان کے سخت مخالف تھے ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے جو رشتے میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی۔ بڑے وجیہ انسان تھے، سفید براق داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں۔ بہشتی مقبرہ کے قریب بیٹھے رہتے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے، مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے آخر میں نے کیوں نہ اس کو مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے

کے لئے کھولی گئی ہے میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں، اصل میں آمدنی کم تھی بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا اس لئے یہ دکان کھول لی ہے آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا، پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں، یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں''۔ (قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۲، ۱۳)

یہ ہے وہ اعتراض جس کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (**نعوذ باللہ**) عالم اسلام کے لئے ایک سنگین خطرہ بن گئے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو سب نبیوں سے افضل اور مقصود کائنات تھے آپؐ پر بھی بعینہٖ یہی بات صادق آتی ہے کہ آپؐ کے قریب ترین رشتہ دار آپ کے شدید ترین دشمن بن گئے اتنے شدید کے بعضوں کا نام قرآن کریم میں ابولہب کے طور پر مشہور ہے اور اصل نام کو تو اکثر لوگ جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا تھا۔ وہ شدید دشمن آپؐ کا چچا تھا اور اس کا پیشہ بھی یہی تھا کہ وہ ہر وقت لوگوں کو بہکاتا رہتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ ہم جانتے ہیں ہمارے خاندان کا لڑکا ہے۔ تم لوگوں کو جو باہر سے آنے والے ہو اس کے بارے میں کیا پتہ۔ اس پر بس نہیں مکہ کی ناکہ بندی کر کے قریش باہر سے آنے والوں کو دھوکا دیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** یہ بڑا ظالم ہے۔ کوئی جادوگر کہتا تو کوئی مجنون اور کوئی بیہودہ ناموں سے یاد کرتا تھا اور سب یہی کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے۔ کذاب ہے، مفتری ہے (**نعوذ باللہ من ذالک**) تم نہیں جانتے ہم تو گھر والے لوگ ہیں اس لئے ہم جانتے ہیں۔

پس ان معاندین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگاتے ہوئے کوئی خیال نہیں آیا کہ وہ اعتراض جو سید ولدِ آدم، مقصود کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کیا گیا اسے بڑے فخر کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دہرا رہے ہیں۔

اس اعتراض کے سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء کے آخری حصہ کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا مرزا شیر علی اتنا بڑا بزرگ تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ بھی یہ مانتے ہیں کہ وہ بہت بزرگ تھا اور اس طرح وہ راستہ میں

بیٹھا ہوتا تھا تو اس سے صاف پتہ چلا کہ **نعوذ باللہ من ذالک** حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ تھے۔ اس تقریر کا اگلا حصہ انہوں نے پیش نہیں کیا۔ حضرت مصلح موعود تو اس تقریر میں یہ بیان فرمار ہے ہیں کہ اسی طرح خاندان کا ایک شخص تھا جو راستے میں بیٹھا ہوتا تھا اور لوگوں کو بہکانے کی کوشش کرتا تھا لیکن کوئی اس کی نہیں سنتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اسی طرح بیٹھا وہ یہ باتیں کرر ہا تھا کہ دو زمیندار سادہ سے آدمی قادیان آر ہے تھے ان میں سے ایک کو روک کر اس نے یہ باتیں شروع کیں اور چونکہ شکل سے وہ اچھا خاصہ کوئی شریف انسان معلوم ہوتا تھا انہوں نے بڑی توجہ سے بات سنی۔ جب وہ باتیں سن چکا تو اس نے آگے بڑھ کر جپھا مارلیا یعنی اسے اپنی بانہوں میں لپیٹ لیا اور اپنے ساتھی کو آواز دے کر بلایا کہ دوڑ کر آؤ اور پھر اس نے کہا کہ دیکھو ہم سنا کرتے تھے کہ انبیاء کے رستہ میں شیطان بھیس بدل کر بیٹھا کرتے ہیں یہ وہ شیطان ہے۔ آج خدا کی بات پوری ہوگئی جو ہم نے سنا تھا کہ ہر نیکی کے رستہ پر شیطان بیٹھا ہوتا ہے، تم نے کبھی دیکھا نہیں تھا آ کر اس کا منہ دیکھ لو۔ یہ ہے واقعہ جس میں سے ایک حصہ توڑ کر پیش کیا گیا ہے کہ گویا حضرت مصلح موعودؓ واقعۃً اسے بڑا بزرگ انسان سمجھتے تھے اور یہ اس کی گواہی پیش کرر ہے ہیں کہ وہ خاندان کا آدمی تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کیا کرتا تھا۔ تو سارے خاندان میں سے ان معاندین کو دو شخص ہی ملے ہیں ایک مرزا امام دین چور اور دوسرا یہ شیطان اور ان کی گواہیاں پیش کر کے وہ خوش ہور ہے ہیں حالانکہ ان سے بہت بڑے بڑے شیطان پہلے گزر چکے ہیں بلکہ انبیاء کے وقت میں اور انبیاء کے رشتہ داروں میں سے گزر چکے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ انسان دشمنی میں اندھا ہو جاتا ہے اور اسے یہ خیال ہی نہیں آتا کہ میں کیا باتیں کرر ہا ہوں اور اس سے پہلے کیا کچھ گزر چکا ہے۔ انبیاء کے نزدیکی رشتہ داروں کی مخالفتوں کے بہت سے حوالے ہیں لیکن سر دست میں انہیں چھوڑتا ہوں اور اس وقت ان کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

ایک اور بڑا زبردست اعتراض انہوں نے یہ کیا ہے کہ پہلا زمانہ تو غربت کا تھا روٹی بھی ٹھیک طرح میسر نہیں آتی تھی، سرمایہ نہیں تھا، پیسے ہی نہیں تھے اس لئے کمائی نہیں ہوتی تھی چنانچہ وہ اس سرکاری رسالہ میں لکھتے ہیں:

”مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر وفاقہ

اور بڑی خستہ حالی سے بسر کیں وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں بھی توقع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینہ بھی کما سکیں کیونکہ ان کے پاس سرمایہ نہ ہونے کے برابر تھا''۔

(قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ نمبر ۱۱)

ایسی غلط بیانی کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ لکھتے ہیں کہ مجھے جائیداد کی کوئی پرواہ نہیں تھی مجھے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ وہ ہے کہاں میں تو خدا کو یاد کرتا تھا اور دین کی تعلیم میں مگن رہتا تھا۔ آپ یا تو مسجد میں ملا کرتے تھے یا فقیروں میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور اپنا کھانا بھی غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے جب کہ معاندین ایک ایسا منظر پیش کر رہے ہیں کہ جیسے کوئی شخص کسی منڈی میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس سرمایہ نہیں وہ بمشکل دس روپے کما سکتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کا ساری دنیا کو پتہ ہے اور ان کے اپنے مولوی جو شدید ترین مخالف ہوئے وہ آپ کے حق میں گواہیاں دینے والے ہیں، سکھ گواہیاں دینے والے ہیں، عیسائی گواہیاں دینے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کی عجیب کیفیت تھی۔ امارت ہوتے ہوئے غربت قبول کر لی۔ دستر خوان بچھے ہوئے چھوڑ کر اپنے حصہ کی روٹی لے کر باہر نکل جایا کرتے تھے اور غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ فاقے کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ پیسے دو پیسے کے چنے لے کر کھا لیا کرتے تھے لیکن ان مخالفین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طرز عمل اسلام کے لئے ایک بہت ہی سنگین خطرہ نظر آیا اور انہوں نے یہ کہا کہ سارے عالم اسلام کو بیدار ہو جانا چاہئے اتنا بڑا خطرہ کہ ایک شخص اپنے گھر کی روٹی اپنی ذات کے لئے استعمال کرنے کی بجائے کسی غریب پر خرچ کر رہا ہے۔

اس کے بعد جو اگلا **اعتراض** کیا ہے وہ بھی افتراء کا ایک کمال ہے کہتے ہیں کہ:

''جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدد، محدث اور نبوت کے) شروع کئے ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہوگی اور عمر کے آخری سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت

اعزاز ہوتا تھا اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت سے کھیلتے رہے ان کا معیار زندگی کا اتنا بلند ہو گیا کہ خود ان کے پیرو کار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے''۔ (قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ نمبر ۱۱)

ایک طرف تو یہ اعتراض ہے اور دوسری طرف ایسے انبیاء کو انبیاء تسلیم کرتے ہیں جن کے رہن سہن اور بودوباش کا یہ منظر ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق لکھا ہے کہ زروجواہر اور مال ودولت کی افراط اور فراوانی کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی شان وشوکت اور تزک واحتشام کی مثال اس سے پہلے کی تاریخ سے نہیں ملتی اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے دوسوڈھالیں اور تین سوسپریں خالص سونے کی بنوائی تھیں۔

یہ تو ایک مصنف کی بات ہے بائبل کے اصل حوالوں سے جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ تو حیرت انگیز ہے۔ ا۔سلاطین باب نمبر ۱۰ میں لکھا ہے کہ:

''چاندی کا ایک بھی نہ تھا سلیمان کے ایام میں اس کی کچھ قدر نہ تھی''۔

یعنی آپ کا جو سامان برتن وغیرہ تھے ان میں سے کوئی بھی چاندی کا نہ تھا۔ سارے سونے کے تھے چاندی کی قدر نہیں رہی تھی۔ پھر لکھا ہے:

''آپ کا تخت ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر نہایت اعلیٰ قسم کا خالص سونا منڈھا ہوا تھا اس تخت کی چھ سیڑھیاں تھیں اور تخت کے اوپر کا حصہ پیچھے سے گول تھا پشت کے پاس دو شیر کھڑے تھے اور ان چھ سیڑھیوں کے دونوں طرف بارہ شیر کھڑے تھے تخت کا پائیدان خالص سونے کا تھا اتنا شاندار تخت اس زمانہ میں کہیں موجود نہیں تھا''۔

پھر لکھتے ہیں:

''بادشاہ نے یروشلم میں افراط کی وجہ سے چاندی کو تو ایسا کر دیا جیسے پتھر''۔

(ا۔سلاطین ۱۰: ۱۸۔ ۲۸)

یعنی سونا اتنا زیادہ تھا اتنی دولت تھی اتنی جاہ وحشم تھی کہ چاندی تو گویا پتھروں اور کنکریوں کی

طرح ہوگئی۔ یہ تو ایک معمولی سا نقشہ ہے اس زمانہ کی جو تفصیلات بائیبل میں ملتی ہیں اگر آپ انہیں پڑھیں تو حیران رہ جائیں۔ بائیبل کو چھوڑ یئے قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی سلطنت کے زمانہ کے جو واقعات مختصر درج ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی سلطنت تھی گویا پھر اس کے بعد کبھی بھی ایسی سلطنت نہ دیکھی جائے گی۔ پس اپنے اس تمام شاہانہ تزک واحتشام کے باوجود یہ سچے نبی تھے اور اپنے دین کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے۔ لیکن اگر ان کی یہ بات سچی ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کے بعد بہت کمائی کی (جو کہ بالکل جھوٹی بات ہے) اور اس کمائی کے نتیجہ میں لکھ پتی شمار ہونے لگے اور ان کے مریدوں نے بھی آپ پر دل آزاری اور بیزاری کا اظہار کیا یہ اتنا بڑا جھوٹ اور ایسا بڑا افتراء ہے کہ اس پر تعجب ہوتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت میں کس طرح دل خوف خدا سے خالی ہو گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرید کیا کہتے تھے اور انہوں نے آپؑ کو دعویٰ نبوت کے بعد کس حال میں دیکھا وہ سنئے:

> ''ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آئے ہوئے تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبر دار ساکن بٹالہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سے لحاف منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ لئے بیٹھے تھے اور ایک صاحب زادہ جو غالباً خلیفۃ المسیح الثانی تھے پاس لیٹے تھے اور ایک شتری چوغہ انہیں اوڑھا رکھا تھا اس پر انہیں معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا لحاف بھی طلب کرنے پر مہمانوں کے لئے بھیج دیا تھا''۔

یہ تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شاہانہ بود و باش جس پر ان کو اعتراض ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** آپ نے عیش و عشرت میں وقت گزارا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ:

> ''میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے ہمارا کیا ہے رات گزر ہی جائے گی۔ نیچے آکر میں نے نبی بخش نمبر دار کو بہت برا بھلا کہا کہ تم

حضرت صاحب کا لحاف بچھونا بھی لے آئے۔ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا جس کو دے چکا ہوں اس سے کس طرح واپس لوں۔ پھر میں مفتی فضل الرحمان صاحب یا کسی اور سے ٹھیک یاد نہیں رہا لحاف بچھونا مانگ کر اوپر لے گیا۔ آپؑ نے فرمایا کسی اور مہمان کو دے دو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی اور میرے اصرار پر بھی آپ نے نہ لیا اور فرمایا کسی مہمان کو دے دو پھر میں وہ واپس لے آیا''۔

(اصحاب احمد جلد چہارم روایات ظفر روایت نمبر ۶۷ صفحہ ۱۸۰)

ایک اور واقعہ سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ پر اس طرح درج ہے کہ:

''مجھے ایک اور صاحب نے سنایا کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خادم کے طور پر حضور کے سفروں میں ساتھ چلا جایا کرتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سفروں میں ساتھ پیدل چلتے تھے یا کبھی میں زیادہ اصرار کرتا تو کچھ وقت کے لئے خود سوار ہو جاتے تھے اور باقی وقت مجھے سواری کے لئے فرماتے تھے اور جب ہم منزل پر پہنچتے تھے تو چونکہ وہ زمانہ سستا تھا حضور مجھے کھانے کے لئے چار آنے کے پیسے دیتے اور اپنی شاہانہ آن بان کیا تھی؟ خود ایک آنے کی دال روٹی منگوا کر چنے بھنوا کر گزارہ کرتے تھے اور آپ کی خوراک بہت ہی کم تھی''۔

ایک اور مرید کی بات سن لیجئے۔ لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو ملنے اندرون خانہ گیا کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضرت اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی محبت سے پوچھا۔ مولوی صاحب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے

لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوسکتا ہوں مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے‘‘۔

(سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب صفحہ نمبر ۳۶)

یہ ہے اسلام کے لئے ’’عظیم الشان خطرہ‘‘ ایسے ایسے نیک لوگ ہوں گے تو ان مولویوں کا اسلام کہاں باقی رہے گا۔ یہ ہے اصل خطرہ جو عوام سے چھپا رہے ہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب گواہی دیتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا:

’’جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق اور سرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا مجھے اس وقت حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو‘‘۔ (ملفوظات جلد ا صفحہ ۲۱۶)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جو کچھ آتا تھا وہ اسی رفتار سے اللہ کی راہ میں واپس چلا جاتا تھا وہ کلیۃً خدمت دین پر خرچ ہو رہا تھا اور جب بھی آپ کی جیب خالی ہوتی تھی تو آپ اس غربت پر زیادہ لطف اٹھاتے تھے کیونکہ آپ کو یقین کامل تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے کام ضرور پورے گا۔ آپ پر ایسے وقت بھی آئے کہ بسا اوقات مہمان زیادہ آگئے اور خرچ کم ہو گیا تو حضرت اماں جان کے زیور بیچنے کی نوبت بھی آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر وقت پر مدد فرمائی اور یہ سلسلہ جاری وساری رکھا۔ یہ ہے وہ تعیش کی زندگی جس پر پاکستان کے اس سرکاری رسالے کو اعتراض ہے۔

منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے‘‘۔

(میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ طرز زندگی بتا رہا ہوں جو ان مخالفوں کی نزدیک شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہے)

''اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی دریدہ تھے حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے جو یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''آؤ میاں نظام دین صاحب ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں''۔ یہ فرما کر حضور مسجد کے ساتھ کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا''۔ (اصحاب احمد جلد چہارم روایات ظفر روایت نمبر ۴۲ صفحہ ۱۵۹)

یہ ہے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ جوان کو اسلام کے لئے ایک نہایت ہی خوفناک خطرہ دکھائی دے رہا ہے اور وہ یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری زندگی میں لکھ پتی، کروڑ پتی ہو کر اپنے رشتہ داروں کے لئے بے شمار دولت چھوڑی تھی اور یہ کہ آپ کا پہلا زمانہ اور تھا اور آخری زمانہ اور تھا، یہ نقشہ وہ کھینچ رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وفات سے ایک دن پہلے کا حال کیا تھا سنئے۔

بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی نومسلم کی گواہی ہے کہ جس دن صبح کے وقت حضور نے فوت ہونا تھا اس سے پہلی شام کو جب حضور فٹن میں بیٹھ کر سیر کیلئے تشریف لے جانے لگے تو مجھے خصوصیت کے ساتھ فرمایا:

''میاں عبدالرحمان! اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے وہ ہمیں صرف اتنی دور تک لے جائے کہ ہم اسی روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں''۔

(سیرت المہدی روایات بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی واصحاب احمد جلد ۹ صفحہ ۲۷۸)

وہ روپیہ دینے کے بعد وفات کس حال میں ہوئی اس کے بارہ میں ہماری پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مرحومہ فرماتی ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت ہماری اماں جان نے ہمیں بلایا اور فرمایا۔ بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا''۔

(سیرت المہدی۔ روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

پس اس زمانہ کے لوگ جو خود عیاشیوں میں مبتلا ہیں، جو پیسے کی خاطر ایمان بیچ رہے ہیں۔ جو روٹی کی خاطر جھوٹ اور افترا سے باز نہیں آتے، جو جھوٹ کے بدلے خدا کی آیات بیچ کر دولتیں سمیٹ رہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک آپ نے آخری زمانہ عیش و عشرت میں بسر کیا اور یہ دعویٰ کر کے کہ میں مجدد ہوں دولت کی ریل پیل ہوگئی تھی۔ اگر مجددیت کے دعویٰ کے نتیجہ میں یہ سلوک ہوتا تو ہر جھوٹا، ہر بدکردار مجدد بن جایا کرتا۔ اس صورت میں تم لوگ بھی مخالفوں میں شمار نہ ہوتے بلکہ صف اول کے مجددین ہوتے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ تو بالکل اور سلوک ہوا کرتا ہے۔ ان پر تو بہت ظلم ہوتے ہیں، ان کی جائیدادیں غصب کر لی جاتی ہیں، ان کے مال چھین لئے جاتے ہیں، ان کے ماننے والوں کے مال لوٹ لئے جاتے ہیں، ان کی دکانیں تباہ کر دی جاتی ہیں، ان کے کاروبار برباد کر دیئے جاتے ہیں، ان کی ساری عمر کی کمائیوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے جلا دیا جاتا ہے۔

پس جب سچے دعویٰ کرتے ہیں تو ان سے یہ سلوک ہوا کرتا ہے لیکن جھوٹوں کے ساتھ یہ معاملات نہیں ہوا کرتے۔ آج تک تو ہم یہی سنت دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ تم کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ قدیمی سنت کے برعکس سلوک ہوا ہے۔

حقیقت تو یہی ہے کہ جب سے آدمؑ پیدا ہوئے اس وقت سے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک دنیا نے صرف ایک ہی نظارہ دیکھا ہے کہ وہ جو سب سے زیادہ ہر دل عزیز ہوا کرتا تھا جسے

سب نعمتیں حاصل ہوا کرتی تھیں، جب اس نے خدا کے نام پر ایک دعویٰ کیا تو تمام اعزہ وا قارب ان کے شدید جانی دشمن بن گئے، اپنے بھی دشمن ہوئے، دوست بھی دشمن ہوئے غیر تو پہلے ہی غیر تھے۔ اور پھر اس مدعی کو ہر چیز سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہی واقعہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گزرا مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کی بارشیں نازل فرمائیں لیکن حکومتی رسالہ کے لکھنے والے کو کوئی احساس نہیں ہوا اور کوئی خیال نہیں آیا کہ تاریخ اسلام کیا سبق دے رہی ہے اور وہ اس قسم کے ناپاک، لغو اور جھوٹے حملے کر کے اسلام کو کیا تقویت دے رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا کیا حال تھا؟ وہی ابو ہریرہؓ جسے فاقوں سے غش پڑ جایا کرتے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ مرگی کا دورہ ہے لہٰذا بعض لوگ جوتیاں مارا یا سونگھایا کرتے تھے کیونکہ عرب سمجھتے تھے کہ مرگی کا یہی علاج ہے جبکہ وہ غریب تو مرگی سے نہیں فاقوں سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ خدا تعالیٰ کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ قربانی کرنے والوں کی قربانی کو کبھی ضائع نہیں فرماتا اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ پر زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کسریٰ کا وہ شاندار رومال جو وہ اپنے لباس میں سجاوٹ کے لئے نمایاں طور پر دکھانے کے لئے لگایا کرتا تھا وہ رومال جو شاہی عظمت کی نشانی ہوا کرتا ہے (وہ تھوکنے کے کام نہیں آیا کرتا۔ وہ تو محض دکھاوے کے لئے ہوتا ہے اس سے بادشاہ کی عظمت اور شوکت نمایاں ہوتی ہے) جب کسریٰ کی حکومت فتح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی رومال حضرت ابو ہریرہؓ کو پیش کر دیا انہوں نے اس رومال پر تھوکا اور پھر کہا ’’بخ بخ ابو ھریرۃ‘‘ واہ واہ ابو ہریرہ تیری کیا شان ہے آج محمد مصطفیٰ ﷺ کی جوتیوں کے صدقے تو کسریٰ کے رومال پر تھوک رہا ہے۔

(بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة حدیث نمبر 6779)

پس یہ تو درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے کوئی کمی نہیں آنے دی ہر طرف سے دولتوں کی ریل پیل تھی مگر خدا کی قسم آپ آخر وقت تک دنیا کی دولتوں کے منہ پر تھوکتے ہی چلے گئے اور کبھی ان سے پیار نہیں کیا۔ ایک وقت ایسا تھا کہ آپ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے کھایا کرتے تھے اس سے ہمیں انکار نہیں لیکن غربت کی وجہ سے نہیں سرمایہ کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ آپ کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور پھر وہ وقت بھی آیا جبکہ لاکھوں انسان آپ کے دستر

خوان سے کھانا کھانے لگے پس یہ تھی وہ دولت کی ریل پیل جو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی اور وقت کے ہر نبی اور اس کے ماننے والوں سے یہی سلوک ہوا کرتا ہے۔ آج جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو رہا ہے اور کل آپ کی اولادوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا چلا جائے گا۔ معاندین جلتے رہیں گے اور جل کر خاکستر ہوتے چلے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ آپ کی جانوں میں بھی برکت دیتا چلا جائے گا، آپ کے اموال میں بھی برکت دیتا چلا جائے گا اور خدا کی قسم وہ دن بھی آئیں گے کہ آپ قیصر و کسریٰ جیسے شہنشاہوں کے رومالوں پر تھوکیں گے اور کہیں گے **''بخ بخ ابو ھریرہ! اے مسیح موعود کے غلامو! تمہاری کیا شان ہے کہ آج خدا نے تمہیں وہ مقام عطا فرمایا کہ بادشاہوں کے کپڑوں پر تھوکتے ہو جبکہ بادشاہوں کا یہ حال ہوگا کہ مسیح موعود کے کپڑوں کے لئے ترسا کریں گے** اور ان سے برکت ڈھونڈیں گے۔ وہ کپڑے جو بظاہر بوسیدہ ہوں گے جن کو وقت نے دھندلا دیا ہوگا جن کو احتیاط سے ہاتھ لگایا جائے گا کہ کہیں ہاتھ لگانے کی وجہ سے پھٹ نہ جائیں۔ خدا کی قسم وہ وقت ضرور آئے گا کہ بادشاہ مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور رحمتیں بھیجیں گے اور آپ پر سلام بھیجیں گے اور ان لوگوں پر لعنت بھیجیں گے جنہوں نے جھوٹ اور افترا سے ہر قسم کے گندے الزام لگائے اور خدا کا کوئی خوف نہ کیا۔

قرطاس ابیض کے اعتراضات کے جواب

مہدی آخرالزمان کا مقام

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵/ اپریل ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل قرآنی آیات کی تلاوت کی:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝

(حٰم السجدۃ: ۶-۷)

پھر فرمایا:

خطبات کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس میں حکومت پاکستان کی طرف سے شائع کردہ مزعومہ قرطاس ابیض کا جواب دیا جارہا ہے اور اس وقت آج کے خطبہ کے لئے بھی میں نے اسی تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے چند اعتراضات کو چنا ہے اور انہی کا آج کے خطبہ میں جواب دوں گا۔ حکومت پاکستان کو احمدیت پر ایک اعتراض یہ ہے کہ:

”مرزا صاحب کا ایک عجیب وغریب دعویٰ یہ ہے کہ ان کا روحانی قدوقامت دیگر انبیاء سے کہیں بلند ہے۔ اس قسم کے دعوؤں کی مثالیں دینے

کے لئے ہم (یعنی حکومت پاکستان) مرزا صاحب کی تحریروں میں سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔۔۔۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا''۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ:۱۵۲)

پھر ایک اور حوالہ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴، ۸۵ کا دیتے ہوئے حکومت پاکستان اس اقتباس کو بھی اعتراض کا نشانہ بناتی ہے۔

''دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری الله فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول سب نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے''۔

اس اعتراض کے علاوہ ایک دوسرا اعتراض یہ اٹھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی وحی کو دیگر انبیاء کی وحی کے مشابہ قرار دیا ہے۔ دراصل یہ دونوں اعتراضات ایک ہی نوع کے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زمرہ انبیاء میں شامل ہیں تو زمرہ انبیاء کے متعلق قرآن کریم سے ہمیں دو قسم کی آیات ملتی ہیں۔ ایک جگہ فرمایا: كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرۃ:۲۸۶) کہ ہم رسولوں کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں کرتے۔ یہ دعویٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور دوسری جگہ فرمایا: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(البقرۃ:۲۵۴) یہی وہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زمرہ انبیاء میں شامل ہیں تو ان دونوں آیات میں ان دونوں اعتراضات کا جواب موجود ہے۔ وحی کے لحاظ سے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ ہر رسول پر پاک وحی خدا کی طرف سے اترتی ہے وہی وحی جو اس سے پہلے رسولوں کی طرف اتری تھی یا آئندہ رسولوں کی طرف اترنی تھی، خدا کے پاک کلام میں اس کی شان اور اس کی شوکت اور اس کی صحت اور اس کی سچائی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جہاں تک مراتب کا تعلق ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہے بلند مرتبہ عطا فرمائے جس کو چاہے کم مرتبہ عطا فرمائے چنانچہ بعض انبیاء کو دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو دعویٰ تھا اس دعویٰ کے اعتبار سے آپ کو یہ دعویٰ بھی زیب دیتا ہے یا نہیں کہ آپ کو گزشتہ بعض انبیاء پر فضیلت ہے؟

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کا تعلق ہے آپ نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا اور مہدی اور مسیح کے متعلق امت کے گزشتہ بزرگوں نے، اولیاء اللہ نے اور مجددین وقت نے بڑے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعلان فرمایا کہ اس کا مقام امتِ محمدیہ میں کسی عام انسان کا سا مقام نہیں ہوگا بلکہ بعضوں نے تو واضح طور پر یہ لکھا کہ وہ گزشتہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔ لیکن امام مہدی اور مسیح کا ذکر اگر چھوڑ بھی دیں تو تب بھی امت میں ایسے بزرگ پیدا ہوئے جو نہ امام مہدی ہونے کے دعویدار تھے نہ مسیح ہونے کے۔ لیکن انہوں نے ایسے ہی دعوے خود اپنی ذات کے متعلق کئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ چنانچہ جہاں تک وحی کا تعلق ہے امت محمدیہ میں وحی کا ذکر بھی اسی طرح ملتا ہے جس طرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی میں ملتا ہے اور جہاں تک گزشتہ لوگوں پر فضیلت کا اور باقی بنی نوع انسان پر فضیلت کا تعلق ہے یہ دعاوی بھی امت محمدیہ میں ایک سے زائد جگہ پر نظر آتے ہیں وحی کے لحاظ سے میں دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

حضرت محی الدین ابن عربی نہ صرف وحی کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ مجھے معراج ہوا اور اس میں مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی:

قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمعیل

واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احدمنھم ونحن له مسلمون. فاعطانی فی ھذہ الایة کل الایات و قرب علی الامر و جعلھا مفتاح کل علم فعلمت انی مجموع من ذکرلی.

(الفتوحات المکیة جلد ۳باب معرفة التوکل الخامس الذی ماکشفه احدمن المحققین،مطبوعه مصر جز ۳صفحه:۳۵۰)

تو کہہ دے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہم پر اور جو نازل کیا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اور اس پر جو دیا گیا موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم نہیں فرق کرتے کسی کے درمیان ان میں سے اور ہم خدا کے لئے کامل فرماں بردار ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

''پس اس آیت میں، اس نے مجھے تمام نشان دیئے اور میرے لئے روحانی امر کو قریب کر دیا اور اس نے اس آیت کو میرے لئے ہر علم کی کنجی بنایا پس میں نے جان لیا کہ میں ان تمام انبیاء کا مجموعہ ہوں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے''۔

حضرت خواجہ میر درد دہلوی نے بھی اپنی کتاب ''علم الکتاب'' میں تحدیث نعمت کے عنوان کے ماتحت اپنے الہامات کا ذکر کیا ہے جو اپنے مرتبہ میں پہلے انبیاء کے الہامات کی شان رکھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیت ہی کی شکل میں آپ کو بھی الہامات ہوئے چنانچہ ایک الہام یہ درج ہے:

ولا تتبع اھواء ھم واستقم کما امرت .

پھر فرماتے ہیں ایک اور الہام ہوا:

افحکم الجاھلیة یبغون فی زمان یحکم الله بایاته مایشاء

پھر الہام ہوا: **ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم** (علم الکتاب)

جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی حکمت بھی خود بیان فرمائی ہے اور وہ حکمت اس نوع کی ہے کہ آج بھی کوئی باشعور انسان جو اسلام پر ایمان رکھتا ہو اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی فضیلت پر ایمان رکھتا ہو اس حکمت پر ایمان کو گنوائے بغیر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جو دلیل آپ نے قائم فرمائی وہ یہ ہے:

''اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جب کہ مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے۔ اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام دنیا کے لئے آیا تھا تو اس عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی ہیں جو اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے ضروری تھیں۔۔۔۔ اور ہم قرآن شریف کے وارث ہیں جس کی تعلیم جامع تمام کمالات ہے اور تمام دنیا کے لئے ہے مگر حضرت عیسیٰؑ صرف توریت کے وارث تھے جس کی تعلیم ناقص اور مختص القوم ہے۔ اسی وجہ سے انجیل میں ان کو وہ باتیں تاکید کے ساتھ بیان کرنی پڑیں جو توریت میں مخفی اور مستور تھیں لیکن قرآن شریف سے ہم کوئی امر زائد بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی تعلیم اتم اور اکمل ہے اور وہ توریت کی طرح کسی انجیل کا محتاج نہیں''۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۵)

جہاں تک دیگر دعاوی کا تعلق ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ اقتباس مَیں الشیخ داؤد بن محمود القیصر ی کی شرح فصوص الحکم سے لے رہا ہوں اس کے مقدمہ میں حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''انا نقطة باء بسم الله، انا جنب الله الذی فرطتم فیه وانا القلم، وانا اللوح المحفوظ، وانا العرش، وانا الکرسی، وانا السمٰوٰت السبع، والارضون''

(شرح فصوص الحکم لمحمد داؤد قصری رومی صفحہ ۱۱۸)

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں بسم اللہ کی باء کا نقطہ ہوں میں خدا کا وہ پہلو ہوں جس کے متعلق تم نے کوتاہی سے کام لیا، میں قلم ہوں، میں لوح محفوظ ہوں، میں عرش

ہوں، میں کرسی ہوں، میں ساتوں آسمان اور زمینیں ہوں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ جو اہل التشیع کے چھٹے امام اور امت محمدیہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاد بھی ہیں ان کا یہ قول ہے کہ امام مہدی آکر یہ دعویٰ کرے گا:

یا معشر الخلائق الا ومن اراد ان ینظر الی آدم و شیث فھا انا آدم و شیث الا ومن أراد ان ینظر الی ابراھیم و اسماعیل فھا انا ذاابراھیم و اسماعیل .ومن اراد ان ینظر الی موسی ویوشع. فھا انا ذاموسی و یوشع. الا ومن اراد ان ینظر الی عیسی و شمعون فھا انا ذاعیسی و شمعون. الا ومن اراد ان ینظر الی محمد و امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ فھا اناذا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم و امیر المومنین. الا ومن اراد ان ینظر الی الحسن والحسین فھا اناذاالحسن والحسین. ومن اراد ان ینظر الی الائمة من ولد الحسین فھا اناذا الائمة.

(بحار الانوار الجامعہ لدر، اخبارالائمۃ الأطہار،مصنفہ الشیخ محمد باقر المجلسی جلد ۱۳ صفحہ ۹ جزء ۵۳)

(ترجمہ) اے تمام لوگو! سن لو جو آدم اور شیث کو دیکھنا چاہے وہ آدم اور شیث میں ہوں اور جو ابراہیم اور اسماعیل کو دیکھنا چاہے تو یاد رکھے کہ وہ ابراہیم اور اسماعیل میں ہوں اور جو موسیٰ اور یوشع کو دیکھنا چاہے تو وہ موسیٰ اور یوشع میں ہوں اور جو عیسیٰ اور شمعون کو دیکھنا چاہے تو وہ عیسیٰ اور شمعون میں ہوں اور جو محمد ﷺ اور امیر المومنین کو دیکھنا چاہے تو وہ محمد ﷺ اور امیر المومنین میں ہوں اور جو حسن اور حسین کو دیکھنا چاہے تو حسن اور حسین میں ہوں اور جو نسل حسین میں ہونے والے ائمہ کا دیکھنا چاہے تو وہ ائمہ میں ہوں۔

پس حکومت پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ اقتباسات پیش کر کے احمدیت کی گویا تائید کی ہے آپؑ کے خلاف کوئی نئی دلیل پیش نہیں کی کیونکہ اگر امام مہدی کے یہ مقامات نہیں تو گزشتہ بزرگوں کی پیشگوئیاں عبث ہیں لیکن جیسا کہ بزرگوں نے پیشگوئیوں میں فرما

رکھا تھا سچے امام کے لئے ضروری تھا کہ وہ یہ دعاوی کرے۔ اگر امامت کا دعویٰ تو کرتا اور یہ دعاوی نہ کرتا تو وہ جھوٹا ثابت ہوتا نہ کہ سچا۔ اس صورت میں یہ ائمہ بھی جھوٹے ثابت ہوتے جنہوں نے یہ پیشگوئیاں کیں۔ پس حضرت امام جعفر صادقؒ کے اس قول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا اقرار کرنا پڑے گا اور اگر تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان دعاوی کے نتیجہ میں جھوٹا قرار دیتے ہو تو پھر حضرت امام جعفر صادقؒ کی سچائی اور بزرگی کا انکار بھی لازم آتا ہے۔

لیکن دعاوی کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ امام خمینی صاحب جن کو اس وقت شیعہ نائب امامت کے مقام پر فائز سمجھتے ہیں وہ تو شیعہ ائمہ کے متعلق، امام مہدی کے متعلق نہیں بلکہ عام شیعہ ائمہ کے متعلق کہتے ہیں:

> ''بے شک ہمارے مذہب کی لازمی باتوں میں سے یہ ہے کہ ائمہ کے مقام تک نہ تو کوئی مقرب فرشتہ پہنچتا ہے اور نہ کوئی نبی و مرسل''۔
>
> (ولایت فقیہ یا حکومت اسلامی صفحہ ۵۸ بحوالہ ''خمینی صاحب اپنی تحریرات کے آئینہ میں'' از ڈاکٹر عبداللہ محمد العریب)

حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نہ تو مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ مہدی ہونے کا لیکن امت محمدیہ کے بزرگوں کو خدا نے جو بلند مقامات عطا فرمائے ہیں وہ اتنے عظیم الشان ہیں کہ آج کل کا عرفان سے عاری ظاہر پرست مولوی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کے متعلق الشیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر اپنی تالیف بھجۃ الاسرار کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ نے فرمایا:

> **الانس لھم مشایخ، والجن لھم مشایخ، والملئکۃ لھم مشایخ، وانا شیخ الکل.... لا تقیسو نی باحد ولا تقیسو اعلیّ أحدا .**
>
> (بھجۃ الاسرار و معدن الانوار لنورالدین الخمی۔حاشیہ فتوح الغیب ازعبد القادر جیلانی صفحہ ۲۳)

کہ انسانوں کے مشائخ ہیں، جنوں کے بھی مشائخ ہیں اور ملائکہ کے بھی مشائخ ہیں اور میں شیخ الکل یعنی ان تمام کا شیخ ہوں مجھے کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ مجھ پر کسی کو قیاس کرو۔

اسی طرح نواب صدیق حسن خان صاحب امام ابن سیرینؒ کا قول اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶ پر یوں درج کرتے ہیں:

''قال ابن ابی شیبة فی باب المهدی عن محمد بن سیر ین قال یکون فی هذه الامة خلیفة خیر من ابی بکر وعمر. قیل خیر منهما؟ قال قد کاد یفضل علی بعض الانبیاء. وفی لفظ لا یفضل علیه ابو بکر وعمر. سیوطی کفته(ای قال السیوطی) هذا اسناد صحیح.''

ترجمہ: اس امت میں ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو ابوبکر اور عمر سے بھی بہتر ہوگا ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ان دونوں سے بہتر ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں بلکہ قریب ہے وہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں اس خلیفہ سے ابوبکر اور عمر افضل نہیں ہوں گے امام سیوطیؒ نے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام بڑے احترام کے ساتھ اسی کتابچہ (قادیانیت، عالم اسلام کے لئے سنگین خطرہ) میں درج ہے جو جماعت کے خلاف شائع کیا گیا ہے اور ان کو سند قرار دیا گیا ہے اور ایک ایسے عظیم الشان فلسفی کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو امت مسلمہ کے مصالح کو خوب سمجھتا ہو یہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

حُقّ له ان ینعکس فیه انو ارُسید المرسلین صلی الله علیه وسلم یزعم العامة انه اذا نزل فی الارض کان واحداً من الامة. کلابل هو شرح لِلاسم الجامع المحمدی و نسخته متنسخة منه و شتان بینه و بین احد من الامة.

(الخیر الکثیر۔ الملقب بہ خزائن الحکمۃ صفحہ ۷۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی یہ پیشگوئی فرماتے ہیں اور آنے والے امام مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ:

''یعنی مسیح موعود اس بات کا حق دار ہے کہ اس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس ہوں۔ عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب مسیح موعود نازل ہوگا

تو محض امتی فرد ہوگا ایسا ہر گز نہیں بلکہ وہ اسم جامع محمدی ﷺ کی شرح آپؐ کا سچا عکس (True Copy) ہوگا۔ پس کہاں وہ اور کہاں محض ایک امتی‘‘

حضرت امام عبدالرزاق القاشانیؒ فرماتے ہیں:

’’المهدی الذی یجئی فی آخر الزمان فانه یکون فی احکام الشریعة تابعا لمحمد صلی الله علیه وسلم، و فی المعارف والعلوم والحقیقة تکون جمیعُ الانبیاء والاولیاء تابعین له کلهم. ولا یناقض ما ذکرناه لان باطنه باطن محمد (صلی الله علیه وسلم) علیه السلام‘‘.

(شرح فصوص الحکم از شیخ عبدالرزاق کاشانی صفحہ:۵۷)

یعنی مہدی آخرالزمان شرعی احکام میں محمد ﷺ کا تابع ہوگا۔ لیکن معارف علوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہوں گے کیونکہ اس کا باطن محمد ﷺ کا باطن ہوگا۔

پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

’’تارة اخری بان تشتبک بحقیقة رجل من آله او المتوسلین الیه کما وقع لنبینا صلی الله علیه وسلم بالنسبة الی ظهور المهدی‘‘ (تفہیمات الٰہیہ جلد۲ صفحہ:۱۹۸)

یعنی بروز حقیقی کی ایک قسم یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کی حقیقت میں اس کی آل یا اس کے متوسلین داخل ہوجاتے ہیں جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کے مہدی سے تعلق میں اس طرح کی بروزی حقیقت وقوع پذیر ہوگی۔

پس یہ اقوال امت محمدیہ کے ایسے مسلمہ صاحب کشف والہام بزرگوں کے ہیں جو اپنے وقت کے اقطاب اور ان میں بعض اپنے وقت کے مجددین تھے۔ امت مسلمہ میں ان کو ایسے ایسے عظیم مراتب عطا ہوئے کہ آج کے یہ علماء ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے بھی اہل نہیں لہٰذا اب فیصلہ کے دو ہی طریق ہیں کہ یا تو اسی مہر سے ان بزرگوں پر بھی کفر کے فتوے لگاؤ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت پر فتوے لگا رہے ہو لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ ان بزرگان امت نے

مسیح ومہدی کی شان ومرتبہ کو اپنی روحانی بصیرت سے صحیح دیکھا تھا اور اسے درست بیان فرمایا تھا تو پھر اگر تم میں انصاف اور تقویٰ ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر لگائے گئے بے بنیاد اعتراضات کو نہ صرف واپس لو بلکہ آپ کے دعاوی کو صدق دل سے قبول کرو۔ اگرچہ بظاہر ایسا اس لئے ممکن نہیں کہ تم تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان دعاوی کے نتیجہ میں آپ کے تمام ماننے والوں کو بھی گردن زدنی قرار دے رہے ہو۔

تم نے تو یہ فیصلہ بھی دیا کہ احمدیوں کے گھر لوٹے جائیں، ان کے اموال کو آگیں لگائی جائیں، ان کے اندوختے تباہ کر دیئے جائیں، ان کی بیوی بچوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا جائے اور اگر بیوی بچے پہلے زندہ رہیں تو ان کے والدین کو ان کے سامنے قتل کیا جائے۔ تمہارے نزدیک اگر یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی وجہ سے جائز ہے تو پھر گزشتہ ائمہ اور بزرگوں کے ماننے والوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔ مگر نہیں، تم میں جرأت نہیں تقویٰ نہیں محض زبانیں تیز ہیں اس سے زائد تمہیں کوئی اختیار نہیں۔

سیدھی بات ہے کہ امام مہدی کے متعلق بزرگان سلف کا جن کے میں نے نام لئے ہیں یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ اس کا یہ مقام ہوگا وہ یہ یہ باتیں کرے گا۔ پس امام مہدی کے دعویدار کے لئے ضروری تھا کہ وہ یہ دعاوی کرے۔ یہ اس کی سچائی کی پہچان ہے نہ کہ اس کے جھوٹ کی دلیل۔ اگر وہ دعویٰ کرتا اور کہتا کہ میں یہ نہیں ہوں تو تم اٹھتے اور اس کو مطعون کرتے کہ تم نے تو یہ دعویٰ نہیں کیا اس لئے تم لازماً جھوٹے ہو کیونکہ پہلے ائمہ تو تمہارے متعلق یہ یہ کچھ فرما گئے ہیں۔

ایک اور اعتراض بلکہ مجموعہ اعتراضات یہ پیش کیا گیا ہے کہ:

> ”جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں مرزا غلام احمد نے ابتداء میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی خواہش کا واضح طور پر اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے آغاز ختم نبوت کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بتدریج لیکن تیزی سے اپنی منزل مقصود تک بڑھتے چلے گئے۔ بڑے تذبذب اور متصادم اظہارات کے بعد انہوں نے بالآخر نبی ہونے کا دعویٰ کیا“۔

پھر ایک اور اعتراض یہ کرتے ہیں کہ:

''اپنی جوانی کے زمانہ میں مرزا صاحب صرع اور اعصابی دوروں کی بیماریوں میں مبتلا رہے۔ کبھی کبھی وہ ہسٹیریا کے حملوں کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ انہیں ذیابیطس کا مرض بھی تھا۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنی دو بیماریاں یعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے حق میں دلیل بنا کر گھڑ لیا۔ انہوں نے لکھا:

''دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضور ﷺ نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی''۔

(تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۵)

یہ دو قسم کے مختلف اعتراضات ہیں۔ وہ لوگ جو مذہبی تاریخ کا کچھ علم رکھتے ہیں اور خصوصاً مستشرقین یورپ کے لٹریچر سے واقف ہیں۔ ان کے ذہنوں میں ایک گھنٹی سی بجی ہوگی کہ ہم نے یہ باتیں تو پہلے بھی سن رکھی ہیں، ایسے ہی الفاظ، ایسے ہی بودے اور لچر حملے تو پہلے بھی ہوتے آئے ہیں۔ لیکن وہ حملے کیسے تھے اور کس نے کئے تھے اور اعتراض کی یہ ادائیں ان لوگوں نے کس سے سیکھیں اس کے متعلق گھر کے بھیدی سے بڑھ کر اور کون رہنمائی کر سکتا ہے۔ چنانچہ مَیں اخبار اہل حدیث ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء صفحہ ۲ کالم ۲ کا ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں جہاں چور پکڑا جاتا ہے۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانے کی بات ہے۔ اخبار مذکور میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف سے چیلنج دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہمارا حق ہے یا نہیں کہ ہم آپ (یعنی مرزا صاحب علیہ السلام) کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں''۔

اب دیکھیں رنگ بھی سیکھے تو کس سے سیکھے، مخالفت کے ڈھنگ بھی اختیار کئے تو کس کے۔ یہ لوگ سیکھتے ہیں تو آریوں اور عیسائیوں سے، ان ناپاک حملوں کے طریق سیکھتے ہیں جو

حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس پر اور اسلام پر وہ کیا کرتے تھے۔ پس اس نشاندہی کے بعد اب ہمارے لئے ان حملوں کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

ولیم میور ایک مشہور عیسائی مصنف ہے وہ اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' صفحہ نمبر ۴۸ پر تدریجی دعویٰ کے متعلق آنحضرت ﷺ پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ:۔

''ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شک اور ہچکچاہٹ کے اس دور میں سے گزرنے کے بعد یہ کہنے لگا کہ یہ خدا کا پیغام ہے۔ دریں اثناء اس نے یہ کہا کہ یہ سب خدا کے نام کی خاطر ہے۔ یہ مقام اس کی تمام زندگی پر چھا گیا اور اس کی حرکات میں مدغم ہو گیا۔ وہ ایک خادم بنا، رسول بنا اور پھر خدا کا نائب۔ اس کے مشن کے دائرے ہمیشہ بڑھتے رہے اور ان کی بنیاد انہی اصولوں پر قائم رہی''۔

اب نام بدل لیں ولیم میور کا اور اس کی جگہ اس قرطاس ابیض کے مصنف کا نام رکھ دیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ولیم میور مزید لکھتا ہے:

''مکہ میں کسی حاکم اعلیٰ کی غیر موجودگی اور آپس میں بٹی ہوئی حکومت نے محمد کو اس وقت اس فیصلہ (یعنی نبوت) کا موقع دیا''۔

(لائف آف محمد صفحہ ۳۲)

پھر وہ یہ اعتراض بھی اٹھاتا ہے۔

''مدینہ آنے کے چند ماہ بعد محمد نے یہودیوں کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا اور جلدی سے اپنے لوگوں کے لئے اپنا لیا''۔

''اس سے پہلے یہ اسلامی حکم نہ تھا۔ یہ اس دوران میں نافذ ہوا جب محمد اپنے دین کو یہودیوں کے تہواروں کے ساتھ ساتھ رکھنا چاہتا تھا''۔

جہاں تک بیماریوں کا تعلق ہے وہی مراق اور ہسٹیریا اور مرگی کے ذلیل اور ناپاک اعتراض کس پر کئے گئے؟ ان پر جو ساری کائنات کے مقصود تھے جن کی خاطر زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا تھا۔

سید ولدِ آدمؐ کو اعتراضات کا نشانہ بنایا گیا جو تمام نبیوں سے افضل تھے جن کی خاطر یہ کائنات معرض وجود میں آئی تھی اور یہ آپؐ ہی تھے جن کی حکمت اور جن کی ذہانت اور جن کی فطانت ایسی چمکی کہ خدا نے خود فرمایا یہ ایسا نور تھا کہ اگر آسمان سے شعلہ الہام نہ بھی نازل ہوتا تب بھی یہ نور جگمگا اٹھنے کے لئے تیار تھا۔ اس سراپا نور کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے:

> ''پیغمبر از حد الجھا ہوا (**نعوذ بالله من ذالک**) اور اعصابی مریض تھا۔ اندھیرے سے خوف زدہ (۔۔۔۔۔۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔۔۔)''
>
> (لائف آف محمد صفحہ ۲۰۸)

میں تو اس حوالہ کو پڑھ بھی نہیں سکتا۔ بیماری کے متعلق اگر کسی نے دیکھنا ہو اور اس میں اس اعتراض کو سننے کی ہمت ہو تو پادری سی. جی فنڈر (Fander) کی کتاب میزان الحق (مطبوعہ ۱۸۶۱ء صفحہ نمبر ۳۲۲، صفحہ نمبر ۳۲۷) کا مطالعہ کرے۔ اس بے غیرت نے اس چسکے کے ساتھ مزے لے لے کر اعتراضات کئے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ بعض احادیث پر بنا رکھ کر اور بار بار یہ جتا کر کہا ہے کہ دیکھو یہ میں نہیں کہتا یہ تمہارے بزرگ، تمہارے محدثین، تمہاری فقہ کے بڑے بڑے استاد اور تمہارے بڑے بڑے مورخ لکھ چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ایسی فرضی حکایات کے حوالے پر حوالے دیتا چلا جاتا ہے۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور یا اس حقیقت کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعض غلط نتائج نکالتا ہے جن کو حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بہر حال یہ روایت جس میں **نعوذ بالله من ذالک** مرگی کا ذکر ہی نہیں بلکہ نہایت ہی کمینے اور ذلیل الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے یہ تو میں پڑھ نہیں سکتا لیکن اگر ہمارے مخالفین میں جرأت ہے، ہمت ہے اور غالباً انہوں نے یہ باتیں ایسے ہی لوگوں سے سیکھی ہیں تو وہ خود یہ عبارتیں پڑھ سکتے ہیں۔

ایک اور بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی دو بیماریوں کا ذکر کر کے بڑے فخر سے کہا گیا ہے کہ یہ نبوت کا دعویدار! جو کمزور اور بیماریوں میں مبتلا ہے۔ مگر ان انبیاء پر جن پر یہ ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے خود ان پر بیماریوں کے ایسے ایسے بہتان باندھتے ہیں جن میں کوئی بھی حقیقت نہیں۔ ان بہتانوں میں سے جو بعض اسرائیلی روایات کی بناء پر خود مسلمان علماء نے باندھے ہوئے ہیں میں چند ایک آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق سنئے۔ نبی کا کیا خوب نقشہ ان کے ذہن میں اترا ہوا ہے۔ کہتے ہیں:

”و کانت احدی عینیه اعظم من الاخری“

(الاتقان فی علوم القرآن للامام السیوطی حاشیہ اعجاز القرآن للباقلانی ج ۲ صفحہ ۱۳۸)

کہ آپؑ کی ایک آنکھ بڑی تھی اور ایک چھوٹی تھی۔

پھر شعیب علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے:

”وعمی فی اخر عمره“

(ایضاً صفحہ ۱۳۸)

کہ آخری عمر میں آپؑ اندھے ہو گئے تھے۔

اور یہ تو خیر ابھی معمولی بات ہے۔ اب سنئے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق تفسیر جلالین کا حوالہ اور وہ نقشہ جو حضرت ایوبؑ کی بیماری کا وہ کھینچتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں یہ حوالہ پیش کروں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تو فرماتا ہے کہ انبیاء کے اندر ہم پھونکتے ہیں اور پھر ان کو ایک نئی روحانی زندگی عطا کرتے ہیں یعنی نبیوں کے اندر ہم اپنی روح پھونکتے ہیں اور پھر ان کو خلعتِ نبوت سے سرفراز کرتے ہیں لیکن مفسرین نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بارہ میں جو تصور پیش کیا ہے وہ سنئے۔

فنفخ (ابلیس) فی منخر یه اشتعل منها جسده، فخرج منها ثالیل مثل الیات الغنم، ووقعت فیه حکه، فحک باظفاره، حتی سقطت کلها. ثم حکها بالمسوح الخشنه حتی قطعها. ثم حکها بالفخار و الحجار ة الخشنةفلم یزل کذلک حتی تقطع جسده وانشنی. فاخر جه اهل القریة. وجعلوه علی کناسة، وجعلواله عریشا. وهجره الناس کلهم الازوجته، رحمة بنت افرائیم.

(حاشیہ الجلالین للعلامۃ احمد الصاوی جز ۳ صفحہ ۷۲)

کہ شیطان نے آپ کے نتھنوں میں پھونک ماری جس سے آپ کا بدن بھڑک اٹھا اور اس

کی وجہ سے بڑے بڑے پھوڑے نکل آئے اور جسم میں سخت کھجلی شروع ہوگئی۔ پہلے آپ نے ناخنوں سے کھجلانا شروع کیا، حتی کہ وہ گر گئے پھر سخت ٹاٹ لے کر کھجلایا کرتے یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے پھر ٹھیکریوں اور سخت پتھروں کو استعمال کرتے رہے مگر کھجلی میں کمی نہ آئی حتی کہ آپ کا تمام بدن کٹ گیا اور بدبودار ہو گیا جس کی وجہ سے گاؤں والوں نے آپ کو نکال باہر کیا اور ایک روڑی پر ڈال دیا اور ایک چھت بنادی اور سوائے آپ کی بیوی رحمت بنت افرائیم کے سب نے آپ سے قطع تعلق کر لیا۔

پس جن لوگوں کے خدا کے نبیوں کی نبوتوں کے بارہ میں یہ تصورات ہوں اور اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں پر ایسے گندے حملے کرنے سے باز نہ آئیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ناپاک حملے کر دیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ساری صورتحال میں جماعت احمدیہ کے لئے حمد اور اطمینان کا ایک پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد تک دنیا حضرت اقدس محمد ﷺ پر گندے حملے کیا کرتی تھی ایسے میں قادیان سے ایک پہلوان اٹھا وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عشق میں دیوانہ تھا اس نے آنحضور ﷺ پر ہونے والے حملوں کا اس شدت سے دفاع کیا اور دشمنان اسلام پر ایسے سخت حملے کئے کہ دشمنوں کی توجہ آپؐ کی طرف سے ہٹ گئی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تیر جو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پر چلا کرتے تھے وہ مسیح موعودؑ نے اپنے سینے پر لے لئے اور اس وقت سے آج تک تمام دشمنان اسلام نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور سب کی توجہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلام کی طرف ہوگئی ہے۔ یہ شان ہے جماعت احمدیہ کی قربانی کی اور یہ عظمت ہے مسیح موعود کے دعاوی کی سچائی کی۔ پس ان حملوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحمت اور درود کے گلدستے دیکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب صدیوں کی تاریکیاں حضرت محمد مصطفی ﷺ پر حملے کر رہی تھیں، وہ تیر جو ہمارے آقا و مولیٰ سید ولد آدم کی ذات اقدس کی طرف چلائے جاتے تھے، وہ گند جو آپؐ پر اچھالا جاتا تھا خدا کی قسم خدا کی تقدیر ان چیزوں کو پھولوں اور رحمتوں اور درود اور صلوٰۃ میں تبدیل فرما دیا کرتی تھی۔ جتنی گالیاں خدا کے نام پر آپؐ کو دی گئیں اس سے لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ رحمتیں آسمان سے آپؐ پر نازل ہوتی رہیں پس مبارک ہو تمہیں جو اس مجاہد اعظم کی غلامی کا دم بھرتے ہو جس نے

حضرت محمد مصطفی ﷺ پر کئے جانے والے سارے حملوں کو اپنی چھاتی پر لے لیا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی کہ اس کے نتیجہ میں آپ کی ذات پر کیا گزرتی ہے۔

رہی زرد چادروں کی بات تو اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تعبیر طلب ہے یعنی حضرت رسول اکرم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ آنے والا مسیح دو زرد چادروں میں لپٹا ہوا آسمان سے نازل ہوگا تو اس کے متعلق دوٹوک فیصلہ پہلے سے ہی ہو چکا ہے اور وہ یہ کہ دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس کشف یا پیشگوئی کی تعبیر کی جائے اور یا پھر اسے ظاہر پر محمول کیا جائے۔ اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو پھر اس آنے والے نبی کی کیا شکل بنے گی۔ اس کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا فیصلہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں اور اگر ظاہر پر محمول نہ کیا جائے بلکہ اس میں ایک عارفانہ پیغام ڈھونڈنے کی کوشش کی جائے تو پھر امت محمدیہ کے بزرگ پہلے سے ہی لکھ چکے ہیں:

”والصفرة من الثياب كلها مرض و ضعف لصاحب الثوب الذی ينسب ذٰلک الثوب اليه“

(تعطیر الانام بعد الغنی النابلسی ج ا صفحہ ۱۰۳ الباب التاسع والعشرون فی الکساوی واختلاف ألوانها وأجناسها)

اگر خواب میں یا کشفی نظارے میں کسی کو زرد کپڑوں میں ملبوس دیکھو گے تو اس سے مراد بیماری ہوتی ہے۔

پس جہاں تک تو اس پیغام کے عرفان کا تعلق ہے اس کے سوا اس کا ترجمہ ہو نہیں سکتا کہ زرد کپڑوں سے مراد بیماری ہے لیکن جو لوگ ظاہر پرست ہوتے ہیں اگر انہوں نے ضرور اس کو ظاہر پر محمول کرنا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آنے والے مسیح کو واقعۃً جوگیوں کی طرح زرد کپڑوں میں ملبوس دیکھنا ہے تو اس کے متعلق حضرت محمد مصطفی ﷺ کا اپنا فتویٰ سن لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ یہ روایت کرتے ہیں:

”رای رسول الله صلى الله عليه وسلم علَیّ ثوبين معصفرين فقال ان هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها“. (صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ)

یعنی ایک شخص کو آنحضرت ﷺ نے زرد کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو آپ نے فرمایا ہرگز ایسا

نہیں کرنا یہ کفار کا لباس ہے۔

یہ تو ایسی ہی ہے کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔ پس ہماری روحوں کو تو کفار کا مسیح قبول نہیں ہماری روحوں کو تو محمد مصطفی ﷺ کی امت کا مسیح قبول ہے اور امت محمدیہ کے لئے ہمیشہ کے لئے حکم ہے کہ تم نے زرد کپڑے نہیں پہننے کیونکہ یہ کفار کا لباس ہے۔ پس اگر محمد مصطفی ﷺ کی امت کا مسیح چاہتے ہو تو اس کے سوا تمہارے لئے اور کوئی چارہ نہیں کہ آمد مسیح کے تصور کو صاف اور پاک کرو اور جیسا کہ علم الرؤیا کے اصول سے ثابت ہے آنے والے مسیح کے متعلق یہ یقین کرو کہ اس پیشگوئی میں ایک تعبیر طلب پیغام تھا اور زرد کپڑوں سے مراد سوائے بیماری کے اور کچھ ہو نہیں سکتا لیکن اگر تم نے اصرار کرنا ہے اور ظاہری طور پر زرد کپڑوں میں دیکھنا ہے تو پھر تمہیں تمہارا مسیح مبارک ہو۔ ہمیں تو وہی مسیح منظور ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے احکامات کے تابع ہے جس نے سرمو بھی شریعت اسلامیہ سے انحراف نہیں کیا اور اس کی زندگی کا ایک ادنیٰ سا جزو بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی اطاعت سے کبھی باہر نہیں گیا۔

آج کے خطبہ کے لئے جلسہ کی مناسبت سے میں نے مختصراً بیان کرنے کے لئے دو اعتراض چن رکھے تھے۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ بعد میں جاری رہے گا اور جہاں تک اس جلسہ کی آخری تقریر کا تعلق ہے اس میں مَیں ختم نبوت کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ خاتم النبیین کے موضوع پر مبینہ قرطاس ابیض میں متعدد اعتراض اٹھائے گئے ہیں اور حیرت انگیز تلبیس سے کام لیا گیا ہے جس کا ایک خطبہ میں جواب دیا جا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اس جلسہ (منعقدہ ۵۔۶۔۷ر اپریل ۱۹۸۵ء بمقام اسلام آباد ٹلفورڈ انگلستان) کی آخری تقریر کے لئے میں نے خاتم النبیین کا موضوع چنا ہے مگر اس کا ہر پہلو نہیں لوں گا بلکہ صرف دو پہلو بیان کئے جائیں گے جن پر اس رسالہ (مزعومہ قرطاس ابیض) میں اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔ وہ بھی اتنے زیادہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے مَیں وقت کے اندر انہیں بیان کر سکوں ورنہ اس موضوع پر کہنے کے لئے مواد تو بہت زیادہ ہے۔

عرفان ختم نبوت

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ ۷/اپریل ۱۹۸۵ء اسلام آباد۔ انگلینڈ)

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے شمار تحریرات میں جو نثر میں بھی ہیں اور نظم میں بھی، اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ سب سے زیادہ عرفان کے ساتھ، سب سے زیادہ یقین کے ساتھ، سب سے زیادہ وسعت اور گہرائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت پر ایمان رکھتے تھے اور جس حد تک اور جس وسعت سے اس مضمون کو سمجھتے تھے اس کے پاسنگ کو بھی ہمارے مخالفین یا دوسرے علماء کبھی نہیں پہنچ سکے"۔

تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد حضور نے تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۔

احزاب ۴۱ تا ۴۳

اس کے بعد آپ نے فرمایا:۔

ایک مکروہ اور بے بنیاد الزام

حکومت پاکستان کا شائع کردہ کتابچہ جسے بعض لوگ مبینہ قرطاس ابیض کہتے ہیں اس میں جو الزامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ پر لگائے گئے ہیں ۔ ان میں سب سے زیادہ مکروہ سب سے زیادہ دکھ دینے والا الزام یہ ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آیت خاتم النبین کے منکر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خاتم النبین یقین نہیں کرتے تھے اور جماعت احمدیہ بھی آپ کی متابعت میں ایسا ہی عقیدہ رکھتی ہے ۔

یہ ایک ایسا جھوٹا ' مکروہ اور بے بنیاد الزام ہے کہ جس کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پڑھی ہوں ' ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اس الزام کو درخور اعتناء اور قابل توجہ نہیں سمجھے گا۔ لیکن بدقسمتی تو یہی ہے کہ اکثر لوگ ان تحریروں سے نا آشنا ہیں اور جن تک وہ تحریریں پہنچائی جا سکتی تھیں ۔ حکومت پاکستان نے اس کی راہ میں تبر رکھ دیا اور وہ کتب ضبط کر لیں جن کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان حقیقت حال تک پہنچ سکتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر گہرا اور پختہ ایمان

جہاں تک اس الزام کے جھوٹا ہونے کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے شمار تحریرات میں جو نثر میں بھی ہیں اور نظم میں بھی' اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ سب سے زیادہ عرفانؔ کے ساتھ' سب سے زیادہ یقین کے ساتھ' سب سے زیادہ وسعت اور گہرائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت پر ایمان رکھتے تھے اور جس حد تک اور جس وسعت سے اس مضمون کو سمجھتے تھے اس کے پاسنگ کو بھی ہمارے مخالفین یا دوسرے علماء کبھی نہیں پہنچ سکے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے ہم جس قوت ' یقین ' معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں ۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے ؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں ۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں"

(ملفوظات جلد اول نیا ایڈیشن صفحہ ۳۲۷ - ۳۲۸)

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

"ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النبیّن و خیر المرسلین" ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے"

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۶۹-۱۷۰)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیاء و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل وارفع واجلی و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ اور دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف کشادہ اور وسیع آئینہ ہو"

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد ۲ ص ۷۱)

تلبیس اور حق پوشی کا شاہکار

اب میں ان الزامات کو نقطہ بہ نقطہ لیتا ہوں جو جماعت احمدیہ اور ان کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عائد کئے گئے ہیں ۔ یہ کتابچہ اور اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ ایک تلبیس کا شاہکار ہے اور جیسا کہ اس کی عبارات پڑھ کر آپ کو سناؤں گا سچ کو جھوٹ سے ملا کر یا سچ کہہ کر غلط نتائج نکال کر یا جھوٹ کہہ کر اس کے منطقی نتائج نکال کر ایسی باتیں لکھی گئی ہیں کہ تمام کا تمام کتابچہ ایک تلبیس اور حق

پوشی کا شاہکار بن گیا ہے۔ سب سے پہلے میں اس کی ایک تحریر آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں، لکھتے ہیں:

"گزشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النّبیّن کی تمام دنیا میں مسلمہ تشریح اور تفسیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی خاتم النّبیّن کی قرآنی اصطلاح کا یہی مفہوم لیتے تھے اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آراء رہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانہ بعد میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران امت مسلمہ نے ایسے کسی آدمی کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔"

(سرکاری کتابچہ صفحہ ۲۴، ۲۵)

پھر لکھتے ہیں کہ:

"مشہور و معروف صاحب فکر مورخ ابن خلدون، امام ابن تیمیہ، ان کے روشن ضمیر شاگرد ابن قیم، شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ محمد اقبال ایسے عظیم مسلمان مفکر ہیں۔ جنہوں نے ختم نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضمرات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبالؒ کے خیالات اس رسالہ میں آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔"

(کتابچہ صفحہ ۶، ۷)

جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دعویٰ داران نبوت سے کیا سلوک کیا گیا اور اس کا کیا منطقی نتیجہ نکلتا ہے اس سلسلے میں میں بعد میں گفتگو کروں گا۔ سب سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ دعویٰ کہ امت مسلمہ کے بزرگ بلا استثناء یہی اعلان کرتے رہے کہ آیت خاتم النّبیّن کا مطلب "خدا کے آخری نبی" کے سوا اور کچھ نہیں بنتا، یہ سراسر جھوٹ ہے اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گذشتہ بزرگوں پر ایک سراسر تہمت ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

خاتم النبیین کا مضمون تو بہت وسیع ہے اور بہت گہرا ہے اور اس کے مطالب اتنے وسیع ہیں کہ اگر صرف مثبت پہلو اس کے بیان کئے جائیں یعنی دشمن کے استدلال کو رد کرنے کے بغیر صرف خاتم النبیین کی تفسیر بیان کی جائے تب بھی اس کے لئے بہت لمبا وقت درکار ہے اور اس ایک مجلس میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے اس لئے سردست میں اپنے آپ کو صرف الزامات کے جوابات تک محدود رکھوں گا۔

مفکر اسلام کی مذہبی حیثیت

جہاں تک اسلام کے عظیم مفکرین کا تعلق ہے ان میں جو پہلے تین نام لئے گئے ہیں ان سے تو انکار نہیں ہے' یقیناً ان بزرگوں نے اسلام کے فکر اور اسلام کے فلسفے میں بہت عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کو ان کا یہ دعویٰ تسلیم ہے کہ یہ بڑے مفکر' بڑے صاحب علم و عرفان لوگ تھے مگر جہاں تک علامہ اقبال کو مفکر اسلام کے طور پر پیش کرنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں میں صرف علامہ اقبال کی ایک تحریر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں اس سے آپ خود نتیجہ نکالیے کہ یہ کس قسم کے مفکر اسلام ہیں۔

علامہ صاحب اپنے مکتوب بنام پروفیسر صوفی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم میں لکھتے ہیں :-

> "میری مذہبی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے ..... میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں گذری ہے اور یہ نقطۂ خیال ایک حد تک طبیعت ثانیہ بن گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ خیال سے حقائق اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں۔"
>
> (اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۶' ۴۷ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

جس مفکر اسلام کا یہ اعتراف ہو کہ مغربی مفکرین اور مغربی فلسفے کے تابع رہ کر وہ قرآن کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر مذہبی معلومات بھی نہایت محدود ہیں اس کے متعلق یہ سوچنا کہ وہ امت مسلمہ کے سامنے ایک سند کے طور پر پیش کیا جائے' انہی لکھنے والوں کو زیب دیتا ہے' کوئی معقول آدمی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

خاتمیت، تمام کمالات نبوت پر حاوی ہے

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور اس کے وسیع معانی کا تعلق ہے میں چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات اور پھر اس سے ملتے جلتے ایسے اقتباسات جو گزشتہ صلحائے امت اور اہل فکر نے پیش کئے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ اتنے وسیع مضمون کو آج ان لوگوں کی طرف سے کس قدر محدود رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور جس رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی وہ بہرحال غلط ہے یعنی خاتمیت کا صرف یہ مفہوم سمجھا گیا کہ آپؐ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں، حالانکہ امت محمدیہ اس بات کو رد کر چکی ہے اور دوسرے پر معارف مفاہیم جو بہت عظیم الشان ہیں وہ مطالب اور معارف جو بہت گہرے ہیں ان کو ان سطحی سوچ رکھنے والوں کی طرف سے کلیتہ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

> "بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔"
>
> (براھین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ ص ۲۶۸)

یہ ہے خاتمیت کا مفہوم کہ تمام مخلوق میں سب سے اونچا مقام رکھنے والا نبی ملائکہ کو بھی جہاں دم مارنے کی اجازت اور توفیق نہیں۔ یعنی خاتمیت اور معراج دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

> "ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دیکھئے لفظ "ہمارے" میں کیسا پیار ہے) کی فراست اور فہم تمام امت کی مجموعی فراست اور فہم سے زیادہ ہے بلکہ اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی

فراست اور فہم آپ کی فہم اور فراست کے برابر نہیں۔"

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۰۷)

یعنی خاتمیت حاوی ہے تمام کمالات نبوت پر اور اس کا ایک جزو فراست ہے' یہ ارفع معانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔ اور اس سے پہلے بعض دوسرے مفکرین نے بھی اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک مضمون کی گہرائی اور وسعت کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خاتمیت کے متعلق بہت زیادہ گہرے اور بہت زیادہ وسیع ہیں۔
چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔"

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۲۶۸)

یہاں قوت قدسیہ میں خاتمیت کو ظاہر فرمایا گیا ہے فراست ہی میں نہیں قوت قدسیہ میں بھی تمام انبیاء اور ملائکہ کی مجموعی قوت قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی ذات میں گھیرے ہوئے تھے اس وجہ سے آپ خاتم قرار دیئے گئے۔ یہ اقتباس میں پہلے بھی پڑھ چکا تھا لیکن اس نقطۂ نگاہ سے وضاحت ضروری تھی اس لئے دوبارہ پڑھا۔ پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہنچ گئیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ ص ۳۶۷)

یعنی صرف یہی نہیں ہے کہ گزشتہ انبیاء کی خوبیاں جمع ہوئیں بلکہ جمع اس شان سے ہوئیں کہ ہر خوبی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔
یہ ہے وہ عارفانہ کلام خاتمیت کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات متفرقہ ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں ان سب کا اقتداء کر۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرے گا اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائے گا اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہو گا۔"

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۸۱)

یہاں تعلیم کے لحاظ سے خاتمیت کا ذکر ہے گزشتہ تعلیمات جتنی بھی دنیا میں آئیں ان میں سے ہر اچھی تعلیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں اکٹھا کر دیا گیا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا۔"

(الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۱۱)

گزشتہ نبوتوں اور کتابوں کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں یہ بھی خاتمیت کا ایک تقاضا ہے۔ الگ طور پر پیروی کی حاجت تو تب رہتی ہے اگر کوئی حصہ سچائی یا نور کا احاطے سے باہر رہ جائے۔ جب کلیتہً ہر سچائی ہر نور احاطہ ختم نبوت میں داخل ہو اور ایک نئی چمک کے ساتھ ظاہر ہو، ایک نئے درجہ کمال تک پہنچ چکا ہو اس وقت ہر دوسرے کے دروازے سے مستغنی کرنے والا نبی خاتم کہلایا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:۔

لاشک ان محمدا خیر الوری ریق الکرام و نخبۃ الاعیان

تمت علیہ صفات کل مزیۃ ختمت بہ نعماء کل زمان

ھو خیر کل مقرب متقدم   والفضل بالخیرات لا بزمان

یا رب صل علی نبیک دائما   فی ھذہ الدنیا وبعث ثان

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ ص ۵۹۲ - ۵۹۳)

ترجمہ:۔ یعنی بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہتر مخلوقات اور صاحب کرم و عطا اور شرفاء لوگوں کی روح (یعنی مخلوقات میں سے جو بہتر ہیں۔ جو صاحب کرم اور صاحب عطا شرفاء ہیں ان کی روح ہیں) اور ان کی قوت اور چیدۂ اعیان ہیں۔

ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپ میں علی الوجہ الاتم موجود ہیں۔ ہر زمانے کی نعمت آپؐ کی ذات پر ختم ہے۔ (یعنی زمانے کو بھی گھیر لیا ہے خاتیت نے۔ پہلے اور بعد کا فرق مٹا دیا ہے ماضی اور مستقبل میں کوئی حد فاصل نہ رہنے دی۔ یہ ہے خاتیت)۔

آپؐ ہر پہلے مقرب سے افضل ہیں اور فضیلت کارہائے خیر پر موقوف ہے نہ کہ زمانہ پر۔

اے میرے رب اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیج اس دنیا میں بھی اور دوسرے عالم میں بھی۔

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام   دامن پاکش بدست ما مدام

ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام   ہر نبوت را بروشد اختتام

ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست   زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست

ما ازو یابیم ہر نور و کمال   وصل دلدار ازل بے او محال

ہمچنیں عشقم بروئے مصطفٰےؐ   دل پرد چوں مرغ سوئے مصطفٰےؐ

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۹۵)

ترجمہ:۔ وہ رسول جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کا مقدس دامن ہر وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔

وہی خیر الرسلؐ اور خیر الانامؐ ہے اور ہر قسم کی نبوت کی تکمیل اس پر ہو گئی۔

جو بھی پانی ہے وہ ہم اسی سے لے کر پیتے ہیں جو بھی سیراب ہوا ہے وہ اسی سے سیراب ہوا ہے۔
ہم ہر روشنی اور ہر کمال اسی سے حاصل کرتے ہیں۔ محبوب ازلی کا وصل بغیر اس کے ناممکن ہے۔
ایسا ہی عشق مجھے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے۔ میرا دل تو ایک پرندہ کی طرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہر آن اڑے چلا جاتا ہے۔

خاتمیت کا ایک نیا عارفانہ پہلو

اس میں ایک نیا پہلو خاتمیت کا یہ بیان فرمایا گیا کہ خاتمیت اپنی ذات تک درجہ کمالات کو سمیٹنے تک محدود نہیں بلکہ پھر اس فیض کو آگے جاری کرنے والی بھی ہے۔ ایسی خاتمیت نہیں جو سمیٹ کر بیٹھ رہے اور پھر اس فیضان کو آگے جاری نہ کرے بلکہ اس فیضان کو اس شان سے جاری کرتی ہے کہ ہر غلام صاحب کمال بنتا چلا جاتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل ؐ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

یہ چند نمونے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں متفرق پہلوؤں سے۔ لیکن اتنا عظیم خزانہ ہے۔ خاتمیت کے موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات میں کہ بالکل بجا فرمایا کہ اس کا لاکھواں حصہ بھی ان مخالفین کو سمجھ اور فہم اور ادراک کا نصیب نہیں۔ ان کا تصور ہی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو عرفان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاصل ہوا اس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی صاحب انصاف اور صاحب دل انسان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا بغور مطالعہ کرے تو وہ خود اسی نتیجے تک پہنچے گا۔ اور پرانے بزرگ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا الگ الگ وہ باتیں کہتے رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری جمع کر دیں۔ پس جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم تھے حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؐ کے تمام عشاق کے خاتم ہیں۔ ایک پہلو بھی ایسا نہیں جو غیروں نے بیان کیا ہو اور آپ نے اپنی تحریرات میں سمیٹ نہ لیا ہو اور ایک پہلو بھی ایسا نہیں جو غیروں نے بیان کیا ہو' ان سے بڑھ کر شان اور درجہ کمال کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان نہ فرمایا ہو۔ حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد الحسن الحکیم الترمذی (متوفی ۳۰۸ ھ) فرماتے ہیں :۔

و معناه عندنا ان النبوة تمت باجمعها لمحمد صلی اللہ علیہ و سلم فجعل قلبه بکمال النبوة وعاء علیها ثم ختم۔

(کتاب ختم الاولیاء ص ۳۴۱ بیروت المطبعۃ الکاثولیکیہ)

ترجمہ: ہمارے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ نبوت اپنے جملہ کمالات اور پوری شان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہو گئی ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے آپؐ کے قلب مبارک کو کمال نبوت کے جمع کرنے کے لئے بطور برتن قرار دے دیا ہے اور اس پر مہر لگا دی ہے۔

اب یہ دیکھئے نا فرق 'کیونکہ لفظ مہر آگیا تھا اس لئے سارے کمالات جمع کر کے اس پر مہر لگا دی۔ اس میں ایک بند کرنے کا مفہوم بھی داخل ہو گیا حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جامعیت کی حد تک تو درست ہے مگر فیض کو اپنی حد تک محدود رکھنے میں بات درست نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیوض کے جامع تو ہیں مگر اپنے تک روک رکھنے والے نہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دنی فتدلی کے مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت امام فخرالدین رازی (متوفی ۵۴۴ ھ) فرماتے ہیں :۔

فالعقل خاتم الکل و الخاتم یجب ان یکون افضل الا تری ان رسولنا صلی اللہ علیہ و سلم لما کان خاتم النبین کان افضل الانبیاء۔

(تفسیر کبیر رازی جلد نمبر ۶ صفحہ ۳۱)

عقل تمام کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔ دیکھو

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے تو سب نبیوں سے افضل قرار پائے۔

مفکرین اسلام کی پر حکمت توجیہات

پھر وہ مفکرین جن کو سرکاری کتابچہ نے بھی مفکرین اسلام کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ ان میں ایک علامہ عبدالرحمان بن خلدون المغربی رحمتہ اللہ ہیں۔ ان کی وفات ۸۰۸ ھ میں ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں:۔

و یمثلون الولایۃ فی تفاوت مراتبھا بالنبوۃ و یجعلون صاحب الکمال فیھا خاتم الاولیاء ای حائزا للمرتبۃ التی ھی خاتمۃ الولایۃ کما کان خاتم الانبیاء حائزا للمرتبۃ التی ھی خاتمۃ النبوۃ۔

(مقدمہ ابن خلدون مصر مطبوعہ مطبعۃ الازہریہ ۱۳۱۱ھ صفحہ ۱۹۲ ۱۹۳)

ابن خلدون یہ فرما رہے ہیں کہ لوگ ولایت کو اپنے تفاوت مراتب کے لحاظ سے نبوت کا مثیل قرار دیتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے کمالات ولایت حاصل کرنے والے کو خاتم الاولیاء ٹھہراتے ہیں یعنی اس مرتبہ کا پانے والا جو ولایت کا خاتمہ ہے اسی طرح ہے جیسے حضرت خاتم الانبیاء اس مرتبہ کمال کے پانے والے تھے جو نبوت کا خاتمہ ہے۔

زمانی لحاظ سے خاتمہ نہیں بلکہ مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے ورنہ تو ولایت کو بھی ہمیشہ کے لئے چھٹی دینی پڑے گی نعوذ باللہ من ذلک امت کو ولایت سے محروم ہو جانا پڑے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ کے مرشد طریقت اور پیر خرقہ سلطان الاولیاء حضرت ابوسعید مبارک ابن علی مخزومی (وفات ۵۱۳ ھ) فرماتے ہیں :۔

والاخیرۃ منھا اعنی الانسان اذا عرج ظھر لہ جمیع مراتب المذکورۃ مع انبساطھا و یقال لہ الانسان الکامل والعروج و الانبساط علی الوجہ الاکمل کان فی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و لھذا

کان صلی اللہ علیہ و سلم خاتم النبیّن۔
(تحفہ مرسلہ شریف مترجم صفحہ ۵۱)

کائنات میں آخری مرتبہ انسان کا ہے جب وہ عروج پاتا ہے تو اس میں تمام مراتب مذکورہ اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس کو انسان کامل کہا جاتا ہے۔ اور عروج کمالات اور سب مراتب کا پھیلاؤ کامل طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم خاتم النبیّن ہیں۔
یہ سارے ملتے جلتے مضامین ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا خاتمیت کے تمام پہلو ان بیانات میں داخل نہیں ہیں جواب پڑھے گئے ہیں۔
حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۷۲ھ) لکھتے ہیں :۔

بہر این خاتم شد است او کہ بجود   مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست   تو نہ گوئی ختم صنعت بر تو است

(مثنوی مولانا رومؒ دفتر ششم صفحہ ۱۸، ۱۹)

کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے خاتم ہیں کہ سخاوت یعنی فیض پہنچانے میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا ہے نہ ہو گا۔ (یہاں وہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والا مضمون بیان ہو رہا ہے کہ آپؐ آگے جود و عطا کو جاری کرنے والے بھی ہیں) جب کوئی کاریگر اپنی صنعت میں انتہائی کمال پر پہنچے تو اے مخاطب! کیا تو یہ نہیں کہتا کہ تجھ پر کاریگری ختم ہے۔
اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی جو اس فرقہ دیوبندیہ کے جدِّ امجد ہیں جس نے آجکل خاتم النبیّن کے مفہوم کو بگاڑنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"انبیاء بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نوّاب خداوندی ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضرور ہے۔ چنانچہ ..... جیسے عہدہ ہائے ماتحت ہیں سب میں اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے۔ اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور

کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے۔"
(مباحثہ شاہجہانپور صفحہ ۳۴)

خاتمیت ' زمانی حدود و قیود سے بالا ہے

یہ بھی وہی معنوی کمال یا معنوی اختتام کا مضمون ہے۔ نہ کہ زمانی اختتام کا۔ اس کے علاوہ مختلف علماء نے خاتمیت کے معنوں میں زینت اور انگوٹھی کا معنی بھی بیان کیا ہے اور فیض رسانی ان معنوں میں کہ مہر سے تصدیق ہو جاتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دیگر فضیلتوں کے مصدق ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو گزشتہ انبیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسان کے رنگ میں پیش فرماتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خاتمیت زمانے سے تعلق نہیں رکھتی ' یہ زمانے کی حدود سے بالا ہے۔ اور مکان سے بھی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ عالمی حیثیت رکھتی ہے۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر کو سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔"
(حقیقتہ الوحی طبع اول روحانی خزائن جلد ۲ ص ۲۹ ' ۳۰)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"میں اس کے رسولؐ پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر) اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم

نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدیؐ نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے۔"

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۳۴۰)

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ گذشتہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مہر یعنی ختم نبوت کے ممنون احسان ہیں اور اسی مہر کی وجہ سے ان کی سچائی ثابت ہوئی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی تصدیق نہ کی ہوتی تو ہم ہرگز ان کی صداقت کے ماننے والے نہ ہوتے۔ یہ خاتمیت" حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کا فیض ہے کہ آپ نے گذشتہ تمام انبیاء ہی کو نہیں بلکہ دنیا میں ہر جگہ اور ہر مقام پر پیدا ہونے والے نبیوں کو سچا قرار دے کر ان پر احسان عظیم فرمایا گویا کہ آپ کی خاتمیت کا فیض زمانی لحاظ سے آگے بھی جاری ہے پیچھے کی طرف بھی جاری ہے۔ اور مکانی لحاظ سے اس کی کوئی حد نہیں۔

اب اس ضمن میں ایک اور حوالہ سنئے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارہ میں حنفی، دیوبندی، بریلوی، غرض ہر فرقہ اہل سنت والجماعت کے ہاں مسلمہ بزرگ، قطب الاقطاب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (وفات ۱۰۳۴ھ) کے نزدیک کیا معانی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

"حصول کمالات نبوت مر تابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت ختم الرسل علیہ و علی جمیع الانبیاء و الرسل الصلوت و التحیات منافی خاتمیت او نیست علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔"

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۳۰۱ صفحہ ۴۳۲ جلد اول)

کہ ختم الرسل حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے بعد آپؐ کے متبعین کا آپؐ کی پیروی اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا حاصل کرنا آپؐ

کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں لہذا اے مخاطب تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

امتی نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں

پس سرکاری کتابچہ کا وہ دعویٰ کہاں گیا کہ تمام گذشتہ بزرگ اس بات پر متفق تھے کوئی استثناء نہیں کہ خاتمیت کے معنی سوائے اس کے اور ہیں ہی کوئی نہیں کہ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی آگیا اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور آپ کے اپنے مسلمہ بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ جو بہت عظیم مرتبہ رکھتے ہیں ہندو پاکستان کے مسلمانوں میں اور بہت کم دوسروں کو ان جیسا مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ "آپؐ کے متبعین کا آپ کی پیروی اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا حاصل کرنا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں لہذا اے مخاطب تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔"

اور اب حضرت امام باقر رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول سنئے:۔

"عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ عز و جل فقد اتینا ال ابراھیم الکتب و الحکمۃ و اتینا ھم ملکا عظیما جعل منھم الرسل و الانبیاء و الائمۃ فکیف یقرون فی ال ابراھیم علیہ السلام و ینکرونہ فی ال محمد صلی اللہ علیہ و سلم۔"

(الصافی شرح اصول الکافی جز سوم حصہ اول صفحہ ۱۱۹)

ترجمہ:۔ حضرت ابو جعفر امام باقر علیہ السلام اللہ جل شانہ کے اس ارشاد فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ ... الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم میں رسول انبیاء اور امام بنائے لیکن عجیب بات ہے کہ لوگ نبوت و امامت کی نعمتوں کا وجود آل ابراہیم میں تو تسلیم کرتے ہیں لیکن آل محمدؐ میں ان کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

پھر سنئے مولانا رومؒ کا ایک شعر جن کو سرتاج الاولیاء لکھا جاتا ہے فرماتے ہیں:۔

مکر کن در راہ نیکو خدمتے   تا نبوت یابی اندر امتے

(مثنوی مولانا روم دفتر پنجم صفحہ ۴۲۔ کانپور)

کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے۔

ان سارے علماءؒ پر آج کے احمدیت کے دشمن علماء کیا فتویٰ لگائیں گے؟ کس طرح نظر انداز کردیں گے ان تمام تحریرات کو؟ اول تو وہ جھوٹ کھل گیا کہ گویا ساری امت کے بزرگ اور علماء شروع سے متفق چلے آئے ہیں کہ خاتمیت کے معنی آخریت کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں - یعنی زمانے کے لحاظ سے آخریت - اور یہاں جب ہم بڑے بڑے بزرگوں اور بڑے بڑے اولیاء اور اقطاب کی تحریروں پہ غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے بالکل برعکس' بالکل الٹ معانی کرتے چلے آ رہے ہیں - یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اتنا بڑا محکمہ جو حکومت پاکستان نے تحقیق پر لگایا تھا تھا.وہ کلیتہً جہلاء پر مشتمل تھا ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ تحریریں موجود بھی ہیں کہ نہیں۔ انہیں یقیناً علم تھا مگر جان بوجھ کر تلبیس سے کام لیا گیا ہے' جھوٹ بولا ہے۔ اور عمداً'' جھوٹ بولا گیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کن معنوں میں نبوت کے امت محمدیہ میں جاری ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ سنئے - آپ فرماتے ہیں :۔

''کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے - ''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۷۰)

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

'' یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔ اگر میں آنحضرت صلعم کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اسی بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی - ''

(تجلیات الٰہیہ رحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۴۱۱ - ۴۱۲)

پھر آپ فرماتے ہیں :-

"اے نادانو! اور آنکھوں کے اندھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں ۔ کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے اس لئے باوجود آپؑ کے اس فیضان کے اس امت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپؐ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔" (چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۸۹)

اب سنئے ایک ایسے بزرگ کا اقتباس جن کے متعلق سرکاری کتابچہ کہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسلمہ مفکرین میں سے ہیں۔ یعنی امام الہند محدث، مجدد صدی دوازدہم، متکلم صوفی و مصنف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۔ آپ فرماتے ہیں :-

"امتنع ان یکون بعدہ نبی مستقل بالتلقی ۔"

(الخیر الکثیر صفحہ ۸۰)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو مستقل طور پر بلا واسطہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) فیض پانے والا ہو۔

یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے اور اس عبارت سے حضرت مسیح ناصری کے آنے کا امکان بھی رد ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب نہ ہو۔ اور حضرت مسیح تو سب کو مسلم ہے کہ بلا واسطہ فیضیاب ہوئے نہ ہو سکتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح آئیں گے تو انہوں نے تو تورات و انجیل پڑھی ہوں گی قرآن تو پڑھا ہی نہیں ہو گا۔ اور حدیثیں بھی پڑھی نہیں ہوں گی، کیا وہ دنیا میں سے کسی کو استاد بنائیں گے یا کسی مولوی کے سامنے بیٹھیں گے کہ مجھے قرآن اور حدیث تو پڑھا دو۔ بعض لوگ اس سوال کے

جواب میں کہتے ہیں نہیں! خداتعالیٰ براہ راست کلام الٰہی دوبارہ نازل فرمائے گا۔ قرآن مجید آپ پر دوبارہ اسی طرح نازل ہو گا جیسے گویا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر نازل ہوا تھا اور ساتھ حدیثیں بھی الہام ہوں گی۔ بلا واسطہ پھر کیسے فیضیاب ہو گئے۔ وہ تو ایک آزاد نبی ہے۔ جس کا امت سے کوئی تعلق نہیں تھا پہلے زمانے میں کسی اور سے فیض پا کر دو ہزار سال قریباً" بیٹھا رہا آسمان پر۔ اور اترا تو خدا سے براہ راست فیضیاب ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبین کے ایک معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ نئی شریعت لانے والا کوئی نبی نہیں آ سکتا کیونکہ خاتمیت میں تمام خوبیوں اور تمام کمالات کو جمع کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی تعلیم درجہ کمال کو پہنچ چکی ہو اور کوئی ایک بھی خوبی باقی نہ رہی ہو جو اس تعلیم میں سمو نہ دی گئی ہو، اور اس تعلیم نے اس کا احاطہ نہ کر لیا ہو۔ پھر دوبارہ کسی نئی شریعت کے آنے کا سوال صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اگر اس شریعت کو مسخ کر دیا گیا ہو اور اس میں تبدیلی پیدا کر دی گئی ہو۔ اگر قرآن کریم کے ساتھ حفاظت کا بھی وعدہ ہے تو ان دو باتوں کا طبعی اور منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ آخری شریعت ہے کیونکہ خاتمیت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر نازل ہونے والی کتاب نے تمام خوبیوں کا احاطہ کر لیا اور ساتھ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ آپ کا دور آپ کا دائرہ حکم قیامت تک جاری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی میرے حکم کو منسوخ کرنے والا یا میری شریعت میں دخل دینے والا نہیں۔ اور قیامت کے بعد تو سوال ہی نہیں رہتا۔ یہی وہ معنے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں جو ان لوگوں کو سب سے زیادہ تکلیف دے رہے ہیں اور بار بار اسی پر اعتراض کیا جا رہا ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ ایک طرف سے اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم خاتمیت کے قائل ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم آیت خاتم النبین پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری طرف سے ایک امتی نبی کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں شریعت کے لحاظ سے آخری، مگر جہاں تک شریعت کے سوا نبوت کا تعلق ہے اس لحاظ سے آخری نہیں ہے۔ اس حد تک یہ الزام ان معنوں میں تو

درست ہے کہ جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ ہے۔ مگر سنئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ ان ہی کے فیض اور ان ہی کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔"

(تتمہ چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۳۸۰)

پھر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۴۱۲)

ایک احمقانہ اور جاہلانہ تاویل

پس یہ وہ تشریح ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم نبوت کے بارہ میں بیان فرمائی ہے جس پر تبر چلایا جا رہا ہے۔ سب سے زیادہ اعتراض کا محل یہی ہے وہ حصہ خاتمیت کی تشریح کا، جس کے متعلق کہتے ہیں کہ نہ پہلے کبھی امت محمدیہ نے برداشت کیا نہ آج کر رہی ہے نہ آئندہ کبھی کرے گی۔ اور یہ کہ مسلمہ طور پر تمام امت کے بزرگ اس بات کے خلاف لکھتے رہے ہیں اور یہ کہتے رہے ہیں کہ شریعت کے لحاظ سے بھی آپؐ آخری نبی اور زمانی لحاظ سے بھی آپؐ آخری نبی ہیں۔ اور آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ یہ لوگ ضد میں آ کر آج تو یہ کہتے ہیں مگر امت کے بزرگ کیا کہتے رہے ہیں۔ وہ سنئے نامور صوفی حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی حسین الحکیم الترمذی (وفات ۳۰۸ ھ) فرماتے ہیں:۔

یظن ان خاتم النبیین تاویلہ انہ اخرھم مبعثا فای منقبۃ فی ھذا؟ و ای علم فی ھذا؟ ھذا تاویل البلہ الجھلۃ۔

(کتاب ختم الاولیاء صفحہ ۳۴۱ مطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت)

اب اس کا ترجمہ ذرا غور سے سنئے کہتے ہیں یہ جو گمان کیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل یہ ہے کہ آپ مبعوث ہونے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں بھلا اس میں آپ کی کیا فضیلت و شان ہے ؟ اور اس میں کونسی علمی بات ہے ؟ یہ تو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل ہے۔

اور یہ بعینہ وہی تاویل ہے جو حکومت پاکستان سب دنیا کے مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ ایک طرف تم کہتے ہو کہ ہر قسم کا نبی بند، کسی قسم کا نبی آ ہی نہیں سکتا تو پھر حضرت عیسیٰؑ کی کیا انتظار میں بیٹھے ہو ان سے بھی چھٹی کرو اور آرام سے بیٹھ جاؤ، جب کسی نے نہیں آنا تو گویا اب ساری راہیں بند ہو گئیں تو کہتے ہیں نہیں بالکل نہیں، بات یہ ہے کہ بعثت کے لحاظ سے آپؐ آخری نبی ہیں اور آپؐ کی بعثت سے قبل جس کو نبوت عطا ہو گئی ہو وہ دوبارہ آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہی ہے ان کی دلیل اور کہتے ہیں امت کے گزشتہ بزرگ بھی یہی مانتے تھے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر یہی تاویل مان لی جائے تو پھر

تو یہ بیوقوفوں اور جاہلوں کی تاویل بن جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے لئے اس میں کوئی بھی عظمت شان نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں ایک اور بزرگ کی بات بھی سن لیجئے۔ پیر طریقت الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ (متوفی ۶۳۸ ھ) فرماتے ہیں :۔

فالنبوۃ ساریۃ الی یوم القیامۃ فی الخلق و ان کان التشریع قد انقطع فالتشریع جزء من اجزاء النبوۃ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ سوال نمبر ۸۲ صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے. گو تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے پس شریعت ' نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔
اب چلائیں نا تکفیر کا تیر یہاں بھی ! حضرت محی الدین ابن عربیؒ مزید فرماتے ہیں:۔

ان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلعم انما ھی نبوۃ التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخا لشرعہ صلعم و لا یزید فی شرعہ حکما اخر و ھذا معنی قولہ صلعم ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی ای لا نبی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی و لا رسول ای لا رسول بعدی الی احد من خلق اللہ بشرع یدعوھم الیہ فھذا ھو الذی انقطع و سد بابہ لا مقام النبوۃ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ ص ۳)

اس قدر وضاحت کے ساتھ حضرت ابن عربیؒ نے روشنی ڈالی ہے اس مسئلہ پر کہ تعجب ہے کہ اس کے باوجود یہ آنکھیں بند کیسے کر سکتے ہیں۔ اسی لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ تقویٰ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ ان کے علم میں یہ اقتباسات نہ ہوں ' جماعت بھی بار بار یہ پیش کر چکی ہے۔ اور خود بھی ظاہری طور پر علم رکھنے والے لوگ ہیں۔
محولہ بالا اقتباس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

وجود پر ختم ہوئی وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے اور یہی معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی اور **لا رسول بعدی و لا نبی** یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو' ہاں اس صورت میں نبی آ سکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے اور میرے بعد کوئی رسول نہیں یعنی میرے بعد دنیا کے کسی انسان کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آسکتا جو شریعت لے کر آوے اور لوگوں کو اپنی شریعت کی طرف بلانے والا ہو۔ پس یہ وہ قسم نبوت ہے جو بند ہوئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ورنہ مقام نبوت بند نہیں ہے اسی طرح حضرت شیخ بالی آفندی (متوفی ۹۶۰ ھ) فرماتے ہیں:۔

خاتم الرسل ھو الذی لا یوجد بعدہ نبی مشرع۔

(شرح فصوص الحکم صفحہ ۵۶)

خاتم الرسل وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت (جدیدہ) پیدا نہیں ہو گا۔

صاف ظاہر ہے یہاں نبی کے پیدا ہونے کی نفی نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی صاحب شریعت (جدیدہ) پیدا نہیں ہو گا۔

اور حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کا ایک قول سنئے یہ معروف مشہور صوفی بزرگ ہیں جن کی کتاب "الیواقیت و الجواہر" کو ایک خاص سند حاصل ہے اس کی جلد ۲ صفحہ ۳۹ پر آپ فرماتے ہیں:۔

اعلم ان النبوۃ لم ترتفع مطلقا" بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما ارتفع نبوۃ التشریع فقط۔

ترجمہ:۔ جان لو مطلق نبوت نہیں اٹھی۔ صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے۔

اور حضرت سید عبدالکریم جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔

فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہ و کان محمد صلی اللہ علیہ

و سلم خاتم النبین لانہ جاء بالکمال و لم یجئی احد بذلک۔

(الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۷۶ مطبوعہ مصر)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی کا انقطاع ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین قرار پا گئے کیونکہ آپؐ ایسی کامل شریعت لے آئے جو اور نبی کوئی نہ لایا۔

حضرت شیخ عبد القادر الکردستانی فرماتے ہیں:۔

ان معنی کونہ خاتم النبین ھو انہ لا یبعث بعدہ نبی اخر بشریعۃ اخری۔

(تقریب المرام جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر مبعوث نہ ہو گا۔

اس کے دونوں معنی ہیں کسی اور شریعت پر ہو یا کوئی اور شریعت لے کر آئے تو پھر اس معنی کے لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے آنے کا بھی رستہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن کے مطابق رسولا الی بنی اسرائیل تھے موسوی شریعت پر آئے تھے۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اور اب مجدد صدی دوازدہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ سنئے آپ فرماتے ہیں:۔

ختم بہ النبیون ای لا یوجد بعدہ من یامرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس۔

(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۷۲، ۷۳)

اور یہ وہی مفکر اسلام ہیں جن کو سرکاری کتابچہ اسلام کے چوٹی کے مفکرین میں تسلیم کرتا ہے اور بطور سند پیش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دے کر مامور فرمائے یعنی شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہ ہو گا۔

اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کہتے ہیں :۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپؐ سب میں آخر نبی ہیں (جسے یہ لوگ علماء کا خیال قرار دے رہے ہیں۔ دیوبند کے بانی کہتے ہیں کہ عوام کے خیال میں ایسا ہے علماء کے خیال میں نہیں پھر علماء اور اہل فہم کا کیا خیال ہے سنئے ! کہتے ہیں) مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے۔ اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے" (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گستاخی کے بغیر یہ معانی نہیں ہو سکتے اگر یہ کہو کہ یہ آیت مدح کے طور پر تعریف کے طور پر نہیں آئی تھی بلکہ کسی مذمت کے طور پر آئی تھی نعوذ باللہ من ذالک۔ تو کہتے ہیں پھر جو چاہو کرو)

پھر فرماتے ہیں :۔

"مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہو گی۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۳)

وہ اہل اسلام کون رہا۔ ہم یا آپ ؟ جو ان کو مانتے ہیں چوٹی کے بڑے بزرگ عالم ہیں جو آپ کی ساری دیوبند MOVEMENT کے بانی ہیں اور جد امجد ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زمانی لحاظ سے آخری ہیں وہ اہل اسلام میں شمار نہیں ہو سکتا کجا یہ کہ بقول تمہارے اسلام کا یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے۔

اور اب سنئے بریلوی فرقہ کے ایک بزرگ کا حوالہ۔ بریلوی کہئے یا اہل سنت جو

اہل دیوبند کے علاوہ بلکہ ان کا مخالف گروہ ہے ان کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کیونکہ بریلوی فرقے والے اور دوسرے اہل سنت جو دیوبندیوں کو تسلیم نہیں کرتے وہ ان پر ہمیشہ یہی الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے دراصل دیوبند کی نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی تھی اور ان کے بانی نے وہ رستے کھولے جن رستوں سے پھر مرزا صاحب داخل ہوئے اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے نعوذ باللہ ۔ اب انہی بریلویوں کے ایک بزرگ کی تشریح سن لیجئے۔ مولوی ابوالحسنات محمد عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "دافع الوسواس" کے صفحہ ۱۶ پر اپنا مذہب ختم نبوت کے بارہ میں یوں پیش کرتے ہیں۔

"بعد آنحضرتؐ کے یا زمانے میں آنحضرتؐ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے ۔"

(دافع الوسواس ص ۱۶)

پھر یہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ میرا عقیدہ ہی نہیں بلکہ علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا ۔ اور نبوت آپؐ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہو گا وہ متبع شریعت محمدیہؐ کا ہو گا۔"

(مجموعہ فتاویٰ جلد ا مولوی محمد عبدالحی صاحب صفحہ ۱۷)

مزعومہ تصور کی چھاپ کا اصل ماخذ

جہاں تک حکومت پاکستان کے اس کتابچہ کا تعلق ہے جسے " قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ " کے نام سے شائع کیا گیا ہے اس میں جو دعوے کئے گئے ہیں وہ بھی سن لیجئے۔

میں نے اس سے پہلے جو اقتباسات سنائے تھے ان کے آخر پر لکھا ہے :۔

" تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختم نبوت کا یہ تصور (یعنی زمانے

کے لحاظ سے آخری نبی ہونے کا تصور گویا کہ) اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے انداز نظر' رویّے اور احساسات پر اس تصور کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔"

(کتابچہ صفحہ ۵)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں تک تاریخ اسلام کے مطالعہ کا تعلق ہے وہاں تو اس تصور کی چھاپ کا کہیں بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ چنانچہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے چوٹی کے مسلّمہ بزرگ جو اولیائے امت میں بڑا مقام پانے والے بلکہ اقطاب کہلانے والے ہیں' ان پر تو اس چھاپ کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اس لئے یہ چھاپ انہوں نے لی کہاں سے ہے۔ اس کی مجھے تلاش تھی۔ لازماً یہ چھاپ کہیں ہے تو سہی جہاں سے انہوں نے اخذ کی ہے۔ البتہ امت محمدیہ کے بزرگوں سے تو یہ چھاپ نہیں لی گئی۔ پھر کہیں اور سے لی گئی ہو گی۔ قرآن کریم نے اس کی نشاندہی کر دی ہے کہ یہ چھاپ کہاں سے لی گئی ہے کہ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہوا کرتا ہے۔ سنئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۗ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۗ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۚ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۗ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۔

(المومن آیت ۳۵' ۳۶)

اور یوسفؑ اس سے پہلے دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آچکا ہے مگر جو کچھ وہ تمہارے پاس لایا تھا اس کے بارہ میں تم شک میں ہی رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تم نے مایوسی سے کہنا شروع کر دیا کہ اللہ اس کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں فرمائے گا۔ معلوم ہوا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی چھاپ ہے۔ یہ عقیدہ اس زمانہ سے چلا آ رہا ہے جس کو قرآن رد کر رہا ہے۔ اور پھر آگے "چھاپ" کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم یہی لفظ استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں

میں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہو۔ بحثیں کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک بہت برا ہے۔ اس طرح اللہ ان لوگوں کے پورے دل پر چھاپ لگا دیتا ہے جو تکبر کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ چھاپ جو ہمارے مخالفین نے وہاں سے پکڑی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یوسفؑ کے زمانہ میں بھی تم یہی کر چکے ہو۔ جب تک وہ زندہ رہا اور اپنے دلائل پیش کرتا رہا تم نے اس کی ایک نہ سنی اور مخالفت میں پورا زور لگا دیا۔ جب وہ وفات پا گیا اور اس جہاں سے رخصت ہو گیا تو تم نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ اب آئندہ خدا کبھی کسی اور نبی کو نہیں بھیجے گا۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام سے تو انکار کی وجہ سے چھٹی مل گئی اور اس عقیدہ کی بناء پر آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے نبوت کی اطاعت سے آزاد ہو گئے۔

پس یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن کریم کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے اور یہ کوئی ایسی نئی چیز نہیں جسے نعوذ باللہ من ذالک امت محمدیہ میں ایجاد کیا گیا ہو۔ اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ٹھیک تھا۔ آپؐ کے بعد گویا ایک نیا قانون جاری ہوا۔ قرآن چونکہ ہر خطرہ اور ہر احتمال کو بند کر دیتا ہے۔ اس لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی اپنی عقل کے ایچ پیچ سے قرآن کریم کو شکست دے سکے۔ چنانچہ ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے اور وہ سورۃ جن کی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

> وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا جنوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور وہ واپس ہوئے تو وہ آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے کہ ہمارے آباء و اجداد بھی کیسے کیسے بیوقوف اور کم عقل لوگ تھے جو بغیر علم کے خدا تعالیٰ کے خلاف بڑی بڑی باتیں کیا کرتے تھے وہ باتیں کیا تھیں ان میں سے ایک بات یہ بیان کی:۔
>
> وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۔ (الجن: ۸)
>
> کہ اب خدا کبھی کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجے گا۔

دراصل پہلے لوگ بھی اسی قسم کی بیوقوفی کی باتوں میں مبتلا تھے جیسا کہ تم مبتلا ہو۔ تم بھی یہ کہتے ہو کہ اب خدا کبھی کسی کو نہیں بھیجے گا۔ اگر بقول آج کے ان علماء کے یہ تقدیر آنحضرت صلی علیہ وسلم کے زمانہ میں بدل چکی تھی اور نبی کے مبعوث نہ

ہونے کا واقعی دستور جاری ہو چکا تھا تو پھر خدا تعالیٰ کو قرآن میں ایسا کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ قرآن کریم اس بات کو سابقہ لوگوں کی بیوقوفی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر رہا ہے۔

خاتمیت کا مفہوم از روئے احادیث

پس دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر قرآن کریم کے حوالے دینے کی بجائے احادیث پر زور دیا گیا ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے اس بات کی قطعی صراحت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانی لحاظ سے آخری نبی تھے اور ان احادیث کو پڑھنے کے بعد ہمارے سامنے یہ نقشہ ابھرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے نبیوں اور دجالوں کے سوا اور کوئی نہیں آسکتا گویا سچے نبیوں کے رستے اس امت میں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے اور جھوٹے نبیوں کے رستے ہمیشہ کے لئے کھول دیئے گئے' یہ ہے خاتمیت کا وہ تصور جسے بڑے زور شور اور بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کو نمایاں طور پر سامنے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی۔

(ابوداؤد کتاب الفتن والملاحم جز ۲ ۔ ص ۲۳۴ مطبع مجتبائی دہلی)

اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ اس امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے' ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا یا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں نبیوں کا خاتم ہوں اور میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ۔ چنانچہ اس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے ہوتے ہوئے پھر اس بات کا امکان کیسے باقی رہ جاتا ہے کہ نبوت کی کسی قسم کی تشریح کے ساتھ نبی کی آمد کا دروازہ کھلا قرار دیا جائے۔ بالکل درست ہے اور مجھے اس سے سو فیصدی اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک

دروازہ بند کر رہے ہوں تو اس دروازے کو کھولنے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ ہم اس پر امنا و صدقنا کہتے ہیں۔ تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے میں اس بات کو تسلیم کرنے کا اعلان کرتا ہوں (اور ایک ذرہ بھی ہمیں شک نہیں ہے اس میں) کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے جو دروازہ بند کر رہے ہوں کسی ماں نے وہ بیٹا نہیں جنا جو اس دروازے کو کھول دے۔ ہاں مگر جو دروازہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اپنے دوسرے ہاتھ سے کھول دیا ہو اسے بھی کوئی بند نہیں کر سکتا۔ یہ ہے اصل بحث ورنہ ایسی بات میں تو اختلاف ہی کوئی نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رستے کو بند کر دیا وہ بند ہی رہے گا۔ لیکن جس کو حضور اکرمؐ نے کھولا ہے وہ بھی تو کھلا رہے گا۔

آنے والا مسیح نبی اللہ ہو گا

اختلاف کی نوعیت صرف اتنی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کو سننے کے بعد آنے والے مسیح کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ کو سنئے جو صحیح مسلم جز ثانی کتاب الفتن باب **ذکر الدجال و صفتہ و ما معہ** سے لئے گئے ہیں۔ چونکہ لمبی حدیث ہے اس لئے میں اس کے متعلقہ حصے پڑھ کر سناتا ہوں:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"..... **یحصر نبی اللہ عیسی و اصحابہ**"

یعنی عیسیٰ نبی اللہ گھیر لیا جائے گا اور اس کے صحابہ بھی۔

پھر فرماتے ہیں:۔

..... **فیرغب نبی اللہ عیسی واصحابہ**۔

پھر وہ توجہ فرمائے گا۔ کس طرف؟ خدا تعالیٰ کی طرف یا دعاؤں کی طرف اور اس کے ساتھی رضوان اللہ علیہم بھی۔

پھر فرماتے ہیں:۔

..... ثم یھبط نبی اللہ عیسی و اصحابہ۔

اور پھر فرماتے ہیں :۔

...... فیرغب نبی اللہ عیسی و اصحابہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر ذکر فرمایا ہے اور صحیح مسلم صحاح ستہ کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ پرانا نبی تھا اور آئندہ کوئی صحابی بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھیوں کو صحابہ کیوں کہا جا رہا ہے اور ساتھ رضی اللہ عنہم کا خطاب کیوں دیا جا رہا ہے؟۔ ظاہر ہے یہ آپؐ کے بعد میں ہونے والا ایک واقعہ ہے جس کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرما رہے ہیں۔

> پس ایک بات تو قطعی طور پر ثابت ہو گئی کہ جتنے چاہیں دجال اور کذاب اور لعنتی اور جھوٹے دنیا میں آ جائیں۔ تیس آئیں یا تیس لاکھ آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے عیسیٰ یا مسیحؑ کو جو نبی اللہ کا خطاب مرحمت فرمایا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکتی۔ کون ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے خطاب کو چھین لے۔

زار روس کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ اس نے اپنے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ میں ایک بہت ضروری کام میں مصروف ہوں تم نے اس رستے پر کسی کو آنے نہیں دینا۔ چنانچہ وہ سپاہی سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد زار روس کا بیٹا اپنے باپ (بادشاہ) سے ملنے جا رہا تھا تو سپاہی نے شہزادہ کو روک دیا کہ آپ آگے نہیں جا سکتے۔ اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے سپاہی نے کہا زار روس کا حکم ہے۔ شہزادہ نے کہا اچھا میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں اس نے سپاہی کو سانٹے مارے اور ذلیل و رسوا کیا۔ جس حد تک زیادتی کر سکتا تھا زیادتی کی اور پھر آگے بڑھنے لگا لیکن سپاہی زخمی حالت میں آگے کھڑا ہو گیا کہ مار تو آپ نے لیا ہے مگر آپ آگے نہیں جا سکتے زار روس کا حکم ہے۔ اس پر پھر اس کو طیش آگیا۔ پھر اس نے مارا پھر اس نے

انکار کیا اور آگے نہ جانے دیا۔ زار روس یہ سارا واقعہ دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ وہ آگے آیا اور شہزادے سے پوچھا کیا بات ہے ' یہ کیا جھگڑا ہو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اس نے آگے نہیں آنے دیا۔ یہ ایک ذلیل سپاہی ہے۔ یہ کون ہوتا ہے میرا رستہ روکنے والا۔ زار روس نے پوچھا اس نے کیا کہا تھا۔ شہزادہ نے بتایا کہ کہا تو یہی تھا کہ بادشاہ کا حکم ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر یہ کہا تھا تو پھر تم نے حکم عدولی کی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے سپاہی سے کہا تم یہ سانٹا اٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو۔ شہزادہ بولا کہ بادشاہ سلامت ! اس مملکت کا قانون ہے کہ کوئی عام سپاہی کسی افسر پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ زار روس نے اس سپاہی کو کیپٹن کا عہدہ دے دیا اور اسے مخاطب کر کے کہا اے کیپٹن فلاں ! تم سانٹا اٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو۔ شہزادہ نے کہا۔ بادشاہ سلامت ! ایک اور بھی قانون ہے کہ کیپٹن اپنے سے بڑے عہدیدار یعنی جرنیل کو نہیں مار سکتا۔ اس پر زار روس نے کہا کہ اے جرنیل فلاں! تم سانٹا اٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو۔ شہزادہ نے اس پر پھر عرض کیا کہ اس مملکت کا ایک اور قانون بھی ہے اور وہ یہ کہ کوئی غیر شہزادہ کسی شہزادہ کو نہیں مار سکتا۔ اس پر زار روس نے کہا کہ اے شہزادہ فلاں! سانٹے کو اٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو کیونکہ اس نے میری حکم عدولی کی ہے۔ آن واحد میں وہ سپاہی شہزادہ بن گیا۔ کوئی نہیں تھا جو اس کی شہزادگی کو اس سے چھین سکتا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تم یہ بھی اختیار نہیں دیتے جو زار روس کو حاصل تھا۔ سلطنت روس میں جو مقام اور جو عظمت زار روس کو حاصل تھی اس سے لاکھوں کروڑوں مرتبہ زیادہ عظمت ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر بھی حاصل تھی اور زمین پر بھی - آپؐ مذکورہ بالا حدیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ فرما رہے ہیں ' ایک دفعہ نہیں فرما رہے ' دو دفعہ نہیں فرما رہے ' تین دفعہ نہیں فرما رہے بلکہ ایک ہی حدیث میں اسے چار مرتبہ نبی اللہ کے نام پر یاد فرماتے ہیں۔ اب اے مخالفو! اگر تم میں طاقت اور ہمت ہے تو اس خطاب کو اس سے چھین کے دکھاؤ۔ تم اس دروازے کو بند کرو گے تو کیسے کرو گے۔

اور جہاں تک تیس دجالوں کے آنے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بھی سن لیجئے۔ صحیح مسلم کی شرح "اکمال الاکمال" میں لکھا ہے:۔

ھذا الحدیث ظھر صدقہ فانہ لو عد من تنبأ من زمنہ صلی اللہ

علیہ وسلم الی الان لبلغ ھذا العدد و یعرف ذلک من یطالع التاریخ۔

(جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مصری)

اس حدیث کی سچائی ثابت ہو گئی کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کے تمام جھوٹے مدعیان نبوت کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے اور اس بات کو وہ شخص جو تاریخ کا مطالعہ کرے جان لے گا۔

یہ خدا تعالیٰ کا تصرّف تھا کہ سچے کی آنے سے پہلے پہلے تیس کی تعداد پوری کر دی گئی۔ اور اگر تم یہ کہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک اور بھی ظاہر ہو چکے ہوں گے تو پھر اس حدیث کا عدد ہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ مگر نہیں۔ سنو! نواب صدیق حسن خاں صاحب جن کے زمانہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں وہ لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس امت میں دجالوں کے آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۹)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ اب کوئی دجّال اور نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا گویا اس حدیث کی روشنی میں نہیں آئے گا۔ چونکہ مسیح کے آنے کا وقت آگیا تھا ساری زبانیں خاموش کر دی گئیں۔ انتظار کا سکوت تھا اور امت خاموشی سے آنے والے کی منتظر تھی۔ اور خدا کی شان ہے کہ اس سے پہلے اہل حدیث کے ایک چوٹی کے عالم سے یہ اعلان کروا دیا کہ اب جھوٹے مدعیان کا وقت ختم ہو گیا اب آیا تو سچا ہی آئے گا۔

تکمیل عمارت سے مراد اکمل شریعت

ہمارے مخالفین ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں بھلا اس حدیث کے ہوتے ہوئے شک کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث پر بہت زور دیا جاتا

ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد کسی امتی نبی کے آنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔
حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان و ختم بی الرسل وفی روایۃ فانا اللبنۃ و انا خاتم النبیین۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیّین
۲۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ جامع ترمذی باب المناقب نمبر۱ باب الادب نمبر۷۷
۴۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۱۲ مصری

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور سابقہ نبیوں کی مثال اس محل کی طرح ہے جس کی تعمیر بڑے خوبصورت انداز میں ہوئی لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ لوگ اس محل کو گھوم پھر کر دیکھتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے لیکن دل میں کہتے یہ اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی۔ پس وہ میں ہوں جس نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا۔ میرے ذریعہ یہ عمارت تکمیل میں اعلیٰ اور حسن میں بے مثال ہو گئی ہے اسی لئے مجھے رسولوں کا خاتم بنایا گیا ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور نبیوں کا خاتم ہوں۔

کہتے ہیں اب بتاؤ اس مکمل اور تفصیلی اعلان کے بعد کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کیونکہ جب آخری اینٹ رکھ دی گئی اور خلا پُر ہو گیا تو پھر کسی نئے نبی یا کسی قسم کے نبی کے آنے کی گنجائش کیسے موجود ہے۔ ہاں وہ یہ مانتے ہیں کہ نیچے سے ایک اینٹ اکھاڑ کر آسمان پر پہنچا دی جائے اور آخر پر اتاری جائے تو پھر ایک نبی آ سکتا ہے اس کے بغیر کوئی صورت نہیں۔ لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی کیا تشریح فرماتے ہیں وہ بھی سنئے وہ فرماتے ہیں:۔

المراد ھنا النظر الی الاکمل بالنسبۃ الی الشریعۃ المحمدیۃ مع

مامضی من الشرائع الکاملۃ۔

(فتح الباری جلد۔۶ صفحہ ۳۶۱)

بخاری کی حدیث تو پیش کی جاتی ہے اور بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ بخاری کی حدیث ہے لیکن بخاری کی شرح کی یہ عبارت چھپا لیتے ہیں وہ کیوں ساتھ پیش نہیں کرتے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ :۔

"مراد اس تکمیل عمارت سے یہ ہے کہ شریعت محمدیہ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کی نسبت ایک اکمل شریعت ہے۔"

لیکن یہ تشریح تو ان کی اس فہرست میں شامل ہی نہیں ہے کیونکہ ابن حجر عسقلانی اس فہرست میں شامل نہیں ہیں جس میں ان کے بقول اسلام کے مسلمہ چوٹی کے بزرگ مفکرین اور فلسفہ دان شامل سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ان چار میں علامہ ابن خلدون کا نام ضرور شامل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے وہ کہتے ہیں :۔

"یفسرون خاتم النبیین باللبنۃ حتی اکملت البنیان و معناہ النبی الذی حصلت لہ النبوۃ الکاملۃ۔

(مقدمہ ابن خلدون جلد اول صفحہ ۱۹۲ مصر مطبعۃ الازہریہ ۱۳۱۱ھ)

کہ لوگ خاتم النبیین کی تفسیر اس اینٹ سے کرتے ہیں کہ جس سے عمارت مکمل ہو گئی لیکن اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ نبی جس کے لئے نبوت کاملہ حاصل کی گئی۔ گویا زمانی لحاظ سے آخریت کا ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ وہ نبی آگیا جس کے ذریعہ نبوت کاملہ حاصل ہوئی۔ اس سے زیادہ اس حدیث کا کوئی معنی نہیں ہے۔

ایک اور حدیث بھی ہے جس پر بناء کرتے ہوئے ہماری مخالفت کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے :۔

عن سعید بن المسیب عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہٖ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من

موسی الا انہ لا نبی بعدی و فی روایۃ للبخاری الا انہ لیس نبی بعدی
و فی روایۃ للمسند الا انک لست بنبی۔
(۱) مسلم کتاب الفضائل (۲) بخاری کتاب الفضائل باب فضائل علی بن
ابی طالب۔(۳) مسند احمد ۱/۳۳۱

بعدی کے لغوی معنے

یہ پوری حدیث ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ میرے ہاں تیری منزلت وہی ہے جو موسیٰؑ کے ہاں ہارونؑ کی تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ایک روایت میں ہے البتہ تو نبی نہیں ہے اور مسند احمد بن حنبل کی روایت میں ہے نبی نہ بن بیٹھنا باقی سب نسبتیں وہی ہیں۔

قصہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے موقع پر حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا امام بنا کر باہر جا رہے تھے۔ وہ ایک عظیم مجاہد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوتے رہے' تمام لڑنے والوں میں ان کا مقام بہت بلند تھا' عظیم الشان جہاد کرنے والے تھے اور بڑے ماہر قتال ثابت ہوئے تھے۔ آپ کے لئے پیچھے رہ جانا دوہرا صدمہ تھا یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایک تو میں جہاد سے محروم رہ جاؤں گا اور دوسرے لوگ بھی باتیں کریں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے بڑے درد کے ساتھ عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے بعد میں عورتوں اور بچوں کا امیر بنا کر جا رہے ہیں۔ یہ پیار کو ابھارنے کی ایک ادا تھی۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تو کس صدمہ میں مبتلا ہو گیا ہے اور کس فکر میں پڑ گیا ہے؟ تیرا اور میرا رشتہ تو اس واقعہ سے وہی بن گیا جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا تھا۔ جب موسیٰؑ باہر گئے تو انہوں نے ہارونؑ کو محبت اور پیار اور قرب کی وجہ سے قائم مقام بنایا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ پس میرا اور تمہارا تو وہی رشتہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد یا جس عرصہ میں میں یہاں تمہیں چھوڑ رہا ہوں گا تو نبی نہیں ہو گا لیکن اس کا ثقل بہے بخاری بلیں و بعض اور

طرق سے بھی یہ روایت درج ہے۔ لیکن بنیادی طور پر یہی مضمون ہے۔
اب موجودہ علماء اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ یہاں "بعدی" کے بعد ہمیشہ کا بعد مراد ہے اور وہ غیر حاضری مراد نہیں جس کے ضمن میں یہ بات ہو رہی تھی۔ لیکن ایک ایسا وجود ہے جس کو یہ لوگ بہت عظمت دیتے ہیں اور اس کی بات کو بڑی وقعت سے سنتے ہیں کم از کم دعویٰ یہی ہے اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" ہیں جن کو حکومت پاکستان کے شائع کردہ کتابچہ میں عظیم مفکرین اسلام کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ آپ اس حدیث سے کیا سمجھتے ہیں تو ان کا جواب سنئے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔

"جاننا چاہئے کہ اس حدیث کا مدلول صرف غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کا مدینہ میں نائب یا مقامی امیر بنایا جانا اور حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دیا جانا ہے جب کہ موسیٰؑ نے طور کی جانب سفر کیا اور بعدی کے معنے اس جگہ غیری کے ہیں نہ کہ بعدیت زمانی۔ جیسا کہ آیت فَمَنْ یَّھْدِیْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ میں کہتے ہیں بعد اللہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں۔"

دلیل بھی قرآن سے دی کہ بعد کا معنی ہر جگہ زمانی بعد نہیں ہوا کرتا "سوا" بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ کے بعد کا جہاں ذکر ہے وہاں خدا کا بعد تو ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ عرب اور فصحائے عرب ہی نہیں خود خدا اپنے کلام میں لفظ بعد کو "سوا" کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب" مزید فرماتے ہیں :۔

"بعدیت زمانی اس لئے مراد نہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے کہ حضرت علیؓ کے لئے بعدیت زمانی ثابت ہو اور حضرت علیؓ سے بعدیت زمانی کا استثناء کریں۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فارسی صفحہ ۲۰۶)

کیسی عمدہ دلیل ہے اور کیسی پیاری بات ہے۔ صاحب عرفان اور متقی لوگ اس طرح باریک در باریک نظر کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے خصوصاً" احادیث کا بڑی محبت کے ساتھ مطالعہ کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء سے محبت

رکھتے تھے، اور آپؐ کے اقوال کے عاشق تھے۔ آنحضورؐ کے ارشادات کی مراد اور منشاء معلوم کرنے کے لئے بڑی جستجو کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس کی یہ دلیل نکالی کہ بعدیت زمانی اس لئے مراد نہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے کہ حضرت علیؓ کے لئے بعدیت زمانی ثابت ہو اور حضرت علیؓ سے بعدیت زمانی کا استثناء کریں۔ اب دیکھیں یہ کیسی عمدہ دلیل ہے۔ مثال تو اس کی دے رہے ہیں جس کا بعد صرف اپنے زمانہ تک تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ زندہ ہی نہیں رہے اس لئے یہ بعد بھی اتنا ہی رہے گا جتنا پہلے تھا اس سے آگے تم اس کو نہیں بڑھا سکتے۔

نبی کی بعثت اور ضرورت زمانہ

ایک اور حدیث قابل توجہ ہے جو حضرت عمرؓ کے متعلق ہے اس پر بھی اکثر علماء بہت زور دیتے ہیں۔ یہ پوری حدیث یوں ہے:۔

عن بکر بن عمرو عن مشرح بن ھاعان عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب ھذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ الا من حدیث مشرح بن ھاعان۔

(ترمذی جز ۲ مصری ابواب المناقب باب مناقب عمرؓ)

اس حدیث کا پہلا جزو عموماً بیان کیا جاتا ہے اور دوسرے جزو سے پردہ پوشی کی جاتی ہے یا صرف نظر کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہوتی تو حضرت عمرؓ نبی ہوتے۔ مطلب یہ کہ میرے بعد کسی قسم کا نبی اگر آنا ہوتا تو گویا حضرت عمرؓ تو بعد میں زندہ رہے اس لئے وہ پہلا اعتراض اٹھ گیا کیونکہ وہ بعد میں بھی زندہ رہے مگر نبی نہ بنے اس سے گویا معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کے بعد میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ امام ترمذی اس حدیث کو درج کرنے کے بعد خود ہی لکھتے ہیں ھذا حدیث حسن غریب کہ یہ حدیث حسن مگر غریب ہے یعنی اس کا

مشرح بن ہاعان ایک ہی راوی ہے۔ لیکن جب ہم مشرح بن ہاعان کے متعلق یہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ کون تھے اور علمائے حدیث ان کو کیا مقام دیتے تھے۔ تو "تہذیب التہذیب" جو راویوں کی چھان بین کے اعتبار سے ایک مستند کتاب ہے اس کی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۵ پر مشرح بن ہاعان کے متعلق یہ عبارت ملتی ہے:۔

قال ابن حبان فی ...... الضعفاء ...... لا یتابع علیھا فالصواب ترک ماانفرد بہ (قال) ابن داؤد بلغنی انہ کان فی جیش الحجاج الذین حاصروا ابن الزبیر و رموا الکعبۃ بالمنجنیق۔

یعنی مشرح بن ہاعان کو ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے وہ کمزور روایت بیان کرنے والوں میں سے تھا۔ اس لئے اس کی متابعت اور پیروی نہیں کی جاتی بہتر بات یہ ہے کہ جہاں وہ اکیلا راوی رہ جائے وہاں اس کی روایت کو چھوڑ دیا جائے۔ اور "حدیث غریب" کا مطلب یہی ہے کہ اکیلا راوی رہ گیا۔ اس رائے سے ابن داؤد بھی متفق ہیں بلکہ زیادہ شدت سے مشرح کے خلاف بات کرتے ہیں۔ یہ راوی حجاج کے اس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو گھیرے میں لے لیا تھا اور منجنیق سے کعبہ پر سنگ باری کی تھی۔ اس کے بعد اس کی روایت کا کیا اعتبار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن صرف یہی بات نہیں اسی مضمون کی دوسری روایات اس مضمون کی وضاحت کرنے کے لئے موجود ہیں - چنانچہ اس قسم کی روایات میں سے ایک میں لکھا ہے:۔

لو لم ابعث لبعثت یا عمر۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو پھر اے عمر! تو مبعوث کیا جاتا۔

ایک اور روایت یوں درج ہے:۔

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم۔

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق جلد ۲ صفحہ ۷۳ حاشیہ جامع الصغیر جز ثانی مصری)

کہ عمر میں نبوت کی استعدادیں موجود ہیں اگر میں تم میں مبعوث نہ کیا جاتا تو عمر تم میں میری جگہ مبعوث کیا جاتا۔ یہ مطلب ہے اس حدیث کا۔ پس اگر بعدی بھی ہے تو وہ "غیری" کے معنوں میں ہے۔

امکان نبوت کی ایک اور دلیل

اب ایک اور حدیث سنئے جو اس سارے "بعد زمانہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ ہم ہوتے کون ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی باب کو بند کریں اور ہم اسے کھول دیں یا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی فیض کا کوئی دروازہ کھولیں اور ہم اسے بند کر دیں کیونکہ یہ آپ ہی ہیں جو مالک ہیں ابواب کے۔ اور وہی جو چاہیں دروازہ بند فرماتے ہیں اور جو چاہیں کھول دیتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

حدثنا عبد القدوس بن محمد ثنا داؤد بن شبیب الباھلی ثنا ابراھیم ابن عثمان ثنا الحکم بن عتیبہ عن مقسم عن ابن عباس قال لما مات ابراھیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال "ان له مرضعا فی الجنة و لو عاش لکان صدیقا نبیا و لو عاش لعتقت اخواله القبط و ما استرق قبطی۔

(ابن ماجہ مصری کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوۃ علی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر وفاته)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز (جنازہ) پڑھی اور فرمایا کہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی موجود ہے اور اگر یہ زندہ رہتا تو صدیقا نبیا ہوتا۔

یہ تو روایت ہے کہ اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہو جاتا۔ اس پر ہمارے مخالف

علماء کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اتنا فرمایا ہے کہ زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا مگر خدا نے مارا اس لئے کہ نہ زندہ رہے اور نہ نبی بنے' یہ اس کی گویا حکمت ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ "کلیۃً" جھوٹ ہے۔ اس میں تو حکمت کی کوئی بات ہی نہیں ہے یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت پر ایک گندا حملہ ہے۔

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ۹ ھ کے اوائل میں وفات پاتے ہیں جب کہ آیت خاتم النبیین ۵ ھ میں نازل ہوئی گویا آیت خاتم النبیین کے نزول کے تقریباً چار سال کے بعد حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اب ایک معمولی اور ادنیٰ فہم کا انسان بھی تصور کر سکتا ہے کہ اگر آیت خاتم النبیین کا مطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے کہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہے تو یہ فقرہ کبھی نہیں فرما سکتے تھے کہ اگر زندہ رہتا تو نبی بن جاتا' یہ تو کہہ سکتے تھے کہ زندہ اس لئے نہیں رہا کہ نبی نہ بن جائے لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرماتے ہیں کہ اگر زندہ رہتا تو نبی بن جاتا حالانکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ اگر ابراہیم ہزار سال بھی زندہ رہتا تو نبی نہ بنتا کیونکہ جس نبی کو یہ خبر دے دی گئی ہو کہ تمہارے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا تو جب اس کا اپنا بیٹا اس کے سامنے فوت ہو رہا ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ بہت نیک اور پاکیزہ بچہ ہے لیکن چونکہ میرے خدا نے مجھے خبر دے دی ہے کہ اس امت میں کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے یہ بچہ اب جب تک زندہ رہتا تو کبھی نبی نہ بنتا یہ منطوق تھا اس حدیث کا لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا۔

صرف یہی نہیں ایک اور روایت بھی ہے اور وہ بہت دلچسپ ہے اس میں بعد والا جھگڑا کلیۃً ہی ختم کر دیا گیا ہے چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

قال لما توفی ابراہیم ارسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی امہ ماریۃ فجاءتہ وغسلتہ و کفنتہ وخرج بہ وخرج الناس معہ فدفنہ و ادخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی قبرہ فقال اما واللہ انہ لنبی ابن نبی۔

(تاریخ الکبیر لابن عساکر جلد ۱ ص ۲۹۵، الفتاوی الحدیثیہ لابن الحجر الہیثمی صفحہ ۱۷۶ مصری)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم فوت ہوئے تو آپؐ نے ان کی والدہ ماریہؓ کو جنازہ تیار کرنے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے صاحبزادہ ابراہیم کو غسل دیا، کفن پہنایا، حضور علیہ السلام اپنے صحابہؓ کے ساتھ جنازہ باہر لائے، قبرستان میں دفن کیا اور پھر قبر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کی قسم یہ نبی ہے نبی کا بیٹا ہے۔ حضرت علیؓ چونکہ گھر کے فرد تھے اس لئے ان کی روایت ہی زیادہ وضاحت اور تفصیل سے موجود ہے کہ کیا واقعہ ہوا۔

حدیث لانبی بعدی کی اصل حقیقت

یہ واقعہ آیت خاتم النبیین کے نزول سے کم وبیش چار سال کے بعد ہوا۔ دیگر علماء کی بھی اس پر نظر جانی چاہئے اور حضرت عمرؓ والی حدیث پر بھی ان کی نظر گئی ہوگی اور گئی ہے چنانچہ علماء اس سے کیا استنباط کرتے ہیں۔ تو سنئے حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و مع هذا لو عاش ابراهیم و صار نبیا و كذا لو صار عمرؓ نبیا لكانا من اتباعه علیه السلام كعیسی و الخضر و الیاس علیهم السلام فلا یناقض قوله تعالی خاتم النبین اذ المعنی انه لا یاتی نبی بعده ینسخ ملته و لم یكن من امته۔

(موضوعات کبیر عربی صفحہ ۵۸، ۵۹ دہلی مجتبائی پریس دہلی طبع دوم ۱۳۴۶ھ)

اگر ابراہیمؓ زندہ ہوتے اور نبی ہوتے اور عمرؓ بھی نبی ہوتے تو ہر دو آپؐ کے متبعین سے ہوتے جیسا کہ عیسیٰؑ، خضرؑ اور الیاسؑ۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپؐ کی ملت کو منسوخ کر دے اور آپؐ کی ملت سے نہ ہو۔
کتنا واضح اور کتنا غیر مبہم استنباط ہے۔ اور اس امکان کو بند کر رہے ہیں جس کا آج

کل کے علماء کی طرف سے سہارا لیا گیا ہے اور یہ اہل سنت کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں۔ اب دیکھئے سرکاری کتابچہ میں کیا کہا جا رہا ہے اور کتنا بڑا جھوٹ باندھا جا رہا ہے کہ تمام گزشتہ بزرگ اور علماء ہمیشہ سے متفق رہے ہیں کہ آیت خاتم النبیین کا مطلب اس کے سوا ہے ہی کچھ نہیں کہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔ اس سلسلہ میں ایک اور حوالہ بھی حضرت ملاں علی قاری کا ہے لیکن اسے فی الحال چھوڑتا ہوں۔

اب سنئے لا نبی بعدی کی وہ تشریح جو امت کے گذشتہ چوٹی کے بڑے بڑے علماء خود کر چکے ہیں۔ تاہم اس سے پہلے جو مضمون گذرا ہے اس میں میں نے سوائے ملا علی قاری کے حوالے کے احادیث کے مقابل پر احادیث رکھی ہیں اور اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دروازہ بند کر رہے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ بند ہو گیا تم بھی یہی کہتے ہو کہ بند ہو گیا لیکن جو دوسرا دروازہ کھولتے ہیں اس کو تم کیسے بند کر سکتے ہو اس لئے وہ لوگ ہی دراصل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان بنتے ہیں جو آپؐ کی بعض احادیث اور اقوال کو تو قبول کر لیتے ہیں لیکن بعض دوسری احادیث اور اقوال کو رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی امتی کو تو یہ زیب نہیں دیتا۔ اگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ سلوک کرے تو پھر تو وہ امتی رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو پھر وہ حالت ہے جو قرآن کریم ان یہود کی بیان کرتا ہے جو بگڑ چکے تھے اور ان کے جرائم میں سرفہرست یہ جرم تھا کہ وہ تورات کے بعض حصوں پر تو ہاتھ رکھ کر چھپا لیا کرتے تھے اور بعض حصوں کو نمایاں طور پر پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور آج اگر ان لوگوں میں تقویٰ ہوتا تو عوام الناس کے سامنے بلکہ تمام اہل اسلام کے سامنے دونوں قسم کی احادیث کھول کر رکھ دیتے پھر دنیا خود فیصلہ کرتی اور صاحب علم و عرفان لوگ خود پہچان لیتے کہ حق کس کی طرف ہے، جماعت احمدیہ کی طرف ہے یا جماعت احمدیہ کے مخالفین کی طرف۔ لیکن آدھی باتوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو چھپا کر بات کرتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دیگر علمائے امت لا نبی بعدی والی احادیث (ایک حدیث نہیں اور بھی کئی حدیثیں ہیں) کے بارہ میں متفق طور پر بغیر کسی شک

کہ اس بات کے قائل تھے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا اس سلسلہ میں میں کچھ حوالے پہلے پڑھ چکا ہوں لیکن ان میں لا نبی بعدی والی حدیث کا ذکر نہیں تھا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کو شاید علم نہ ہو نعوذ باللہ من ذلک = حالانکہ وہ بہت چوٹی کے عالم تھے اس لئے اب میں نے وہ اقتباسات چنے ہیں جن میں ہر چوٹی کا بزرگ واضح طور پر ذکر کرتا ہے کہ اسے علم ہے کہ یہ حدیثیں موجود ہیں اسے علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں اس کے باوجود وہ کیا ایمان رکھتا ہے۔ اس نے قرآن اور حدیث کو کیا سمجھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشہور قول پیش کرتا ہوں جسے آپ بار ہا سن چکے ہیں۔ حکومت پاکستان کے شائع کردہ کتابچہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ زمانہ نبویؐ سے لے کر آج تک کبھی یہ واقعہ نہیں ہوا کہ کسی نے لا نبی بعدی کا کوئی اور معنی کیا ہو جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔

(دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ مصری)

یعنی اے لوگو! یہ تو کہا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ اس کا غلط معنی بھی لیا جا سکتا ہے اس لئے فرمایا کہ خاتم النبیین تو ضرور کہا کرو لیکن یہ نہ کہا کرو کہ آنحضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ نے کیوں روکا؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جانتی تھیں کہ اس سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اور سمجھتی تھیں کہ لا نبی بعدی سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہ تھی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

امام ابن قتیبہؒ کی تشریح

اسی طرح شیخ الامام حضرت ابن قتیبہؒ (متوفی ۲۶۷ھ) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں:۔

لیس ھذا من قولہا ناقضا لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی بعدی ینسخ ما جئت بہ۔

(تاویل مختلف الاحادیث صفحہ ۲۳۶)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان " لا نبی بعدی " کے مخالف نہیں ہے۔ (یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ روک رہی ہیں کہ نہیں کہنا۔ اس میں ایک پیغام ہے اور بتاتے ہیں کہ مخالف نہیں) کیونکہ حضورؐ کا مقصد اس فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ یہ بعینہٖ وہی عقیدہ ہے جو میرا اور آپ کا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے نہیں پایا بلکہ امت کے ان تمام صلحاء کے ورثے کے طور پر پایا ہے۔

ایک متقی عالم دین کا فیصلہ

حضرت امام محمد طاہرؒ (متوفی ۹۸۶ھ) بڑے مشہور و معروف بزرگ تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

ھذا ناظر الی نزول عیسی و ھذا ایضا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ۔

(تکملہ مجمع البحار الانوار صفحہ ۸۵)

کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس بناء پر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بحیثیت نبی اللہ نازل ہونا ہے اور یہ قول حدیث لا نبی بعدی کے خلاف بھی نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ آپؐ کے

بعد ایسا نبی نہیں ہو گا جو آپ کی شریعت منسوخ کرے۔

حضرت امام محمد طاہرؒ کے نزدیک دو وجوہات تھیں جن کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے منع فرما دیا اول یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر کہاں جائیں گے یعنی اگر لا نبی بعدی کہتے رہو گے تو عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے لے کر آؤ گے۔ اب دیکھیں ایک متقی عالم کا فیصلہ آج کل کے علماء سے کتنا مختلف ہے۔ جب یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آ سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں آسکتا تو یہ عربی کے غلط معنے کر کے کہا جاتا ہے، عربی زبان اس کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ لا نبی بعدی اگر نفی جنس ہے تو پھر یہ معنی بنے گا کہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا اور جب لا نفی جنس ہو تو اہل عرب جانتے ہیں کہ لا نبی کا فرمان پھر پہلے کو بھی نہیں آنے دے گا نہ اگلا آئے گا نہ پچھلا آئے گا، کسی نوع اور کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا حالانکہ لایکون بعدی نبی۔ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا لا نبی بعدی اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے یعنی یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر کسی قسم کا معنی کرنا ہے تو پھر جیسا کہ حضرت علامہ محمد طاہرؒ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایسا معنی نہ کرنا جس میں نفی جنس مراد ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس بات سے روک دیا اور دوسرے اس لئے بھی روکا گیا لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق نبوت کو بند نہیں فرما رہے تھے بلکہ یہ فرما رہے تھے کہ ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔

شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا

چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ (متوفی ۹۷۶ ھ) حدیث لا نبی بعدی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا رسول بعدی ای ما ثم من یشرع بعدی شریعۃ خاصۃ۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبی بعدی اور لا رسول بعدی

سے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد شریعت لانے والا نبی نہیں ہو گا۔ یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو ان لوگوں کو بہت ناگوار گزرتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز محدث شارح مشکوٰۃ شریف حضرت السید الشریف محمد بن رسول الحسینی لبرزنجی فرماتے ہیں اور یہ وہی امام اہل سنت ہیں جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں:۔

ورد "لا نبی بعدی" و معناه عند العلماء انه لا یحدث بعده نبی بشرع ینسخ شرعه۔

(الاشاعہ لاشراط الساعہ صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ بیروت)

یعنی حدیث میں **لا نبی بعدی** کے جو الفاظ آئے ہیں اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت لے کر پیدا نہیں ہو گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔

غیر شرعی نبی آسکتا ہے

غرض جتنے بھی گزشتہ بزرگ گذرے ہیں جن میں چیدہ چیدہ بزرگوں کا میں ذکر کرتا چلا جا رہا ہوں تمام کے تمام بزرگ حدیث **لا نبی بعدی** کی لفظاً" بلفظاً" وہی تشریح کرتے چلے آئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔ مگر عجیب ظلم ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ تشریح کریں تو کافر اور اگر صلحائے امت تشریح کریں تو مومن، اور مومن ہی نہیں بلکہ قطب الاقطاب ٹھہرتے ہیں اور ایسے ایسے چوٹی کے بزرگ کہلاتے ہیں کہ جن کے متعلق پاکستان کے سرکاری کتابچہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ ساری امت میں چوٹی کے مسلمہ عالم اور مفکر اسلام ہیں جن میں سے ایک حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی بھی ہیں۔ اب میں ان کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

فعلمنا بقوله علیه الصلوٰة و السلام لا نبی بعدی و لا رسول ان النبوة قد انقطعت و الرسالة انما یرید بها التشریع۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۳۱۹)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبی بعدی و لا رسول سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ جو نبوت و رسالت منقطع ہو گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے۔

اور طریقہ نوشاہیہ قادریہ کے امام حضرت شیخ نوشاہ گنج قدس سرہ کے فرزند حضرت حافظ برخوردار (متوفی ۱۰۹۳ھ) جو برصغیر پاک و ہند میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں حدیث لا نبی بعدی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

والمعنى لا نبی بنبوة التشریع بعدی الا ما شاء الله من الانبیاء الاولیاء

(نبراس صفحہ ۴۴۵ حاشیہ)

یعنی اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے ' ہاں جو اللہ چاہے انبیاء ' اولیاء میں سے بے شک بھیج دے۔

اہل حدیث عالم کا عقیدہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے تشریف لانے تک اہل حدیث کا کیا عقیدہ رہا ہے۔ اس کے متعلق حضرت نواب نورالحسن خان صاحب ابن نواب صدیق حسن خانصاحب کا ایک حوالہ سنئے وہ اہل حدیث کے مشہور و معروف عالم تھے۔ حدیث لا نبی بعدی کے بارہ میں وہ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"حدیث لا وحی بعد موتی بے اصل ہے (یعنی یہ جو خیال پیدا ہو گیا کہ وحی بند ہے جھوٹا خیال ہے بالکل بے اصل ہے) ہاں لا نبی بعدی آیا ہے اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لاوے گا۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

یہاں "نزدیک اہل علم کے" الفاظ بیان ہوئے ہیں اور اس سے پہلے حضرت شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالہ میں بھی یہی الفاظ گزرے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ "اہل علم علماء کے نزدیک" یہ معنے ہیں۔ اور علامہ برزنجی بھی یہی بات کہہ چکے ہیں۔ ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں احادیث کے معنے بگڑنے شروع ہو گئے تھے اور دو گروہ بن چکے تھے۔ ایک علمائے ربانی اور اہل علم و عرفان کا گروہ اور دوسرے عوام الناس کی پیداوار علمائے سوء کا گروہ جن کو اس سے قبل ایک بزرگ عالم نے جہلاء اور سفہاء قرار دیا ہے، جن کے ذریعے عوام الناس میں یہ معنے لئے جانے لگے کہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ علمائے ربانی کو تصریح سے کہنا پڑا کہ اہل علم و عرفان لوگ لا نبی بعدی کی احادیث کے یہ معنے نہیں کرتے بلکہ وہ یہ معنے کرتے ہیں اور یہ معنے سمجھتے ہیں کہ صرف شریعت والی نبوت بند ہے۔

آنحضرتؐ کی شان اور مرتبہ کا نبی نہیں آسکتا

ایک حدیث ہے جس سے بعد کے لفظ پر روشنی پڑتی ہے۔ فتوحات مکیہ میں اس حدیث کی تشریح بھی موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن جابر بن سمرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ و اذا ھلک کسری فلا کسری بعدہ۔

(بخاری کتاب الایمان و النذور باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ و سلم)

جابر بن سمرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ قیصر روم ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا اور جب یہ کسریٰ ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا۔ یعنی تمہارے ذریعہ ان سلطنتوں کی شان و شوکت مٹا دی جائے گی۔

اب دیکھئے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **فلا قیصر بعدہ** اور **فلا کسری بعدہ** فرما کر خود ہی **فلا بعدہ** کا ایک عجیب پر حکمت معنی بیان فرما دیا اور بتا دیا کہ ایسے موقع پر "لا" نفی جنس کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ اس شان اور مرتبہ کا کوئی نہیں ہو گا۔ چنانچہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسریٰ مرا اور پھر دوسرا کسریٰ ہوا۔ اسی طرح قیصر مرا اور پھر ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک اسی طرح قیصر کے بعد قیصر پیدا ہوتا رہا۔ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو غلط نہیں ہو سکتا۔ پس آپؐ نے تشریح فرمائی ہے کہ جب لا نبی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ اس شان اور مرتبہ اور مقام کا کوئی نبی نہیں آئے گا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بعینہ یہی معنے کئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:۔

لما ارتفعت النبوة بالکلیة و لهذا قلنا انما ارتفعت نبوة التشریع فهذا معنی لا نبی بعده (......) فعلمنا ان قوله لا نبی بعده ای لا مشرع خاصة لانه لا یکون بعده نبی فهذا مثل قوله اذا هلک کسری فلا کسری بعده و اذا هلک قیصر فلا قیصر بعده۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ سوال ۲۵ صفحہ ۸۵ مصری)

کہ نبوت کلی طور پر اٹھ نہیں گئی، اس وجہ سے ہم نے کہا تھا کہ صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے، یہی معنی ہیں لا نبی بعدی کے۔ پس ہم نے جان لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لا نبی بعدی فرمانا انہی معنوں میں سے ہے کہ خاص طور پر میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔ یہ بعینہ اسی طرح ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب یہ قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ گویا حضرت ابن عربیؒ اسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم پر ثابت ہو گیا کہ جب حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو اس سے مراد یہ ہے کہ خاص نوع اور خاص مرتبہ کا نبی نہیں ہوگا اور اہل علم سمجھتے ہیں کہ آپؐ کے بعد صاحب شریعت اور صاحب قانون نبی نہیں ہوگا۔

سرکاری کتابچہ کی ایک اور تلبیس

حکومت پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے کتابچہ میں ایک اور دعویٰ کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپؐ کے ارشادات کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے بعد اپنے خیال میں ایک اور عقلی بنیاد اٹھائی گئی ہے جو دراصل نقلی بھی ہے یعنی اس کی سند اپنی طرف سے شریعت سے حاصل کی گئی ہے اگرچہ سند دی کوئی نہیں مگر دعویٰ یہی کیا گیا ہے کہ اس دعویٰ کی بنیاد قرآن کریم کا مطالعہ ہے۔ یہ حاصل مطالعہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ :-

"نئے نبی کی آمد کے بارے میں جب ہم قرآن حکیم کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کوئی نیا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھلا دی جاتی تھیں یا ان کو مسخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی یا زمانی اور مکانی تغیرات کی بناء پر ان میں ترامیم یا تدوین نو کی ضرورت لاحق ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات حتمی ، آفاقی ، مکمل اور پوری طرح محفوظ ہیں لہٰذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آمد کی مطلقاً گنجائش یا ضرورت نہیں۔"

(سرکاری کتابچہ صفحہ ۵)

پھر مزید کہتے ہیں :-

"ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے (یعنی ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جامع ، حتمی اور مکمل ہیں۔"

(ایضاً)

یہ بالکل درست ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جامع ، حتمی اور مکمل ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قرآن کریم کتاب محفوظ ہے اور

قرآن کریم میں کوئی تغیر اور کوئی ترمیم نہیں کی گئی ' نہ اس میں کچھ بڑھایا گیا اور نہ کم کیا گیا۔ جنہوں نے فرضی دعوے کئے ان کی بات تسلیم ہی نہیں کی گئی اس حد تک یہ درست ہے۔ مگر یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سوائے ان چار وجوہات کے خدا نے کبھی نبی بھیجا ہی نہیں اور جہاں سے غالباً یہ مضمون لیا گیا ہے اس آیت کا یہ منطوق ہے ہی نہیں۔ اگرچہ اس آیت کا ذکر تو کوئی نہیں کیا گیا لیکن اس مضمون کی قرآن کریم میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا

(البقرۃ آیت : ۱۰۷)

کہ ہمارا ایک قانون ہے ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے اَوْ نُنْسِهَا یا اس کو خود نہیں بھلاتے۔ لوگوں کو بھولنے دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ایک کام ضرور کر دیتے ہیں نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ پھر اس سے بہتر لے آتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ جب ایک دفعہ زمانے کو کوئی چیز عطا کر دیتا ہے تو زمانہ کو کلیتہً اس سے محروم نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ کی جود وسخا کی عجیب شان ہے ' فرماتا ہے جو نعمت ہم انسان کو عطا کر دیتے ہیں اگر اس میں نسخ واقع ہو جائے تو ہم کم سے کم یہ کرتے ہیں کہ پھر اس جیسی ضرور بحال کر دیتے ہیں لیکن ہماری یہ شان ہے کہ اس سے بڑھ کر لے آتے ہیں۔

پس اس سے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم مکمل ہو گیا اب یہ ایک کامل کتاب ہے۔ اگر نعوذ باللہ من ذلک قرآن کریم میں نسخ واقع ہو یا قرآن کریم کی بعض آیات بھلا دی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر لے آئے گا ' یہ نتیجہ تو نکلتا ہے اس سے زیادہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ مگر چونکہ قرآن کریم ایک محفوظ کتاب ہے اس کا بھلانا بھی ان معنوں میں کہ آیات غائب ہو جائیں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے قرآن کریم کے بدلے کوئی اور تعلیم نازل نہیں ہو سکتی نہ اس جیسی اور نہ بہتر آ سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم سے بہتر کوئی اور تعلیم ہو نہیں سکتی۔ مگر اس سے سرکاری کتابچہ میں تلبیس کے ساتھ وہ نتیجہ نکالا گیا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

خاتم النبیین کی پر معارف تشریح

جب ہم اس نقطہ نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو بالکل برعکس صورتحال نظر آتی ہے۔ اول تو صرف یہ دعویٰ کر دینا کہ "ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جامع، حتمی اور مکمل ہیں" یہ ان معنوں میں درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے علاوہ بھی بکثرت آیات موجود ہیں جن سے وہ نتیجہ نکلتا ہے جو سرکاری کتابچہ کے نتیجہ سے مختلف ہے۔ مثلاً:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(المائدۃ آیت: ۴)

اس میں دین کی تکمیل کا وعدہ کیا گیا۔ ایک اور آیت میں قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں الگ الگ جگہ مذکور ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں صرف ایک خاتمیت ہی نہیں دوسری صفات بھی ہیں جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہیں اور احادیث نبویہؐ سے بھی ثابت ہیں۔

جہاں تک تکمیل کے دعوے کا تعلق ہے ہمارا اور اس دعویٰ کا کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ یعنی آج میں نے تمہارے لئے اپنا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا۔ اور میں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب ہو۔ یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے۔ جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ کے بارہ میں بیان کی ہے۔ اس حقیقت پر تم قائم ہو جاؤ۔ اس آیت میں

صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اسی کا حق تھا۔ اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔"

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۳ تا ۴ طبع اول)

پس سرکاری رسالہ کی اس عبارت سے جو میں نے اوپر بیان کی ہے یہ ظاہر کرنا کہ نعوذ باللہ من ذلک ان کے پہنائے ہوئے، ان کے بنائے ہوئے معنوں کا انکار کر کے جماعت احمدیہ گویا قرآن کریم کی کاملیت کا انکار کرتی ہے بالکل جھوٹ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

"خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں۔"

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۶)

کتنا عظیم الشان استنباط ہے۔ قرآن کریم کو کس طرح کامل بیان کیا، فرمایا خاتم کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر تعلیم بھی خاتم ہی اترے ورنہ خود خاتم نہیں بن سکتا۔ ان معنوں کے لحاظ سے آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہو گا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علایہ وسلم کے وقت تھا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۷)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بھی بہت سے اقتباسات ہیں لیکن سب کا بیان کرنا اس وقت ممکن نہیں۔ جتنا کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کی تعریف، اس کی تعلیم کے کامل

ہونے کی تعریف میں اور اس کے محفوظ ہونے کے بارہ میں بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا اور عقلی اور نقلی دلائل پیش فرمائے' حکمتیں بیان کیں کہ کیسے یہ تعلیم کامل ہے اور ثبوت پیش کئے یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ تاہم یہ مضمون چونکہ بہت وسیع ہے اس لئے میں فی الحال اس کو چھوڑتا ہوں۔

کامل کتاب کی موجودگی میں امت کے روگ

جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ ان وجوہات کے سوا (کہ تعلیم بگاڑی گئی ہو یا کتاب میں تبدیلی کر دی گئی ہو۔ تب بھی) نبی کوئی آ ہی نہیں سکتا یہ جھوٹ ہے قرآن کریم اس کی کلیتہً نفی کر رہا ہے اور اس کی وجوہات بھی بیان کر رہا ہے چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔

(الجمعة آیت: ۳)

کہ خدا تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امیین سے مبعوث فرمایا وہ انہی میں سے ایک رسول ہے۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وہ ان پر آیات کی تلاوت فرماتا ہے یعنی اس کا ایک کام یہ ہے کہ جو کتاب اس پر نازل ہو رہی ہے اس سے آگاہ کرتا ہے۔ وَيُزَكِّيهِمْ یہ خود مزکی ہے اس میں تزکیہ نفس کی طاقت ہے اس لئے لوگوں کو پاک کرتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ اور ان کو کتاب سکھاتا ہے اگر یہ کتاب کی تعلیم نہ دے تو تم اس کو بھلا دو گے۔ تم خود اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ وَالْحِكْمَةَ اور اس کی حکمتیں بھی بیان فرماتا ہے۔ اگر محض کتاب کافی ہوتی تو پھر انبیاء کے زمانے میں اتنے جھگڑے چلانے کی ضرورت ہی کوئی نہ تھی۔ خدا تعالیٰ آسمان سے کتاب نازل کر دیتا اور لوگ خود بخود اس کو پڑھ لیتے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح بنی بنائی مل سکتی ہیں تو ساری قوم کو اکٹھی بھی تو دی جا سکتی تھیں جن سے وہ خود بخود پاک ہو جاتے' خود بخود اس کی تعلیم کو سمجھ جاتے' اس کی حکمتیں جان لیتے مگر ایسا نہیں ہوا نہ ہوتا ہے۔

اگر آج بھی یہ لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں تو موجودہ زمانہ کے مسلمان کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمان سے مقابلہ تو کر کے دیکھیں۔ خود کہتے ہیں کہ کتاب اسی طرح موجود ہے اس میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی' ہم بھی کہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے اسی طرح موجود ہے' ظاہری طور پر اس میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی لیکن کیا مسلمان وہی ہیں؟ کیا فرق ہے؟ وہ عظیم الشان مزکی نہیں رہا اس شان کا مزکی کبھی پیدا نہیں ہوا تھا نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ معلم کتاب و حکمت نہیں رہا۔ یہ محرومیاں ہیں جو امت کو روگ کی طرح لگ گئی ہیں۔ یہی ایک محرومی ہے جس نے امت سے ہر فضیلت چھین لی کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفتہ رفتہ دوری نے آخر یہ اثر دکھانا تھا اور اس مقام تک امت نے بہرحال پہنچنا تھا۔ اگر کتاب فی ذاتہ کافی ہوتی تو پھر آج ہم امت مسلمہ کا یہ نقشہ نہ دیکھتے۔

تاریخ انبیاءؑ کے چند اسباق

پھر قرآن کریم جو تاریخ پیش کرتا ہے وہ بھی اس سرکاری رسالہ کے اس دعویٰ کو بالکل جھٹلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ:۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔

(الانعام: ۱۵۵)

اور پھر فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔

(البقرۃ آیت: ۸۸)

فرمایا ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا فرمائی اور کتاب کے بعد مسلسل پے در پے رسول بھیجے اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی بینات عطا کیں اور روح القدس سے اس کی مدد

فرمائی۔ پس کیا جب کبھی بھی کوئی رسول تمہارے پاس آیا جسے تم پسند نہیں کرتے تھے جس کی باتوں کو تم نے ہر دفعہ تکبر سے ٹھکرا دیا اور اس کے خلاف سرکشی کی راہ اختیار کی۔ پس جب کبھی کوئی ایسا رسول آیا اور تم نے تکبر اختیار کیا' مطلب ہے اَفَکُلَّمَا جب ہمیشہ ایسا ہوا تو کیا یہ جائز تھا تمہارے لئے؟۔ یہ سوالیہ نشان یہ معنے رکھتا ہے کہ پس جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا اور تم نے تکبر سے اسے رد کر دیا اس وجہ سے کہ تم اسے پسند نہیں کرتے تو پھر کیا ہوا فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ ان میں سے بعض کو تم نے جھٹلا دیا وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ اور بعض کو تم نے قتل کر دیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ آپ پہلے نبی بنائے گئے پھر آپ کی درخواست پر حضرت ہارونؑ کو نبی بنایا گیا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول اور حضرت ہارون کے نبی بنائے جانے کے درمیان جو تھوڑا سا وقفہ تھا اس میں تورات میں تحریف ہو گئی تھی؟ کلام الٰہی کو بدل دیا گیا تھا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تعلیم کو بھول گئے تھے کوئی ایک بھی وجہ موجود نہیں جو کتابچہ میں بیان کی گئی ہے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے۔ اگر یہ کہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں تو وقفہ تھا اور حضرت داؤد اس وقت آئے جب کہ تحریف ہو چکی تھی تو حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں کونسا وقفہ تھا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں کونسا وقفہ تھا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ کو کیوں نبی بنایا گیا۔ زبور میں کونسی تحریف کر دی گئی تھی۔ حضرت داؤدؑ کی زندگی میں اور کونسی تحریف اس اصلاح کے بعد کر دی گئی تھی جو حضرت داؤد نے پرانے عہد نامے میں کر دی تھی بالکل لغو اور بے معنی خیال ہے۔ اس دعویٰ کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کی طرف جائیے۔ آپؑ کے بعد آپ کے بیٹے کو نبی بنایا گیا اور ان دونوں کے درمیان کونسا وقفہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کونسی تعلیم کو مٹا دیا گیا یا بھلا دیا گیا یا تبدیل کر دیا گیا تھا کہ آپ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی ضرورت پیش آ گئی۔ اور پھر بقول سرکاری کتابچہ وہی ظلم کہ حضرت اسحاقؑ نے ابھی آنکھیں بند نہیں کی تھیں کہ آپؑ کی قوم نے آپ کی تعلیم کو

بھی بگاڑ دیا نعوذ باللہ من ذالک اور پھر حضرت اسحاق ؑ کے بعد حضرت یعقوب ؑ کی ضرورت پیش آگئی اور پھر وہی ظلم کہ حضرت یعقوب ؑ ابھی زندہ تھے کہ ان کی تعلیم بگاڑ دی گئی اور حضرت یوسف ؑ کی ضرورت پیش آگئی۔ پس اس کتابچہ میں جتنے دعویٰ کئے ہیں سارے ہی جھوٹے اور بے بنیاد ہیں۔ محض لفاظی ہے۔ قرآن کریم کی طرف بے دھڑک غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ اس کتابچہ کی اور کوئی حقیقت نہیں ہے۔

موجودہ زمانہ میں مصلح ربانی کی ضرورت

پس جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن کریم غیر مبدل ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ غیر مبدل ہے لیکن یہ کہنا کہ غیر مبدل ہونے کی وجہ سے کسی مصلح کی ضرورت نہیں، کسی نبی کی ضرورت نہیں، کسی اصلاح کرنے والے مزکی کی ضرورت نہیں، کسی نبی کی ضرورت نہیں، کسی تعلیم دینے والے کی ضرورت نہیں، کسی حکمتیں سکھانے والے کی ضرورت نہیں، اس دعویٰ کو قرآن کریم رد کر دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی زبان میں سنئے کہ کیا وقت آنے والا تھا اور امت محمدیہ نے اس قرآن کریم سے کیا سلوک کرنا تھا۔ سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا
(الفرقان آیت: ۳۱)

کتنا دردناک شکوہ ہے جو اپنی ہی امت کے بعد کے آنے والوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ آنحضورؐ اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے میرے آقا! کس قدر ظلم ہوا ہے لوگوں نے اس قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ ایک امت کے نبی کو ایک امت سے کتنا دردناک شکوہ ہے مگر سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عظمت شان کا یہ عالم تھا کہ آپؐ سارے انبیاء کی روح اور سارے انبیاء کی شوکت تھے، اس کامل کتاب کے متعلق آپؐ خدا کے حضور یہ شکوہ عرض کریں گے۔ اور اس آیت کی تشریح کیا ہے؟ لوگ اس قرآن کو کیسے چھوڑ دیں گے؟ اس کے متعلق بھی خود آنحضورؐ کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں:۔

یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ و لا یبقی من القرآن الا رسمہ۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم و فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

کہ افسوس لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا فقط نام باقی رہ جائے گا اور قرآن صرف تحریر کی صورت میں نظر آئے گا' میری امت کے اندر اعمال کی شکل میں حسین اعمال کی صورت میں' میری امت کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی صورت میں تم اس کو نہیں دیکھو گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے یہ واقعہ گزر چکا تھا؟ کیا واقعۃً قوم قرآن کریم کو مہجور کی طرح چھوڑ چکی تھی؟ اگر چھوڑ چکی تھی تو سرکاری کتابچہ کے اس سارے دعوے کی بنیاد ہی ہاتھ سے نکل جاتی ہے کہ قرآن موجود ہے اور بغیر تبدیلی کے موجود ہے اب کسی مصلح کی کیا ضرورت ہے۔ سنئے نواب نورالحسن خانصاحب جن کا زمانہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ملتا ہے فرماتے ہیں:۔

"اب اسلام کا صرف نام' قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد بھی اقرار کرتے ہیں اور بعینہٖ انہی الفاظ میں اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں' مگر واللہ دل سے اسے معمولی اور

بہت معمولی اور بے کار کتاب جانتے ہیں۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۴ - جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۲)

آج کل کے مسلمان جن میں قرآن کریم موجود تھا اور سرکاری کتابچہ کے دعوئی کے مطابق ہر قسم کی تبدیلی کے بغیر موجود تھا اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ یہ لفظاً بھی بالکل درست ہے لیکن جہاں تک اس کے سمجھنے اور سمجھانے کا تعلق ہے اور قرآن کریم سے فیضیاب ہونے کا تعلق ہے' سرکاری کتابچہ کا دعوئی بالکل جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔ اگر کسی کو یقین نہ آئے تو وہ مولانا ابوالکلام آزاد کا تبصرہ پڑھ لے کہ انہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کس حال میں دیکھا۔ وہ امت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا دعوئی کرتی ہے اس کے متعلق ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :۔

" ان میں سے کوئی نحوست (بہت سی نحوستیں پہلے بیان کر چکے ہیں) اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو۔ اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنی کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امت میں بھی نہ پھیل چکی ہو۔"

اس بات کو نہ بھولئے کہ ابوالکلام آزاد صاحب مجلس احرار کے گرو سمجھے جاتے ہیں۔ کانگرس نے جب مجلس احرار پیدا کی ہے تو بیچ میں اصل واسطہ یہی تھے۔ چنانچہ یہی مولانا صاحب مزید لکھتے ہیں :۔

" اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں نے بھی وہ سب اٹھائے حتی کہ لو دخلوا جحر ضب لدخلتمو ہ کا وقت بھی گزر چکا۔"

یعنی وہ وقت بھی گزر چکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ظہور پذیر ہونا تھا کہ اگر تم سے پہلے یہود اور اہل کتاب گوہ کے سوراخ (بل) میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ضرور اس میں داخل ہو گئے گویا تم یہود و نصاریٰ کی پیروی میں انتہاء کردو گے پھر فرماتے ہیں :۔

" ہماری جانیں اور ہماری روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ

واقعی اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہو گئے اور دین توحید کا دعویٰ کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کر لیں اور جس لات اور عزیٰ کی پوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی اسی کی پوجا پھر سے شروع ہو گئی۔"

(تذکرہ طبع دوم صفحہ ۲۷۸ مولفہ ابوالکلام آزاد ناشر کتابی دنیا لاہور تاریخ تالیف اکتوبر ۱۹۱۹ء)

پس کتاب تو موجود ہے پھر یہ کیا پتا گزر گئی، یہ کیا قیامت ٹوٹ پڑی کہ جس لات اور عزیٰ سے نجات دلائی گئی تھی اسی کی پرستش پھر شروع ہو گئی۔ وہ تمام ہلاکیاں اور وہ تمام لعنتیں جن کا مولانا آزاد ذکر کرتے ہیں آج امت میں بدرجہ کمال رائج ہو چکی ہیں۔ کیا کمی ہے؟ ظاہر ہے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے کی کمی ہے۔ آسمانی مزکی کی کمی ہے۔ اس مصلح کی کمی ہے جس کی پشت پر خدا کھڑا ہوتا ہے جسے اپنے حکم سے بھیجتا ہے اور اپنے نور سے بصیرت عطا فرماتا ہے اسے تائید اور نصرت سے نوازتا ہے اور بگڑی ہوئی قوم کے حالات کو بدلنے کی طاقت اور قوت بخشتا ہے۔

اور ایک اور مفکر اسلام (یعنی مخالفین احمدیت کے نزدیک جو مفکر اسلام ہیں) علامہ اقبال ہیں۔ ان کے نزدیک امت محمدیہ کو کہا تو امت محمدیہ ہی جاتا ہے لیکن بڑا دکھ ہوتا ہے کیونکہ اچھی چیز تو اچھے کی طرف منسوب کرتے ہوئے مزہ آتا ہے جب بری بات ہو رہی ہو تو اس کا ذکر کرنے کو بالکل دل نہیں چاہتا غالباً اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بگڑے ہوئے علماء کا ذکر فرمایا تو فرمایا علماء هم شر من تحت ادیم السماء ان لوگوں کے علماء ـــــ میرے نہیں۔ لیکن جہاں اپنے علماء کی بات کی وہاں فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ـــــ پس اس مضمون کے تابع مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے جب یہ کہتا ہوں کہ امت محمدیہ کا یہ حال ہے تو اس لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل کے مسلمان گو دیانت داری سے امت محمدیہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں گے اور ان کی خواہش بھی یہی ہوتی ہو گی لیکن بدقسمتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض نہ پا سکے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے لکھا۔

شور ہے "ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود"

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہیں شور ہے۔ کیا سچ ہے یا شور۔ فرماتے ہیں:۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ "تھے بھی کہیں مسلم موجود؟"

کہتے ہیں مسلمان ایسے مفقود ہوئے کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ مفکر اسلام فرما رہے ہیں۔ پھر تم کیا ہو' خود ہی کہتے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

("جواب شکوہ" صفحہ ۱۱ بانگ درا طبع اول ستمبر ۱۹۲۴ء طبع دوازدہم اگست ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۲۶)

اب یہ لوگ کیا کریں گے۔ قرآن کی بات نہیں مانی حدیث کی بات نہیں مانی۔ اس مفکر اسلام کی تو ماننی پڑے گی۔

اب سنئے مولوی مودودی صاحب جنہیں موجودہ حکومت میں عظیم مرتبہ حاصل ہے۔ وہ خود تو فوت ہو چکے ہیں مگر مودودیت تو کسی طرح چل رہی ہے اور ان پر موجودہ حکومت کی بڑی نوازشیں ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

"خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہلحدیث حنفی' دیوبندی' بریلوی' شیعہ سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں۔ یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔"
(خطبات طبع چہارم صفحہ ۸۲ ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور)

اور عجیب بات یہ ہے کہ منہ سے جو کچھ کہتے ہیں امر واقعہ کے طور پر اس کو خود تسلیم نہیں کرتے۔ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دو طرح سے کہا جا سکتا ہے اول یہ کہ وہ ضرورت ہی کبھی پیدا نہیں ہو گی جس کے پیش نظر انبیاء آیا کرتے ہیں اور یہی دعویٰ سرکاری کتابچہ میں کیا گیا ہے اور یہ بات میں نے قرآن کریم سے اور خود ان کے مسلمات سے غلط ثابت کر دی ہے۔ دوسرے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضرورت تو پیدا ہو گی مگر خدا نہیں بھیجے گا اور یہ خدا تعالیٰ پر اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا افتراء ہے جس سے

بڑا افتراء اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آنحضورؐ رحمتوں کے لئے روک بن کر آئے تھے نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ لعنتوں کے لئے روک بن کر آئے تھے ' لعنتوں کے دروازے بے شک جاری رہیں ' جتنے مرضی دجال آئیں ' تیس کیا تیس ہزار بھی آجائیں تو سو بسم اللہ شوق سے آتے چلے جائیں ' ہاں خدا کا بھیجا ہوا نہ آئے ' اسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ مصلح ربانی آئے تو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کا کیا کام ہے۔ بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کرنا۔

صدوم کی بستی کا احتجاج

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی مصلح ربانی کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ضرورت ہے اور پھر بھی تم کہتے ہو کہ نہیں آئے گا تو پھر امت محمدیہ پر اس سے بڑا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی زبانی ضرورت کا حال سنئے ' فرماتے ہیں :۔

> " اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک کے تصور کمال کا مجسمہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۴ تا ۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

خدا کی قسم دل ہمارے ساتھ ہیں۔ زمانہ تکرار سے تقاضے کر رہا ہے۔ خود وہ لوگ جو ہماری زبانیں گدی سے کھینچنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں ان کے دل پکار رہے ہیں کہ نبی سے کم مرتبہ والا ان کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ ایسے مفاسد تو دنیا میں کبھی دیکھے نہیں گئے تھے جیسے آج دیکھے گئے ہیں ۔ قرآن کریم کی تاریخ کے مطابق

قوموں میں ادنیٰ ادنیٰ سی کمزوری آئی تو خدا نے نبی بھیج دیا۔ ماپ تول کے معیار بگڑے تول دینے کے پیمانے اور ہوئے اور لینے کے اور ہوئے تو خدا نے نبی بھیج دیا۔ اموال میں غلط تصرفات ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج دیا۔ غرض ہر چھوٹی سے چھوٹی روحانی بیماری پر خدا کے نبی آتے رہے اور وہی اصلاح کرتے رہے۔ باوجود اس کے کہ اس سے پہلے کتابیں موجود تھیں پھر یہ حالت کیا بگڑی یہ کیا واقعات ہو گئے کہ آج زمانہ میں ہر وہ روحانی بیماری موجود ہے جس بیماری کا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے مگر مصلح ربانی سے انکار ہے اس پر تو مجھے انگلستان کے ایک صاحب دانش کا وہی قول یاد آ جاتا ہے کہ :۔

"آج جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ ساری باتیں ترک کر دو جس بیماری کو لواطت یا ہم جنس سے تعلقات کہا جاتا ہے اگر صرف اسی کو دیکھا جائے تو اگر آج خدا کی طرف سے کوئی اصلاح کے لئے نہ آیا تو قیامت کے دن صدوم کی بستی جہاں حضرت لوط علیہ السلام آئے تھے وہ خدا کا گریبان پکڑے گی کہ اے خدا! ہم سے لاکھوں گنا زیادہ یہی بدمعاشی دنیا میں ہوئی اور تو نے کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا اور ان کو ہلاک نہیں کیا لیکن اے خدا! تو نے ہمیں کیوں ہلاک کر دیا اسی جرم کے نتیجہ میں۔"

پس ایک جرم کی کیا بات ہے ہزاروں لاکھوں نئے نئے جرم ایجاد ہونے لگے۔ ظلم اور سفاکی کی نئی نئی راہیں اور نئی نئی ترکیبیں دنیا میں ایجاد کی گئیں اور جاری کی گئیں اور ابھی یہ لوگ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کسی آنے والے کی ضرورت نہیں ہاں دجال آئیں تو سو بسم اللہ پر اللہ کا نبی نہ آئے اسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

ظہور مہدی کی انتظار

ابوالکلام آزاد صاحب اپنے زمانہ میں امام مہدی کے لئے شدید انتظار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اگر ان میں سے کسی بزرگ کو چند لمحوں کے لئے قوم کی حالت زار

پر توجہ بھی ہوتی تھی تو یہ کہہ کر خود اپنے اور اپنے معتقدین کے دلوں کو تسکین دے دیتے تھے کہ اب ہماری تمہاری کوشش سے کیا ہو سکتا ہے ؟ اب تو قیامت قریب ہے اور مسلمانوں کی تباہی لازمی۔ سارے کاموں کو حضرت امام مہدیؑ کے نکلنے کی انتظار میں ملتوی کر دینا چاہیے۔ اس وقت ساری دنیا خود بخود مسلمانوں کے لئے خالی ہو جائے گی۔"
(تذکرہ طبع دوم صفحہ ۱۰ مولفہ ابوالکلام آزاد ناشر کتابی دنیا لاہور تاریخ تالیف اکتوبر ۱۹۱۹ء)

اسی طرح شیعوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہے :۔

"اگر کسی وقت میں نوع انسانی معلم روحانی کی محتاج تھی تو اب بھی ہے اِلّا یہ کہہ دیا جائے کہ کبھی انسان محتاج پیغمبر و امام و معلم روحانی نہ تھا (کہتے ہیں سوائے اس کے کہ یہ کہو کہ کبھی بھی انسان کو کسی خدا کے بھیجے ہوئے کی ضرورت نہیں تھی اگر کبھی تھی تو آج بھی ہے) اور بعثت معلمین الٰہی معاذ اللہ فضول اور لغو ہے (اگر یہ کہہ دو تو پھر بیشک چھٹکارا حاصل کر لو) ورنہ جو اول ضرورت کو تسلیم کرتا ہے وہ اب بھی کرے گا۔ جو پہلے انبیاء و اوصیاء و آئمہ کو مانتا ہے وہ اب بھی مانے گا اور وجود امام کو تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخرالزمان کا منکر تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے اور یہی قول پیغمبر سے بھی ثابت ہے۔"
(الصراط السوی فی احوال المہدی حصہ اول صفحہ ۴۵ - ۴۶ از سید محمد سبطین السرسوی)

لیکن ایک مفکر اسلام کے بغیر تو یہ بات نہیں مانیں گے اس لئے اب ہمیں "مفکر اسلام" کا حوالہ تلاش کرنا پڑے گا۔ تو اس کے لئے کافی محنت کرنی پڑی۔
اقبال نامہ حصہ اول خط بنام سراج دین صاحب پال کے صفحہ ۳۱ پر "مفکر اسلام" کا یہ قول درج ہے :۔

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے

نقاب کریں۔"

یعنی محمد مصطفیٰ ؐ کے آئے بغیر اب اسلام کا احیاء ممکن نہیں ہے۔ وہ اور دین تھا جو آپ ؐ لے کر آئے تھے یہ اور دین ہے جس کے تصور میں یہ لوگ بس رہے ہیں اب تو آپ ؐ ہی تشریف لائیں تبھی ممکن ہے کہ سچے دین کا دنیا کو پتہ چلے " مفکر اسلام " نے کبھی تو کوئی سچی بات کرنی ہی تھی نا! سو کردی ہے۔ اس لئے سچی بات کہی ہے کہ قرآن کریم میں بعینہ یہی بات درج ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

(الجمعة آیت ۳ تا ۵)

وہی خدا ہے جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امیین میں سے رسول بنا کر بھیجا۔ جس نے ان آیات کی تلاوت کی' ان کا تزکیہ نفس کیا اور علم و حکمت کے جام ان کو پلائے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور آخَرِينَ میں بھی دوبارہ اسی کی ضرورت ہوگی۔ جب یہ تعلیم اور اس کی حکمتیں ان کے ہاتھ سے جاتی رہیں گی تو ان کو کوئی اور یہ حکمتیں نہیں بتا سکے گا۔ یہی محمد ؐ یعنی اس کا غلام کامل جو اس میں جذب ہو کر' جو اس سے فیض پا کر آگے اس فیض کو جاری کرے اس کے سوا کوئی نہیں وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کچھ اور لوگ منتظر ہیں' آج تک جن کی صحابہؓ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وہ غالب ہے اس بات پر کہ دور کے زمانوں کو اب پہلے زمانوں سے ملا دے۔ رہا یہ سوال کہ یہ شرف اور مقام کس کو دے گا' کیسے دے گا کیوں دے گا؟ اس کے جواب میں فرمایا۔
تمہاری کوئی حجت کام نہیں آئے گی جہاں سے چاہوں گا جس کو چاہوں گا چن لوں گا چنانچہ فرمایا ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ جس کو چاہتا ہے خدا اپنے فضل دیتا ہے تم ہوتے کون ہو خدا کے فضل تقسیم کرنے والے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے:-

اَھُمۡ یَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّکَ (الزخرف آیت : ۳۲)

یہ وہی مضمون ہے جو یہاں دہرایا گیا ہے اور نبوت کے ساتھ اس کا تعلق ہے ' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بعثت ثانیہ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ کی تعین

علماء یہ کہہ کر اپنا دامن بچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہاں تو جن آخرین کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے زمانہ کے آخرین تھے یعنی وہ لوگ جو حضور اکرمؐ سے ابھی ملے نہیں تھے یا صحابہؓ سے نہیں ملے تھے جنہیں کچھ عرصہ ٹھہر کر آنا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی آنا تھا۔

اس تاویل کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود رد فرما چکے ہیں اور وہ بخاری کی حدیث ہے جس سے زیادہ قوی حدیث ہمارے اپنے ایمان اور یقین کے مطابق ممکن نہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ جب یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائیں تو صحابہؓ کی مجلس میں سے ایک نے سوال کیا من ھٰٓؤُلَآءِ اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں جو اتنے خوش نصیب ہیں گویا کہ جن میں آپ کی بعثت ثانیہ ہو رہی ہے۔ پہلی بات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ وہ اٰخَرِیۡنَ ہیں ' اس قریب زمانہ کے اٰخَرِیۡنَ لازماً نہیں ہیں بلکہ بہت دور کے آخرین ہیں ' تاریکی کے زمانہ کے آخرین ہیں ' جہالت کے زمانہ کے آخرین ہیں جو امیین ہی میں سے ہیں گویا وہ حالت ہو گئی جیسے عرب کی پہلے حالت ہو چکی تھی ' اسی حالت میں بعثت ثانیہ مقدر ہے جس حالت میں بعثت اولیٰ مقدر تھی وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ جن میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آئیں گے وہ بھی ان جیسے ہو چکے ہوں گے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت سلمانؓ فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جواباً فرمایا:۔

لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من ھولاء

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ)

ایک اور روایت میں ہے:۔

لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ھولاء

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ)

کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو یہ سلمانؓ فارسی کے ہم قوم لوگوں میں سے ہوں گے کچھ ' جو اسے دوبارہ کھینچ کر لے آئیں گے یا ایک مرد عظیم ایسا ہو گا جو اسے دوبارہ کھینچ کر لے آئے گا۔ یعنی یہ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کون ہیں؟ اس زمانہ کے لوگ جب ایمان ثریا پر جا چکا ہو گا تو کیا نعوذ باللہ من ذالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہو سکتا تھا؟ آپؐ تو فرماتے ہیں کہ اگلی تین نسلیں روشنی کی نسلیں ہونگیں ' میرا نور ایسا نہیں جو اچانک نظر سے غائب ہو جائے ' دنیا کا سورج بھی تو اچانک غائب نہیں ہوا کرتا اس کے ڈوبنے کے بعد بھی کچھ شفق رہتی ہے لیکن میں اس شان کا آفتاب ہوں کہ میرے جانے کے بعد تین صدیوں تک وہ شفق باقی رہے گی اور تم اس نور کو دیکھتے رہو گے ' پھر اندھیرے کا زمانہ آئے گا۔ اس وقت بھی کوئی نہیں آئے گا یہاں تک کہ وہ رات گہری ہو جائے گی اور یوں محسوس ہو گا کہ گویا ایمان دنیا سے اٹھ چکا ہے ' دنیا مہجور ہو گئی ہے ' کلیتہ نور آسمان پر جا تا رہا ہے۔ اب یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آخرین کیسے ہو گئے؟ یہ تو لازماً بہت دور کے آخرین ہیں۔ اس زمانہ کے آخرین ہیں جس زمانہ کے متعلق مفکر اسلام لکھ رہا ہے

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانہ میں مقبول ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔"

(اقبال نامہ حصہ اول خط بنام سراج الدین پال ص ۴۱ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

کیا وہ سلوک کروانے کے لئے تم سے جو تم ان کے غلام سے کر رہے ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

پروفیسر میکنزی اپنی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی TO SOCIALOGY INTRODUCTION کے آخری دو پیراگرافس میں ایک بات لکھتے ہیں ' بڑی

دلچسپ بات ہے ' کہتے ہیں :۔

" کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراج کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے ..... ہمیں معلم بھی چاہئے اور پیغمبر بھی ..... غالباً" ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے ..... اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ہنگام زار میں وعظ و تبلیغ کرے ....."

یہ تو غیر مسلم ہے یہ تو مفکر اسلام نہیں ہے اس کو میں نے کیوں چن لیا ہے میں ابھی بتاتا ہوں۔

علامہ اقبال نے اپنے خط محررہ ۲۴۔ جنوری ۱۹۲۱ء بنام ڈاکٹر نکلسن (جس نے "اسرار خودی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا) میں ان دو پیراگرافس کو لفظ بلفظ نقل کر کے لکھ کہ :۔

"پروفیسر میکنزی کی کتاب INTRODUCTION TO SOCIALOGY کے یہ دو آخری پیراگراف کس قدر صحیح ہیں۔"

(اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۴۱ تا ۴۴۲)

کہتے ہیں HOW TRUE کتنی سچی بات کر گیا ہے ڈاکٹر میکنزی اس زمانہ میں ہمیں پیغمبر کی ضرورت ہے اور پیغمبری کی نہیں ایک مسیح کی ضرورت ہے۔ مفکر اسلام اس کی بھی تائید کرتا ہے اور کس حسرت سے کہتا ہے کیا بات ہے کیا عمدہ بات ہے گویا کاش یہ میں نے کہی ہوتی !

سرکاری کتابچہ کا ہیر پھیر

اب سنئے ایک اور قصہ ان کا۔ عجیب کتابچہ لکھا ہے انہوں نے۔ کہتے ہیں :۔

" رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسے مسلمانوں نے بے درنگ کاذب اور مرتد گردانا ہے اور پوری امت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث و تمحیص کو

ضروری نہیں سمجھا نہ ہی گوارا کیا ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔"

اور پھر کہتے ہیں کہ:۔

"گزشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النبیّین کی تمام دنیا میں مسلمہ تشریح اور تفسیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آرا رہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانہ بعد میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران امت مسلمہ نے ایسے کسی آدمی کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔"

وہ کہتے ہیں چونکہ یہ واقعہ گزرا ہے اس سے ثابت ہوا کہ کوئی نبی نہیں آ سکتا نیز ان کے نزدیک اس سے ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اس میں بھی عجیب تلبیس اور ہیر پھیر سے کام لیا گیا ہے۔ تاریخ جہاں سے شروع کرنی چاہئے تھی وہاں سے نہیں کی بلکہ تاریخ کا بڑا حصہ چھپا لیا گیا ہے اور تھوڑا سا حصہ پیش کیا گیا ہے۔ دعویٰ یہ نہیں بنتا دعویٰ یوں بنتا ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ تک اور بعد میں دنیا کا یہ دستور رہا ہے کہ ہر دعویدار نبوت کی مخالفت کرتی ہے اور کم از کم سچے دعویٰ داران نبوت کی تو ضرور مخالفت کرتی ہے اور قرآن بعینہ یہ دعویٰ بتاتا ہے، حسرتیں بیان کر کے بتاتا ہے، کہتا ہے بنی آدم کے اوپر حسرت ہے۔ کبھی بھی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے حسن سلوک کیا ہو، ہمیشہ اس کو رد کرتے ہیں، اس پر ظلم کرتے ہیں، اس پر ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ بندوں کا خالق اپنے بندوں پر حسرت کرتا ہے۔ یہ تو ایک قاعدہ کلیہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے۔ اس قاعدہ کو تسلیم کرنے کے بعد کیا تم ہر نبی کا انکار کر دو گے اس لئے کہ اس کی مخالفت کی گئی تھی۔ اس سے وہ نتیجہ کیسے نکلا جو تم نکال رہے ہو۔ امت موسوی میں کیا یہ واقعہ نہیں ہوا۔ اور قرآن کریم کی وہ آیات

میں پہلے پڑھ چکا ہوں کہ ہر نبی جو موسیٰؑ کے بعد آیا ان میں سے ہر ایک کی مخالفت کی گئی۔ کچھ جھوٹوں کی بھی کی گئی لیکن اللہ اس کو نظر انداز فرماتا رہا۔ اس کے کوئی معنی نہیں خدا کے نزدیک تو معنی اس بات کے ہیں کہ حسرت ہے کہ سچوں کی مخالفت ضرور ہوتی آئی ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے جو مطلب تم حاصل کرنا چاہتے تھے وہ تو اس سے حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ قرآنی اصول کے مطابق ان کی مخالفت تو ان کی سچائی کی دلیل ٹھہر رہی ہے۔

قدرت کا مضمون۔ عنوان کی تبدیلی

اب میں یہ مضمون آپ کو سمجھاتا ہوں۔ قرآن کریم کس رویّے کے متعلق ہدایت فرماتا ہے یعنی یہ کہ جب تم کسی دعویٰ دار نبوت کی بات سنو تو کیا رویہ اختیار کرو۔ اگر قرآن کے دعویٰ کے مطابق رویہ ہو گا تو ہم اس کو تسلیم کریں گے۔ اگر مخالف رویہ ہو گا تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ قرآن کریم حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے دعویٰ کیا' مخالفتیں ہوئیں تو قوم کے بڑے لوگ یہ منصوبے بنا رہے تھے کہ موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے۔ اس وقت انہی کی قوم میں سے ایک آدمی جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اس نے کہا ایسا نہ کرو وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۚ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ (المومن آیت ۲۹) کہ دعویٰ دار نبوت ہی تو ہے تمہیں کیا پتہ سچا ہے یا جھوٹا ہے' ہاں ایک بات تمہیں بتا دیتا ہوں کہ اگر جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ تم پر بہر حال نہیں پڑے گا۔ اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔ کیونکہ جھوٹے کو تو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اور وہی اہل ہے اس بات کا کہ جان سکے کہ جو میں نے نہیں کہا وہ مدعی میری طرف منسوب کر رہا ہے یا نہیں۔ تو مضمون وہی بنتا ہے کہ ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی" کہلائے۔ تم خدا سے زیادہ غیرت دکھلا رہے ہو۔ اگر موسیٰؑ جھوٹا ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کے جھوٹ کی وجہ سے تم نہیں پکڑے جاؤ گے' پھر تمہیں مخالفت کرنے کی مصیبت کیا پڑی ہے! ہاں ایک خطرہ ضرور ہے اِنْ يَكُ صَادِقًا اگر وہ سچا نکلا تو پھر تم تو مارے گئے۔ يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ پھر تو جتنی وعید

کرتا ہے وہ تمہیں پہنچ ہی جائے گی پھر تم بچ کے نکل نہیں سکتے۔ یہ ہے دعویٰ داران نبوت کے متعلق وہ ردِ عمل جس کو قرآن کریم درست قرار دیتا ہے۔ اور اگر اس کو درست قرار نہ دیتا تو رد فرما دیتا۔ یہ تو ایک عام آدمی کی بات تھی کسی نبی کی بات نہیں تھی جو محفوظ کی جاتی۔ یا کسی صاحب جراءت ' صاحب ایمان کی بات بھی نہیں تھی۔ کمزور آدمی ' خدا فرماتا ہے ' ایمان چھپاتا پھرتا تھا لیکن بات ایسی پیاری کر گیا ' بات ایسی سچی کہہ گیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا نے اٹھا رکھی وہ بات ' اور جب آنحضورؐ کے اوپر قرآن نازل فرمایا تو ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ ایک بہت پیاری بات ہوئی تھی میں تجھے بھی بتا دیتا ہوں ' یہ ہے جو تیرے دعویٰ کے مقابل پر ان لوگوں کو کرنا چاہئے ' جیسے کل یہ بات سچی تھی ویسے آج بھی یہ سچی ہے۔ پس قرآن کا طرز عمل تو یہ ہے لیکن قرآن کے کس کس طرز عمل کے متعلق ہم تمہیں بتائیں۔ تم تو ہر طرز عمل سے غافل ہو چکے ہو۔ کتابچہ کے اسی دعویٰ میں جو کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں ایک بات ایسی بھی کہہ دی گئی ہے اگر ان کو پتہ ہوتا تو کبھی بھی یہ بات نہ کہتے۔ بیوقوفی میں ایسی بات کر گئے ہیں سوچا ہی نہیں کہ اس کا مطلب کیا نکلے گا۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ امت محمدیہؐ نے ہر جھوٹے سے ایک سلوک کیا ہے اور اس سلوک میں تم کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے اور اس سلوک میں یہ بات شامل ہے کہ اس سے نہ کبھی مباحثہ کیا نہ مناظرہ کیا نہ بحث و تمحیص کی اور جھوٹا کہہ کر ایک طرف چھوڑ دیا گیا لیکن اس مدعی کی مخالفت شروع کر دی گئی۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیوں نہیں کیا۔ یعنی جھوٹوں والا سلوک کیوں نہیں کیا تم نے۔ تم نے تو مناظرے بھی کئے ' مباحثے بھی کئے۔ مباہلے بھی کئے۔ وہ ساری باتیں کیں جو سچے نبیوں کے ساتھ ان کے منکریں کیا کرتے تھے یٰنُوۡحُ قَدۡ جٰدَلۡتَنَا (ھود آیت ۳۳) کی آواز آیا کرتی تھی۔ مخالفین کہتے تھے اے لڑنے جھگڑنے والے۔ اے دلیلیں پیش کرنے والے ' خدا کے نبی کہلانے والے تو نے باتوں کی حد ہی کر دی ہے۔ اب بس کر ہم نے خوب مقابلے کئے ' خوب بحثیں کیں۔ پس تم بھی تو وہی سلوک کر رہے ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنے اقرار کے مطابق جو ہمیشہ سچے نبیوں سے ہوتا چلا آیا ہے اور تمہارے سلوک کی ویسے قیمت بھی کیا ہے۔ خدا بھی وہی سلوک کر رہا ہے جو

ہمیشہ سچے نبیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔

سچے اور جھوٹے میں مابہ الامتیاز

اب سنئے حضرت امام ابن القیمؒ کیا کہتے ہیں۔ یہ وہی عظیم الشان عالم دین، چوٹی کے فلسفہ دان اور بڑے بزرگ انسان تھے۔ جنہیں مفکرؒ اسلام کے نام کے ساتھ سرکاری کتابچہ میں یاد کیا گیا ہے۔ وہ اس مضمون میں کیا فرماتے ہیں کہ لوگ کیوں مخالفت کیا کرتے ہیں کیا مخالفت کسی کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے کیا فرمایا؟ فرماتے ہیں:۔

نحن لا ننکر ان کثیرا من الکذابین قام فی الوجود و ظهرت له شوکة ولکن لم یتم له امره و لم تطل مدته بل سلط علیه رسله و اتباعهم فمحقوا اثره و قطعوا دابره و استأصلوا شافته هذه سنته فی عباده منذ قامت الدنیا و الی ان یرث الارض و من علیها۔

(زاد المعاد جلد اول صفحہ ۵۰۰، ۵۰۱ مطبوعہ نظامی پریس کانپور)

جو بات میں نے بیان کی وہی بات یہ بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ مخالفت انبیاء کی اس تاریخ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں جب سے دنیا بنی ہے یہی تاریخ جاری ہے اور پھر اس تاریخ کی روشنی میں سچے اور جھوٹے میں فرق کیسے کیا جا سکتا ہے وہ میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ بہت سے کذاب اور جھوٹے مدعی پیدا ہوئے اور ان کی ابتدائً شوکت بھی ظاہر ہوئی۔"

یہ ایک ایسا عمدہ اور حکمت کا کلام ہے کہ جس پر ٹھہر کر میں روشنی ڈالتا ہوں پھر آگے چلتا ہوں واقعی مفکرؒ اسلام تھے واقعی بہت عظیم مقام رکھتے ہیں اس سے کوئی انکار نہیں۔ چار میں سے تین کو تو میں منظور کر چکا ہوں اور یونہی منظور نہیں کیا بلکہ حکمت کی بناء پر۔ میں جانتا ہوں کہ بہت بڑے بڑے چوٹی کے بزرگ انسان ہوئے ہیں غلطیاں ان سے بھی ہوئی ہیں۔ ساری باتیں درست نہیں کہتے تھے لیکن مفکر ضرور

تھے ' بڑی ذہانت و فطانت کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے مسائل کا اور بڑے بڑے عجیب حکمت کے موتی نکال کر لاتے تھے۔ یہ جو فرمایا ان کی ابتدا شوکت بھی ظاہر ہوئی اس میں جھوٹے نبیوں کی ایک علامت ظاہر کی گئی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے اور تاریخ اسلام بھی اس بات کی گواہ ہے کہ کبھی کسی جھوٹے مدعی نبوت نے بغیر کسی قومی یا مخفی سہارے کے دعویٰ نہیں کیا۔ مسیلمہ کذاب جس کا نام یہ لوگ بہت چبا چبا کر لیتے ہیں اس کے ساتھ بھی ایک قوم تھی اور ہر جھوٹا دعویدار جو ہوا ہے اس کا آغاز تائید سے ہوا ہے نہ کہ مخالفت سے۔ ایک شوکت کے ساتھ اس نے کام کو شروع کیا ہے ' ایک جتھہ اس کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ کوئی جھوٹا دعویدار ہو اور اس کی یہ کیفیت ہو کہ وہ پہلے ساری قوم میں موجوداً ہو ' اس سے امیدیں باندھی جا رہی ہوں ' وہ ہر دلعزیز ہو اور اچانک دعویٰ کر کے تمام دنیا کا مغضوب بن گیا ہو۔ اور اس کا آغاز شوکت کی بجائے دنیا کی ذلت اور رسوائی سے ہوا ہو۔ کتنا عظیم الشان ہونے کے باوجود باریک فرق ہے جس کی طرف حضرت امام ابن قیمؒ کی نظر گئی ہے اور چھوٹے سے فقرے میں یہ حکمت کا موتی بتا دیا فرماتے ہیں :۔

> " ابتداء" شوکت بھی ظاہر ہوئی لیکن وہ اپنے مقصد کو پا نہ سکے اور نہ ہی ان کی مدت لمبی ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے اتباع نے بہت جلد ان کی بیخ کنی کر کے ان کو بے نام و نشان کر دیا اور ان کی گردن توڑ دی۔ ابتداء دنیا سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں یہی سنت رہی اور تا قیامت رہے گی۔ "

اب ابن قیمؒ کی بات بھی تو مانو ! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا اور دیکھو کہ پھر خدا کی تقدیر نے آپؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ حضرت ابن قیم تو کہتے ہیں کہ کبھی مدت لمبی نہیں ہوئی۔ اور تم کہتے ہو سو سال گزر چکے ہیں اور ہر مخالفت کے باوجود بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ کچھ پیش نہیں جاتی۔ ہر مخالفت کی ناکامی اور رسوائی کا خود تم اپنے مونہوں سے اور قلموں سے اقرار کرتے چلے جا رہے ہو اور ہر مخالفت کے بعد تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ کم ہونے کی بجائے پہلے سے بڑھ گئے ہیں اور جانتے ہو کہ شروع میں کوئی بھی حیثیت نہیں تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا ہے تو سب چھوڑ گئے تھے

اور بڑے فخر سے تم نے اپنے اسی کتابچے میں لکھا ہے کہ اپنے بھی چھوڑ گئے تھے۔ بیٹے بھی ایمان نہیں لائے۔ قریبی رشتہ دار سب متنفر ہو گئے تھے۔ یہ ہے نبوت کی شان ' امام ابن قیم سے پوچھو اگر تمہیں پتہ نہیں۔ اگر قرآن کا مفہوم براہ راست نہیں سمجھتے تو ان آئمہ سے سیکھو جن کو تم مفکر اسلام سمجھتے ہو۔ کتنا نمایاں کتنا بیّن فرق ہے۔ جھوٹی نبوت کا آغاز ظاہری ابتدائی شوکت سے ہوتا ہے۔ جھوٹی نبوت میں ایک چمک نظر آتی ہے ' ایک ولولہ اور دبدبہ نظر آتا ہے اور دیکھتے دیکھتے خدا اس شان کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ پس سچے نبی کی ابتدا ایسی دردناک حالت سے ہوتی ہے جس کے اپنے عزیز اقرباء بھی اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی بھی بظاہر اس کا دنیا میں نہیں رہتا اور تمام دنیا اس کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے اور پھر بھی خدا نہیں مٹنے دیتا اور خدا کی تقدیر ہر بار غالب آتی ہے فرمایا كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (سورۃ المجادلۃ : ۲۲) لازماً" میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ میں نے فرض کر لیا ہے اپنے اوپر کہ لازماً میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔

مامور من اللہ کی مخالفت کی اصل وجہ

اور جہاں تک مخالفت کا تعلق ہے کیا امام مہدی کی مخالفت نہیں ہو گی؟ کیا مسیح کی مخالفت نہیں ہو گی؟ یعنی سچے امام مہدی کی جس کے تم بھی منتظر ہو ' سچے مسیح کی جس کی تم بھی انتظار کر رہے ہو اور اگر مخالفت پیمانہ ہے اس کے جھوٹ کا ' تو پھر تمہارے درمیان کبھی کوئی سچا نہیں آئے گا کیونکہ تمہارے اپنے بڑے یہ پیشگوئیاں کر چکے ہیں۔ **اقتراب الساعۃ** میں نواب نور الحسن خان صاحب فرماتے ہیں :۔

> " یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہو گا کہ اگر وہ آگئے ' بیچارے ! (بیچارے انہوں نے نہیں لکھا لیکن حال بیچارے والا کہا ہے) سارے مقلد بھائی ان کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ (یہ سارے مقلد بھائی ہی ہیں جو آج ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کیسی اچھی پیشگوئی کی کیسی سچی بات کہی کیونکہ تاریخ انبیاء پر نظر ڈالی ہے) ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے کہیں گے یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۴ بنارس۔ سعید المطابع ۱۳۰۹)

حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ جو کل عالم اسلام میں ایک مستند ہستی ہیں فرماتے ہیں :۔

"اذا خرج ھذا الامام المھدی فلیس لہ عدو مبین الا الفقھاء خاصۃ"

(فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۴)

فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کا کھلا کھلا دشمن ان علماء اور فقہاء کے سوا اور کوئی نہیں ہو گا۔ باقی دبے دبے چھپے ہوں گے۔ کھلی کھلی دشمنی کی توفیق صرف علماء اور فقہاء کو ملے گی۔ اس وقت آپ کیا کہیں گے۔ اس وقت تو یہی کہیں گے کہ جب سے امت بنی ہے جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس جہاں فانی سے کوچ فرما گئے اس وقت سے آج تک ہم وہی سلوک کرتے چلے آئے ہیں دعویداران سے جو تم سے کر رہے ہیں وہ بھی جھوٹے تھے تم بھی جھوٹے ہو۔ کیونکہ یہی سلوک ہم تم سے کر رہے ہیں۔ پھر سچے جھوٹے میں کیا فرق رہ گیا؟ اول تو جس نے آنا تھا آچکا اور کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن اگر سچا آگیا تو میں تم کو بتاتا ہوں کہ تم پھر بھی محروم رہ جاؤ گے کیونکہ خود اپنے اصول کے مطابق اس کی مخالفت ضرور کرو گے اور صرف احمدی ہی ہوں گے جو اس کو بھی مانیں گے کیونکہ ان کو ماننے کی عادت پڑ چکی ہے۔

پھر نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو کیا ہو گا۔

"علماء وقت جو تقلید فقہاء اور اقتدائے مشائخ اور اپنے آباء کی عادت اختیار کر چکے ہوں گے کہیں گے کہ یہ شخص ہمارے دین و ملت کو برباد کرنے والا ہے"

(QADIANIS A THREAT TO ISLAM)

جو عنوان باندھا گیا ہے سرکاری کتابچہ کا۔ یہ کیسی صاف پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی کہ کہیں گے ملت کے لئے نقصان دہ ہے خطرہ ہے بڑا سخت

اور اس کی مخالفت کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور اپنی عادت کے مطابق اس کی تکفیر اور تضلیل کریں گے۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳)

اگر ان کی بات نہیں مانتی تو اب سنئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بات۔ اس کا کیسے انکار کریں گے۔ ان کا بہت عظیم الشان مقام ہے۔ یہ علماء تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جوتیوں کو اٹھانے میں فخر سمجھیں گے۔ یہ لوگ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا بہت بڑا مقام ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

"عجب نہیں کہ علماء ظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہدات کو ان کے ماخذ کے کمال دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث انکار جانیں اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف جانیں۔"

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ نمبر ۷ مکتوب ۵۵ ص ۱۴ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ)

یہ حوالہ بہت اہم ہے اور میں نے شکر کیا جب یہ دستیاب ہوا کیونکہ مہدیؑ کی مخالفت کا ذکر تو ملتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کا ذکر نہیں ملتا۔ علماء یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آسمان سے اترے گا ' دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہو گا' دو زرد چادریں پہنی ہوں گی۔ اس کا انکار کون کر سکتا ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ جب وہ آکر امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس کے بھی انکار کا امکان غائب ' مسئلہ حل ہو گیا۔ لیکن یہ تو جہلا ء کی باتیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نظر دقیق تھی عارف باللہ تھے اور عارفین باللہ میں بھی ان کا بہت بڑا مقام تھا۔ کیسی عظیم بات کر گئے ہیں وہ اس وقت جب کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آنے والے مسیح کی بھی مخالفت ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں یہ کور باطن لوگ ہیں اس لئے آسمانی نکات نہیں سمجھ سکیں گے اور یہ کہیں گے یہ مسیح کتاب و سنت کا مخالف ہے۔

سرکاری کتابچہ کی ملمع سازی

اب ہمیں سرکاری کتابچہ کی عبارات کے کچھ اور ایچ پیچ میں سے گزرنا ہو گا۔ یہ

ہے تو اس لحاظ سے بڑا بور (Bore) مضمون ' ان کی عبارات کے پیچ سننے پڑتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے ان پر غور کئے بغیر یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ کہنا کیا چاہتے ہیں ؟ ایک ملمع سازی ہے اور کچھ نہیں۔ اور جب آپ غور سے پڑھیں تدبر سے ان کے مضمون میں ڈوبنے کی کوشش کریں تب سمجھ آتی ہے کہ آخر کہنا کیا چاہتے تھے ۔ اس کتابچہ میں لکھا ہے :۔

" اس مختصر سی بحث میں یہ بات آئینے کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ختم نبوت پر ہمارا عقیدہ جزو ایمان ہے جو محض کسی مافوق الفطرت اہمیت کا لگا بندھا قانون نہیں بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضمرات بھی ہیں اور ان مضمرات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تشکیل میں بہت مدد دی ہے۔ "

مطلب یہ ہے کہ یہ محض دعوے نہیں ہیں ہم ختم نبوت کے مسئلہ سے جو چمٹے ہوئے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ خاتم النبیّن کا جو عقیدہ ہے اس کی تشریح جو ہم کرتے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کو ایک یکسانیت عطا ہو گئی سارے عالم میں ایک تہذیب رونما ہوئی ایک عظیم وحدت رونما ہوئی جس تشریح کے ساتھ اتنی بڑی نعمت وابستہ ہے اسے ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ دلیل دی جا رہی ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ بنیاد اگر نکالیں گے تو پھر عمارت منہدم ہو جائے گی۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ :۔

" اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر متنازعہ جزو تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پائیدار بنیاد ہے جس کے اوپر اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں اس کی تہذیبی تعمیر بھی استادہ ہے۔ "

پھر کہتے ہیں کہ :۔

" اس نظریے نے مختلف ادوار ' مختلف نسلوں اور مختلف رنگ و روپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک امت بنایا ہے۔ "

یعنی خاتم النبیّن کے عقیدے کی اس تشریح نے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا

ایک امت بنایا تھا۔ پھر لکھا ہے :۔

" اس نے انسان کی ذہنی استفسارات کو مہمیز لگائی ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد تہذیبی تعمیر کے لئے بنیادیں قائم کی ہیں۔ "

کچھ سمجھتے ہیں آپ لوگ ؟ کہ کس طرح تعمیر ہوئی اس عقیدے سے کہ کوئی نبی نہیں آسکتا اور اگر اس کے بغیر کوئی منفرد تہذیبی بنیادیں تعمیر نہیں ہوتیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پہلے آ کے کیا کرتے رہے۔ ان میں سے ایک بھی خاتم النبیّن نہیں تھا ان کی تہذیبیں کس پر استوار ہوئی تھیں؟ کونسی بنیادیں ان کو میسر آئیں؟ کس طرح ان کی قوموں کو وحدتیں نصیب ہوئیں؟ کیا سارا کھیل تماشا ہی ہوتا رہا اس سے پہلے ؟ پہلی دفعہ خدا تعالیٰ کو یہ راز سمجھ آیا کہ کس طرح وحدت نصیب ہوا کرتی ہے اور کس طرح تعمیری تہذیبی بنیادیں میسر آیا کرتی ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت اور ایمانیات کی بنیادیں

اب سنئے کچھ اور تبصرے اس صورت حال پر۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں یہ ایمان بغیر کسی اختلاف کے رہا ہے ' آج بھی ہے اور سب سے زیادہ ہمارا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین ہیں لیکن وہ تشریح جس پر تم لوگ زور دے رہے ہو وہ تو میں ثابت کر چکا ہوں کہ ایک نئی تشریح ہے ' تمہاری بنائی ہوئی تشریح جو آجکل وجود میں آئی ہے یا پرانے زمانوں میں کبھی آئی تھی ' حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں آئی تھی یا ان لوگوں میں آئی تھی جن کا سورۂ جنّ میں ذکر ملتا ہے اور صلحائے امت جو بڑے بڑے بزرگ اور عالم اور صاحب عرفان تھے وہ اس کا یہ ترجمہ نہیں کیا کرتے تھے جو تم نے کرنا شروع کر دیا ہے۔

اور اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ یہ عذر کر کے کہ اگر کوئی ہماری بات کا انکار کرے گا تو ہم کہیں گے دیکھو خاتم النبیّن کا منکر ہو گیا۔ یہ ایسا دعویٰ کر رہے ہیں جو ہے غلط خواہ بظاہر کتنا بھی اچھا ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کبھی بھی ایمان کی بنیادوں میں نہیں رہا کیونکہ سوال یہ ہے کہ ایمان کی بنیادیں بتانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم تھے یا یہ آجکل کے علماء ہیں؟ جن پر قرآن نازل ہوا جن کو اسلام عطا ہوا۔ کیا ان کو علم نہیں تھا کہ ایک ایسی بنیاد بھی ہے جس کا میں ذکر نہیں کر رہا اور وہ پیچھے رہ گئی ہے؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس: شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و صوم رمضان و حج البیت

(جامع ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء بنی الاسلام علی خمس)

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے' اول یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے' دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکوۃ دینا' چوتھے روزے رکھنا' پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا۔

اور بات ختم ہو گئی۔ یہ پانچ بنیادیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو معلوم تھیں۔ اور یہ چھٹی بنیاد اب "دریافت" کی گئی ہے جس کا نعوذ باللہ من ذالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کوئی علم نہیں دیا گیا تھا۔

یہ کہیں ایمان کی بنیادوں میں نہ ہو۔ سو وہاں بھی تلاش کر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت عمر بن الخطاب ہم تک پہنچاتے ہیں:۔

قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیہ اثر السفر و لا یعرفہ منا احد حتی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالزق رکبتہ برکبتہ ثم قال یا محمد ما الایمان؟ قال ان تومن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الاخر و القدر خیرہ و شرہ۔

(ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی وصف جبرائیل)

ترجمہ۔ حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور بالوں کا رنگ سیاہ تھا۔ نہ وہ مسافر

لگتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور آنحضرتؐ کے گھٹنے کے ساتھ اپنے گھٹنے ملا کر مؤدب بیٹھ گیا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، ایمان لائے یوم آخرت کو مانے اور خیر اور شر کی تقدیر اور اس کے صحیح صحیح اندازے پر یقین رکھے۔

کہیں بھی ختم نبوت کا ذکر ارکان ایمان میں نہیں کیا گیا اور یہ حدیث غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس کے بعد راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ کہہ کر اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ کچھ باتیں پوچھیں اور کہا کہ ہاں یا رسول اللہ بالکل درست ہے۔ کہتے ہیں ہمیں تعجب ہوا کہ وہ سیکھنے آیا تھا یا امتحان لینے آیا تھا اور یہ کہہ کر وہ سیدھا اٹھ کر باہر چلا گیا' رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارا تعجب سمجھ گئے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو جبرائیل تھا جو تمہاری تعلیم کے لئے آیا تھا۔

پس یہاں بھی ایمان کی بنیادوں میں ختم نبوت کا ذکر نہیں۔ اس کے باوجود جماعت احمدیہ کا کامل ایمان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا کامل ایمان اور کامل یقین ہے خاتمیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اور جو اس کا انکار کرے ہم اس کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے نہیں کہ یہ بنیادوں میں سے ہے اس لئے کہ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک ایک حرف ایک ایک شعشہ اتنی عظمت رکھتا ہے کہ ایک نقطے کا بھی تم انکار کرو گے تو دائرہ اسلام سے باہر چلے جاؤ گے۔ یہ دعویٰ ہے جس کی وجہ سے ہم ایمان رکھتے ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت اور تہذیب و ثقافت

اب ایک اور سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیت خاتم النبیین تو سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اکثر نبوت کا زمانہ پہلے گزر چکا تھا۔ کیا اس سے پہلے امتِ محمدیہ امتِ

واحدہ نہ تھی؟ کیا اس سے پہلے تہذیب و ثقافت کی بنیادیں نہیں باندھی گئی تھیں؟ اور سنہ ۵ ہجری کے بعد وہ کون سے واقعات رونما ہوئے جن میں امتِ واحدہ بنائی گئی اور تہذیب اور تمدن کی بنیادیں قائم کی گئیں ؟ کیسا لغو اور بے معنی دعویٰ ہے۔ اس کا اسلامی تہذیب و تمدن سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ پھر تمہاری تہذیب پہ کیا بنی ؟ اس پر قیامت کیوں ٹوٹی ؟ جو لوگ تمہارے نزدیک اسلامی تہذیب کے بنیادی عقیدے سے منحرف ہو گئے جس پر اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد تھی ان لوگوں کے متعلق جو تم کہتے ہو کہ بنیادیں چھوڑ گئے۔ تمہارے مفکرِ اسلام علامہ اقبال "ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر" میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ کسی نے دیکھنا ہو تو قادیان جا کر جماعت احمدیہ کو دیکھے۔

"In the Pun jab the essentially Muslim type of

character has found a powerful expression in

the so _ called qadiani _ sect"

(The Muslim community _ A Socolgical study Page 23)

BY

Dr. Allama Mohammad Iqbal

Publisher

Maktaba _ E _ Aliya

Urdu Bazar, Lahore.

عجیب تقسیم ہے کہ تمہارے دعویٰ کے مطابق جو بنیادوں پر قائم ہیں ان سے تہذیب کلیتہً چھین لی گئی اور وہ نہ ایک رہے نہ اسلامی تہذیب و تمدن کی اقدار پر قائم رہے۔ اور بقول تمہارے جن کا بنیادوں سے دور کا بھی تعلق نہیں رہا ان کے متعلق تمہارے مفکر اسلام تو کہتے ہیں کہ اسلامی تہذیب و تمدن کا مشاہدہ کرنا ہو تو قادیان جاؤ یہ تہذیب اور کہیں بھی نہیں مل سکتی۔

اور پھر یہ دعویٰ بھی سارا ہی فرضی ہے اس میں کوئی بھی حقیقت نہیں ؛ صرف تلبیس اور ملمع سازی ہے۔ کوئی سمجھ دار آدمی پوچھے تو سہی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ تم اپنے ارد گرد دیکھو تو سہی۔ ہم تو ہوئے نعوذ باللہ من ذالک منکر ختم نبوت اور جو ان

بنیادوں پر قائم ہیں ان میں ہر ملک کی تہذیب الگ ہے۔ اگر تہذیب سے مراد ظاہری تمدن ہے تو لباس الگ ہے۔ طرز بودوباش الگ ہے ' شادی بیاہ کے طریق الگ ہیں ' پردہ کرنے نہ کرنے کا طریق الگ ہے ' تمام عادات اور خصائل زندگی مختلف ہیں۔ انڈونیشیا کا مسلمان اور طرح بس رہا ہے۔ افریقہ کا مسلمان اور طرح بس رہا ہے' چیکوسلواکیہ اور فن لینڈ اور ہنگری کا مسلمان اور طرح کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ افغان کی تہذیب اور ہے۔ اور ہندوستان کے جنوبی مسلمانوں کی تہذیب بالکل اور ہے۔ بنگلہ دیش نے جب تم سے علیحدگی اختیار کی تو یہ بھی دعویٰ کیا مذہب ایک ہو گا پر تہذیب ایک نہیں۔ ختم نبوت میں ہم ایک جیسا عقیدہ رکھتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں مگر تمہاری تہذیب اور ' اور ہماری تہذیب اور۔ تمہارا تمدن اور اور ہمارا تمدن اور۔

ذرا سی عقل کے ساتھ نظر دوڑائیں تو ہر جگہ الگ الگ تہذیب نظر آتی ہے۔ اور پھر مذہبی اقدار ' مذہبی تصورات اور مذہبی عوامل کا نام تہذیب ہے تو اس میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے ' ہر جگہ عقائد میں اختلاف ' ہر جگہ عقائد پر عمل درآمد میں اختلاف ' نماز پڑھنے میں اختلاف ' کہیں ہاتھ چھوڑ کر پڑھ رہے ہیں ' کہیں ہاتھ اٹھا کر پڑھ رہے ہیں۔ کہیں انگلیاں اٹھانے پر انگلیاں کاٹی جا رہی ہیں۔ کہیں کہا جاتا ہے کہ جو رفع یدین کا قائل ہو وہ امت سے ہی نکل جاتا ہے اور کہیں کہا جاتا ہے کہ اگر رفع یدین نہیں کرو گے تو امت میں نہیں رہو گے۔ مالکی افریقہ میں جا کر دیکھو وہاں نماز کیسے پڑھی جاتی ہے اور خمینی ایران میں جا کر دیکھو کہ وہاں نماز کیسے پڑھی جا رہی ہے۔ سجدہ کے لئے کربلا کی مٹی کی جو ڈھیلیاں رکھی جاتی ہیں۔ ایک وہ بھی تہذیب ہے۔ فرضی دعوے ' جھوٹی باتیں ' خیالی قصے ہیں ان پر تم تعمیر کر رہے ہو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تہذیب!

اسلامی تہذیب و ثقافت علماء کی نظر میں

اور پھر تہذیب کیا ہے؟ کس قسم کی ہے؟ تمہارے اپنے علماء کن الفاظ میں اس کو بیان کرتے ہیں؟ مولوی مودودی صاحب کے الفاظ میں ذرا سنئے:۔

"آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے (SOCIAL VALUE

بتا رہے تھے نا سرکاری کتابچہ والے ' اس لئے سوسائٹی کا لفظ میں نے چنا ہے) تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا " مسلمان " نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کر سکیں گے۔ یہ ایک "چڑیا گھر" ہے جس میں چیل ' کوے ' گدھ بٹیر' تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں اور ان میں سے ہر ایک " چڑیا " ہے۔"

(مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۲۹ طبع ششم)

کتنا ظلم ہے ' کتنا اندھیر ہے ' کیسی تذلیل ہے کوئی درد نہیں ہے امت کا۔ بات کرتے ہیں تو تمسخر سے کرتے ہیں۔ مذاق پھر بھی مکمل نہیں ہوا ' تو پھر آخر یہ جو یو۔پی کا محاورہ ہے نا " چڑیا ہے " یہ کہے بغیر نہیں رکے۔ کیونکہ اس کے اپنے ایک معانی ہیں یو۔ پی کی زبان میں ' کہ یہ تو ایک چڑیا ہے۔ اور یہ امتِ محمدیہ ' سے تم نے مذاق کیا ہے۔ کم از کم درد تو پیدا کرو۔ یہ تو کہو کہ اندھیر ہو گیا ' ظلم ہو گیا۔ تم سے پہلے بھی لوگ یہ باتیں کرتے رہے ہیں (اور حقیقت بیان کرنی پڑتی ہے) مگر بڑی تکلیف ' بڑے دکھ اور درد کے ساتھ ' تمسخر کے رنگ میں نہیں۔ پر تم نے تمسخر اختیار کیا۔ کیا یہ وہ تہذیب و تمدن ہے جس پر سارے مسلمان ایک ہوئے ہیں؟ نبی کے نہ آنے کے عقیدہ پر اتفاق کا کیا یہ نتیجہ ہے؟ اور یہ تہذیب ہے جس کا تم ڈھنڈورا پیٹ رہے ہو؟ فرضی باتیں ہیں ساری۔ کوئی بھی حقیقت سے تعلق نہیں۔ اتنے حوالے ہیں میرے پاس کہ وہ حوالے اگر سارے پڑھوں تو اتنا وقت نہیں۔ ملک ملک کے مسلمان کے حوالے ' مسلمانوں کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے ان کی اپنی کتابوں اور اخبارات کے شائع کئے ہوئے۔ دنیا کے جتنے ممالک ہیں ہر ایک کے حوالے میں نے جمع کر لئے ہیں ایک نمونہ میں تم کو تہذیب و تمدن کی یکجہتی کا بتا دیتا ہوں۔ برما کے مسلمانوں کی مذہبی حالت ایک اخبار کے حوالہ سے سنیں۔ اخبار بھی وہ چنا ہے جس کا یہ انکار نہیں کر سکتے ' ۲۶ اپریل ۱۹۱۲ء کا یہ " اہلحدیث " اخبار ہے تا یہ نہ کہہ دیں کہ تم نے آ کر سارے حالات بگاڑے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اہلحدیث کا نامہ نگار لکھتا ہے :۔

" یہ عاجز دس یوم سے یہاں مقیم ہے آج دو بجے ایک جلسہ جامع مسجد میں ہونے والا تھا۔ چنانچہ میں بوقت ظہر مسجد میں گیا۔ مسجد کھچا کھچ

بھری ہوئی تھی۔ عجب حیرت کا عالم ہے۔ چند قلنے شربت کے رکھے ہیں اور طباقوں میں کیلے کھجور پیش امام کے سامنے رکھے ہیں۔ فاتحہ پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر مانگ رہے ہیں جس کے بعض الفاظ یہ ہیں معشوق حقانی عبدالقادر جیلانی ..... (الی) روح پر فتوح وغیرہ بعد فاتحہ برونگ اور گجری بجنی شروع ہوئی اور "یا مرادی" "یا مرادی" کا شور برپا ہوا۔ مسجد گونج اٹھی اس کے بعد صندل کا براده حل کیا سب کی گردنوں اور پیشانی پر مثل پنڈتوں کے سفید نشان لگائے گئے۔ پھر ایک فاسق عورت کو حال آیا (یہ بھا کی اسلامی تہذیب کا نظارہ ہے) رقص کرنے لگی (مسجد میں) سامنے.لوبان کی انگیٹھی میں اپنا منہ ڈال دیا مگر آگ کے آڑے ہاتھ رکھا۔ (یعنی سر منہ ڈالا دکھانے کے لئے مگر چپکے سے ہاتھ آگے رکھ دیا تاکہ جل نہ جائے) اس کے بعد متولی مسجد نے دف کو زور سے بجانا شروع کیا اس سے مسجد میں سناٹا ہو گیا۔ پھر مولوی صاحب نے آخری فاتحہ پڑھی۔ کیلا کھجور' شربت تقسیم ہوئے۔ گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ چار بجے اُٹھ کر جھنڈوں کو بوسہ دیا جو محراب میں کوئی پچاس کے قریب رکھے تھے۔ ان کو باہر نکالا۔ تین گھوڑوں کو آراستہ کیا گیا جس پر قادر اولیاء (علاقہ مدراس کا ولی جس کا یہ عرس تھا) کی روح کو سوار کر دیا گیا۔ (ختم نبوت کے ایمان نعوذ باللہ من ذالک کے نتیجہ میں جو تہذیب تشکیل کرتے ہیں اس کی ایک مثال شامل کی گئی ہے کہتے ہیں فلاں بزرگ کی روح کو ایک گھوڑے پر سوار کرایا گیا۔) اور دو گھوڑوں پر اس کے حوار ییں کی روح کو۔ بعد اس کے مع حاضرین کے شہر میں بھیک مانگی گئی۔ جب یہ لوگ گشت کر رہے تھے ان کی ہیئت دیکھ کر مجھے بے ساختہ ہنسی آتی تھی۔ چند موٹے موٹے داڑھی والے لوگ آگے بھبوت لگائے پیٹ اور منہ پر ' اور ننگے بدن محض ایک لنگوٹی پہنے ہوئے یا مرادی یا مرادی عبدالقادر کہتے جاتے تھے۔ پیچھے کے لوگ عجب مستی کی حالت میں ڈھول بجاتے ہوئے مسجد کو قبل از مغرب واپس ہو گئے۔ ہائے افسوس وہ مسلمان جن کا مذہب توحید تھا آج ایسے شرکیات بدعات کے مرتکب ہوئے اور وہ بھی مسجدوں میں۔"

یہ نظارے تو علیحدہ علیحدہ جگہ جگہ ہر ملک میں نظر آ رہے ہیں پاکستان میں عرسوں کے موقع پر ایک اور تہذیب ظاہر ہو رہی ہے اور وہابی مسجدوں میں ایک اور تہذیب ظاہر ہو رہی ہے اور شیعہ مجالس عزا میں بالکل اور تہذیب ظاہر ہو رہی ہے۔ اور پھر ملکوں ملکوں میں اختلاف ہے۔ ایران کے شیعہ اس طرح نہیں پیٹتے جس طرح پاکستان کے شیعہ پیٹتے ہیں اور کئی شیعہ ایسے بھی ہیں جو اس کو جرم سمجھتے ہیں اور کئی ایسے بھی ہیں جو اس کو جرم کہنے والوں کو مجرم سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ ایک نئی تہذیب نے جنم لیا ہے۔ نئے خیالات میں کوئی وحدت باقی نہیں رہی۔ محض ایک دعویٰ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔

ایک دعویٰ بلا دلیل

اب کہتے ہیں:۔

"تورات اور انجیل کے صحائف اس بات پر گواہ ہیں کہ تمام سابق انبیاء اپنے سے بعد آنے والے انبیاء کی آمد کی پیشگوئی کرتے رہے ہیں لیکن قرآن حکیم میں کہیں کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ اس کے برعکس ہمیں قرآن کریم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو کسی شک و شبہ کے بغیر اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیث نبویؐ میں اس موضوع پر کئی مصدقہ اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں تواتر کی بلند حیثیت بھی حاصل ہے۔"

(سرکاری کتابچہ صفحہ ۶)

جہاں تک آخری حصے کا تعلق ہے اس پر تو میں پہلے گفتگو کر چکا ہوں۔ جہاں تک قرآن حکیم کی واضح آیات کا تعلق ہے وہ تو پیش ہی کوئی نہیں کی گئیں۔ ایک دعویٰ کیا ہے اور اس کی تائید میں ایک بھی آیت پیش نہیں کرتے۔ عجیب بات ہے قرآن کریم کی آیتوں سے بھاگتے کیوں ہیں۔ دعویٰ کر دیا اور کوئی آیت پیش نہیں کی حالانکہ منکرینِ اسلام کا دعویٰ کیا اور ان کی مثالیں پیش کر دیں۔ حدیثوں کا دعویٰ کیا

اور اپنی دانست میں کچھ حدیثیں بھی پیش کر دیں۔ ان کا میں نے جواب دیا ہے۔ لیکن ایک بھی آیت پیش نہیں کر رہے اپنے اس دعوے کی تائید میں پھر وہی تیس ۳۰ جھوٹے مدعیان والی حدیث بیان کی ہے۔ اور کوئی آیت قرآن پیش نہیں کی گئی۔

قرآن کریم کی واضح آیات سے تجاہل عارفانہ

اب ہم مزید تفصیل سے اس دعویٰ کا جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم نے کیا کہا ہے۔ اگر ان کو آیات نہیں ملیں تو مجھے کچھ آیات ملی ہیں۔ قرآن کریم نے اگر آنے والے کی کوئی خبر نہیں دی تو یہ ان کی اپنی لاعلمی ہے اور یہ لاعلمی بالکل ویسی ہی ہے جس طرح عیسائی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو تورات نے خبر ہی کوئی نہیں دی اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو عہد نامہ جدید میں کوئی خبر ہی نہیں ملتی' کوئی ذکر ہی نہیں۔ یہ تو وہی بحث چل پڑی کہ نہ دیکھنے کی آنکھیں ہوں تو کہیں نظر نہیں آئے گا۔ دیکھنے کی آنکھ سے دیکھو تو بڑے نمایاں طور پر تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بڑی شان و شوکت سے نور کے لفظوں میں لکھا ہوا نظر آئے گا۔ مگر اب جس نے آنکھیں بند کر لیں اسے زبردستی کون دکھلا سکتا ہے؟ ذکر ہے اور بار بار ذکر ہے' اصولاً بھی ذکر ہے فرداً" بھی ذکر ہے۔ ایک انفرادی ذکر کا تو میں پہلے حوالہ دے چکا ہوں یعنی سورۃ جمعہ کی آیت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ میں اس کی تشریح کا جس میں کسی آنے والے کا ذکر موجود ہے۔ اب سنئے ایک اور آیت جہاں اصولی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔

(سورۃ نساء آیت ۷۰، ۷۱)

اور جو (لوگ بھی) اللہ اور اس رسول (محمد مصطفیٰؐ) کی اطاعت کریں گے۔ (یہاں رسول نہیں فرمایا بلکہ الرسول یعنی خدا اور اس کے رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اطاعت کریں گے) فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ اب یہی لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں سے ہوں گے۔ لوگ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ انعام پانے والوں کے ساتھ ہوں گے ' ان میں سے نہیں ہوں گے۔ اس بات سے پہلے ہم ذرا یہاں ایک اور امر کا جائزہ لے کر پھر آگے چلتے ہیں۔ اعلان کیا ہے؟ اعلان یہ ہے کہ "جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ کی اطاعت کرے گا۔" یہ تو بہت عظیم الشان اعلان ہے ' ان سب اعلانوں سے بڑھ کر اعلان ہے جو اس سے پہلے کئے گئے۔ پہلے یہ اعلان ہوا کرتا تھا کہ جو اللہ اور موسیٰ کی اطاعت کرے گا یا اللہ اور ابراہیم کی اطاعت کرے گا یا اللہ اور نوح کی اطاعت کرے گا یا اللہ اور داؤد اور سلیمان کی اطاعت کرے گا۔ آج ایک نیا اعلان ہے اور وہ یہ کہ "جو اللہ اور اس رسول کی اطاعت کرے گا۔" کیا اس کے نتیجہ میں انعام بڑھنا چاہیے یا کم ہونا چاہیے؟ کیا پہلوں کو جنہوں نے پہلے رسولوں کی اطاعت کی تھی ' انہیں یہی جواب ملا کرتا تھا کہ تم اطاعت کرو گے تو انعام پانے والوں کے ساتھ ہو گے مگر ان میں سے نہیں ہو گے؟ کیسا ظالمانہ ترجمہ کیا جا رہا ہے ' مع کا ترجمہ کرتے ہیں ساتھ ہوں گے۔ ان میں سے نہیں ہوں گے اور یہ بہتان عظیم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن کریم پر۔ اور شان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی ظلم ہے۔ اتنا بڑا دعویٰ کر کے کہ اب باری آئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ' سب سے شاندار رسول آگیا ' سب سے زیادہ فیض رساں رسول ظاہر ہو گیا۔ اب یہ کیا اعلان کیا جا رہا ہے۔ کہ جو کوئی اس کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا وہ انعام پانے والوں میں سے تو نہیں ہوں گے ہاں انعام پانے والوں کے ساتھ ہم ان کو رکھ دیں گے نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ بالکل جھوٹا ' غلط اور لغو ترجمہ ہے اور قرآن اس ترجمہ کو جھٹلا رہا ہے کیونکہ مع مقام مدح میں ہے اور یہ ویسا ہی مقام ہے جیسا کہ یہ کہا گیا "وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ" اے اللہ ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے۔ وہی مع کا لفظ ہے من کا لفظ نہیں ہے۔ من کا مطلب ہوتا ہے "میں سے" اور مع کا مطلب ساتھ بھی ہوتا ہے اور میں سے بھی ہوتا ہے ' دونوں مطلب ہوتے ہیں تو دعا یہ سکھلائی "تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ" امت محمدیہ کو یہ دعا سکھائی کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب ابرار مر رہے ہوں تو ساتھ ہماری جان بھی لے لینا؟ کیسے کیسے

تمسخر کرو گے امت محمدیہؐ سے اور کہاں تک تمسخر کرتے چلے جاؤ گے؟ مَعَ الْاَبْرَارِ کا مطلب مِنْ ہے اور مِنْ کے سوا کچھ ممکن نہیں ہے۔ جب ایک سے زیادہ لوگ ہوں جن کی طرف معیت منسوب ہو اور وہ ہم جنس ہوں اور تعریف کا ذکر ہو رہا ہو تو ہمیشہ مَعَ کا معنی ایسے موقعوں پر مِنْ ہوا کرتا ہے۔ اگر جنس بدل جائے تو پھر نہیں ہو سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ صابرین کے ساتھ ہے جنس بدل گئی ہے معنی مِنْ نہیں ہو سکتے۔ کہتے ہیں گدھا قوم کے ساتھ ہے ان میں سے نہیں کیونکہ جنس بدل گئی۔ مگر زید اچھے لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوں جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا فلاں مجھ میں سے ہے' یہ سارے مواقع وہ ہیں جہاں مَعَ کا ترجمہ مِنْ کیا جاتا ہے۔ اور آگے قرآن کریم خود اس کو واضح فرما رہا ہے۔ یہ کہنے کے بعد مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فرمایا مِنَ النَّبِيّٖنَ مَعَ سے کیا مراد لے رہے ہیں ہم؟ واضح فرما دیا نبیوں میں سے۔ یہاں مَعَ کو کیوں نہ دھرایا۔ اگر ساتھ ہی مراد تھی صرف' اور یہ غلط فہمی دور کرنی تھی کہ کہیں مِنْ نہ سمجھ بیٹھنا تو پھر مَعَ النَّبِيّٖنَ فرمانا چاہئے تھا۔ فرمایا مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

(الحج آیت:۷۶)

کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے بھی رسول چنتا ہے وَ مِنَ النَّاسِ اور انسانوں میں سے بھی چنتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے رسول چننا چھوڑ دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم خاتم النبیین تھے حالانکہ آپؐ کو اللہ یہ خبر دے رہا ہے کہ اللہ انسانوں میں سے رسول چنتا ہے۔ چنتا تھا نہیں فرمایا۔ اگر سلسلہ نبوت کلیتہً ہر معنی میں بند ہو چکا تھا تو یہ آیت یہاں کیا مقصد پورا کر رہی ہے قرآن کریم میں؟ پھر تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ كَانَ اللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے متعلق كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ یہ بنیادی اصول ہے کہ اگر کوئی کام چھوڑ چکا ہو تو اس کے متعلق استمرار میں

بات نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی فوت ہو چکا ہے تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کھانا کھایا کرتا تھا۔ لیکن کھانا کھایا کرتا ہے یا کھانا کھایا کرے گا نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی چلا کرتا تھا تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ چلا کرتا تھا۔ لیکن چلا کرتا ہے نہیں کہہ سکتے۔ جو سلسلہ انبیاء خدا نے کلیتہ بند کر دیا تھا تو اس کے متعلق خدا کو اس آیت کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو ماضی کا ایک قصہ ہو چکا تھا۔ ہاں کسی زمانہ میں خدا چنا کرتا تھا اب بند کر دیا ہے۔ تو پھر یہ کہنا چاہئے تھا کہ اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۔ لیکن مفکر اسلام نے جو کہا ہے تم تو اسے بھی نہیں سمجھے۔ اب سنئے شیعہ تفسیر مجمع البیان طبری الجزء السابع بیروت صفحہ ۹۱) میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا یعنی جبرئیل و میکائیل و من النلس یعنی النبین۔

عام پیغامبر نہیں بلکہ نبی مراد ہے۔
پھر قرآن کریم میں ایک میثاق کا ذکر ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡہَدُوۡا وَاَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰہِدِیۡنَ ۔

(آل عمران آیت ۔ ۸۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب اللہ نے (اہل کتاب سے) سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں پھر تمہارے پاس (ایسا) رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا (اور) فرمایا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں (اور) قَالَ فَاشۡہَدُوۡا نبی نے کہا تم بھی گواہی دو وَاَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ

الشّٰهِدِیْنَ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہوں"۔ پھر فرماتا ہے :۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا۔ لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ۪ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا۔

(الاحزاب آیت ۸ '۹)

نبیوں کا میثاق ایک پہلے لیا گیا تھا جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اور فرمایا یہ نبیوں کا میثاق ہم نے ہر نبی سے لیا اور میثاق کا مضمون یہ تھا کہ اگر تمہارے بعد کوئی ایسا نبی آئے جو اس کتاب کی تائید کرے اور اس حکمت کی تائید کرے جو تمہیں عطا کی گئی اور اس کی مخالفت نہ کر رہا ہو تو کیا تم اس امر کا اقرار کرتے ہو یا نہیں کہ پھر اس کی مخالفت نہیں کرو گے بلکہ اس کی تائید کرو گے اس پر ایمان لاؤ گے۔ یہاں ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی کی موجودگی میں آئے۔ مضمون صاف بتا رہا ہے کہ انبیاء کو تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم امت کو یہ نصیحت کرو گے کہ ہاں جب ایسا شخص آئے جو تمہاری شریعت کا مخالف نہ ہو جو تمہاری کتاب کا مخالف نہ ہو بلکہ اس کا مؤید ہو اور اس کی خدمت پر مامور ہو جائے ایسے شخص کا تم نے انکار نہیں کرنا۔ کتنا عظیم الشان عہد ہے! یہ ذکر پہلے فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مخاطب کر کے دوبارہ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ اب یاد رکھنا اس بات کو کہ جو عہد ہم نے نبیوں سے لیا تھا وہ تجھ سے بھی لیا ہے اور وہ عہد کیا ہے یہی کہ جب کتاب آ جائے اور حکمت کامل ہو جائے اس کے بعد بھی اگر نبی آئے گا جو مخالف نہیں ہو گا تو اس کی بھی تائید کرنا۔ اگر نبیوں کے نہ آنے والا ایک نیا باب کھلا تھا۔ اگر نئی رسمیں جاری ہوئی تھیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس عہد کے لینے کی کیا ضرورت تھی کہ نبی آ سکتا ہے ہاں شرط یہ ہے کہ تمہاری شریعت سے باہر نہیں ہو گا۔ اگر ایسا نبی آئے تو مجھ سے اقرار کرو اور پھر انہوں نے اقرار کیا اور عہد کیا خدا سے کہ ہاں ہم یہی نصیحت کریں گے۔ چنانچہ علامہ فخرالدین رازی سورۃ آل عمران کی آیت ۸۲ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فحصل الکلام انہ تعالی اوجب علی جمیع الانبیاء الایمان

بکل رسول جاء مصدقا لما معھم"۔

(تفسیر کبیر رازی جز ۷ ص ۱۱۴)

اس کلام کا حاصل صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ ہر رسول پر جو ان کی تصدیق کرتا ہے ایمان لائیں۔ کیسا عظیم الشان نکتہ ہے کہ جب تک کسی کتاب کا زمانہ باقی ہے جب تک کوئی شریعت جاری ہے اور خدا نے اسے منسوخ نہیں فرمایا اس وقت تک کسی جھوٹے کا سر پھرا ہوا ہے کہ اس کی تائید میں اٹھ کھڑا ہو اور اس کی تکمیل کی کوشش شروع کر دے۔ جھوٹا تو سچائی کی مخالفت کے لئے آئے گا اس لئے ایسا دعویٰ دار جو شریعت کی تائید اور تکمیل کے لئے آ رہا ہو اور اپنا سب کچھ اس کی حمایت میں خرچ کر رہا ہو اس کی مخالفت تم نے کبھی نہیں کرنی' اس پر ایمان لانا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اپنے ایمان لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ بذات خود اس زمانے میں موجود ہوں اور نعوذ باللہ پھر کوئی اور نبی آ جائے۔ اصل میں یہ عہد قوم سے ہے جس کا نبی سردار ہوتا ہے اس لئے مخاطب ہوتا ہے۔ یہ وہ عہد ہے جس کی قوم پابندی کرتی ہے ورنہ انبیاء کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مخالفت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح تو یہ ہے' قرآن کریم بیان فرماتا ہے 'کہ ان سے کہہ دے کہ اگر کوئی واقعۃ ابن اللہ ہوتا تو تم سے بڑھ کر پہلے میں ایمان لاتا کیونکہ میں تو رب کا عاشق ہوں۔ جو وہ کہتا ہے میں تو تسلیم کرتا چلا جاتا ہوں' یہ تم ہو جو انکار کرتے ہو' میں تو ابن اللہ اس لئے نہیں مان رہا کہ یہ غلط اور بے بنیاد بات ہے' ورنہ خدا کی طرف سے اگر ہوتی تو سب سے بڑھ کر میں اس پر ایمان لانے والا ہوتا۔ ایسی واضح آیات کے ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسی کوئی خبر ہمیں قرآن میں نہیں ملتی۔

احادیث نبویہؐ اور اقوال آئمہ سے انحراف

پس یہ عجیب تلبیس ہے کہ ایک جگہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قرآن کریم میں نبوت کلیتۃً بند ہو گئی ہے اور قرآن کے حوالے دینے کی بجائے حدیثوں کے حوالے دینے شروع کر دیتے ہیں اور قرآن کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیتے اور دوسری طرف یہ فرما

رہے ہیں کہ قرآن کریم کا گویا کہ یہ دستور ہے اور وہاں حدیثیں ان کے مؤقف کے خلاف موجود ہیں مگر ان کا حوالہ نہیں دیتے کہتے ہیں کتاب میں ہمیں کوئی آیت نہیں ملتی۔ پہلے حدیثوں کی طرف تم بہت جلدی سے گئے تھے کیونکہ وہاں **لانبی بعدی** کی ایک ظاہری حدیث نظر آتی تھی جس کا تم غلط مفہوم لے سکتے تھے 'کوشش کر کے اس کو غلط معنی پہنا سکتے تھے' اس لئے تم نے قرآن کی بات شروع کی اور جلدی سے حدیثوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن اب جب اپنے مؤقف کے خلاف صورت سامنے آئی ہے تو تم قرآن سے حدیثوں کی طرف نہیں جا رہے اور بات حدیثوں سے شروع کی تھی۔ تم نے 'کہا یہ تھا کہ کسی رسول نے پیشگوئی نہیں کی اور کتاب کا بھی ضمناً" ساتھ ذکر کیا اور مطالبہ یہ کیا کہ چونکہ کسی رسول نے پیشگوئی نہیں کی اس لئے کلام اللہ سے کوئی پیشگوئی دکھاؤ اس لئے ہماری طرف سے تردید کی گئی ہے اور کہا گیا کہ ان کو علم تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واضح پیشگوئیاں کر چکے ہیں۔ مگر یہاں پہنچ کر عمداً" یہ اہل قرآن والا داؤ اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے پاس کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ اچانک اہل حدیث سے اہل قرآن بن گئے۔ اب سنئے قرآن کریم میں بھی پیشگوئیاں ہیں جو میں نے دکھا دی ہیں۔ لیکن اب حدیث کی سنئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ نبی اللہ کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ خود یہ لوگ بتا چکے ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تواتر سے ثابت ہے اور امام مہدی کے آنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعد آنے والے کی بابت پیشگوئی کرنی چاہئے تھی اور قرآن نے کہیں ایسی پیشگوئی ذکر نہیں کی۔ اس لئے کوئی نہیں آیا اور ساتھ ہی تسلیم بھی کر رہے ہیں اپنا سو فیصدی مسلمہ عقیدہ ہے کہ لازماً" آئے گا اور جو اس کو نبی اللہ نہیں مانے گا وہ پکا کافر ہو گا اور یہ عقیدہ بھی ساتھ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عیسیٰ کے نزول کی خبر دی تو فرمایا تھا:۔

"الا انہ لیس بینی و بینہ نبی و انہ نازل"

(طبرانی فی الاوسط و الکبیر)

(**لانبی بعدی** اور دجال والا مسئلہ بھی ساتھ ہی حل فرما دیا) فرمایا اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں **بعدی** سے مراد یہ ہے کہ آئندہ دجال بھی بے شک

آتے رہیں گے مگر عیسیٰ کو دجال نہ بنا دینا اس کے اور میرے درمیان نبی نہیں۔ یہ میری مراد ہے۔ اور پھر فرمایا ولا رسول ہمارے درمیان نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول والا انہ خلیفتی فی امتی وہ میرا خلیفہ میری ہی امت میں سے ہو گا' میرا ہی امتی ہو گا' میرا ہی خلیفہ ہو گا یعنی وہ پرانے مسیح کی بات نہیں کر رہے نئے مسیح کی بات کر رہے ہیں جو امت میں پیدا ہو گا۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

"عیسیٰ علیہ السلام ینزل فینا حکما من غیر تشریع و ھو نبی بلا شک۔"

(فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۷۰)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ینزل فینا ہم میں نازل ہوں گے حکم بن کر بغیر نئی شریعت کے وھو نبی بلا شک اور کوئی بھی شک نہیں کہ وہ نبی ہوں گے۔ اس پر یہ علماء کہتے ہیں کہ تم پھر وہی باتیں شروع کر دیتے ہو عیسیٰ کی وہ تو پرانے نبی ہیں۔ یہ علماء امت سب مانتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام پرانے نبی بن چکے ہیں اس لئے ان کے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے حضرت امام ابن عربی بھی پرانے نبی کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے ہرگز پرانے کی بات نہیں کر رہے۔ سنئے حضرت محی الدین ابن عربی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"وجب نزولہ فی اخر الزمان بتعلقہ ببدن اخر۔"

(تفسیر ابن عربی زیر آیت قبل موتہ النساء: ۱۶۰ الجزء الاول صفحہ ۲۹۵)

وجب نزولہ اس کا نزول واجب ہے فی اخر الزمان آخری زمانہ میں بتعلقہ ببدن اخر وُہ ایک نئے بدن میں ظاہر ہو گا یعنی پرانے بدن کے ساتھ عیسیٰ نہیں آنے والا۔ اس عیسیٰ کو تم کبھی نہیں دیکھو گے جس کا پرانے جسم کے ساتھ غائب ہونا سمجھتے ہو بلکہ اب جو عیسیٰ آئے گا وہ ایک نئے بدن کے ساتھ آئے گا۔ اس عقیدہ کے ساتھ آپ فرماتے ہیں وہ یقیناً نبی اللہ ہو گا۔ سرکاری کتابچہ لکھنے والے علماء پر تعجب ہے کہ ان حوالوں کے باوجود کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے کی پیشگوئی کوئی نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے اور تشریح ان علماء کی جن کو خود تم تسلیم کرتے ہو کہ وہ علماء کی بھی شان

تھے۔ اب ایک اور حوالہ سنئے حضرت امام ابن القیمؒ کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ:۔

"حضرت عیسیٰؑ تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آسمان کی طرف گئے تھے یہ کسی طرح بھی صحیح اور متصل روایت کے طور پر نہیں ہے جسے اختیار کرنا ضروری ہو امام شامی کہتے ہیں کہ بات اسی طرح ہے کہ یہ تو صرف عیسائیوں کی روایات ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو ۳۳ سال کی عمر میں زندہ ہی آسمان پر بجسم عنصری اٹھایا گیا۔"

(تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ مولفہ ابی الطیب صدیق بن حسن بن علی البخاری القنوجی مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ)

یہ حوالہ آپ نے غور سے سن لیا ہے اس میں دو باتیں بڑی کھلم کھلا کہی گئیں ہیں۔ کہتے ہیں جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان کی کوئی سند نہیں اور قابل یقین نہیں اور حضرت امام شامی کا یہ قول ہے کہ یہ تو عیسائیوں کی روایات ہیں جو داخل کی گئی ہیں ورنہ ان کی اصل اور بنیاد کوئی بھی نہیں۔ کہنے والوں کو یہ جانتے ہیں کہ کون ہیں؟ مفکر اسلام حضرت ابن قیمؒ جن کو سند کے طور پر یہ سرکاری کتابچہ پیش کر رہا ہے یہ ان کا عقیدہ ہے اور ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ ضرور آئے گا لیکن پہلا نہیں آئے گا کیونکہ نہ وہ اٹھایا گیا نہ وہ دوبارہ آسکے گا۔ یہ تمام آئمہ جو متقی اور پرہیزگار اور عارف باللہ تھے آخر کیوں انہوں نے ایسی باتیں شروع کیں۔ اور یہی حضرت امام ابن قیمؒ جن کو بطور سند کے پیش کیا جا رہا ہے فرماتے ہیں:۔

"لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لکانا من اتباعہ۔"

(مدارج السالکین لابن القیم جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ مطبع المنار ۱۳۲۲ھ)

کہتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں زندہ ہوتے تو ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع (پیروکاروں) میں ہوتے، کلیہؒ کے دونوں جز میں سے ایک محال ہے تو دوسرا بھی محال ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ نہ وہ زندہ نہ اتباع میں داخل ہو سکے اور موسیٰؑ کے ساتھ عیسیٰؑ کو شامل کیا۔ لو کان کا مطلب یہ ہے زندہ نہیں ہے ورنہ یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ لو کان۔ اور یہ وہی ابن قیمؒ ہیں جو یہ فرما رہے

ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کی روایات سب کہانیاں اور قصے ہیں۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیشگوئی ہی نہیں کی گئی کسی اور کے آنے کی۔

مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے

اب ابن خلدون کا یہ حوالہ سنئے۔ علامہ عبدالرحمان ابن خلدون بھی ان مفکرین اسلام میں سے ہیں جن کو حکومت پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے کتابچہ نے تسلیم کیا ہے کہ بڑے عظیم الشان بزرگ اور اسلام میں مستند سمجھے جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

> "ابن ابی واطیل اور شعبہ نے کہا کہ اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ مہدی وہی مسیح ہے جو آل محمدؐ میں سے ہو گا۔ میں نے کہا (یعنی حضرت ابن خلدون نے کہا) کہ یہی باعث ہے اس امر کا کہ بعض صوفیاء اس حدیث کو لیتے ہیں کہ عیسیٰؑ کے سوا کوئی اور مہدی نہیں یعنی وہی مہدی ہو گا جس کو شریعتِ محمدیہؐ کے ساتھ نسبت ہے اور عیسیٰؑ کو شریعت موسویہ سے نسبت ہے۔ شریعتِ محمدیہؐ کے ساتھ نہیں۔"
>
> (تاریخ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۲۷۳)

سچے پاکباز بزرگ علماء اور ظاہری علماء کے کلام میں کتنا فرق ہے۔ فوراً رد نہیں کیا اس بات کو جو وہ کہتے ہیں اور نہ صرف تسلیم کیا بلکہ غور کر کے ایک بڑا عظیم الشان نکتہ پیش فرمایا، کہا کہ یہ جو بیان فرمایا گیا ہے **لا المھدی الا عیسی** یہ یونہی بے حکمت بات نہیں ہے ہونا ہی اس طرح چاہئے کیونکہ پرانے عیسیٰؑ کو تو موسیٰؑ سے ایک نسبت ہے اور موسوی امت سے نسبت ہے ہماری امت میں آکر کیا کرے گا ہمیں تو وہ چاہئے جس کو شریعتِ محمدیہؐ سے نسبت ہو، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو۔

نزول مسیح کا عقیدہ اور سرکاری کتابچہ کا مفکّر

سرکاری کتابچہ میں اس بات میں صرف انہیں مفکّر اسلام ہی پر انحصار نہیں کیا

گیا بلکہ علامہ اقبال جن پر بہت زیادہ بناء کی گئی ہے اصل حوالے انہی کے رکھے گئے ہیں۔ کتابچہ نے باقیوں کو صرف مفکر اسلام کہہ کر چھوڑ دیا ہے۔ اصل بناء علامہ اقبال پر کی گئی ہے چنانچہ اس اختلاف میں جو جماعت احمدیہ دوسروں سے رکھتی ہے یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرانے نہیں آئیں گے بلکہ معنوی طور پر مثالی طور پر نیا عیسیٰ آئے گا جس کو عیسیٰ کا نام دیا جائے گا اس معاملہ میں علامہ اقبال کیا کہتے ہیں وہ بھی سن لیجئے۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں :۔

> "جہاں تک میں اس تحریک کا مفہوم سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"
>
> (پنڈت جواہر لعل نہرو کے جواب میں علامہ اقبال کا بیان صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۱۷۔ فروری ۱۹۳۶ء برانڈرتھ روڈ لاہور)

اب یہ کہاں جائیں گے؟ آنے والے مسیح کے متعلق تسلیم ہے ان کو سو فیصد قطعیت کے ساتھ کہ لازماً" نبی اللہ ہو گا۔ بحث صرف یہ ہے کہ وہ کیسے آئے گا پرانے مسیح کی خو بو پر ایک نیا انسان ہو گا یا پرانا مسیح بذات خود ہو گا۔ چنانچہ وہ مفکرین اسلام جن کا سکہ یہ لوگ خود تسلیم کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ محمدی مسیح یعنی پرانے کی بجائے نئے مسیح کا آنا معقول عقیدہ ہے اور حضرت ابن خلدون تو بڑے واضح لفظوں میں فرما رہے ہیں اور اس کی حکمت بھی بیان فرما رہے ہیں۔ لیکن اصل بات اور ہے۔ علامہ اقبال تو مغربی تہذیب کے پروردہ مغربی فلسفہ کی روشنی سے منور ' اسلام کو بھی مغربی فلسفہ کی روشنی میں دیکھنے کے قائل تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال نہ ہم سے متفق ہیں نہ ان سب لوگوں سے متفق ہیں۔ جہاں تک معقولیت کی بحث ہے وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ تمہارے عقیدوں کے مقابل پر یعنی جو غیر احمدی علماء کا عقیدہ ہے اس کے مقابل پر احمدیوں کا عقیدہ زیادہ معقول نظر آتا ہے اس کے اندر ایک اندرونی منطق ہے لیکن اپنے عقیدے کی بات وہاں انہوں نے نہیں کی۔ ان کا عقیدہ ہم دونوں سے مختلف ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آنا ہی کسی نے نہیں یہ سب

فرضی قصے ہیں۔ گویا ایک مفکر اسلام یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سب باتیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے۔ یہ روایات غیروں کی ہیں اسلامی نہیں اور یہ دوسرا مفکر اسلام یہ کہہ رہا ہے کہ جن روایات میں عیسیٰ کے آنے کا ذکر ہے وہ غیر اسلام روایات ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں گویا عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا دونوں غیر اسلامی روایات کا نتیجہ ہے۔ اس طرح حکومتی کتابچہ کے مسلمہ دو مفکر اسلام عیسیٰؑ کے تصور سے ہی چھٹی کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال نے ایک غزل کہی جس کا شعر ہے:۔

مینار دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
یہ انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

("باقیات اقبال" ص ۴۵۱ سید عبدالواحد معینی۔ ناشر آئینہ ادب چوک مینار۔ انار کلی لاہور)

کہتے ہیں کوئی مسیح و مہدی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ تو پھر شعر کی باتیں ہیں۔ شعروں میں شاعر بعض دفعہ ایسی باتیں کر جایا کرتے ہیں۔ مگر ان کی تحریر کی تو کوئی تاویل نہیں کر سکتا۔ علامہ اقبال خود لکھتے ہیں:۔

"میرے نزدیک مہدی۔ مسیحیت اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ عربی تخیلات اور قرآن کی صحیح سپرٹ سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔"

(اقبال نامہ حصہ دوم صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱ مکتوب بنام چوہدری محمد احسن صاحب)

اس کے علاوہ علامہ اقبال کی کتب اور مضامین کا جو میں نے مطالعہ کیا تھا اس کے سوا بھی ان کی بہت سی ایسی تحریرات ملتی ہیں جن میں فرماتے ہیں یہ ایک غیر اسلامی تصور ہے جو بہت بعد میں اسلام میں راہ پکڑ گیا، نہ کوئی مسیح آئے گا نہ کوئی مہدی ظاہر ہوگا یعنی کہتے ہیں بعد کی صدیوں میں غیر تہذیبوں کے اثر سے یہ چیزیں عقائد میں داخل ہو گئیں۔ تو اب یہ بھی ان کو دیکھنا ہوگا کہ ان کا مفکر اسلام تو عیسیٰ کے ہر قسم کے آنے کا منکر ہو چکا ہے جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تواتر کے ساتھ ان کے آنے کی خبر دے رہے ہیں اس لئے تمہیں فیصلہ کرنا پڑیگا کہ اپنے مبینہ مفکرین اسلام کے پیچھے چلو گے یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پیچھے چلو گے اور اپنے لئے اس آنے والے کو اختیار کرو گے جس کو امت موسوی سے نسبت ہے اور امت محمدیہؐ سے اس کو کوئی نسبت نہیں یا اسے اختیار کرو گے جو امت محمدیہؐ سے نسبت رکھتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔

ایک قطعی مسئلے پر انتہائی ظالمانہ روش

جہاں تک ہمارا تعلق ہے جو بھی شکل ہے یہ بات ہم قطعی طور پر یقینی سمجھتے ہیں اور تم بھی یقینی سمجھتے ہو کہ آنے والا لازماً نبی اللہ ہو گا اور اس بات میں اختلاف ہی کوئی نہیں تو پھر تم نے اتنا بڑا جھوٹ اور بہتان کیوں باندھا اور اتنا بڑا طوفان کیوں کھڑا کر دیا۔ کیوں اتنی کتابیں لکھیں؟ کیوں تکفیر اور غیر مسلم بنانے کا یہ قصہ شروع کیا؟ تمہارا اپنا عقیدہ ہے اور مسلمہ عقیدہ ہے کہ جو شخص بھی مسیح کے نام پر آئے گا وہ لازماً" نبی اللہ ہو گا۔ پرانا آئے گا یا نیا آئے گا یہ ایک الگ بحث ہے اور تمہارے اپنے ماننے والے اور تمہارے اپنے مفکرین یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ہو گا یقیناً نبی اللہ اور پرانا نہیں ہو گا "بدن آخر" پر ہو گا یا دوسرا شخص ظہور کرے گا اور مہدی اور عیسیٰ دو الگ الگ وجود نہیں ہوں گے۔ پس جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے یہ مسئلہ اتنا واضح اتنا قطعی ہے اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایسا ثابت شدہ ہے کہ روز روشن کی طرح واضح اور کھلا کھلا ہے۔ کوئی بھی اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں کوئی اندھیرا نہیں ہے پھر بھی ایک سو سال سے تم ہم سے جھگڑے کر رہے ہو اور ایک سو سال سے یک طرفہ جماعت پر ظلم پر ظلم کرتے چلے جا رہے ہو اور آج بھی ان ظلموں سے باز نہیں آ رہے ہو۔ ابھی آج ہی سندھ سے ایک اور اطلاع ملی ہے کہ وہاں ایک اور احمدی کو شہید کر دیا گیا ہے پہلے سکھر کے امیر قریشی عبدالرحمان صاحب پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا گیا تھا اس کے بعد ایک احمدی دوست کو زخمی کیا گیا۔ پھر وہاں ایک احمدی نوجوان انعام الرحمان صاحب شہید کر دیئے گئے۔ اب نواب شاہ کے امیر چوہدری عبدالرزاق صاحب کو آج صبح گیارہ بجے شہید کر دیا گیا۔ کیا اس طرح یہ مسئلے طے ہوں گے؟ ایک احمدی شہید کرو گے' دو کرو گے' چار کرو گے' ہزار کرو گے جتنے چاہو شہید کرتے چلے جاؤ ہم یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں زندہ ہی

قرار دیتا ہے اور زندہ ہی قرار دیتا رہے گا۔ تم میں توفیق نہیں ہے کہ جسے خدا زندہ کرے تم اس کو مار سکو۔ ہاں جسے خدا نے مار دیا ہے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو تم اس بات میں بھی ناکام رہے اور اس بات میں بھی ناکام رہو گے اور کبھی عیسیٰ کو زندہ نہیں کر سکو گے۔ اگر جماعت کو مارنا ہے تو دس یا سو یا ہزار آدمیوں کے مارنے سے جماعت نہیں مرے گی۔ ایک آدمی کو زندہ کر کے دکھا دو اس کے زندہ ہو جانے سے ساری جماعت خودبخود مر جاتی ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اتنا لمبا جھگڑا ہو گیا۔ سو سال ہو گئے دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی اور آج سے سو سال پہلے بلکہ اس سے بھی پہلے خود تمہارے علماء یہ کہتے رہے ہیں کہ تم بالکل تباہ حال ہو چکے ہو اسلام کا نام و نشان تم میں باقی نہیں رہا تو عیسیٰ بیٹھے کیا کر رہے ہیں اوپر سے اترتے کیوں نہیں۔ احمدیوں کو مارنے کی بجائے ایک مرے ہوئے کو زندہ کر کے دکھا دو اور میں تمہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج دیتا ہوں۔ اس بات پر جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تم نے زندہ اتار دیا تو خدا کی قسم میں اور میری ساری جماعت سب سے پہلے بیعت کریں گے۔ ہم پرانے عقیدوں سے توبہ کر لیں گے اور عیسیٰ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے کیونکہ ہم تو ہاں کرنے والے **امنا و صدقنا** کہنے والوں میں شامل ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ بھی میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اگر تمہارا عیسیٰ ہاں! وہ فرضی عیسیٰ جس کو تم پیش کر رہے ہو بفرض محال اگر زندہ آسمان پر بھی گیا ہے اور وہ اتر بھی آئے تب بھی تم اس کی مخالفت کرو گے۔ تمہارے مقدر میں مخالفت کرنا لکھا گیا ہے۔ تم یہ جھگڑا کیوں اس طرح طے نہیں کرتے۔ کیوں دعائیں نہیں کرتے کیوں خدا کے حضور ماتھے نہیں رگڑتے کہ بہت بڑا اختلاف ہو گیا دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ اے خدا اس عیسیٰ کو بھیج۔ تم سے تو اس معاملہ میں یہودی بہتر ہیں کہ آج تک دیوار گریہ کے پاس جا کر سر پٹختے ہیں کہتے ہیں کہ اے خدا اس مسیح کو بھیج اس ایلیا کو بھیج جس کے بعد مسیح نے آنا ہے۔ کیا تمہیں کوئی حسرت نہیں کوئی درد نہیں تمہارے دل میں اسلام کی زندگی کا۔ عیسیٰ تو عیسیٰ تمہارے عقیدہ کے مطابق تو ابھی وہ دجال کا گدھا بھی ظاہر نہیں ہوا جس کے اوپر بیٹھ کر دجال نے سفر کرنے ہیں اور ہلاکتیں پھیلانی ہیں دنیا میں پھر جا کر کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی باری آنی ہے۔ کہانیوں کی دنیا میں بس رہے

ہو۔ قصوں میں رہ رہے ہو۔ حقیقت حال سے تمہارا کوئی بھی تعلق باقی نہیں رہا۔ حسرت ہے تم پر اور ہم ان حسرتوں کے ساتھ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ میں اس خدا کی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان اور تمام احمدیوں کی جان ہے کہ اگر واقعتہً عیسیٰ زندہ ہے اور ہم جھوٹے ہیں تو اے خدا ہم سب کو ہلاک کر دے اور نیست و نابود کر دے۔ مگر خدا کی قسم عیسیٰ مرچکا ہے اور اسلام زندہ ہے۔ آج اسلام کی زندگی تم سے ایک فدیہ چاہتی ہے وہ کیا ہے؟ عیسیٰ کی موت۔ اس لئے عیسیٰ کو مرنے دو اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔

صبرو شکر اور تسلیم و رضا کا دلکش اظہار

اب میں اس عارضی جدائی سے پہلے کہ جو جلسہ کے اختتام پر اختیار کریں گے دعا کی تحریک کرتا ہوں۔ بہت سے دوست تمام دنیا سے تشریف لائے ہیں باوجود میرے منع کرنے کے (منع براہ راست تو نہیں کیا لیکن اشارۃً کہہ دیا تھا کہ یہ انگلستان کا جلسہ ہے لیکن) بڑی کثرت سے اور بہت تکلیفیں اٹھا کر افریقہ ' امریکہ ' انڈونیشیا ' جاپان کے علاوہ دور دراز ممالک سے احباب تشریف لائے ہیں اور پاکستان سے تو ایسے بہت سے غرباء بھی شامل ہوئے ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ انہیں دو وقت کی روٹی بھی کھانا مشکل تھا تعجب ہوا ہے ان کو دیکھ کے پتہ نہیں غریبوں نے کیا کیا چیزیں بیچی ہیں کہ عشق اور محبت کی وجہ سے یہاں پہنچ گئے ہیں تو ہم ان کو دعا میں یاد رکھتے ہیں اور اب بھی دعا میں یاد رکھیں گے اور آئندہ بھی انشاء اللہ دعاؤں میں یاد رکھتے رہیں گے۔ ان لوگوں کو بھی دعا میں یاد رکھیں جو حسرتیں لئے بیٹھے رہ گئے اور نہیں آسکے۔ اس کثرت سے مجھے خط ملے ہیں پچھلے چند دنوں میں انتہائی دردناک ' جن کو برداشت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ بچے ' عورتیں ' مرد بوڑھے جوان بلک بلک کر لکھ رہے ہیں کہ تڑپ رہے ہیں ہم کہ کسی طرح وہاں پہنچ جائیں لیکن نہیں پہنچ سکتے۔ ع

غرض جس طرح بن آیا مطالب ان سے منوائے
مرے ہمراز پر وہ پر شکستہ کیا کریں جن کے
ہوا میں اڑ گئے نالے ' گئیں بے کار فریادیں

یہ ان کی کیفیت ہے تو ان کے لئے بھی دعائیں کریں ' اپنے صحت مندوں کے لئے دعائیں کریں وہ جو ایمان میں کمزور ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں ' جو ابھی تک غافل ہیں ان کے لئے دعائیں کریں ' وہ جن کو ایمانی تقویت نصیب ہوئی ہے ان کے لئے بھی دعائیں کریں اور ان شہداء کے لئے بھی دعائیں کریں جن کی قربانیوں کی نیتیں پوری ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی منتیں پوری فرمانے کا انتظام فرما دیا ' اور ان کے لئے بھی دعائیں کریں جو شہادت کی تمنا لئے بیٹھے ہیں اور خدا سے امید لگائے بیٹھے ہیں کہ جب بھی ایسا وقت آئے گا وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ دعائیں کریں ان کے لئے بھی جو مظلوم ہیں اور ان کے لئے بھی جو ظالم ہیں آخر حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت میں سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ نام ہمیں اتنا پیارا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کی تباہی ہم نہیں دیکھ سکتے اور حالات ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ دن بدن ان کے لیڈر ان کے رہنما ان کو تباہی کے کنارے کی طرف لے جا رہے ہیں ' اور کچھ ایسی علامتیں ظاہر ہو رہی ہے جن کی وجہ سے مجھے شدید خطرہ محسوس ہوتا ہے اور فکر ہوتی ہے اسی کی طرف میں آپ کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔

پہلے شہادتیں ہوتی رہی ہیں مگر سندھ میں بہت کم اور شاذ کے طور پر۔ اس مرتبہ سندھ کو خصوصیت کے ساتھ اس فتنے کے لئے چنا گیا ہے کیونکہ درحقیقت پنجاب میں ان کی تحریک عملاً ناکام ہو چکی ہے اور سندھ میں بہت سے علاقے ایسے ہیں جن کا احمدیت سے کوئی زیادہ واسطہ نہیں رہا۔ احمدی نسبتاً کم ہیں اس لئے وہ ان کی جھوٹی باتیں مان جاتے ہیں۔ بعض یہ بتا رہے ہیں۔ بعض خبریں اس سے پہلے مجھے ملی تھیں کہ بعض سیاسی پارٹیاں ایسا کر رہی ہیں ' ان علماء کو انگیخت بھی کر رہی ہیں اور پیسے بھی دے رہی ہیں اور قاتل خریدے جا رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کچھ نہ کچھ ہو جائیگا ' احمدی اگر شہید ہوں گے تو کچھ رد عمل ہو گا اور پھر اس حکومت کی مصیبت سے ہمیں نجات ملے گی۔ بہرحال کچھ بھی ہو امر واقعہ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو یہاں تک ڈھیل دی ہے کہ یہاں شہادتیں ہو رہی ہیں اور قانون کے خلاف ہو رہی ہیں۔ گذشتہ طریق سے ہٹ کر ہو رہی ہیں تو اس میں بہت سے خطرات بھی مضمر ہیں اور کچھ روشن امکانات بھی ہیں۔ خطرات تو اسی قسم کے ہیں جیسے حضرت سید الشہداء صاحبزادہ سید عبداللطیف کی شہادت سے افغانستان کو لاحق ہوئے۔ آپ کی

شہادت کے بعد بھی قوم پر تباہی آئی اور آجکل تو ایسی دردناک حالت سے وہ قوم گزر رہی ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح پیشگوئیاں فرمائی تھیں اسی طرح اس قوم کو ایک مسلسل سزا مل رہی ہے۔ ایک اس طرح بھی یہ بات پوری ہو سکتی ہے کہ جہاں شہیدوں کا خون بہتا ہے وہاں پھول بھی کھلتے ہیں' وہاں وہ خون کے قطرے نئے گلزار کھلا دیتے ہیں' نئے چمنستان کھلا دیتے ہیں اور ہر قطرے کے بدلے خدا تعالیٰ بعض دفعہ ایک نئی سعید روح عطا فرما دیا کرتا ہے۔ یہ دونوں قسم کی چیزیں قرآن کریم سے ثابت ہیں کہ شہادتوں کے نتیجہ میں کثرت کے ساتھ نمو اور کثرت کے ساتھ افزائش اور بے شمار فضل نازل ہوتے ہیں اور شہادتوں کے نتیجہ میں ایسی حالت بھی ہوتی ہے کہ پھر ان لوگوں کی صف لپیٹ دی ہے جو ظلم اور سفاکی سے کام لیتے ہیں۔

پس ان دونوں میں سے ایک بات لازماً" ہو کر رہے گی یا تو صوبہ سندھ خدا تعالیٰ کی کسی پکڑ کے نیچے آنے والا ہے اگر یہ شرارت واقعتہً رپورٹوں کے مطابق بعض سندھی خود پرست سیاستدانوں کی ہے تو پھر یہ پکڑے جائیں گے' یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نیچے ہیں اور خدا امتیازی نشان دکھائے گا۔ اور اگر یہ پنجابیوں کی شرارت ہے جن کی پنجاب میں پیش نہیں گئی تو سندھ میں چلے گئے ہیں تو یہ میں آپ کو آج بتا دیتا ہوں کہ پھر سندھ میں بسنے والے پنجابی بھی امن میں نہیں رہیں گے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو ان کے لئے بہت خوفناک دن آئیں گے۔ ہمیں جو دکھ دیتے ہیں وہ تو ہم خدا کی رضا کی خاطر برداشت کرتے چلے جائیں گے۔ صرف ہم انعامات پر راضی رہنے والے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو اپنے اندر ابتلاؤں میں خوش رہنے کی عادتیں ڈال چکے ہیں اور صبر و رضا کے گر سیکھ چکے ہیں اس لئے ہم تو ہر حال میں خوش ہیں۔ صبر و شکر اور تسلیم و رضا کی عادت ہے اسی طرح گزارہ کرتے چلے جائیں گے مگر تمہیں خطرہ ہے چونکہ جب خدا کی لاٹھی چلتی ہے تو بے آواز چلتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ تم محسوس کرو' معلوم کر سکو کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے تم گھیرے میں آچکے ہو گے۔ لیکن اگر استغفار کرو اگر خدا کی رحمت کی تقدیر کے طالب ہو' اگر یہ چاہتے ہو کہ خدا کی نصرت اس کے نتیجہ میں آئے تو اپنی شرارتوں سے باز آؤ۔ تمہاری نجات کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ پس میں جماعت کو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ سندھ میں

کثرت سے بخشیں ہوں تو دعائیں کرو۔ اس میں بھی ایک لطف ہوتا ہے خدا کی پکڑ
اس طرح دیکھنے کا کہ گویا تائید کا نشان ظاہر ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن جب
وہ حالات گزرتے ہیں تو دکھ بھی بہت ہوتا ہے لیکن بخشش کے نتیجہ میں رحم کے نتیجہ
میں جو نعمتیں ملتی ہیں ان کا عجیب لطف ہے اس لئے اس لطف کے خواہاں ہوں نہ کہ
انتقام والے لطف کے۔

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ ۷ اپریل ۱۹۸۵ء اسلام آباد۔ انگلینڈ)

پر حکمت تاویلات پر ظاہر پرستوں کا مضحکہ خیز ردعمل نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرشوکت کلام مسلم مشاہیر کی نظر میں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ /اپریل ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۲﴾

(الطلاق: ۱۱-۱۲)

اور پھر فرمایا:

حکومت پاکستان کی طرف سے مبینہ قرطاس ابیض میں احمدیت اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں آج کا خطبہ بھی انہی اعتراضات کے جوابات

کے سلسلہ کا ایک حصہ ہے۔ آج میں نے دو اعتراضات تو ایسے لئے ہیں جن کا ذکر میں پہلے بھی آپ کے سامنے کر چکا ہوں لیکن جس طرح قرطاس ابیض میں یہ اعتراض دو حصوں میں بانٹ کر اٹھایا گیا ہے اسی طرح اس کا جواب بھی دو حصوں میں بانٹ کر دیا جا رہا ہے۔

ایک اعتراض تو عمومی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا اور انگریزوں کی خوشامد کی جس سے صاف ثابت ہوا کہ وہ خود کاشتہ پودا ہیں یا جماعت احمدیہ خود کاشتہ پودا ہے۔ اسی اعتراض کو ایک اور رنگ میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ سکھوں کے دور حکومت میں حضرت مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے انگریزوں کی بہی خواہی اور خیر خواہی میں اس مفسدہ کے دوران جو ۱۸۵۷ء کا مفسدہ کہلاتا ہے پچاس گھوڑے اور پچاس جنگجو سپاہی اپنے خرچ پر فراہم کئے اور اس طرح ایک جہاد کے دوران مسلمانوں کے خلاف ان کے والد نے انگریزوں کی مدد کی۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی ایسی لڑائی نہیں لڑی جسے مخالفین بطور مثال پیش کر سکتے اور یہ کہہ سکتے کہ دیکھو مرزا صاحب نے نہ صرف جہاد کے خلاف فتویٰ دیا بلکہ عملاً بھی فلاں موقع پر جبکہ مسلمان مصروف جہاد تھے انہیں روک دیا گیا یا ان کی مخالفت کی گئی اس لئے اب یہ بہت دور کی کوڑی لائے ہیں اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد کے واقعات بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس دعویٰ پر بناء کی گئی ہے وہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔ پاکستان کے آج کل کے مورخین غدر کے واقعات کو اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ گویا وہ مسلمانوں کا انگریزوں کے خلاف ایک جہاد تھا اور تمام مسلمان متحدہ طور پر اس جہاد میں انگریز کے خلاف لڑائی میں مصروف تھے جبکہ یہ بات ہی بالکل جھوٹی ہے۔ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ جو واقعات تاریخ سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ بہادر شاہ ظفر کے دور حکومت کے آخر میں بعض فتنہ پردازوں نے جن میں پیش پیش اس زمانہ کے ہندو اور بدھ مذہب لوگ تھے نہ صرف یہ کہ بہادر شاہ کو گھیرے میں لے رکھا تھا بلکہ بعض مسلمان علماء کو بھی گھیرے میں لے کر ان سے زبردستی فتویٰ لئے جا رہے تھے کہ یہ جہاد ہے اور جہاں تک عام مسلمانوں کا تعلق ہے ان میں سے بھاری اکثریت اس میں شریک نہیں ہوئی بلکہ وہ علماء جو اسلام کے مسائل سے آگاہ تھے جن میں شعور بھی تھا اور تقویٰ بھی تھا وہ کھلم کھلا اس کے خلاف فتویٰ دے رہے

تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ ایک فساد ہے اس کا نام جہاد رکھنا بالکل غلط ہے بلکہ بڑے سخت الفاظ میں ان لوگوں کو یاد کر رہے تھے جو اس میں شامل ہوئے۔ اگر یہ غدر کامیاب ہو جاتا تو اس کے نتیجہ میں ہرگز کوئی اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم نہ ہوتی۔ تاریخ کا ادنیٰ سا علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں انگریز کی حکومت کی بجائے ہندو کی حکومت آتی اور ہندوؤں کی حکومت نے انہی مسلمانوں کو پہلے حال سے بھی بدتر کر دینا تھا۔ پس یہ واقعہ رونما ہونے والا تھا۔ بہت سے باشعور مسلمان علماء نے معاملات کو بھانپتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اسے اسلامی جہاد قرار نہیں دیا بلکہ اس کے خلاف فتوے دیئے۔

اس سارے واقعہ کے بعد مبینہ وائٹ پیپر میں ایک نتیجہ یہ بھی نکالا گیا ہے اور وہ بہت دلچسپ ہے کہتے ہیں کہ غلام مرتضٰی صاحب نے اپنی جیب سے اتنی مدد کی، گھوڑوں اور سواروں پر خرچ کیا تاہم ان کے خاندان کی حالت پتلی ہوتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد پہنچائی تھی اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہ کی۔ معاندین کے اس نتیجہ سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ کیا واقعہ ہوا تھا اور کس لئے وہ مدد کی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی ذاتی غرض کے لئے انگریز کی کبھی کوئی مدد کی نہ کبھی انگریز کی طرف سے خیر کا ایک ذرہ بھی آپ کو یا آپ کی جماعت کو پہنچا۔ نہ آپ کے آباء واجداد میں سے کسی نے ذاتی غرض کے لئے کوئی خدمت کی اور نہ کبھی انگریز کی طرف سے انہیں کوئی فیض پہنچا۔ یہ حصہ تو بہرحال انہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے برعکس جن کو فیض پہنچا وہ کون لوگ تھے وہ چند علماء تھے جن کا تعلق وہابیہ فرقہ یا دیوبندی فرقہ سے تھا یعنی موجودہ دور میں جماعت کے جو اشد ترین مخالفین ہیں ان کے آباؤ اجداد ہی تھے یہی وہ لوگ تھے جو امر واقعہ کے طور پر بڑی شدت کے ساتھ انگریز کی حمایت کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں بعض شیعہ علماء بھی تھے جو بڑی شدت کے ساتھ انگریز کی حمایت کر رہے تھے۔ چنانچہ ان سب کو انگریزوں سے فیض پہنچے اور نہ تو یہ کسی بھلائی کے جذبہ سے تھے اور نہ کسی قومی مصلحت کی وجہ سے تھے بلکہ ان کے ساتھ ذاتی اغراض بھی وابستہ تھیں۔ چنانچہ قیصر التواریخ جلد دوم صفحہ ۳۵۱ پر درج ہے کہ:

”بغاوت فرو ہونے کے بعد جن لوگوں کو صلہ وانعام سے نوازا گیا ان میں لکھنؤ کے ممتاز عالم و مجتہد سلطان العلماء سید محمد صاحب بھی تھے جنہیں سرکار

انگریزی سے آٹھ سو روپیہ ماہوار کی پنشن دائمی نسلاً بعد نسلٍ مقرر ہوئی۔‘‘

یہ عجیب بات ہے کہ انگریز ایک ایسے خاندان کو جس سے متعلق یہ مولوی کہتے ہیں کہ اسے یا اس کی جماعت کو انگریز نے اپنے ہاتھ سے کاشت کیا تھا انہیں تو اس طرح بھلا دیا گیا کہ انعام دینا تو درکنار ان کی اپنی ضبط شدہ جائیدادیں بھی واگذار نہیں کیں اور نہ کسی خطاب یا القاب سے نوازا لیکن دوسری طرف ان علماء کو جو ہم پر معترض ہیں ان کو نہ صرف یہ کہ جائیدادیں دیں، مربعے دیئے بلکہ ان کے لئے نسلاً بعد نسلٍ وظیفے جاری کر دیئے۔

جہاں تک بزرگان دیو بند کا تعلق ہے ان کے حالات میں ان کی اپنی ہی ایک کتاب سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب ایک کتاب تذکرۃ الرشید جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی سوانح عمری پر مشتمل ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

> ’’ان ایام میں آپ (مولوی رشید احمد گنگوہی) کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے حفاظت جان کی غرض سے تلوار اپنے پاس رکھتے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولانا محمد قاسم نانوتوی جو دیو بند کے جد امجد ہیں) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مکی) و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما اور دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔‘‘

یہ ہے ان کا قصہ۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے اس وقت تو جماعت احمدیہ قائم ہی نہیں ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی چھوٹی عمر کے تھے مگر بہر حال بعد کے زمانہ میں بھی معاندین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا جماعت احمدیہ کے متعلق کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے کہ جس میں آپ یا آپ کی جماعت نے مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نعوذ باللہ من ذلک کبھی کوئی لڑائی کی ہو لیکن جس کو یہ خود مسلمانوں کے مفاد کی لڑائی کہہ

رہے ہیں اور جس کے متعلق بار بار بانگ دہل یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ اسلام کی خاطر ایک جہاد ہو رہا تھا اور وہ مسلمانوں کے مفاد میں تھا اس کے متعلق ان کے آباء واجداد کا قصہ یہ ہے کہتے ہیں کہ:

> ''اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پیر جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے طیار ہو گیا۔
>
> اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید ہو گئے۔'' (تذکرۃ الرشید۔ میرٹھ حصہ اول صفحہ ۷۴، ۷۵)

یہ ہے ان کا جہاد جسے اپنے منہ سے تسلیم کر رہے ہیں کہ وہ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کا جہاد تھا اور آج جو جماعت احمدیہ پر بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے ہیں ان کے آباء واجداد اس جہاد میں یہ کچھ کر رہے تھے لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے وہ کوئی جہاد نہیں تھا۔ اس وقت کے خداترس اور چوٹی کے علماء مسلمانوں کو متنبہ کر رہے تھے کہ یہ فتنہ وفساد ہے اس میں ملوث نہ ہوں یہ تمہارے مفادات کے خلاف ہے۔ چنانچہ دہلی کے نامور عالم مولانا میر محبوب علی صاحب کے بارہ میں ''ارواح ثلاثہ'' جو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے حاشیہ اور آپ کے نوٹس کے ساتھ شائع ہوئی، میں لکھا ہے:

> ''غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ انہی میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے''۔
>
> (ارواح ثلاثہ مع حواشی و ملاحظات الشیخ اشرف علی تھانوی حکایت نمبر ۲۶۶)

اور آج جو اسے جہاد قرار دے رہے ہیں ان کے اپنے فرقہ کے چوٹی کے بزرگ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس جہاد کے متعلق لکھا:

”مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔“

(اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۹ نمبر ۱۰)

اس جہاد میں جماعت احمدیہ کے بانی کے والد صاحب نے شرکت نہیں کی یہ ہے اعتراض جماعت احمدیہ پر اور کہتے ہیں کہ اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

”مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے ..... بغاوت 1857ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی و فساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔“

(اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۸)

سرسید احمد خان صاحب نے تو اسباب بغاوت ہند میں اس مفسدہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ایک لمبی کہانی ہے خلاصہ یہ ہے کہ سرسید احمد خان صاحب نے اسے بغاوت قرار دیا بلکہ حرام زدگی کہا (تفصیل کے لئے دیکھیں رسالہ اسباب بغاوت ہند مولفہ سرسید احمد خان کراچی۔ اردو اکیڈمی سندھ 1957ء)

یہ عجیب ظلم ہے اور اسلام کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر یہ کہ خدا کا کچھ خوف نہیں کرتے کہ جس چیز کو ان کے آباء واجداد حرامزدگی تک کہہ رہے ہیں اس کو آج اسلامی جہاد کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے **نعوذ باللہ من ذلک** ۔ یہ قرآن کریم اور اسلام کے تصور جہاد پر بہتان عظیم ہے اور حد ہے کہ انہیں کوئی حیا نہیں آتی کہ وہ اسلامی جہاد کے ساتھ اس حرام زدگی کو صرف اس لئے ملا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کا موقع ملے۔

ایک اور اعتراض جو پہلے بھی اٹھایا گیا ہے اور جس کے ایک حصہ کا جواب بھی پہلے دیا جا چکا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دمشق کے منار پر نزول سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے اس کے اس حصہ کا جواب دیا تھا جس میں یہ ذکر تھا کہ مسیحؑ دو زرد چادروں میں لپٹا ہوا آئے گا اور انہوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسی غلط، بے معنی اور لغو تاویل ہے کہ زرد چادروں سے مراد بیماریاں ہیں۔ چنانچہ میں نے بیان کیا کہ اگر زرد چادروں کے بارہ میں کوئی تاویل تمہیں پسند نہیں تو پھر حدیث کے الفاظ کے ظاہری معنی تسلیم کرو اور یہ مت بھولو کہ ظاہری طور پر زرد کپڑوں سے

متعلق حضرت رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس لئے کوئی مسلمان زرد کپڑے استعمال نہ کرے۔

اب میں اس اعتراض کا دوسرا حصہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں مبینہ وائٹ پیپر (''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ''۔ اسلام آباد برق سنز پرنٹرز لمٹیڈ ۱۹۸۴ء) میں اس اعتراض کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> ''احادیث نبوی میں بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق میں اتریں گے اور مسلمانوں کو عظیم فریب کار ''الدجال'' کے فتنہ سے نجات دلائیں گے لیکن مرزا صاحب اس حدیث کو مضحکہ خیز تاویل سے اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔''
>
> (مفہوم از حاشیہ ازالہ اوہام صفحات ۶۳ تا ۷۳ طبع اول)

اس کے بعد وہ تاویلیں درج ہیں کہ دمشق سے مراد دمشق نہیں بلکہ مثیل دمشق ہے اور مسیحؑ سے مراد مسیحؑ نہیں بلکہ مثیل مسیحؑ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اتنی مضحکہ خیز تاویلیں کرنے والا شخص کیا اسلام اور عالم اسلام کے لئے خطرہ نہیں ہے؟

اس اعتراض کے جواب کو میں نے دو طریق سے لیا ہے ایک تو یہ کہ **لفظ نزول کیا ہے** اور ان کے نزدیک نزول کا ترجمہ یہ کرنا کہ آسمان سے اترنے کی بجائے کوئی شخص پیدا ہو گیا ہے، یہ کیوں مضحکہ خیز ہے۔ کیا اس دعویٰ میں کوئی معقولیت ہے کہ نزول کا ترجمہ آسمان سے اترنے کی بجائے زمین پر پیدا ہونا کر لیا جائے ۔۔۔۔۔ دوسرا یہ کہ یہ مضحکہ خیزی کیوں کی۔ اگر یہ مضحکہ خیزی جو جماعت کی طرف منسوب کی جارہی ہے اسے تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دوسری صورت کیا بنتی ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ وہ مضحکہ خیز ہے یا یہ تاویل مضحکہ خیز ہے جو جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ اب میں ان دونوں پہلوؤں سے اس مسئلہ کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سب سے پہلے تو لفظ ''نزول'' کی بحث ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ بار بار مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے اور اس میں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے ہر وہ چیز جو غیر معمولی فائدہ رکھتی ہے اور جسے خدا تعالیٰ نے ایک عظیم احسان کے طور پر دنیا کو عطا کیا ہے اس کے لئے قرآن کریم لفظ نزول

استعمال فرماتا ہے۔اس کے علاوہ ظاہری طور پر کسی چیز کے گرنے کو بھی نازل ہونا کہا جاتا ہے۔اس سے انکار نہیں مگر کلام الٰہی کا ترجمہ یا کلام الٰہی کے معنی حاصل کرنے ہوں تو اس کی مثالوں سے ہی وہ روشن ہو سکتے ہیں۔اس سلسلہ میں ایک آیت میں آپ کے سامنے لفظ ''نزول'' کے بارہ میں رکھتا ہوں اور پھر اس پر ان کے مسلک کا اطلاق کر کے دکھاتا ہوں کہ اگر جماعت احمدیہ کی تاویل کو نہ مانا جائے اور اسے مضحکہ خیز قرار دیا جائے تو ان کی تاویل کی رو سے اس آیت کا ترجمہ کیا ہوگا؟ یہ آپ خود دیکھ لیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الاعراف: ۲۷)

مخالفین کے نزدیک جماعت احمدیہ کی مضحکہ خیز تاویل کی رو سے اس آیت کا یہ ترجمہ بنے گا کہ اے آدم کے بیٹو! ہم نے تمہیں ایک لباس عطا کیا ہے جو تمہاری برائیوں کو ڈھانپتا ہے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى بہر حال بہتر لباس ہے ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔لباس تو آسمان سے نہیں اترتا لباس تو زمین سے پیدا ہوتا ہے اور ہم خود بناتے ہیں۔بقول ان کے یہ تاویل مضحکہ خیز ہے کیونکہ لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا۔اس آیت کی دیگر علماء کے نزدیک غیر مضحکہ خیز تاویل یہ ہوگی کہ اے آدم کے بیٹو! تم دیکھتے نہیں کہ ہمیشہ تمہارے سارے لباس آسمان سے گرتے ہیں کبھی کرتوں کی بارش ہوتی ہے، کبھی شلواروں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے، کبھی بنیانیں گر رہی ہوتی ہیں اور کبھی آسمان سے تمہاری پگڑیاں اتر رہی ہوتی ہیں۔اے بیوقوفو! ان نشانات کو دیکھنے کے باوجود تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے؟

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۶﴾ (الحدید: ۲۶)

جہاں تک حدید کا تعلق ہے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ یہاں بھی جماعت احمدیہ کے نزدیک لفظ نزول چونکہ غیر معمولی فوائد کی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے جماعت احمدیہ کے نزدیک اس کا ترجمہ لوہے کا ظاہری طور پر اترنا ہرگز نہیں کیونکہ وہ تو زمین سے نکلتا ہے بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے غیر معمولی فوائد اس کے ساتھ وابستہ فرما دیئے ہیں اس لئے وہاں لفظ نزول آیا ہے۔

معترضین کے نزدیک اس آیت کا ''غیر مضحکہ خیز'' ترجمہ یہ ہوگا لَقَدْ اَرْسَلْنَا کہ ہم نے رسولوں کو کھلے کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتابیں آسمان سے اس طرح اتاری ہیں جس طرح اولے گرتے ہیں یعنی جب نبی پیدا ہوئے یا نبیوں کو ہم نے نبی بننے کا حکم عطا فرمایا تو اس وقت تم نے دیکھا نہیں کہ آسمان سے بنی بنائی کتابیں بھی گر رہی تھیں۔ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ہم نے ظاہری طور پر کتابوں کو اس لئے گرایا تھا تاکہ تم لوگ انصاف پر قائم ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کتابوں کے نازل ہونے پر تعجب کرتے ہو کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ہم لوہا بھی اسی طرح آسمان سے پھینکتے ہیں اور کئی دفعہ تم دوڑ دوڑ کر اپنے گھروں میں چھپتے رہے ہو کہ لوہے سے سر نہ پھٹ جائیں اور جانوروں کو چھپاتے رہے ہو کہ کہیں لوہے کے گرنے سے بیچارے جانور نہ مر جائیں۔ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ اس میں لڑائی کے بھی سامان ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی فائدے ہیں پھر بھی تم ان باتوں سے عقل نہیں سیکھتے۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ہم نے ظاہری طور پر کتابیں اس لئے اتاریں اور تم پر لوہے کو بھی برسایا تاکہ اللہ کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی غیب کی حالت میں کون مدد کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت قوی اور غالب ہے۔ تو یہ ہے وہ ترجمہ جو غیر مضحکہ خیز کہا جاتا ہے۔

یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا ایک اور آیت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۞

(الزمر:۷)

حکومت پاکستان کے نزدیک جماعت احمدیہ کا مضحکہ خیز ترجمہ اس آیت کا یہ ہے ۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ تمہیں ایک جان سے پیدا کیا جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اسی سے تمہارا جوڑا بھی پیدا کیا پھر وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ آٹھ جانور انعام میں سے تمہارے لئے ایسے پیدا کئے جو بے حد فوائد تمہارے لئے رکھتے ہیں اور خدا کی خاص عطا ہیں ۔يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی ماؤں کے پیٹ میں کئی قسم کی تخلیق میں سے گزارتا ہے ۔اور یہ واقعات تین اندھیرے کے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ یہ اللہ تمہارا رب ہے اور اسی کی بادشاہت ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے پاؤں پھیرے جاتے ہو۔ یہ ترجمہ تو مضحکہ خیز ہے (حکومت پاکستان کے نزدیک) اور ان کے نزدیک اس آیت کا غیر مضحکہ خیز ترجمہ یہ بنے گا باقی ترجمہ تو تقریباً ایک جیسا ہی ہوگا لیکن جب مولوی اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ پر پہنچیں گے تو وہ کہیں گے کہ لفظ نزول آیا ہے اس لئے اس لفظ کا ترجمہ یا تاویل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس طرح تو قرآن کریم کے ساتھ تمسخر ہو جائے گا۔اس لئے ہم نے ضرور اس کا لفظی ترجمہ کر کے چھوڑنا ہے اور اس کا لفظی ترجمہ یہ بنتا ہے کہ ہم نے تمہارے سامنے آٹھ جانور جو انعام سے تعلق رکھتے ہیں اتارے ہیں اور تم ان کو آسمان سے گرتے ہوئے دیکھتے ہو،ان کی بارشیں برستی ہیں تو تم بھاگ بھاگ کر ان کو باندھتے ہوئے اپنے گھروں میں لے جاتے ہو اور پھر بھی خدا کی قدرتوں کا انکار کر رہے ہو۔ پس یہ وہ آیات ہیں جن کا تعلق مختلف قسم کے نزول سے ہے۔

اب میں اس حصہ کی طرف واپس آتا ہوں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض اٹھایا گیا ہے ان کی دلیل کی جان یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کے نازل ہونے کے متعلق حدیث

نبویؐ میں لفظ نزول استعمال ہوا ہے لہٰذا ہم کسی قیمت پر بھی اس کا ایسا ترجمہ نہیں کرنے دیں گے کہ اس کی تاویل کرنی پڑے بلکہ اس کا صرف لفظی ترجمہ ہی کیا جا سکتا ہے اور جب بھی آپ لفظی ترجمہ سے ہٹیں گے وہاں نعوذ باللہ من ذلک تضحیک شروع ہو جائے گی اس لئے (بقول ان کے) جماعت احمدیہ کے دلائل بالکل بودے اور بے معنی اور مضحکہ خیز ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کے متعلق تو لفظ نزول احادیث میں آیا ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے متعلق لفظ نزول قرآن کریم میں آیا ہے۔ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے خطبہ کے شروع میں آیت تلاوت کی تھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم میں ذِكْرًا رَّسُولًا کو نازل فرمایا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ قرآن کریم کی رو سے سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی ایک نبی کے متعلق بھی لفظ نزول استعمال نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ انہیں فہم نہیں ہے یہ لوگ ظاہر پرست ہو چکے ہیں اس لئے ان کے ذہن معارف سے کلیۃً خالی ہیں، یہ کلام الٰہی کو سمجھتے ہیں اور نہ عقل ہی اتنی رکھتے ہیں کہ کلام الٰہی کا ایسا ترجمہ کریں جو اللہ کے وقار کے مطابق ہو بلکہ ظاہر پرست ہونے کی وجہ سے ان کو اصرار ہوتا ہے کہ لفظی ترجمہ کیا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ لفظ نزول جو مختلف صورتوں میں آیا ہوا ہے اس کی حکمت کیا ہے۔ چنانچہ اب میں آپ کو کھول کر بتاتا ہوں کہ جہاں تک دھاتوں کا تعلق ہے لوہے کے سوا قرآن کریم میں کسی دھات کے لئے بھی لفظ نزول استعمال نہیں ہوا۔ بے شمار دھاتیں ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے صرف لوہے کو چنا اور فرمایا کہ اسے ہم نے نازل کیا ہے۔ جانور بھی ان گنت ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ سائنسدان آج تک ان کی قسموں کا شمار نہیں کر سکے لیکن سوائے انعام یعنی چوپاؤں کے خدا تعالیٰ نے کسی جانور کے لئے لفظ نزول استعمال نہیں فرمایا اس کی کیا حکمت ہے؟

ظاہر بات ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو مختلف دھاتوں سے جو فوائد پہنچے ہیں وہ سارے ایک طرف اور لوہے سے جو فائدہ پہنچا ہے وہ ایک طرف۔ یہ بات کل بھی سچ تھی اور آج بھی سچ ہے کہ بنی نوع انسان کو اس ایک دھات نے اتنے فوائد بخشے ہیں کہ تمام دنیا میں جتنی دھاتیں اور معدنیات ہیں انہوں نے مل کر بھی اتنے فوائد نہیں عطا کئے۔ تو بات صاف کھل گئی کہ ان میں سے جو بہترین ہے، جو سب سے اعلیٰ ہے، جس سے عظیم فوائد وابستہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس چیز کے لئے لفظ نزول استعمال فرماتا ہے۔ جانوروں میں دیکھ لیجئے کہ چوپائے جو دودھ دیتے ہیں، جو ہمارے

لئے ہل چلاتے ہیں اور کھیتیاں اگاتے ہیں۔ جن کی کھالیں ہم ہمیشہ کپڑوں کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں اور جن کے بالوں سے آج بھی کپڑے بنتے ہیں اور پھر ذبح کر کے ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں کوئی اور جانور ایسا ہے جس سے انسان کے اتنے فوائد وابستہ ہوں۔ تمام دنیا میں نظر دوڑا کر دیکھ لیں۔ تمام جانوروں کی قسموں نے مل کر بنی نوع انسان کو اتنے فوائد نہیں پہنچائے جتنے ان دودھ دینے والے جانوروں نے جن کو انعام کہا جاتا ہے۔ پھر ان پر سواریاں بھی ہوتی ہیں الغرض بنی نوع انسان کا وہ کون سا فائدہ ہے جس کے لئے ان جانوروں کو استعمال نہیں کیا جاتا ان کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فوائد وابستہ نہیں فرمائے۔

اب رسولوں پر نظر ڈالیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے مگر ان کے لئے قرآن کریم نے لفظ نزول استعمال نہیں فرمایا، ایک ہی نبی ہے ہمارا آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ جس کے متعلق کلام الٰہی نے فرمایا کہ وہ نازل ہوا ہے اور وہ اس لئے کہ خدا کی قسم ساری کائنات میں جتنے نبی آئے سب نے مل کر بنی نوع انسان کو وہ فوائد نہیں پہنچائے جتنے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے پہنچائے۔ ان معاندین کی نظر ہی وہاں تک نہیں پہنچتی، ان کے دل اندھے ہیں، ان کے دماغ ماؤف ہو چکے ہیں، قرآنی اصطلاحوں پر غور نہیں کرتے۔ وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے کہ کیا بیان فرمایا گیا ہے، وہ ان تمام حکمتوں سے عاری ہیں اور پھر اس پر انہیں ہنسی آرہی ہے کہ دیکھو تاویلیں کی جارہی ہیں۔

سنئے! صرف یہی نہیں بلکہ ان میں انصاف بھی نہیں ہے، آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے، ان کے نزدیک تعظیم صرف ظاہری معنوں میں لفظ کے اطلاق کرنے میں ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جب لفظ نزول استعمال ہوا ہے تو اگر ظاہری ترجمہ نہ کیا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہوگی اس لئے جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخ ہے اور قرآن و حدیث کی تاویلیں بنا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے رستہ میں روک بن گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لفظ نزول احادیث میں آیا ہے اس کی تاویل تو نہیں کرنے دیتے لیکن حضرت محمد مصطفی ﷺ سے اَور سلوک کرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام سے اَور سلوک کرتے ہیں۔ زبانیں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی غلامی کا دعویٰ کرتی ہیں اور دل مسیحؑ کی غلامی

کا دم بھرتے ہیں۔ چنانچہ صرف یہی نہیں ایک اور موقع پر قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ تمہیں بلاتے ہیں لِمَا یُحْیِیْکُمْ (الانفال:۲۵) تا کہ تمہیں زندہ کریں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی آتا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن وہ حضرت مسیحؑ (جس کی تعظیم ان کے دل میں ہے) کے لئے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ وہ ظاہری طور پر واقعۃً مردوں کو زندہ کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ (جن کی کوئی تعظیم ان کے دل میں نہیں ہے اور نہ اس میں دلچسپی ہے) کی دفعہ وہ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ لِمَا یُحْیِیْکُمْ کہ تا روحانی مردے زندہ ہوں۔ صرف یہی نہیں ہر جگہ ہی وہ تفریق کر رہے ہیں وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان کے دل میں سوائے مسیحؑ کے اور کسی کی عظمت نہیں ہے۔ اور حضرت رسول کریم ﷺ کی عظمت کے گن گانا یا آپؐ کی محبت کا دعویٰ کرنا سب زبان کے قصے ہیں عملاً ناانصافی سے کام لیا جا رہا ہے۔ ایک ہی لفظ جب رسول اکرم ﷺ کے لئے آتا ہے تو اس کے اور معنی کر دیئے جاتے ہیں۔ تو یہ ان کی عقلوں کا حال ہے، مزاج ہی بالکل اور ہے اور ان کا فہم یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''نازل ہوگا'' سے اصلی مسیحؑ کا آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ مثیل مسیحؑ کی آمد مراد ہے تو انہیں بہت ہنسی آتی ہے اور کہتے ہیں کہ تاویل کی بھی حد ہی ہوگئی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مینار سے مراد بیّنات یعنی روشن دلائل ہیں تو انہیں بے حد ہنسی آتی ہے اور کہتے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ نبی بھی کبھی بیّنات لے کر آتے ہیں۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ دمشق کے مشرق سے مراد مثیل دمشق ہے تو بے حد ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضحکہ خیزی کی تو حد ہی ہوگئی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ہر جگہ اصلی ترجمہ کر کے دکھائیں گے اس کے بغیر ہم نے کوئی بات نہیں ماننی۔ مخالفین کے نزدیک یہ سارا واقعہ تو ہنسی والا ہے کہ خدا کا کوئی نبی آسمان سے لٹکتا ہوا نہ اترے بلکہ زمین پر پیدا ہوا اور بیّنات لے کر دلائل کے مینار پر کھڑا ہوا اور صلح کا پیغام لے کر آیا ہو اور پرانے دمشق میں نہیں بلکہ اس کے ایک مثیل شہر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے۔ پس یہ ساری باتیں تو مضحکہ خیز ہیں۔

اب سنئے! ان کا تصور کیا ہے جو مضحکہ خیز نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ آسمان سے کم از کم دو ہزار سالہ ایک بوڑھا اس طرح اترے گا کہ اس نے دو زرد چادریں پہنی ہوں گی (جس طرح سادھوؤں نے پہنی ہوتی ہیں) اور اس نے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہوا ہوگا اور وہ لٹکتا ہوا کسی وقت

دمشق میں اترے گا اور اسے سارے لوگ دیکھ رہے ہوں گے، تالیاں بج رہی ہوں گی کہ آخر کار مسیحؑ آہی گئے ہیں۔ جب وہ آسمان سے اترے گا تو پھر کیا کرے گا احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ شادی کرے گا اور اس کے ہاں بچے بھی پیدا ہوں گے۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ پہلے بیوی تلاش کر کے شادی کرے گا یا پہلے دوسرے کام کرے گا۔ مسیحؑ کے دوسرے کام یہ بتاتے ہیں کہ اصلاح نفس کے لئے تو اس نے آنا ہی نہیں اس نے تو سُؤر مارنے آنا ہے۔ اس لئے وہ آتے ہی علماء سے فارغ ہو کر بیلوں اور جنگلوں میں گھس جائے گا اور ساری دنیا کے سؤر ختم کرے گا اور ان کا خوب تعاقب کرے گا۔ ایک بیلے سے نکل کر دوسرے بیلے میں، دوسرے سے تیسرے میں اور ہر دریا کے دونوں کناروں پر پھرے گا کبھی اس کنارے کبھی اس کنارے اور دنیا میں کوئی ایک بھی سور باقی نہیں رہنے دے گا۔ پھر جب وہ اس کام سے فارغ ہو گا تو علماء کہیں گے الحمدللہ اب تو مسیحؑ ہم سے خدا کی باتیں کرے گا۔ روحانیت کے قصے سنائے گا لیکن مسیحؑ کہے گا کہ نہیں میرے تو ابھی سارے کام ہی ختم نہیں ہوئے میں نے تو ابھی ایک دجال کو مارنا ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیحؑ کے نزول سے پہلے ایک گدھا پیدا ہو چکا ہو گا اور وہ گدھا اتنا بڑا ہو گا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہو گا اور وہ واقعۃً آگ کھائے گا اس پر ایک کانا دجال بیٹھا ہو گا اور وہ اتنا اونچا ہو گا کہ اس کا سر بادلوں میں چھپا ہو گا اور اس گدھے کے پیٹ کے اندر لوگ بھی بیٹھیں گے آپ کو ان باتوں سے ہنسی آتی ہو گی کیونکہ آپ کا ذوق سلیم ان باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ علماء کے ذوق کا جو Sense ہے اس کے مطابق تو ذرا بھی ہنسنے کی بات نہیں ہے بلکہ بالکل اسی طرح ہو گا ادھر مسیحؑ اتر رہا ہو گا اور ادھر کانا دجال ایک گدھے پر بیٹھا ایک آنکھ سے دیکھ رہا ہو گا اور کہہ رہا ہو گا کہ اب میں مارا گیا کیونکہ مسیح مجھے مارنے لئے آ گیا ہے۔ مسیحؑ جب سؤر مار کر فارغ ہو گا تو اس کانے دجال کے پیچھے پڑ جائے گا اور آخر کسی جگہ اس کو زیر کر لے گا۔ پھر علماء کہیں گے الحمدللہ اب تو مسیحؑ فارغ ہوا اور ہماری باری آئی اور اب مسیحؑ ہماری اصلاح کرے گا تو مسیحؑ کہیں گے کہ ابھی تو میں نے صلیبیں توڑنی ہیں۔ پھر وہ گرجوں کا رخ فرمائیں گے اور ساری دنیا کے گرجوں میں جتنی صلیبیں ہیں وہ توڑیں گے۔ اس کے بعد وہ عیسائیوں کے گھروں میں گھسنا شروع کریں گے اور ایک ایک گھر سے صلیبیں توڑیں گے اور ان کے کپڑے الٹا الٹا کر پھینکیں گے کہ شاید کہیں صلیب کا نشان بنا ہوا ہو یا صلیب کپڑے پر بنی ہوئی ہو، کہیں خوبصورتی

سے سجائی گئی ہو یا گلوں میں ہار کی صورت میں لٹکی ہو۔ الغرض وہ ساری دنیا میں ایک بھی صلیب نہیں رہنے دیں گے اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسیحؑ نے شادی نہیں کی تو پھر شادی کریں گے اور دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اس ظاہری ترجمہ پر تو انہیں ذرا ہنسی نہیں آئی بلکہ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ کتنی معقول بات ہے۔

اب سنئے احمدیوں کی تاویل جس کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ پتہ نہیں ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہر جگہ تاویلیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ مسیحؑ اصلی نہ صلیب اصلی، نہ سور اصلی نہ دمشق اصلی اور نہ مینار اصلی کتنی مضحکہ خیز تاویل ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کی بجائے خدا کا ایک بندہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہو گا لوگ اس کا انکار کریں گے، اسے گالیاں دیں گے، دجال کہیں گے اور اس کے ماننے والوں کو قتل کریں گے۔ ان کے بچوں کو ذبح کریں گے، ان کے گھر لوٹیں گے اور جو مظالم بھی انسان سوچ سکتا ہے وہ ان کے ساتھ روا رکھیں گے اور جس طرح پہلے مسیحؑ اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ مظالم ہوئے تھے ان کے ساتھ بھی کئے جائیں گے۔ اس تاویل پر مخالفین کہتے ہیں کہ دیکھو ہنسی آئی کہ نہیں کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ حکمت، محبت اور پیار کے ساتھ دنیا میں دین حق کو پھیلائے گا۔ صلیب کے خلاف دلائل دے گا اور اتنے عظیم دلائل دے گا کہ صلیب کو توڑ دے گا۔ پھر وہ تقویٰ کی ایسی باتیں کرے گا کہ اس سے گندگیاں صاف ہوں گی اور سؤر صفت لوگ انسان بننا شروع ہو جائیں گے اور وہ تہذیب جسے سؤر کی تہذیب کہا جاتا ہے اس کے خلاف وہ جہاد شروع کر دے گا اور اس طرح سے گویا وہ سؤر مارنے لگ جائے گا۔ پھر وہ ان قوموں کے خلاف نکلے گا جنہوں نے دنیا میں دجل پھیلایا ہوا ہے جن کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور وہ روحانیت سے بالکل عاری ہیں اور بائیں آنکھ (جو دنیا کی آنکھ ہے) بڑی روشن ہے یعنی وہ لوگ دنیا میں عظیم الشان ترقی کر چکے ہیں وہ ان کے مذہب کے خلاف جہاد کرے گا اور اسلام کے غلبہ کا سامان کرے گا، ان کے ملکوں تک پہنچے گا اور وہاں سفید پرندے پکڑے گا اس کے غلام دنیا میں ہر جگہ پہنچیں گے اور عیسائیت سے ٹکر لیں گے۔ اس تاویل پر وہ علماء کہتے ہیں کہ یہ کتنی مضحکہ خیز تاویل ہے بیوقوفی کی حد ہی ہو گئی ہے۔

پس اگر تو وہی عقل ہے جو تمہاری ہے اور وہی بیوقوفی ہے جو ہماری ہے تو خدا کی قسم ہمیں لاکھ مرتبہ تمہاری عقل سے اپنی بیوقوفی زیادہ پیاری ہے کیونکہ اسلام اور بانی اسلام کی اس میں شان ہے

اس میں نہیں ہے۔ تم نے تو اپنی جہالتیں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ ﷺ کی طرف منسوب کرنی شروع کر دی ہیں اور وہ جو روشنی کے مینار پر نازل ہوا اور جس نے آ کر تمہیں روشنیاں عطا کیں اور تمہاری عقلوں کو روشنی دینے کی کوشش کی مگر تم نے اس سے منہ موڑ لیا اور اپنے سارے دروازے بند کر لئے اور رات کی تاریکی میں بیٹھے ہوئے اس پر ہنس رہے ہو اور کہتے ہو کہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ سورج نکل آیا۔ اس پر تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد: ۲۵) معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں۔

ایک اور اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان دانی پر ہے کہ آپ کو تو اردو ہی اچھی طرح لکھنی نہیں آتی اور چونکہ مرزا صاحب کو لکھنا نہیں آتا اس لئے اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ اس اعتراض کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> ''مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھنا خشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے کیونکہ ان کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی۔ مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا ہی پھسپھسا تھا اور ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانہ وسطی کی تحریروں کی طرح تھی وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کے مخالفین کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں''۔
>
> (قادیانیت۔ اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۳)

ایک یہ خطرہ ہے عالم اسلام کو کہ جس نے دعویٰ کیا ہے اسے اردو اچھا لکھنا نہیں آتا اس کی زبان پھسپھسی ہے، اس میں کوئی مزاح نہیں، کوئی چٹکلے نہیں اس لئے عالم اسلام کو اس شخص سے کتنا شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

یہ اعتراض بھی اول سے آخر تک جھوٹ ہے ہم اگر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کی تعریف کریں تو غیر ہماری باتیں نہیں مانیں گے ہم تو ایک ایک لفظ پر وجد کرتے ہیں اور ہماری روح میں نئے ولولے پیدا ہوتے ہیں اور نئی زندگیاں عطا ہوتی ہیں لہٰذا ہم ان کے علماء سے ہی پوچھتے ہیں یعنی ان علماء سے جو کسی زمانہ میں تقویٰ کا اعلیٰ معیار رکھتے تھے، ان کے مصنفین سے پوچھتے ہیں،

ان کے چوٹی کے اردودانوں سے دریافت کرتے ہیں جن کی تحریریں سارے ہندوستان میں مشہور اور مرغوب ہوئیں کہ جب تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں پڑھا کرتے تھے تو تم پر کیا اثر ہوتا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد مدیر ''وکیل'' امرتسر [۱] چوٹی کے لکھنے والے تھے، صاحب قلم انشاء پرداز اوران کی بہت عمدہ تحریر تھی ان کی تحریر سے ہی آپ اندازہ لگالیں گے کہ ان کی اردودانی کا معیار کتنا بلند تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو کس نظر سے دیکھا وہ سننے کے لائق ہے مولانا موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر لکھا:۔

> ''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی نظر فتنہ اور دومٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کرتا رہا''۔

لیکن ان بدقسمتوں کو بیدار نہیں کر سکا۔ پھر لکھتے ہے

> ''یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کردی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کر رہے گی اور قضا کے حملے نے ایک جیتی جاگتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں تک اس کی یادگار تازہ رکھے گی۔''

---

[۱] (بعض حضرات نے اس شذرہ کو مولانا عبداللہ العمادی کی طرف منسوب کیا ہے۔ جو صحیح نہیں کیونکہ اس کا پر شوکت انداز تحریر بتا رہا ہے کہ یہ مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا ہے۔ اس کی تصدیق مولانا آزاد کی خودنوشت ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی'' مطبوعہ ۱۹۵۸ء دہلی سے بھی ہوجاتی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۱۷۔۳۱۸ پر مولانا نے لکھا ہے کہ اخبار کے لیڈنگ آرٹیکل سے لے کر جزوی مواد تک سب کا سب تنہا وہ خود ہی مرتب فرمایا کرتے تھے۔ مولانا عبداللہ العمادی لکھنو میں رسالہ ''البیان'' کے مدیر تھے۔)

پھر فرماتے ہیں:

”ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہوا ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔“

دیکھا آپ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیسی ”پھسپھسی تحریریں“ تھیں کہ نعوذ باللہ من ذلک نہ کوئی مزہ نہ کوئی لذت اور نہ کوئی دلیل ان کی تحریروں میں ملتی ہے پھر لکھتے ہیں:

”ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔“

مخالفین کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریروں میں جان ہی کوئی نہیں اور انہوں نے سوائے مخالفوں کی موت کی پیشگوئیوں کے لکھا ہی کچھ نہیں لیکن مولانا ابوالکلام آزاد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ:

”ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔“

اے لکھنے والے خدا تیری زبان مبارک کرے۔ یہ تحریک آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔ پھر لکھتے ہیں:

”مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا

ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔''

نہ کرتے تھے نہ کرنے کی طاقت تھی اپنے زخموں سے چور پڑے سسک رہے تھے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالم اسلام پر یہ ''ظلم'' کیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ:

''ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کر مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے۔''

کتنا بڑا خطرہ ہے عالم اسلام کو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جان، اپنی آن کی قربانی دے کر اور دن رات اپنی ساری طاقتیں اسلام کے دفاع میں خرچ کر کے نہتے، مظلوم مغلوب اور سسکتے ہوئے مسلمانوں کو غالب بنا دیا۔ معاندین کہتے ہیں کہ اس کو ہم معاف نہیں کر سکتے اور صرف ایک نہیں اسلام کے ہر دشمن کو نجت پامال کر کے دکھایا۔ یہ ہے تکلیف آج کے علماء کو کہ ایسا کرنے کی ان کو جرأت کیسے ہوئی۔ یہی صاحب پھر لکھتے ہیں:

''اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سرانجام دی ہے ان آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کس درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر

انداز کی جاسکیں۔“

اب بیٹھے قیامت تک زور لگاتے رہو۔اب سارے مل کر قیامت تک جو چاہو لکھو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو اب تم نظر انداز نہیں کرسکو گے۔

پھر لکھتے ہیں:

”آئندہ امید نہیں (کتنا سچ کہا ہے۔ناقل) کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کردے۔“

(اخبار ”وکیل“ امرتسر جون ۱۹۰۸ء بحوالہ ”بدر“ قادیان ۱۸؍جون ۱۹۰۸ء ص ۳۔۲)

پھر اخبار ”وکیل“ میں ۳۰؍مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک مقالہ لکھا گیا جس میں مقالہ نگار نے تحریر کیا کہ:

”جب کہ ان کی عمر ۳۵۔۳۶ سال کی عمر تھی ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں وہ ایک سچے اور پاک باز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے۔“

اسلام کے غلبہ کی تلاش تھی ،اس یوسف کی تلاش تھی جس کی خوشبوئیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آرہی تھیں۔

؎ آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

(درثمین صفحہ:۱۳۰ مناجات اور تبلیغ حق)

یہ کیفیت تھی جس میں ایک غیر نے آپؑ کو دیکھا اور ان الفاظ میں اظہار کیا:

”کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے

مباحثہ کرتا ہے کبھی حمایت اور حقیت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے ۔
۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک
دلوں سے محو نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر
کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب
تک نہیں اترا۔“

یہ مسلمان مشاہیر اور چوٹی کے علماء جو تقویٰ کا نام جانتے تھے، جو انصاف پسند تھے، جن کا مذاق بہت اعلیٰ تھا، جن کی تحریریں آج بھی سند ہیں یہ ان کے تاثرات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ان کے اثرات کے متعلق مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر اخبار ”کرزن گزٹ“ یکم جون ۱۹۰۸ء کو اپنے پرچہ میں لکھتے ہیں:

”مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے
مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے
مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم
کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس
بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے
پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر
کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کی رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان
شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب
الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا۔“

حکومت پاکستان کو یہی تکلیف ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی تحریریں لکھ گئے کہ جس کے نتیجہ میں آج تک نہ آریوں سے جواب بن سکا نہ عیسائیوں سے جواب بنا اور مخالفین کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ آپ نے اسلام کی مدافعت میں دندان شکن جواب دیئے...... اتنا بڑا خطرہ عالم اسلام کے لئے !!! وائیٹ پیپر میں لکھا ہے **نعوذ باللہ من ذلک** کہ آپ سوائے اس کے مخالفوں سے بدزبانی کرتے تھے آپ کی تحریرات میں اور کوئی بات ہے ہی نہیں۔ حد ہی ہوگئی ہے۔

یہ صرف جہالت ہی نہیں واضح جھوٹ بھی ہے اور جانتے بوجھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کلیۃً بہتان تراشی سے کام لیا جارہا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر ان اعتراض کرنے والوں نے آپ کی کوئی کتاب ہی نہیں پڑھی اور گھر بیٹھے ایک عبارت لکھ رہے ہیں جو سوائے دجل کے اور کوئی بھی مقام نہیں رکھتی۔ اب سنئے! کون گالیاں دیا کرتا تھا (کچھ مثالیں میں بعد میں بھی دونگا) مرزا حیرت دہلوی صاحب مناظرہ کے رنگ بتارہے ہیں کہ وہ کیا تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے منصۂ شہود پر کیا ابھر رہا تھا اور مخالفین کی طرف سے کیا حربے استعمال ہورہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اسے یا پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔''

وہ گالیاں دے رہے تھے اور اسلام کی مدافعت کرنے والے اس بطل جلیل کے بارے میں مرزا حیرت دہلوی کہتے ہیں کہ اسے گالیاں دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

''اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ایک پرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نورالدین مرحوم خلیفہ اول سے جو ناواقف ہیں وہ تو اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں میں مولوی نورالدین صاحب نے بہت مدد دی ہے مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں کہ حکیم نورالدین مرحوم مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ مرحوم کے اردو علم وادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالہ ہے اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہوجاتی ہے۔''

سید ممتاز علی صاحب ’’تہذیب نسواں‘‘ (لاہور) میں لکھتے ہیں:

’’مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔‘‘ (بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۸۳۔ ۱۹۰۸ء)

’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی بہاولپور لکھتا ہے:

’’مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ، ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔‘‘ (بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ صفحہ ۳۸۲۔ ۱۹۰۸ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب مشہور و معروف لکھنے والے ہیں اور ایسے اردو دان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو سارے ہندوستان میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پھر احمدیت کے مؤید بھی نہیں تھے بلکہ مخالف تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے .... آپ کی تصانیف ..... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔‘‘ (اخبار ’’منادی‘‘ ۲۷ فروری، ۴ مارچ ۱۹۳۰ء)

مولوی ظفر علی خان صاحب جیسے مخالف احمدیت شخص کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں ایک عجیب قوت تھی وہ لکھتے ہیں:

''ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے آپ کی تصانیف ''سرمہ چشم آریہ'' اور ''چشمۂ مسیحی'' وغیرہ آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں لکھی ہیں۔''

(زمیندار ۱۲/ستمبر ۱۹۲۳ء)

یہ تحریر تو ''پھسپھسی'' ہے مگر بہر حال تعریف درست ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ قوت کہاں سے ملی بڑے بڑے عالم موجود تھے بڑے بڑے زبان دان تھے جنہوں نے بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیمات حاصل کی تھیں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو گھر میں دیہات کے عام استادوں سے کچھ دو حرف لکھنے پڑھنے سیکھے تھے پھر کہاں سے یہ قابلیت اور غیر معمولی قوت اور شوکت پیدا ہوئی۔ یہ سوال جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس قابلیت میں سے ایک ذرہ بھی اپنی طرف منسوب نہیں فرماتے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ:

؎ میں تھا غریب وبیکس وگمنام وبے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

(درثمین صفحہ ۱۱۷۔ محاسن قرآن کریم)

اس میں میرا تو کچھ بھی دخل نہیں میرا خدا ہے جو مجھے قوت بخش رہا ہے وہی ہے جس نے مجھے بھیجا ہے وہی میری زبان پر معارف جاری کرتا ہے، وہی میرے قلم میں عظیم قوتیں عطا کرتا ہے اور ایسے معارف اسی سے بہتے ہیں جیسے قلزم کے معارف سے ان کا واسطہ ہو اور وہ اس سے موتی نکالتا چلا جاتا ہے، نکالتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہے نقشہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے متعلق ہے کہ میں کچھ بھی نہیں، میری ذات کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ میری تعلیم بھی کچھ نہیں ہے تم اگر میری تعلیم یا میری ذات پر ہنستے ہو تو جو چاہو کرو لیکن جس قادر مطلق، خالق کائنات کے ساتھ میرا تعلق ہے اس پر ہنسنے کی کیسے جرأت کرو گے۔ پس میری یہ تحریریں اور یہ کلام اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا تعلق سر چشمۂ عرفان سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔''

یہ وہ تحریر ہے جو ان کی نظر میں پھسپھسی ہے۔ اب آگے سنئے اس کلام کی شان اور شوکت جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کلام ہی بالکل نرالا ہے، عام انسانی کلام ہے ہی نہیں۔ حقیقت میں اس زبان سے خدا تعالیٰ بولتا تھا تب اس میں ایک عظیم قوت اور ایک عظیم شان پیدا ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔''

کیسا پیارا اور کیسا وجد آفرین فقرہ ہے۔ پھر فرمایا:

''اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔'' (ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس کے بعد اب کچھ اور کہنے کی گنجائش نہیں رہتی سوائے اس کے کہ صرف اتنا کہوں کہ

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

انتہائی ظالمانہ تکفیر و تکذیب کے مقابلہ میں

حضرت بانی سلسلہ کا صبر و تحمل، ہمت و حوصلہ اور ابلاغ حق

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/ اپریل ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۴﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (الحجرات: ۱۴-۱۶)

اور پھر فرمایا:

آغاز اسلام ہی سے کفر دون کفر اور ایمان دون ایمان کی اصطلاح رائج چلی آرہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ظاہری فتویٰ کے اعتبار سے یا اپنے ادعا

کے اعتبار سے مسلمان کہلائے لیکن اس میں کچھ ایسے موجبات کفر ہوں ''اسلام'' کے بنیادی عقائد کے خلاف کچھ ایسے امور پائے جائیں یا اس کے اعمال میں ایسا فسق ہو کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس پر کفر کا حکم اطلاق پائے۔ لیکن جہاں تک ملت اسلامیہ کا تعلق ہے ایسا شخص مسلم ہی کہلاتا رہا اور مسلم ہی کہلاتا ہے۔

اس بحث کی بنیاد مختلف احادیث نبویہؐ پر بھی ہے اور ان آیات کریمہ پر بھی ہے جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دیتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا اعراب یعنی بدوی یہ ادعا کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں، ہم ایمان لے آئے ہیں قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا تو ان سے کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ہاں یہ بے شک کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں، جب کہ ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .... (الخ) ہاں اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہونے دے گا، اللہ تعالیٰ بہت ہی مغفرت کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے، یقیناً مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی حالت میں بھی اس ایمان پر شک نہیں کیا یا ان کی صداقت پر شک نہیں کیا اور اپنے اعمال میں سے اپنی صداقت کو یوں ثابت کیا کہ اپنے اموال سے بھی خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جانوں سے بھی خدا کی راہ میں جہاد کیا، ہاں یہی لوگ ہیں جو صادق ہیں۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو دین سکھاؤ گے یا اپنا دین خدا کو سمجھاؤ گے۔ اللہ جانتا ہے جو آسمان میں ہے اور زمین میں ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

جبکہ ان آیات میں سے سب سے پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ جہاں تک عزت کا تعلق ہے اللہ کے نزدیک عزت تقویٰ میں ہے عزت اسی کی ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو اور اللہ بہت جاننے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔

ویسے تو ان تمام آیات کا اس مسئلہ سے تعلق ہے جو میں نے تلاوت کی ہیں لیکن اس مسئلہ سے براہ راست تعلق رکھنے والی آیت قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا .... (الخ) ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بادیہ نشین یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کسی انسان کو یہ حق خدا نے نہیں

دیا کہ وہ دوسرے کو اپنی طرف سے یہ کہہ سکے کہ تمہارے دل میں ایمان نہیں ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود خبر دی اور فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔اس لئے تجھے ہم اختیار دیتے ہیں کہ ان سے کہہ دے کہ تم مومن نہیں ہو۔مومن کا برعکس کافر ہوتا ہے اور مسلم کا برعکس غیر مسلم ہوتا ہے۔تو ان دونوں باتوں میں خدا تعالیٰ نے تفریق کی ہے۔فرمایا ان سے کہہ دے کہ خدائے عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اس لئے مومن ہونے کا ادعا نہ کرو ہاں اس کے باوجود تم سے مسلمان کہلانے کا حق ہم نہیں چھینتے۔ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا بے شک یہ کہتے چلے جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں۔درآنحالیکہ کہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کسی شخص پر کوئی فتویٰ لگ جائے اور فی الحقیقت وہ فتویٰ درست نہ ہو تو جاننا چاہئے کہ اس معاملہ میں انسان کے لئے کوئی خوف ہی نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی آدمی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے تو خدا وعدہ فرماتا ہے کہ اس کے اعمال میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہونے دے گا اور پھر ایسا خدا جو بہت غفور ہو اس سے تو یہ توقع کی ہی نہیں جاسکتی کہ کسی انسان کے فتویٰ کے نتیجہ میں یا کسی غلط فتویٰ کے نتیجہ میں کسی دوسرے انسان کے اعمال ضائع کر دے جبکہ وہ مخلص ہے پس یہ تو ایک منفی اعلان ہے یعنی بعض لوگوں کی منفی عادات یا منفی خصائل سے تعلق رکھنے والا اعلان ہے۔پھر اس کے ساتھ ایک مثبت اعلان بھی فرما دیا کہ مومنوں کی تعریف تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں تو شک نہیں کرتے اور لازماً اپنے اموال اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں ہمیشہ جہاد کرتے چلے جاتے ہیں۔اس تعریف کی رو سے مومن کی زندگی میں کوئی بھی ایسا وقت نہیں آتا جب وہ مال اور جان کے جہاد میں مصروف نہ ہو۔اور اسی طرح مومن کی اجتماعی زندگی میں بھی کوئی ایسا زمانہ نہیں آتا جب کہ وہ جانی اور مالی جہاد نہ کر رہا ہو۔

فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہوتے ہیں اور سچے کہلا سکتے ہیں کیونکہ ان کے اندر ایمان کی ایسی نشانیاں پائی جاتی ہیں جو انہوں نے اپنے اعمال سے سچی ثابت کر دکھائیں۔

پس یہ تمام باتیں جو ان آیات میں بیان کی گئی ہیں خدا تعالیٰ نے خود آنحضرت ﷺ کو بتائیں۔پہلی بات یہ کہ اگرچہ منع فرمایا گیا کہ تم اپنے آپ کو مومن نہ کہو کیونکہ خدا کے نزدیک تم مومن

نہیں ہو لیکن اس کے باوجود ان کو اجازت دی گئی کہ وہ مسلمان کہلائیں اور ہر فرد بشر کا یہ کہنے کا حق کہ میں مسلمان ہوں ۔ یہ اس طرح عطا فرما دیا گیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اب اس حق کو چھین نہیں سکتی کیونکہ اس سے بڑھ کر کسی کا کفر ثابت نہیں ہو سکتا کہ عالم الغیب خدا خبر دے اور وہ خبر اصدق الصادقین کو دے رہا ہو اور اس کے باوجود خود یہ بھی فرما رہا ہو کہ اے رسولؐ! تو بھی ان کو غیر مسلم نہیں کہے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ وہ اعراب (بادیہ نشین) جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کو حضور اکرم ﷺ نے کبھی غیر مسلم قرار دیا ہو۔ اس کا دوسرا پہلو اور بھی عجیب ہے ۔ جب یہ کہا گیا کہ تم اپنے آپ کو مومن نہ کہو تو بظاہر یہ ایسا حکم ہے کہ اس کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو مومن کہتے تو آج کل کے علماء کا جو تصور اسلام ہے اس کی رو سے ان کے خلاف جہاد شروع ہو جانا چاہئے تھا۔ ان کا تصور اسلام اگر درست ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بارہ میں پیش رفت فرماتے لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے لوگوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ مومن ہی کہا۔ جن کو کہا جا رہا ہے کہ تم مومن نہیں ہوا اپنے آپ کو مومن نہ کہو وہ مومن کہتے چلے گئے اور ایک بھی واقعہ ایسا نہیں کہ اس حکم کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبراً ان کو مومن کہلانے سے محروم کیا ہو۔ یہ ہے عظمت اسلام اور یہ ہے عظمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ ایسے عظیم الشان دین کا حلیہ بگاڑنے والے بعد میں پیدا ہوئے ۔ انہوں نے اس کا کیا حلیہ بنا دیا یہ قصہ میں آپ کو بعد میں سناؤں گا۔ اس وقت میں حکومت پاکستان کے اس رویہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ اس پر ہمیں عقلاً اعتراض ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے نام پر ہمارے خلاف جو معاندانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے اس سے قرآن کریم کی بھی نفی ہوتی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور فعل کی بھی نفی ہوتی ہے کیونکہ اس ظالمانہ رویہ کے مطابق حکومت ہم سے وہ بنیادی حق چھین رہی ہے جس کے متعلق خدائے حکیم وخبیر رسول اکرمؐ سے فرماتا ہے کہ اے رسولؐ! تم بھی یہ حق کسی سے نہ چھینو لیکن ہم حکومت پاکستان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تم میں یہ طاقت کہاں سے آ گئی؟

جماعت احمدیہ کے خلاف انتہائی معاندانہ اور ظالمانہ رویہ اختیار کرنے کے لئے جو عذر تراشے گئے ہیں اور اپنے موقف کو معقول بنانے کی جو کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے ایک باب کا

عنوان ’’نئے مذہب کے مضمرات‘‘ رکھا گیا ہے اور اس باب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ چونکہ واضح طور پر دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتی ہے اس لئے عقلی تقاضا ہے کہ ہم بھی انہیں کافر کہیں، پس احمدیوں کو پھر اعتراض کس بات پر ہے۔ باہر کی دنیا والے جوان باریک مسائل کو نہیں سمجھتے ان کے سامنے یہ مؤقف پیش کیا جارہا ہے کہ اس سے زیادہ معقول اور کیا طریق ہو سکتا ہے۔ یہ ہمیں کافر کہتے ہیں اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ احمدیت کو نہ ماننے والے کافر ہیں اس کے مقابل پر جب ہم ان کو کافر کہتے ہیں تو یہ شور مچا دیتے ہیں اور ساری دنیا میں بدنام کرتے ہیں حالانکہ یہ تو ان کے دعویٰ کا ایک طبعی تقاضا ہے اور اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

دوسرا موقف یہ پیش کیا گیا ہے کہ احمدیوں نے صرف ہمیں کافر ہی نہیں ٹھہرایا بلکہ امر واقعہ کے طور پر امت مسلمہ سے وہ تمام تعلقات منقطع کر لئے جن کی بنا پر امت مسلمہ ایک امت کہلانے کی مستحق ہوتی ہے۔ پس جب ہر قسم کے تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی تعلقات منقطع کر کے یہ خود ہم سے الگ ہو گئے تو ان کی اس حرکت کا نام جب ہم نے الگ ہونا رکھا تو ان کو غصہ آ گیا کہ تم ہمیں الگ کیوں کرتے ہو۔ جب اپنے منہ سے، اپنے الفاظ سے الگ ہوئے، ہر بات میں اپنے تعلقات توڑ لئے تو کیا اب ہم ان کو یہ بھی نہ کہہ سکیں کہ ہاں تم الگ ہو گئے ہو اس لئے اب ہمارا تو اس میں کوئی جرم نہیں۔ بظاہر اس موقف میں بڑی معصومیت پائی جاتی ہے لیکن جب ہم آگے چل کر اس کا مزید جائزہ لیں گے تو بات کھلتی چلی جائے گی اور صورت حال بالکل برعکس نظر آئے گی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہنا بالکل غلط ہے اور سراسر جھوٹا الزام ہے کہ جماعت احمدیہ نے کفر کے فتوے میں پہل کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہ سوال اٹھایا گیا تھا۔ آپؑ نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا:

’’کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو خود ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم

نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص۔۱۲۳)

یہاں ضمناً یہ بات بھی کھول دینی ضروری ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کی رو سے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے کسی کو غیر مسلم ٹھہرانے کا حق کسی انسان کو نہیں دیا گیا اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے کو خواہ وہ کیسا بھی ہو اور خواہ اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی نہ ہو اس کو بھی خدا یہ اجازت دیتا ہے کہ مسلمان کہلاتا رہے لیکن دوسروں کو یہ حق دے دیا کہ جن کو خدا خبر دے یا جن کے پاس دلیل ہو وہ کسی کو کافر ٹھہرا دیں ان دو چیزوں میں بہت فرق ہے جب فرمایا لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے تم اپنے آپ کو مومن نہ کہو تو کافر ٹھہرانا اور کس کو کہتے ہیں؟ کافر ٹھہرانے کا حق تو دیا لیکن قطعی خبر کے نتیجہ میں، کسی پختہ دلیل اور برہان کے نتیجہ میں نہ یہ کہ ویسے ہی شغلاً ایک دوسرے کو کافر ٹھہرانے کا وطیرہ بنالیا گیا ہو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب لوگوں کو کافر ٹھہرایا تو آپ کا ایسا کرنا قرآن کے منشاء کے عین مطابق تھا اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کی منشاء کے بھی عین مطابق تھا۔ ایسا کرتے وقت آپؑ نے وہ تمام دلائل پھر پیش فرمائے جن کے نتیجہ میں قرآن اور حدیث کی رو سے ایسا شخص کافر ٹھہرائے جانے کا مستحق بنتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپؑ نے آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث پیش فرمائی اور اسی پر بناء کرتے ہوئے اپنا موقف پیش فرمایا کہ جو شخص بھی کسی مومن کو کافر کہہ دے تو ایسا کفر اسی کہنے والے پر آن پڑتا ہے اور وہ شخص خود کافر ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے اقتباسات ہیں جن سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تفصیل سے پہلے اپنے مخالفین کو سمجھانے کی کوشش فرمائی اور آپ نے ان کو بار بار متنبہ فرمایا کہ تم ایسی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ ہمارے لئے پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا کہ تمہیں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہی کچھ سمجھیں جو حدیث سے مستنبط ہے۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ دیکھو ہم تم پر حجت تمام کرتے ہیں تم ان حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ تمہارا کفر تم پر لوٹ کر پڑے گا اور ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا کہ تمہیں کافر سمجھیں کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ فرمان ہے جس سے کوئی مسلمان سرمو انحراف نہیں کرسکتا۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فتویٰ کفر کا تعلق ہے اس پہلو سے بھی یہ فتویٰ ایک امتیاز رکھتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ مولویوں کی تکفیر کے بعد یہ فتویٰ دیا بلکہ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تکفیر کا یہ فتویٰ سب سے زیادہ مہذب اور نرم الفاظ میں دیا گیا جس میں دلائل کے ساتھ بار بار سمجھا کر بتایا گیا ہے کہ اس لحاظ سے تم کافر بنتے ہو لیکن جنہوں نے پہل کی وہ ایک ایسا باب ہے جس کو آج کے بعض مسلمان عمداً اور بعض غیر ارادی طور پر یا لاعلمی کی وجہ سے بھول چکے ہیں۔ اس پر نظر نہیں رکھتے اور یہ باب بھی اتنا گندا اور بھیانک ہے کہ اس کے تمام صفحات آپ کے سامنے پیش نہیں کئے جا سکتے۔ میں نے صرف چند نمونے پیش کرنے کے لئے منتخب کئے ہیں۔

سب سے پہلے تو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ آپؑ کے ساتھ مولویوں کی طرف سے کیا سلوک کیا گیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذاب، مفسد، دجال، مفتری، مکار ٹھگ، فاسق فاجر خائن رکھا۔ تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحت نیت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں۔ میں نفسانی جوش سے کسی کا دشمن نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک سے بھلائی کروں مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے تو میں کیا کروں۔ میرا انصاف خدا کے پاس ہے۔ ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دکھ دیا اور حد سے زیادہ دکھ دیا اور ہر ایک بات ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا۔ پس میں بجز اس کے کیا کہوں کہ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۱﴾ (یٰسٓ:۳۱) (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۵۳)

یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے واضح موقف کی ابتدا لیکن جہاں تک مخالف مولویوں کے فتاویٰ کا تعلق ہے جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختصراً فرمایا ہے ان میں سے چند ایک میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور سب سے پہلے مولوی عبد الصمد غزنوی کے فتویٰ کو لیتا ہوں۔

مولوی غزنوی صاحب نے لکھا کہ:

”یہ گمراہ کرنے والا چھپا مرتد ہے بلکہ وہ اپنے شیطان سے زیادہ گمراہ ہے جو اس سے کھیل رہا ہے۔ اگر یہ شخص اس اعتقاد پر مرجائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ یہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے تا کہ وہ اہل قبور اس سے ایذا نہ پاویں۔“ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ نمبر صفحہ ۲۰۱)

اسی طرح میاں نذیر حسین دہلوی جو شیخ الکل کہلاتے ہیں انہوں نے اپنے فتویٰ میں لکھا:

”اہل سنت سے خارج ۔اس کا عملی طریق ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضال کا طریق ہے،اس کے دعوے واشاعت اکاذیب اوراس ملحدانہ طریق سے اس کو تیس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجال کہہ سکتے ہیں ۔اس کے پیرو ہم مشرب ذریات دجال ،خدا پر افتراء باندھنے والا، اس کی تاویلات الحاد وتحریف ،کذب وتدلیس سے کام لینے والا، دجال، بے علم، نافہم ،اہل بدعت وضلالت ۔

جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتویٰ دیا وہ صحیح ہے..... اب مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں ۔نہ اس کی محبت اختیار کریں ۔اور نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتدا کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں ۔“

(اشاعۃ السنۃ النبویۃ ۔جلد ۱۳ نمبر ۶ ۔۱۸۹۰ء صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۸۵)

اسی طرح ۱۸۹۳ء ہی میں قاضی عبید اللہ صاحب مدراسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک فتویٰ دیا جس کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ جو شخص بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے اور جسمانی نزول کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے ۔چنانچہ قاضی صاحب نے لکھا:

”وہ شرع شریف کی رو سے مرتد، زندیق و کافر ہے اور مصداق

ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے تیس دجالوں میں سے ایک ہے۔اور جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر ومرتد ہے اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے اوراس کی عورت حرام ہوتی ہے اوراپنی عورت کے ساتھ جو وطی کرے گا سو وہ زنا ہے اورایسی حالت میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ولدالزنا ہوتی ہے اور مرتد بغیر توبہ کے مرگیا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا اوراس کو مقابر اہل اسلام میں دفن نہیں کرنا۔ بلکہ بغیر غسل وکفن کے کتے کی مانند گڑھے میں ڈال دینا۔‘‘

(فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام صفحہ ۶۶۔۶۷)

دیکھیں یہ ہے زبان مولویوں کے فتوؤں کی اور یہ تو ابھی صرف چند نمونے ہیں ورنہ ایسے بے شمار فتوے لکھ کر ملک میں پھیلائے گئے اور پھر واقعۃً ان فتوؤں پر عمل بھی کیا گیا کیونکہ یہ ایسے فتاویٰ نہیں تھے صرف جو مولویوں کی کتابوں کی زینت بن کر رہ گئے ہوں بلکہ ان کی ملک گیر تشہیر کی گئی، عوام الناس کے ذریعہ ان فتاویٰ پر عمل بھی کروایا گیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے خلاف عوام اس حد تک مشتعل ہوگئے کہ بقول مولوی عبدالاحد خانپوری:

’’جب طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت ذلیل وخوار ہوئے، جمعہ وجماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہوکر نمازیں پڑھتے تھے اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً روکے گئے تو نہایت تنگ ہوکر مرزا قادیانی سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں۔‘‘ (اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی)

یہ وہ حالات ہیں جو علیحدگی پر منتج ہوئے۔آج مولوی یہ کہتے نہیں تھکتے کہ جماعت احمدیہ نے کفر کے فتویٰ میں پہل کی اور پھر علیحدہ ہونے شروع ہوگئے اور یہ ساری باتیں عوام الناس یعنی مسلمانوں سے چھپارہے ہیں یہ ان کا کردار ہے، یہ ان کی تاریخ ہے جو بتارہی ہے کہ کس طرح جماعت احمدیہ کو علیحدہ ہونے پر مجبور کیا گیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فتویٰ دیا اس کو دیکھئے اوران لوگوں کے فتاویٰ کی زبان دیکھئے آخر کسی بات کی حد بھی ہوتی ہے، انسان

کے اندر شرافت کی کوئی تو رمق باقی رہنی چاہئے مگر مولویوں کے فتوؤں میں اتنا جھوٹ ہے، اس قسم کا کذب ہے اور اس طرح کا افتراء ہے کہ انسانی روح کانپ اٹھتی ہے۔ عوام الناس کو جماعت احمدیہ کے خلاف جھوٹ بول بول کر مشتعل کیا جارہا ہے اور اشتعال کی اصل باتیں لوگوں سے چھپائی جارہی ہیں۔ اب دیکھئے اس فتویٰ میں یہ بتایا گیا ہے کہ احمدی جس جگہ نمازیں پڑھتے تھے وہاں سے حکماً رکوائے گئے تو پھر تنگ آ کر مسجد بنانے کی اجازت مانگی اور اب کہتے ہیں کہ تم مسجدیں کیوں بناتے ہو۔ تو خیر آگے سنئے:

''تب مرزا نے ان کو کہا کہ صبر کرو میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں۔ اگر صلح ہوگئی تو مسجد بنانے کی کچھ حاجت نہیں۔''

حد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوصلے اور صبر کی۔ ان حالات میں بھی فرماتے ہیں کہ میں اب بھی صلح کی کوشش کرتا ہوں اگر صلح ہوگئی تو مسجد بنانے کی ضرورت نہیں۔ پھر آگے سنئے:

''اور نیز اور بہت قسم کی ذلتیں اٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہوگیا۔ عورتیں منکوحہ ومخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز وتکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے وغیرہ وغیرہ تو ......قادیانی نے یہ اشتہار مصالحت کا دیا۔'' (اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیکچر لدھیانہ میں جب جوابی فتویٰ صادر فرمایا تو دیکھئے وہ کس طرح قرآن کی حدود کے اندر اور ان تمام احتیاطوں کے ساتھ صادر کیا گیا جن کا قرآن کریم کی تعلیم تقاضا کرتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''اس وقت مسلمان اَسْلَمْنَا میں تو بے شک داخل ہیں مگر اٰمَنَّا کی ذیل میں نہیں۔'' (لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۲۹۵)

اور جب یہ فرمایا اس کے تمام مضمرات بیان فرمادیئے گویا پورا دریا ایک کوزے میں بند فرمادیا ہے یعنی احمدیوں کو مسلمانوں کے معاملات میں اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ جس حد تک حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ان لوگوں کے معاملہ میں گئے جن کے متعلق خدا نے خبر

دی تھی کہ فلاں فلاں لوگ ایمان نہیں لائے۔ یعنی خدا فرماتا ہے اے رسولؐ! تمہیں بھی حق نہیں کہ ان کو مسلمان کہنے سے روکو یا یہ مطالبہ ہی کرو بلکہ یہ بھی حق نہیں کہ ان کو مومن کہنے سے روکو یا اس کا مطالبہ کرو۔ ان شرائط اور ان حدود کے اندر تاریخ نے یا سنت نبویؐ نے اس آیۂ کریمہ پر جو روشنی ڈالی ہے اس کے مطابق کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو غیر مسلم کہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے مخالفین کے لئے کہیں غیر مسلم کا لفظ استعمال نہیں فرمایا البتہ جہاں تک ایک مسلمان کو کافر ٹھہرانے کا تعلق ہے آپؑ نے فرمایا:

''یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر جب کہ وہ سو مولوی نے مجھے کافر ٹھیرایا اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور انہیں کے فتویٰ سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۸)

یعنی تو پھر اب میں کیسے رک سکتا ہوں اس فتویٰ سے جو مخالفین کے پیدا کردہ حالات کا طبعی نتیجہ ہے۔ چنانچہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کا حوالہ دیا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔

''ایما رجل مسلم اکفر رجلا مسلما فان کان کافرا والا کان هو الکافر'' (ابوداؤد کتاب السنة حدیث نمبر: ۴۰۶۷)

کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر ٹھہرائے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے''

دیکھیں کیسا مربوط مسلک ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے مسلسل بنا ہے قرآن کریم کے ایک فرمان پر اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ارشاد پر اور اسی دائرہ کے اندر یہ مہذبانہ فتویٰ دیا جا رہا ہے فرماتے ہیں۔

’’ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے‘ دجال ہے‘ ضال ہے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے‘ جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر اب سنو یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے ہم نے ان پر پہلے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی ہم نے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔‘‘

غور سے سنئے اس بات کو یعنی ان تمام فتاویٰ کے باوجود جن کی زبان نہایت کریہہ اور گندی ہے مغلظات سے پر ہے ان کو فتویٰ کہا ہی نہیں جا سکتا مگر ان کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر وتحمل اور ہمت و حوصلہ دیکھیں فرماتے ہیں میں نے ان کو جواب دیا کہ دو مسلمانوں کے مابین مباہلہ جائز نہیں مگر:

’’اس نے جواب لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں‘‘

اس شخص نے عرض کیا جس نے یہ پہلا سوال کیا تھا جس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

یعنی باوجود اس کے کہ اس بات کو پوری طرح سمجھا چکے ہیں کہ دیکھو یہ تم سب کا اپنا فتویٰ ہے پھر بھی سوال پوچھنے والا اصرار کرتا چلا گیا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔‘‘ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۳۵-۶۳۶)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قطع نظر اس کے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں سے پہلے کس نے کس کو کیا کہا دیکھنا یہ ہے کہ اس کا طبعی اور منطقی نتیجہ جو پاکستان کی حکومت نے نکالا ہے اگر وہ اس بات میں متقی ہیں اور واقع میں اس کے سوا کوئی اور نتیجہ نکالنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے تو پھر اس مسلک پر قائم رہیں۔ پھر تو دلیل یہ بنتی ہے کہ جو شخص خود دوسرے کو کافر کہہ دے اور اس سے تعلقات منقطع کر لے اس شخص کے متعلق یا اس مذہب کے متعلق یا اس فرقے کے متعلق حکومت پاکستان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اسے کلیتہً غیر مسلم قرار دے دے اور اس کو تمام اسلامی حقوق سے محروم کر دے۔

ہمارے متعلق ایک طبعی اور منطقی دلیل جو بنائی گئی ہے اگر یہ دلیل درست ہے تو پھر ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جنہوں نے ایک دوسرے کے خلاف فتوے دے رکھے ہیں ان فتاویٰ میں سے میں چند ایک فتوے آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔

سب سے پہلے بریلویوں کا فتویٰ سنئے۔ بریلوی صرف ہمارے خلاف ہی نہیں بلکہ ان لوگوں کے بھی خلاف ہیں جو آج اس حکومت کے سب سے زیادہ لاڈلے اور منہ چڑھے ہیں یعنی وہابی اور دیوبندی۔ چنانچہ بریلوی علماء میں سے چوٹی کے علماء کا فتویٰ ہے کسی عام عالم کا فتویٰ نہیں۔ بڑا لمبا فتویٰ ہے میں اسے مختلف ٹکڑوں میں بیان کرتا ہوں۔ لکھا ہے:

> ”وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین و آخرین ﷺ کی اور خاص ذات باری تعالیٰ شانہ، کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد و کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مرتد اور کافر ہے۔“

(وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ فتویٰ المعلن محمد ابراہیم بھاگلپوری صفحہ ۶۳)

اب حکومت پاکستان کے لئے کون سی راہ باقی رہ گئی ہے اگر ان کے کفر پر ذرا سا بھی شک کریں تو آپ خود دائرہ اسلام سے باہر چلے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود نہ دیوبندیوں وہابیوں پر حکومت فتوے لگا رہی ہے اور نہ ان پر لگا رہی ہے جو فتویٰ دے رہے ہیں۔ ذرا فتویٰ کی تفصیلات سنئے۔ تعلقات منقطع کرنے کا الزام جماعت احمدیہ پر لگاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنے فتوے کی بناء پر

جو تعلقات منقطع کئے وہ سنئے لکھا ہے:

''مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے بالکل ہی محترز و مجتنب رہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔''

(ایضاً)

اب دیکھیں جماعت احمدیہ نے تو کبھی بھی یہ تعلیم نہیں دی ہم تو کہتے ہیں تعلقات رکھو ایک دوسرے سے ملو اور ہر قسم کے روابط استوار کرو۔ محبت و پیار سے پیش آؤ۔ خدمت بجالاؤ۔ اور جماعت کی تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جماعت کا ہمیشہ یہی سلوک رہا ہے ۔ ہاں پیچھے نماز نہیں پڑھنی۔ کیوں نہیں پڑھنی اس کی وجوہات ہیں ایک تو وہ وجہ ہے جس کو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کچھ اور بھی وجوہات ہیں جن کا میں بیان کروں گا لیکن اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے کبھی نہیں روکا۔ آج تک کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی جماعت کی طرف سے اس قسم کا کوئی واقعہ ثابت نہیں ہوا نہ مسجدوں سے کسی کو محروم کیا گیا۔ ہم تو اپنی مسجدوں میں خود بلاتے ہیں، ان کو دعوتیں دیتے ہیں اور اجازت دیتے ہیں کہ اگر ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھنی تو تم خود شوق سے جس طرح چاہو ہماری مسجد میں خود نماز پڑھ لو، بے شک باجماعت نماز پڑھ لو۔ چنانچہ ایسے واقعات آئے دن ربوہ میں رونما ہوتے تھے۔ سوال و جواب کے لئے غیر احمدی دوست جب ربوہ تشریف لاتے تھے تو مسجد مبارک میں بھی بعض اوقات دو نمازیں ہوتی تھیں۔ ایک ہماری نماز اور دوسری غیر احمدی دوستوں کی۔ ان سے یہ کہا جاتا تھا کہ آپ بے شک شوق سے نماز پڑھیں۔ چنانچہ وہ اپنی نماز الگ پڑھ لیتے تھے۔ کبھی کسی نے نہیں روکا لیکن فتویٰ زیر نظر میں لکھا ہے:

''ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔ اور نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔'' (ایضاً)

ان میں سے کون سے تعلقات ہیں جو احمدیوں نے توڑے ہیں۔ اس فتویٰ کے باوجود احمدیوں نے نہیں توڑے کیونکہ جماعت احمدیہ کا یہ مسلک نہیں ہے۔ یہ فتویٰ آگے چلتا ہے۔ لکھا ہے:

’’نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے تو پنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔‘‘ (ایضاً)

یہ ہے حضرات علمائے اہل سنت کے فتوؤں کا خلاصہ اور یہ فتوے دینے والے صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں ہیں بلکہ جب وہابیہ دیوبندیہ کی عبارتیں ترجمہ کر کے بھیجی گئیں تو افغانستان وخیوا و بخارا وایران ومصر وروم وشام اور مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ وغیرہ تمام دیار عرب وکوفہ و بغداد شریف غرض تمام جہان کے علمائے اہل سنت نے بالا اتفاق یہی فتویٰ دیا ہے کہ:

’’ان عبارتوں سے اولیاء انبیاء اور خود خدائے تعالیٰ شانہ، کی سخت سخت اشد اہانت وتوہین ہوئی۔ پس وہابیہ دیوبندیہ سخت سخت اشد مرتد و کافر ہیں ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہو جائے گا، اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی اور از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔‘‘ (ایضاً)

یہ ہیں ان مولویوں کے فتوے لیکن جماعت احمدیہ کے اس فتوے کو اچھالا جارہا ہے جس کے ساتھ دلائل دیئے گئے ہیں۔ مہذبانہ گفتگو کی گئی ہے اور قرآنی آیات پر بناء کرتے ہوئے استدلال کیا گیا ہے۔ پھر سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سے کیا سلوک ہونا چاہئے جنہوں نے وہابیوں دیوبندیوں کو کافر ٹھہرا کر ان کی جڑ ہی اکھاڑ دی ہے۔ اب ان کتابوں کے نام سنئے جن میں ان فتویٰ کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں:

(1) تقدیس الوکیل (2) السیف المسلول (3) عقائد وہابیہ دیوبندیہ (4) تاریخ دیوبندیہ (5) حسام الحرمین (6) فتاویٰ الحرمین (7) الصوارم الہندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

اور اب دیوبندیوں کا بریلویوں کے خلاف فتویٰ سن لیجئے۔ مندرجہ بالا فتویٰ کا جواب انہوں نے ایک ہی فقرہ میں اکٹھا دے دیا ہے۔ لکھا ہے:

’’یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف

سے لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان وازالہ تصدیق وایقان ہوں گی کہ ملائکہ حضور علیہ السلام سے کہیں گے **انک لا تدری ما احدثوا بعدک** اور رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اوران اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر حوض مورود وشفاعت محمود سے کتوں سے برتر کر کے دھتکار دیں گے اور امت مرحومہ کے اجر وثواب ومنازل ونعم سے محروم کئے جائیں گے۔''

(رجوم المذنبین علی رؤس الشیاطین المشہو ر بہ الشہاب الثاقب علی المستر ق الکاذب صفحہ ۱۱۹۔۱۲۰ مولفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی)

اب یہ تو پاکستان کے ان دو بڑے بڑے فرقوں کی بات ہوئی ہے جو ملک کی بڑی بھاری اکثریت بناتے ہیں، یہ ان کے آپس کے فتوے ہیں۔ پاکستان کی حکومت کا موقف اگر دیانت داری پر مبنی ہے تو ان کے ساتھ اس سے کئی گنا زیادہ سخت سلوک ہونا چاہیئے جو جماعت احمدیہ سے روا رکھا جا رہا ہے۔

رہے شیعہ حضرات تو ان کے بارہ میں بھی فتویٰ سن لیجئے! لکھا ہے:

''رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔''

ایسا لفظ ان کو پسند آیا ہے کہ بار بار اس بے ہودہ لفظ کو استعمال کر رہے ہیں۔ پھر آگے لکھا ہے:

''معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی نکاح ہرگز نہ ہوگا محض زنا ہوگا اولاد ولد الزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔'' (اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ ردالرفضہ صفحہ ۳۰۔۳۱)

ان فتوؤں میں ایسی غلیظ اور گندی زبان استعمال کی گئی ہے اور پھر بھی کہتے ہیں ہم علمائے دین ہیں۔ان مولویوں نے مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ یہ فتویٰ آگے چلتا ہے۔لکھا ہے:۔

> ’’رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی۔ یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں (یہ سارا ان فتویٰ دینے والوں کی طرف لوٹا دینا چاہئے۔ناقل) ان کے مرد عورت، عالم، جاہل کسی سے میل جول،سلام کلام سخت کبیرہ اشد حرام۔جوان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام آئمہ دین کافر بے دین ہے۔اور اس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔مسلمان پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے سنی بنیں۔‘‘ (ایضاً)

اور بھی اسی طرح کے بڑے بڑے خوفناک فتوے ہیں جن کو اس وقت میں چھوڑ رہا ہوں۔ایک دوسرے کے خلاف ایسے ایسے خوفناک اور گندے فتاویٰ کے انبار لگے ہوئے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔فتاویٰ دینے کے گویا کارخانے بنے ہوئے ہیں، ہر کارخانے سے گند نکل رہا ہے، بایں ہمہ جماعت احمدیہ پر یہ الزام ہے کہ اس نے ہمیں کافر کہہ دیا جبکہ جماعت کے فتویٰ کے اندر ایک دلیل ہے ایک بڑا بھاری استدلال قرآن کا موجود ہے پھر بنیادی حق سے محروم نہیں کیا جارہا بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ تم بے شک اپنے آپ کو مسلمان سمجھو، مومن کہو کہتے چلے جاؤ اس پر ہمارا کوئی حق نہیں، ہاں ایسا سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کیونکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا فتویٰ ہے جماعت کا یہ موقف تو نا قابل برداشت ہے اس سے گویا سارے تعلقات منقطع ہو گئے اس لئے کہا گیا کہ اسے دائرہ اسلام سے خارج کرو، ان کی مسجدیں جلا دو، گنبد توڑ دو، اگر مسجدیں نہیں جلانی تو کم سے کم رخ ہی بدل دو اور آخری بات یہ کہ یہ مرتد ہو گئے اس لئے اگرچہ پاکستانی حکومت واقعۃً اسلامی حکومت ہے تو فتوی اب یہ ہے کہ ان کا قتل عام کرو کوئی بھی ان میں سے بچ کر باہر نہ جائے۔مگر یہ جو ایک دوسرے کے خلاف گندی زبانیں استعمال کی گئی ہیں ان کو سن ہی نہیں رہے یہ گندے فتوے ان کو نظر ہی نہیں آرہے۔

اب یہ کہیں گے کہ شاید شیعوں نے نسبتاً زیادہ نرمی کا سلوک کیا ہوگا اس لئے شیعوں کا بھی فتویٰ دیکھ لیتے ہیں کہ وہ سنیوں کے متعلق کیا سمجھتے ہیں۔ لکھا ہے:

''فرقہ حقہ شیعہ کے نزدیک شیعہ عورت کا نکاح کسی غیر شیعہ اثنا عشریہ کے ہمراہ اس لئے ناجائز ہے کہ غیر اثنا عشری کو وہ مومن نہیں سمجھتے۔ جو مسلمان کہ غیر اثنا عشری عقیدہ رکھتا ہو شیعوں کے نزدیک وہ مومن نہیں مسلمان ہے۔''

یہاں انہوں نے ایک معقول بات کی ہے جس کے لئے واقعی ان کو داد دینی پڑتی ہے۔ اب سمجھ آئی کہ یہ اپنے آپ کو مومن کیوں کہتے ہیں انہوں نے مسئلہ کی بناء قرآن پر رکھی ہے اور اس بارہ میں کم سے کم دوسرے سنی علماء کی نسبت زیادہ عقل اور حکمت سے کام لیا ہے۔ کہتے ہیں قرآن سے جائز ہے تم کسی کو مومن نہ سمجھو لیکن وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو بے شک کہنے دو اور یہ بڑی معقول بات ہے مومن نہیں ہے مگر مسلمان ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی غیر شیعہ کے ساتھ نکاح ہو جائے تو کیا فتویٰ ہے۔ علامہ الحائری شیعوں کے بہت بڑے عالم تھے ان کے صاحبزادہ کہتے ہیں:

''ایسی صورت میں باوجود عالم مسئلہ ہونے کے اگر ایسا نکاح واقعہ ہو جائے تو وہ نکاح باطل ہے ان کی اولاد بھی شرعاً ولد الزنا ہوگی۔''

(مسئلہ نکاح شیعہ وسنی کا مدلل فیصلہ موسوم بہ ''النظر'' مولفہ سید محمد رضی الرضوی القمی ابن علامہ الحائری صفحہ ۲)

ایک اور فتویٰ سنئے۔ لکھا ہے:

''جو لوگ آئمہ معصومین کے حق میں شک رکھتے ہیں ان کی لڑکیوں سے تو شادی کر لو مگر ان کو لڑکی مت دو۔ کیونکہ عورت اپنے شوہر کے ادب کو لیتی ہے اور شوہر قہراً اور جبراً عورت کو اپنے دین اور مذہب پر لے آتا ہے۔''

(ایضاً صفحہ ۱۶)

ان دونوں فتاویٰ میں زبان نسبتاً زیادہ شریفانہ ہے اور معقولیت کا رنگ بھی نسبتاً زیادہ ہے یعنی یوں نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی گندی گالیاں دے رہا ہے ان کے فتویٰ میں کوئی نہ کوئی دلیل تو بہر حال پیش کی گئی ہے مگر جماعت احمدیہ کی طرف سے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا گیا جس میں اشارۃً یا کنایۃً بھی ایسی شادی کو حرام قرار دیا گیا ہو اور خاوند اور بیوی کے ایسے تعلقات کو اس حد تک ناجائز قرار نہیں

دیا گیا کہ **نعوذ باللہ من ذلک** یہ سارے گندے الفاظ اس میں بیان ہوئے ہوں۔

اب پرویزی اور چکڑالوی رہ جاتے ہیں ان کے متعلق سنئے کہ بریلوی، دیوبندی اور مودودی ان کے خلاف کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ لکھا ہے:

''چکڑالویت حضور سرور کائنات علیہ التسلیمات کے منصب ومقام اور آپ کی تشریعی حیثیت کی منکر اور آپؐ کی احادیث مبارکہ کی جانی دشمن ہے۔ رسول کریمؐ کے ان کھلے ہوئے باغیوں نے رسولؐ کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کردیا ہے۔ جانتے ہو! باغی کی سزا کیا ہے؟ صرف گولی۔''

(ہفت روزہ ''رضوان'' لاہور چکڑالویت نمبر ۲۱۔ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۳)

پھر ولی حسن صاحب ٹونکی پرویزیوں پر صادر ہونے والے شرعی احکامات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''غلام احمد پرویز شریعت محمدیہؐ کی رو سے کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ نہ اس کے عقد نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہوسکتا ہے۔ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا۔ اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائد کفریہ کے ہم نوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔''

(ولی حسن ٹونکی مفتی و مدرس و محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹاؤن کراچی)

ان کے متعلق مولوی امین احسن اصلاحی کا فتویٰ بھی سن لیجئے جو پہلے مودودی مسلک رکھتے تھے۔ لکھا ہے:

''اگر یہ مشورہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے، باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کفر ہے اور بالکل اسی طرح کا کفر ہے جس طرح کا کفر قادیانیوں کا ہے

بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے۔‘‘

(روزنامہ تسنیم لاہور ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۴)

مگر جو سلوک ہے یہ وہ نہیں کر رہے یہ کچھ اور کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کرنا چاہتے ہیں اس کے کیا عقلی نتائج نکلنے چاہئیں اس بارہ میں میں انشاء اللہ ایک الگ خطبہ میں ذکر کروں گا۔ علاوہ ازیں ایک فتویٰ یہ بھی ہے کہ پرویزیوں کے بچوں کا جنازہ بھی حرام ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، اپریل ۱۹۶۷ء صفحہ ۴۲۔۴۳)

دیوبندیوں کے علاوہ اہل حدیث بھی ہیں یعنی ہیں تو بنیادی طور پر آپس میں ملتے جلتے لیکن مقلد اور غیر مقلد کا باریک فرق ہے اس لئے اہل حدیث کے بارہ میں الگ فتویٰ بھی شائع کیا گیا۔ لکھا ہے:

’’وہابیہ وغیرہ مقلدین زمانہ باتفاق علمائے حرمین شریفین کافر و مرتد ہیں ایسے کہ جو ان کے اقوال ملعونہ پر اطلاع پا کر انہیں کافر نہ جانے یا شک بھی کرے خود کافر ہے۔ ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں ان کا نکاح کسی مسلمان کافر یا مرتد سے نہیں ہوسکتا۔ (یعنی اہلحدیث بیچاروں کا تو یہ حال ہے کہ کسی کافر اور مرتد سے بھی وہ نکاح نہیں کر سکتے۔ ناقل) ان کے ساتھ میل جول۔ کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ سلام کلام سب حرام ہے ان کے مفصل احکام کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف میں موجود ہیں۔‘‘

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ مرتبہ الحاج محمد داؤد راز خطیب جامع اہلحدیث)

کئی اور بڑے دلچسپ فتوے ہیں لیکن وقت نہیں اس لئے چھوڑتا ہوں۔ کہتے ہیں ہم جو یہ فتوے دے رہے ہیں یہ صرف اس لئے نہیں کہ ان کا مسلمانوں سے نکاح نہیں ہوسکتا بلکہ کہتے ہیں کافروں اور مشرکوں سے بھی نہیں ہوسکتا کسی انسان سے بھی نہیں ہوسکتا ہر صورت میں اولاد ولد الزنا کہلائے گی اور یہاں اس حد تک جا کر بھی ان کی پوری تسلی نہیں ہوئی کہتے ہیں اگر کسی جانور سے بھی شادی کرلیں اور اس سے اولاد ہو تو وہ بھی ولد الزنا اور محروم الارث

ہوگی ۔ (مفہوم فتویٰ از الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۹۷، ۹۸ مرتبہ مفتی اعظم ہند) یہ ایک ایسی غیظ وغضب کی آگ ہے جو ملاؤں کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف بھڑک رہی ہے اوراس کے نتیجہ میں ظلم وتعدی کی باتیں ان کے منہ سے نکل رہی ہیں ان کے قلموں سے جاری ہورہی ہیں اورلوگوں نے ان سب سے آنکھیں بند کررکھی ہیں ۔نظر آتا ہے تو صرف جماعت احمدیہ کا وہ فتویٰ جس سے زیادہ شریفانہ،مہذبانہ اور معقول فتویٰ اورکوئی ہو ہی نہیں سکتا ۔ناممکن ہے ۔۔۔۔۔ کہ اس کے لگ بھگ یااس کے قریب پھٹکتا ہوا بھی کوئی فتویٰ نکال کردکھائیں ۔

رہی مودودی جماعت تواس کے خلاف بھی فتویٰ سنئے ۔شاید کسی کو یہ خیال ہوکہ یہ باقیوں کے نزدیک دائرہ اسلام کے اندر ہیں اوراس لئے ان کے ساتھ مختلف سلوک ہونا چاہئے ۔نہیں !ایسا ہرگز نہیں ۔چنانچہ محمد صادق صاحب مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلّہ کھڈہ کراچی لکھتے ہیں:

> ’’حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اصلی دجال سے پہلے تیس دجال اور پیدا ہوں گے جواس دجال اصلی کا راستہ صاف کریں گے ۔میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں ایک مودودی ہیں ۔‘‘
>
> (مولانا احمد علی کی مرتبہ حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب صفحہ ۹۷)

آپ کہیں گے فتویٰ دینے والا پتہ نہیں کون مولوی ہے ۔مولوی مفتی محمود صاحب تو جانی پہچانی اورمعروف شخصیت ہیں وہ فرماتے ہیں:

> ’’میں آج یہاں پریس کلب حیدر آباد میں یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ مودودی گمراہ، کافر اور خارج از اسلام ہے اس سے اوراس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے ۔اس کی جماعت سے تعلق رکھنا صریح کفر اور ضلالت ہے ۔وہ امریکہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے ۔اب وہ موت کے آخری کنارے تک پہنچ چکا ہے اب اسے کوئی طاقت نہیں بچاسکتی ۔‘‘ (ہفت روزہ زندگی ۱۰۔نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳۰)

اب یہ وہ دو طاقتیں ہیں جن پر موجودہ حکومت کی بناء ہے ایک دیوبندی جن کے نمائندہ یہ مفتی محمود صاحب اوران کے ہم خیال ہیں اور دوسری جماعت اسلامی جن کے امیر مولوی مودودی

صاحب تھے اور جن کے خلاف مفتی محمود صاحب کا یہ فتویٰ ہے۔ سوچیں تو سہی نقشہ کیا بن رہا ہے۔ ہر طرف فساد اور ہر طرف ضلالت اور تضادات کا دور دورہ ہے۔ زبان سے کچھ کہہ رہے ہیں اور عمل سے کچھ کر رہے ہیں اور ہم سے شکوے ہیں اور ان شکووں میں سے ایک بڑا شکوہ یہ ہے کہ ظفر اللہ خان نے قائداعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہیں دیکھتے کہ تم تو ایک دوسرے کے خلاف یہ فتوے دے رہے ہو کہ جو جنازہ پڑھے گا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی ...... وہ قائداعظم جس کو تم کافر اعظم کہتے تھے اور یہی صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ ایک فاحشہ کی خاطر اس نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ یہ سب کچھ کہنے کے نتیجہ میں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے اور پھر تمہارے فتویٰ کے مطابق کہ اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے جو شیعہ ہے اور جو پڑھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس کوئی تُک نہیں کوئی دلیل نہیں کسی پہلو میں بھی کوئی یکسانیت نہیں ہر طرف تضاد اور بیہودہ سرائی ہے اس کے سوا ان کی مخالفت میں کوئی بھی حقیقت نہیں۔

اب ایک مودودی صاحب رہ جاتے ہیں۔ وہ بڑے معقول سمجھے جاتے ہیں اور ان باتوں میں بڑے متوازی اور تعلیم یافتہ مسلمان ہیں اور عمومی تاثر یہی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں میں بڑا نفوذ کیا ہے اور باقی سارے علماء کی نسبت زیادہ روشن خیال اور جدید تعلیمات کا علم رکھنے والے ہیں۔ اگر پوری طرح روشن خیال نہیں تو کچھ نہ کچھ اثر قبول کئے ہوئے ہیں ان کا دوسروں کے ساتھ تعلقات رکھنے سے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ تو میں پہلے حوالہ جات پڑھ چکا ہوں۔ مسلمانوں کے بارہ میں ان کا عمومی خیال کیا تھا وہ خود لکھتے ہیں:

> ''قرآن میں جن کو اہل کتاب کہا گیا ہے وہ آخر ''نسلی مسلمان'' ہی تو تھے خدا اور ملائکہ اور نبی اور کتاب اور آخرت سب کچھ مانتے تھے اور عبادات اور احکام کی رسمی پیروی بھی کرتے تھے البتہ اسلام کی اصلی روح یعنی بندگی اور اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دینا اور دین میں شرک نہ کرنا یہ چیز ان میں سے نکل گئی تھی۔'' (مسلمانوں کی سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم صفحہ ۱۲۲)

باقی مسلمان فرقوں کے مقابل پر جماعت اسلامی کی جو حیثیت ہے اس کے متعلق مندرجہ

بالا حوالہ سے بات کھل گئی ہے کہ اہل کتاب کو جو مسلمانوں سے نسبت ہے مولوی مودودی کے نزدیک بعینہ وہی نسبت باقی تمام مسلمانوں کو نام نہاد جماعت اسلامی سے ہے۔ اور اب جو میں حوالہ پیش کر رہا ہوں یہ بھی سیاسی کشمکش حصہ سوم کا ہے۔

”پس در حقیقت میں ایک نو مسلم ہوں۔ خوب جانچ کر اور پرکھ کر اس مسلک پر ایمان لایا ہوں جس کے متعلق میرے دل و دماغ نے گواہی دی کہ انسان کے لئے فلاح و اصلاح کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے۔ پھر میں غیر مسلموں کو ہی نہیں خود مسلمانوں کو بھی اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔“

گویا مودودیت کے سوا تمام کے تمام مسلمان غیر مسلم ہیں۔ صرف کافر ہی نہیں ان کے حق میں غیر مسلم کا فتویٰ بھی صادر کر رہے ہیں۔ چنانچہ مفتی محمود صاحب نے جو فتویٰ دیا تھا اس کا جواب یہاں دیا جا رہا ہے کہ تم بھی غیر مسلم ہو تم بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو تبھی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں میری طرف آجائیں وہ بھی نو مسلم بن جائیں اور اسلام قبول کریں پھر فرماتے ہیں:

”ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنوں میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو بھی کام ہوگا اسلامی اصول پر ہی ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔“

(مسلمانوں کی سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم صفحہ ۱۰۵، صفحہ ۱۰۶)

پھر بیاہ شادی کے مسئلہ کے متعلق فتویٰ سنئے۔ یہ مودودی صاحب ہی ہیں جنہوں نے اس بارہ میں سب سے زیادہ شور ڈالا تھا کہ جماعت احمدیہ نے چونکہ اپنی بیٹیوں کو غیر احمدیوں سے بیاہنے کے خلاف فتویٰ صادر کر دیا ہے کہ غیر احمدیوں سے نہ بیاہی جائیں اس لئے ثابت ہو گیا کہ یہ خود امت مسلمہ سے نکل گئے ہیں جبکہ اپنا فتویٰ یہ ہے کہ تمام امت مسلمہ سوائے مودودی کے دائرہ اسلام سے خارج اور پکے غیر مسلم ہیں۔ سارے مسلمان کہلانے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور اس کا طبعی نتیجہ کیا نکلتا ہے وہی کہ ان سے بیاہ شادی حرام ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”یہ تو حقیقی دینی شعور پیدا ہو جانے کا لازمہ اور اس کا فطری نتیجہ

ہے جس آدمی میں بھی یہ شعور پیدا ہو جائے گا وہ لازماً دین سے پھرے ہوئے اور اخلاقی طور پر گرے ہوئے لوگوں کو شادی بیاہ کے تعلق کے لئے تو درکنارہ دوستی وہم نشینی کے لئے بھی پسند نہیں کرے گا۔‘‘

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۱۰۳)

جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ میں مسئلہ پیش تھا کہ وہ لوگ جو مودودی نہیں ان کے ساتھ شادی جائز ہے یا نہیں اس پر مودودی صاحب نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ سیدھی سادھی بات ہے تم لوگوں کی عقل میں نہیں آئی۔ حیرت ہے تم نے یہ مسئلہ پیش کیوں کیا۔ یہ ایک ادنیٰ فہم کی بات ہے کہ بیاہ شادی تو درکنار ان کے ساتھ تعلقات بھی نہیں رکھنے۔ پس یہ ہے صورت حال کا خلاصہ جس کی رو سے جماعت احمدیہ پر جو الزامات لگائے جارہے ہیں وہ سارے جھوٹے اور حد سے زیادہ مبالغہ آمیز اور صورت حال کو بگاڑنے والے ہیں۔

اگر وہ سارے الزامات سوفی صد درست ثابت ہوں اور ہمارا وہی عقیدہ ہو جو ہماری طرف منسوب کر رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے جو اقدام کیا ہے وہ درست ثابت ہو تو پھر سارے پاکستان میں تو کجا تمام دنیا میں ایک بھی مسلمان نہیں ملے گا کیونکہ اس چھری سے پھر سب کی گردنیں کاٹی جائیں گی۔ مولوی نے ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اس کی زد سے کوئی سلامت نہیں رہے گا۔ ہر ایک کو اس تلوار سے قتل کیا جائے گا اور نیست و نابود کیا جائے گا اسلام اور اسلام کے ہر فرقے پر زد پڑے گی کیونکہ ایسا ایک بھی فرقہ نہیں ہے جس کے خلاف جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں زیادہ سنگین فتوے خود ان کے لگائے ہوئے موجود نہ ہوں۔

پس دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ کہیں کہ وہ فتوے درست ہیں اور اس کے نتیجہ میں تعلقات کے یہ سارے رابطے کٹ جاتے ہیں اور اس وقت سارے عالم اسلام کا جو حال ہے اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں یا یہ کہیں کہ وہ فتوے جھوٹے ہیں تیسری تو کوئی صورت نہیں۔ جس طرح ہمیں کہہ رہے ہیں کہ تمہارا فتویٰ جھوٹا ہے تو پھر جھوٹا فتویٰ دینے والوں پر بھی تو یہی فتویٰ لگتا ہے اس لئے کسی ایک فرقے کو بچا کر دکھائیں۔ پس مخالفین احمدیت کے پاس اب تو کوئی چارہ نہیں ہے اب

تو ایمان بھی ان کو ثریا سے لانا پڑے گا اور مسلمان بھی ثریا سے ہی لانے پڑیں گے۔

اسلام کی عالمگیر روحانی ترقی کا عظیم الشان منصوبہ، اسے سازش کا نام دینا اسلام دشمنی کے مترادف ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶/ اپریل ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۲﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۳﴾

(التحریم: ۱۲-۱۳)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی حالت یا مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے جبکہ اس نے اپنے رب سے کہا کہ اے خدا! تو جنت میں اپنے پاس ایک گھر میرے لئے بھی بنادے اور مجھے فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے نجات عطا فرما اور اسی طرح اس کی ظالم قوم سے بھی نجات بخش۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کی مثال مریمؑ کی سی بیان فرماتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی اور

ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اس کلام کی جو اس کے رب نے اس پر نازل کیا تھا تصدیق کی اور وہ اس کی کتابوں پر بھی ایمان لائی اور اس نے فرمانبرداروں کا مقام حاصل کر لیا۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جسے پاکستان کے مزعومہ قرطاس ابیض کے مصنف یا مصنفین نے نظر انداز کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک عجیب اعتراض اٹھایا ہے۔ ویسے تو جتنے بھی اعتراضات ہیں وہ تمام تر قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کریمہ یا تعلیم کو نظر انداز کر کے اٹھائے گئے ہیں لیکن یہ آیت کریمہ بطور خاص کھلے لفظوں میں وہ بات بیان کر رہی تھی جس سے لاعلمی کے نتیجہ میں یا عمداً آنکھیں بند کر کے اس اعتراض کو اٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تمسخر کیا گیا۔ چنانچہ ایک اعتراض یہ کیا گیا جس کا عنوان ہے ''بعض دلچسپ اور عجیب وغریب تاویلات'' اس عنوان کے تحت اس رسالہ میں لکھا کہ:

> ''مرزا صاحب اپنے مسیح ابن مریم ہونے کی عجیب وغریب تاویل کرتے ہیں جس میں پہلے وہ اپنے آپ کو مریم تصور کرتے اور پھر حضرت عیسیٰ کی روح اپنے اندر پھونکے جانے کا ماجرا بیان کرتے ہیں۔''

(''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ'' اسلام آباد۔ مطبوعات پاکستان ۱۹۸۴ء صفحہ ۲۴)

یہ جو تمسخر کا رنگ اختیار کیا گیا ہے یہ اسی قسم کا ہے جو ہمیشہ سے تمام انبیاء کے خلاف اختیار کیا جاتا رہا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ ان کے بعض علماء اس میں اور بھی رنگ بھرتے ہیں اور چسکے لے کر اس بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا (**نعوذ باللہ من ذالک**) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عملاً اور فعلاً اس بات کے قائل تھے کہ آپ کو حمل ٹھہرا، آپ کے پیٹ میں ایک بچہ بنا اور گویا کہ وہی بچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہیں۔ تو اس رنگ میں تکذیب و تمسخر کے طور پر یہ اعتراض کیا جاتا رہا ہے اور اب بھی کیا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ عبارت رکھی گئی ہے اور پاکستان اور باہر کی دنیا جو ان باتوں سے بے خبر ہے ان پر یہ تاثر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** ایک مخبوط الحواس انسان تھا ایک ایسا شخص جس کی دماغی حالت کا نمونہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو مرد ہونے کے باوجود عورت بتاتا ہے اور وہ بھی مریم اور پھر حمل ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہو گیا۔ جس طرح دیوانے اور مخبوط الحواس لوگ اس قسم کی باتیں سوچا کرتے ہیں اسی قسم

کا ایک انسان ہے۔

اس اعتراض میں پہلی بات تو قابل غور یہ ہے کہ اگر اسی قسم کا انسان ہے تو پھر اس سے اسلام یا پاکستان کو کیسے خطرہ لاحق ہو گیا۔ ایسے ہزاروں لاکھوں دیوانے دنیا میں پھرتے ہیں اور کبھی کسی معقول انسان نے یا کسی قوم نے ان کو اپنے لئے خطرہ تصور نہیں کیا پس تمہارا جھوٹ تو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک طرف تو ایک دیوانے، ایک مرگی کے مریض اور ایک مخبوط الحواس کے طور پر اس شخص کو پیش کر رہے ہو اور دوسری طرف سرکاری رسالہ میں اس شخص پر عنوان یہ لگا رہے ہو کہ وہ تمام عالم اسلام کے لئے ایک انتہائی سنگین خطرہ ہے۔

یہ بعینہ اسی قسم کی بات ہے جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو ایک طرف ظالم لوگ مجنون کہتے تھے اور ساحر کہتے تھے اور دوسری طرف تمام دنیا کے لئے خطرہ سمجھ رہے تھے اور صرف ایک سو سال نہیں سینکڑوں سال تک آپؐ کو ایک خطرہ کے طور پر سمجھا گیا اور پھر اسی فرضی خطرہ کے مقابل پر اس قسم کے جھوٹے فساد کھڑے کر کے اسلام کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ تمام عیسائی لٹریچر اس فرضی اور گندے مقابلے سے بھرا پڑا ہے۔ فرضی خطرہ ان معنوں میں کہ انسانیت کے لئے آپؐ کوئی خطرہ نہیں تھے۔ فرضی خطرہ ان معنوں میں کہ کسی خوبی کے لئے آپؐ کوئی خطرہ نہیں تھے اگر خطرہ تھے تو درحقیقت ہر فساد، ہر گندگی، ہر جھوٹ اور باطل کے لئے تھے۔ پس ان معنوں میں یہ بات درست ہے کہ اس سے جھوٹ، فساد اور باطل کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ پیدا ہو جائے گا لیکن اس رسالہ میں یہ نہیں لکھا گیا۔ لکھا تو یہ گیا ہے کہ گویا ہر خوبی، اسلام کے لئے خطرہ ہے اور یہ بھی بالکل جھوٹ اور بے معنی بات ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ اعتراض خود اپنے ہی وجود کو کھا رہا ہے کیونکہ ایک مجذوب انسان، ایک پاگل انسان تو سوائے اپنی ذات کے اور کسی کے لئے بھی کوئی خطرہ نہیں ہوا کرتا۔

بہر حال جس آیت کو نظر انداز کیا گیا ہے اس کی رو سے تو اب انہیں دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور اپنے لئے اختیار کرنی پڑے گی ورنہ جن کو دائرہ اسلام اور دائرہ ایمان سے نکالتے ہیں ان کی بجائے اب خود انہیں ایمان اور دائرہ اسلام سے نکلنا پڑے گا اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک ایسے موقع پر آ کر حملہ کیا ہے کہ اب قرآن کی تلوار ان کو جواب دے گی اور قرآن کی تلوار ان کو کاٹے گی جو اتنی قوی ہے کہ اسے فرقان کہا جاتا ہے اور پھر اس کی زد سے کوئی

نہیں بچ سکتا۔

چنانچہ جس آیت کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں مومنوں کی دو ہی حالتیں بیان فرمائی گئی ہیں تیسری کوئی شکل بیان نہیں۔ یعنی اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یا تو مومن فرعون کی بیوی کے طور پر ہے اور اس پر وہی مثال صادق آتی ہے جو آسیہ کی تھی یا پھر مومن پر مریم کی مثال صادق آئے گی۔ یعنی اس مریم کی مثال جس میں ہم نے روح پھونکی اور پھر اس سے مسیح ابن مریم پیدا ہوا۔ محض مریم کی مثال نہیں بلکہ ایسی مریم کی مثال جس میں روح پھونکی گئی اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے نتیجہ میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ پس قرآن کریم تو مومنوں کی دو ہی مثالیں بیان کرتا ہے تیسری کسی قسم کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اگر آپ کو مریمی حالت پسند نہیں تو پھر فرعون کی بیوی بن کر دکھایئے کیسے بنیں گے آپ؟ اور اگر آپ نہ فرعون کی بیوی بن سکتے ہیں اور نہ مریم تو پھر آپ دائرہ ایمان سے باہر نکلتے ہیں کیونکہ یہی آیت مومنوں کو ان دو قسموں میں سے کسی ایک میں ضرور داخل کرتی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ان مخالفین کی نہ قرآن پر نظر، نہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی تعلیمات اور سنت کا فہم، نہ اپنے گزشتہ بزرگوں اور علماء کی تعلیمات اور ان کی تفاسیر قرآن پر نظر کیونکہ اگر ان کی ان تمام امور پر نظر ہوتی تو وہ اس قسم کا حملہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس آیت کریمہ کو ایک دفعہ میں نے ایک مخالف مولوی کے سامنے اس طرح رکھا تھا کہ دیکھیں آپ نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمسخر اڑایا ہے اور مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ بتاؤ حاملہ کیسے ہوئے کس طرح بچہ بنا، کتنے مہینے بعد وہ بچہ پیدا ہوا اور کس قسم کی تکالیف اٹھائیں۔

میں نے ان سے کہا چونکہ آپ کو مریم بننا پسند نہیں ہے اور ساتھ ہی آپ مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے پھر لازماً فرعون کی بیوی ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا اور چونکہ قرآن کریم نے فرعون کی بیوی کی مثال پہلے دی ہے اور بعد میں مریم کی اس لئے پہلے آپ مجھے وہ قصہ سنا دیجئے کہ فرعون کی بیوی کیسے بنے پھر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مریمی حالت کا قصہ سنا دوں گا جس نہج پر آپ بات شروع کریں گے میں اسی کو آگے چلا کر آپ کو بتاؤں گا کہ مریمی حالت کسے کہتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ عرفان سے عاری ہیں جنہیں قرآن کریم کا کوئی فہم ہی نہیں ورنہ

ایسے حملے نہ کرتے جن کے نتیجہ میں پھر قرآن کریم ان پر جوابی حملے کرتا اور یہی اصل بات ہے اور میں نے انہیں بھی سمجھایا کہ اس میں تمسخر کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ قرآن کریم کیا کہنا چاہتا ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ مومن ادنیٰ حالت کے بھی ہوتے ہیں اور اعلیٰ حالت کے بھی، سب سے ادنی، حالت کا مومن جسے قرآن کریم قبول کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس سے نیچے اس کی حالت متصور نہیں ہوسکتی وہ فرعون کی بیوی جیسا مومن ہے، ایک بہت بڑا جابر بادشاہ اس کا خاوند تھا، ایک عظیم سلطنت کا سربراہ اور اتنا مغرور اور اتنا متکبر جو آسمان کے خدا کو بھی چیلنج کیا کرتا تھا وہ ہامان سے کہا کرتا تھا کہ میرے لئے ایک عمارت تعمیر کروتا کہ میں بلندیوں پر چڑھ کر دیکھوں تو سہی کہ وہ خدا کون ہے جس سے موسیٰ باتیں کرتا ہے۔ ایسے متکبر اور جابر اور ظالم بادشاہ کے تحت ایک کمزور عورت بطور بیوی کے تھی جس کا کوئی بھی بس اور اختیار نہیں تھا تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس نے پھر بھی اپنے ایمان کی حفاظت کی اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتی رہی اور دعائیں کرتی رہی اور دعاؤں سے ہی طاقت حاصل کرتی رہی کہ اے اللہ تو ہی میرے ایمان کی حفاظت فرما اور اس ظالم اور جابر بادشاہ کو میرے ایمان پر فتح نہ نصیب ہونے دے۔

کتنی عظیم الشان مثال ہے لیکن عرفان سے عاری قرآن سے نابلد لوگوں کے لئے محض تمسخر کی حیثیت رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان مثال ہے مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ عظیم الشان مثال میرے محمدؐ کے غلاموں میں سے ادنیٰ غلاموں پر صادق آتی ہے ان کے اعلیٰ پر صادق نہیں آتی کیونکہ امت محمدیہ میں جو سب سے کم مقام رکھتے ہیں، جو سب سے کم درجہ رکھتے ہیں وہ اس شان کے لوگ ہیں جو ظالم سے ظالم اور جابر سے جابر بادشاہ کے مقابل پر اپنے ایمان کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور ان میں سے جو اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں، صاحب عرفان ہیں اور اولیاء اللہ میں شمار ہوتے ہیں ان کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ان کی حالت تو مریم کی سی ہوتی ہے۔

مریم وہ عورت تھی جس کے نزدیک کسی قسم کے شہوانی خیالات کبھی نہیں پھٹکے، وہ ہر قسم کے شیطانی مس سے کلیۃً پاک تھی اور اگرچہ بیاہ اور شادی کے بعد یہ تعلقات قدرتی اور طبعی ہوتے ہیں اور انہیں شیطانی نہیں کہا جاتا۔ یعنی پاکباز لوگوں کے تعلقات کو شیطانی نہیں کہا جاتا لیکن مریم کی حالت تو ایسی تھی کہ وہ اس جذباتی انگیخت سے ہی ناآشنا تھی اور اپنے نفس کی کوئی ملونی بھی اس کے اندر

نہیں تھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے اسے ایک روحانی اور جسمانی فرزند عطا فرمایا۔

پس خدا تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے جب نئے مراتب حاصل کرتے ہیں اور نئے نئے مقامات تک پہنچتے ہیں تو اس میں ان کے نفس کی ملونی کا ادنیٰ سا بھی دخل نہیں ہوتا ۔ کسی شیطان نے ان کے کان میں نہیں پھونکا ہوتا کہ اٹھو اور اپنے بلند مقامات کا دعویٰ کرو کسی نفسانی خواہش اور انانیت نے ان کو اس بات پر نہیں اکسایا ہوتا کہ تم بلند مقامات کی خواہش کرو۔ وہ تو زمین پر بچھے ہوئے عاجز لوگ ہوتے ہیں، خدا کے ایک ایسے عاجز بندے جنہیں مراتب اور مقام عطا بھی فرمائے جائیں تو پھر بھی وہ کہتے ہیں۔

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ صفحہ: ۱۲۷)

ایسے لوگ جب دعاوی کرتے ہیں تو ہرگز اپنے نفس سے نہیں کرتے، ایسے لوگ اس وقت دعویٰ کرتے ہیں جب آسمان سے ان میں روح پھونکی جاتی ہے اور وہ مجبور کر دیئے جاتے ہیں اور خدا کا حکم ان پر نازل ہوتا ہے کہ اٹھو اور اپنی نئی پیدائش کا اعلان کرو۔ تو ان میں سے پھر عیسیٰ پیدا ہوتے ہیں جو آپ بھی زندہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی زندگی عطا کیا کرتے ہیں، جو مری ہوئی قوموں کو سنبھال لیا کرتے ہیں کتنی عظیم الشان مثال ہے جسے ظالم قوم نے تمسخر کا نشانہ بنالیا ہے۔

پس ان مخالفین کو تو دو صورتوں میں سے ایک تو بہرحال قبول کرنی ہوگی ۔ اگر مریم کے مقام تک پہنچنے کی توفیق نہیں تو فرعون کی بیوی کا ہی مقام حاصل کر کے دکھائیں مگر افسوس ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کو یہ بھی توفیق حاصل نہیں۔ جبر سے کسی کا دین بدلوانے کو کوشش تو ضرور کرتے ہیں مگر جبر کے مقابل پر اپنے دین کی حفاظت کی کوئی توفیق اور ہمت ان میں باقی نہیں بلکہ وہ ایک جابر کی پرستش شروع کر دیتے ہیں ایک آمر کو پوری قوم قبول کر لیتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان میں مظلوم بھی ہیں، کمزور بھی ہیں، بے اختیار بھی ہیں اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ ان میں صاحب ہمت بھی ہوں گے لیکن نسبتاً کم اور بدقسمتی سے قوم کی اکثریت ایسی ہو چکی ہے یا جبر کے ساتھ ایسی بنا دی گئی ہے کہ اب ان میں کلمہ حق کہنے کی طاقت باقی نہیں رہی۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے ۔ہم تو اپنے اوپر ان دونوں حالتوں کو اس طرح طاری کر چکے ہیں کہ ہم میں سے ہر ادنیٰ احمدی یعنی جو کم سے کم مقام پر بھی فائز ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہے اور ہر قربانی پیش کرتا چلا جارہا ہے اور یہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے کتنوں کے دین تم بدلوا چکے ہو؟ کتنوں کے کلمے تم نے ان کے سینوں سے نوچے ہیں، کتنوں کو قید کی مصیبت میں مبتلا کیا، کتنوں کے خون بہائے لیکن دیکھو! خدا کے یہ عاجز بندے کس شان کے ساتھ قرآن کریم کے بیان کردہ اس مقام سے چمٹے ہوئے ہیں اور ایک ظالم اور جابر بادشاہ کی تلوار کے نیچے بھی **لا اله ا لا الله** کے اظہار سے باز نہیں آرہے اور نہ کبھی آئیں گے۔

پس یہ تو ایک ادنیٰ کی حالت ہے پھر انہی میں سے وہ اعلیٰ بھی پیدا ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے جنہیں خدا مریمی حالتیں بھی عطا فرمائے گا اور پھر ان کے وجودوں سے نئے وجود بھی پیدا ہوتے رہیں گے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی صاحب کشف والہام بزرگ ایسے تھے جنہوں نے اس عارفانہ نکتہ کو پایا۔وہی حقیقت میں تعلق باللہ رکھنے والے لوگ تھے ان میں سے ایک حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اپنے مقالات میں سے چھبیسویں مقالہ میں لکھتے ہیں:

لا تکشف البرقع والقناع عن وجھک

کہ تو اپنے چہرہ پر برقع اور قناع نہ اتار۔اب یہ دونوں چیزیں عورت کا لباس ہیں پھر یہ کیا قصہ کیا ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ یہ فرمارہے ہیں کہ اے مخاطب! تو اپنے چہرہ سے برقع اور قناع نہ اتار۔اس کی تشریح میں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

> ”برقع اور قناع کی تعبیر یہ ہے کہ یہ عورت کا لباس ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ ظہور کمال تک مرد بھی بمنزلہ عورت کے ہوتا ہے اور اس کا دعویٰ مردانگی درست نہیں۔“

(فتوح الغیب از سید عبدالقادر جیلانی مع فارسی ترجمہ از عبدالحق دہلوی مقالہ نمبر ۲۶ صفحہ ۱۱۹)

پس پہلی حالت جس میں ایک پاکیزگی تو موجود ہے لیکن اس پاکیزگی نے ایک نئے وجود کو

ابھی جنم نہیں دیا اسے مریمی حالت کہا جاتا ہے اور گزشتہ بزرگان امت بھی اسے اسی طرح قرار دیتے رہے۔

پھر مولانا روم جو مشہور و معروف صوفی بزرگ اور شاعر گزرے ہیں وہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

ہم چو مریم جاں زآسیب حبیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب

(مثنوی مولوی معنوی دفتر دوم صفحہ ۳۰)

کہ مریم کی طرح جان حبیب کے سائے سے حاملہ ہوئی اور اس نے دلفریب مسیح کو حمل میں لیا۔ اب دیکھئے! صاحب علم و عرفان لوگوں پر خدا تعالیٰ پہلے بھی اس آیت کی تفسیر ظاہر فرما تا رہا ہے اور وہ یہی دعویٰ اور یہی مثنوی پڑھتے رہے۔ کس کس سے تم تمسخر کرو گے، کس کس کو اپنے ظالمانہ مذاق کا نشانہ بناؤ گے؟

ایک اور اعتراض جماعت احمدیہ پر یہ کیا گیا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے گھناؤنی سازش یہ تھی (اب یہ غور سے سن لیجئے کیونکہ باقی سب سازشیں اس سے ادنیٰ درجہ کی ہیں اس کا حال جب آپ دیکھیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ باقی سب سازشوں کا کیا حال ہے) چنانچہ لکھتے ہیں:

''قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے گھناؤنی سازش یہ تھی کہ اس نئی اسلامی مملکت کو ایک قادیانی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے جس کے کرتا دھرتا قادیانی ہوں ۔مملکت پاکستان میں سے ایک حصہ کاٹ کر ایک قادیانی ریاست قائم کی جائے۔ قیام پاکستان کے ایک سال ہی کے اندر قادیانیوں کے سربراہ نے ۲۳/جولائی ۱۹۴۸ کو کوئٹہ میں ایک تقریر کی جو ۱۳/اگست ۱۹۴۸ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ امیر جماعت احمدیہ نے اپنے پیرؤوں کو مندرجہ ذیل نصائح دیں:

''برطانوی بلوچستان جس کو اب پاک بلوچستان کا نام دیا گیا ہے اس

کی کل آبادی پانچ لاکھ ہے اگر چہ اس صوبے کی آبادی دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے لیکن ایک اکائی کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ ایک مملکت میں اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے ایک معاشرے میں ایک فرد کی۔ اس کی مثال کے لئے آدمی امریکہ کے ایک دستور کا حوالہ دے سکتا ہے۔ امریکہ میں ہر ریاست کو سینٹ میں برابر نمائندگی ملتی ہے چاہے کسی ریاست کی آبادی دس ملین ہو یا ایک سو ملین مختصر یہ کہ اگر چہ پاک بلوچستان کی آبادی صرف پانچ لاکھ ہے یا ریاستوں کی آبادی ملا کر دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک یونٹ کے لحاظ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ ایک بڑی آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن ایک چھوٹی آبادی کو احمدی بنانا آسان ہے اس لئے اگر قوم پوری طرح اس معاملے کی طرف توجہ دے تو اس صوبے کو تھوڑے ہی عرصہ میں احمدیت کی طرف لایا جا سکتا ہے۔'' (قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۳۵۔۳۶)

یہ ہے وہ نہایت ہی خوفناک اور گھناؤنی سازش جو سب سازشوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلام اور اسلامی ممالک کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے اور ظاہر یہ کیا جا رہا ہے باقاعدہ حملہ کر کے یا وہاں بغاوت کروا کر پاکستان کے ایک صوبے کو پاکستان سے کاٹ کر الگ کر دیا جائے گا۔ لیکن اتنی بیوقوفی ہے کہ وہاں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ صوبہ بلوچستان کو بزور شمشیر فتح کرو اور پھر اسے کاٹ کر ملک سے الگ کر دو کم سے کم حوالہ تو پڑھ لیتے کہ وہ کیا پیش کر رہے ہیں۔

اس حوالہ میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ تبلیغ کرو اور روحانی فتح حاصل کرو اور جب تم فتح حاصل کر لو تب بھی پاکستان سے علیحدہ نہیں ہونا بلکہ اس کی ایک اکائی کے طور پر ساتھ چمٹے رہو۔ اگر چہ تمہیں پاکستان میں اکثریت حاصل نہیں ہو گی لیکن ایک اکائی کے طور پر ایک معزز مقام تمہیں مل جائے گا اور تم اپنی بات صحیح طور پر پہنچا سکو گے۔ اس دعویٰ کو اس طرح تبدیل کر کے پیش کیا جا رہا ہے اور وہ بھی آنکھوں کے سامنے یعنی حوالہ سامنے موجود ہے پھر بھی عقل قریب نہیں آئی کہ اس سے وہ نتیجہ نہیں نکل سکتا جو نکالا جا رہا ہے کہ گویا بزور شمشیر ایک صوبہ کاٹ کر وطن سے الگ کر دینے کی سازش کی جا رہی ہے لیکن میں ان کو یہ بات بھی بتا دوں کہ اگر یہ سازش ہے تو اس سے بہت بڑی بڑی سازشیں جماعت

احمدیہ علی الاعلان کر چکی ہے جس طرح یہ سازش باقاعدہ خطبہ میں بیان کی گئی اور پھر اسے الفضل میں بھی شائع کیا گیا۔ اس طرح جماعت احمدیہ کی جتنی بھی سازشیں ہیں وہ ساری ظاہر و باہر ہیں اور انہیں بعد میں اپنے لٹریچر میں شائع کر دیا گیا اور ان سب سازشوں کو (اگر وہ سازشیں تھیں) کسی سے چھپایا نہیں گیا بلکہ ان عبارتوں کو کثرت سے شائع کر کے تمہیں لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہیں اور پھر تم ہی ہو جو انہیں ضبط کر کے لوگوں سے چھپاتے پھرتے ہو ہم تو اپنی سازشوں کو کھول کھول کر پیش کرنا چاہتے ہیں اور تم خود ہی ان کو دبا رہے ہو اور ان کو دنیا کی نظر سے چھپا رہے ہو۔

لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر ایک خاص بات قابل توجہ یہ ہے کہ ایک ایسی حساس حکومت جس کا بلوچستان کے معاملہ میں یہ حال ہو کہ دور دراز پہاڑ پر بیٹھے ہوئے کسی بلوچی سردار کو چھینک بھی آجائے تو گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہاں بارہا بمباریاں کی گئیں اور ان سے بڑے بڑے سخت خطرات درپیش ہوئے اور ان کوششوں کو جنھیں پاکستان دشمن کوششیں کہا گیا بزور شمشیر دبا دیا گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا قصہ تھا مگر بہر حال سوال یہ ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے اتنی بڑی سازش پنپتی رہی اور تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جماعت احمدیہ کی وہ کون سی فوج تھی جس کے خلاف تم نے فوج کشی کی اور سب سازشوں سے زیادہ خطرناک سازش کو تم نے اس طرح تخفیف کی نظر سے دیکھا کہ ایک بھی آدمی اس سازش میں ملوث نہیں پکڑا جبکہ دوسری طرف یہ حال ہے کہ تم نے معمولی معمولی واقعات پر بغیر مقدموں کے لوگوں سے جیلیں بھر دیں اور ان کو سخت اذیت ناک سزائیں دیں اور پیشتر اس کے کہ ان کے خلاف جرم ثابت ہوتا انہیں محض اس شبہ میں دردناک عذاب میں مبتلا کیا کہ تمہاری حکومت کے خلاف سازش ہو رہی ہے اور اتنی بھیانک سازش جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ وہ سب سازشوں سے زیادہ خوفناک تھی اس کے باوجود تم نے ایک احمدی کو بھی اس سازش میں ملوث کر کے نہیں پکڑا اور یہ ثابت نہیں کیا کہ کہاں ان کی بندوقیں تھیں، کہاں تلواریں تھیں، کہاں گولہ و بارود چھپے ہوئے تھے، فوج کہاں تھی جو بلوچستان پر حملہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ یہ تو محض فرضی قصے ہیں۔ تم خود بھی جانتے ہو کہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور بے بنیاد باتیں ہیں مگر پھر بھی ساری دنیا کو پاگل بنانے کی کوششیں کر رہے ہو۔

میں نے پہلے بھی یہ ذکر کیا تھا کہ ان کی بہت ساری باتیں ایسی ہیں جن سے مجھے مشہور

سپینش کریکٹر جو ہمارے ملک میں ڈان کیفائے نام سے مشہور ہے یاد آ گیا۔ ان کا بھی بالکل وہی حال ہے کہ ایک پن چکی دیکھی تو اسے دنیا کا ایک بہت خوفناک دیو سمجھ کر اس پر حملہ کر دیا، بیچاری معصوم بھیڑیں گھاس چر رہی تھیں تو ان کو دشمن کی ایک بہت خوفناک فوج سمجھا اور نیزہ تان کر، گھوڑا سرپٹ دوڑا کر ان پر حملہ کیا اور ان میں سے بہت سی بھیڑیں مار ڈالیں۔

پس تمہارے بھی اسی قسم کے فرضی خطرات ہیں۔ اسی قسم کے تمہارے حملہ آور ہیں اور پھر تمہارا سلوک بھی ان بیچاروں سے ویسا ہی ظالمانہ ہے۔ چنانچہ اس سازش کے نتیجہ میں جو ردعمل ہوا وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ دشمن کون سا تھا اور کیسے پکڑا گیا۔ بلوچستان پر قبضہ کرنے کی جو خوفناک سازش (بقول ان کے) جماعت احمدیہ کی طرف سے کی گئی اس کو انہوں نے اس طرح کچلا کہ وہاں **میجر محمود احمد صاحب** پاکستان آرمی میں ڈاکٹر ہوا کرتے تھے، وہ نہایت بے ضرر اور لوگوں کی جان بچانے والے تھے، وہ بیچارے ایک جلسہ سن کر واپس آ رہے تھے، وہ اس وقت بالکل نہتے تھے ان پر حملہ کیا گیا اور پتھراؤ کر کے بڑے ظالمانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔ گویا اس طرح انہوں نے اس سازش کو ہمیشہ کے لئے کچل دیا جو بلوچستان کے خلاف جماعت احمدیہ نے بنائی تھی اور اسی سرزمین پر قضیہ بھی طے ہو گیا۔

اس معصوم انسان (میجر محمود احمد صاحب) سے تو کسی کو بھی کوئی خطرہ نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی سازش کا حصہ تھا۔ وہ تو وقف کی روح کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والا نہایت ہی شریف النفس انسان تھا۔ اگر کوئی رات کو بھی بلاتا تو وہ بے دریغ جایا کرتا تھا، اس کا مقصد تو مریضوں کی جان بچانا تھا تم نے اس پر حملہ کر کے گویا بلوچستان کی جان احمدیت سے چھڑا دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم فرضی کہانیوں میں بسنے والے لوگ ہو۔ تمہارا حقائق سے کوئی بھی تعلق نہیں اور جو حقیقی خطرات ہیں ان سے تم کلیۃً بے پرواہ ہو چکے ہو، تمہیں علم ہی نہیں کہ وہ خطرات کیا ہیں تم تو ان کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہو۔

لیکن جہاں تک جماعت احمدیہ کی طرف سے خطرہ کا تعلق ہے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ بلوچستان کو فتح کرنے کی سازش تو بہت چھوٹی سی بات ہے۔ اگر آپ ہمارے ہی لٹریچر کا مطالعہ کر لیتے اور مولویوں کی کتابوں سے اعتراض مستعار لے کر اپنے سیاہ نامے میں شامل نہ کرتے تو

آپ کو بہت سے حوالے اور مل جاتے ۔ کیونکہ یہ سازشیں سب تو چھپی ہوئی موجود ہیں ۔ چنانچہ اب میں خود آپ کو سنا دیتا ہوں ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جن کا یہ بلوچستان والا حوالہ دیا گیا ہے وہ تو اس سے بہت پہلے ۱۹۳۶ء میں یہ فرما چکے تھے کہ:

''ہم نے تو کبھی یہ باتیں نہیں چھپائیں کہ ہم دنیا میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں بلکہ ہم کھلے طور پر کہتے ہیں کہ ہم اسلامی حکومت دنیا پر قائم کر کے رہیں گے۔''

(خطبہ جمعہ ۱۳/ مارچ ۱۹۳۶ء بحوالہ الفضل ۱۸/ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۴)

پس ساری دنیا کو فتح کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں، ساری دنیا کو فتح کرنے کے پروگرام بن رہے ہیں اور چھپ رہے ہیں اور تمہیں سوائے بلوچستان کے اور کوئی سازش نظر ہی نہیں آئی ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۸/ جنوری ۱۹۳۷ء کے الفضل صفحہ ۵ میں مزید فرماتے ہیں:

''پس آرام سے مت بیٹھو کہ تمہاری منزل بہت دور ہے اور تمہارا کام بہت مشکل ہے اور تمہاری ذمہ داریاں بہت بھاری ہیں ...... آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرآن کی تلوار لے کر دنیا کی تمام حکومتوں پر ایک ہی وقت میں حملہ کر دیں اور یا اس میدان میں جان دے دیں یا ان ملکوں کو خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے فتح کریں ۔ پس چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف مت دیکھو اور اپنے مقصود کو اپنی نظروں کے سامنے رکھو اور ہر احمدی خواہ کسی شعبۂ زندگی میں اپنے آپ کو مشغول پاتا ہو اس کو اپنی کوششوں اور سعیوں کا مرجع ایک ہی نقطہ رکھنا چاہئے کہ اس نے دنیا کو اسلام کے لئے فتح کرنا ہے۔''

(الفضل ۸/ جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۵)

عالمی فتح کی سازش ہے اور تمہیں صرف بلوچستان کی بات سمجھ آئی ہے اس لئے کہ وہاں ایک واقعہ ہو گیا تھا اور مولویوں نے اس بات کو اٹھا لیا تھا اور ایک احمدی شہید کر دیا گیا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اس لئے جو اعتراض کسی نے اکٹھے کر دیئے انہیں ہی پڑھ پڑھ کر تم دوبارہ انہی ہتھیاروں سے حملہ آور ہو گئے ۔ پس اگر یہ سازش ہے تو اس کا آغاز

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وقت سے تو نہیں ہوا۔ اس کا آغاز تو بہت پہلے یعنی چودہ سو سال سے ہو چکا ہے اور اس سازش کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ نہ صرف ایک بلکہ دو یا تین جگہ اسی مضمون کی آیات ملتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ (التوبہ: ۳۳)

وہی خدا ہے جس نے محمد مصطفی ﷺ کو دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بھیجنے کا مقصد یہ بیان فرماتا ہے۔ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تا کہ دنیا کے تمام ادیان پر اس کو غالب کر دے۔

پس یہ وہ سازش ہے جس کے ہم غلام ہیں، جس میں ہم ملوث ہیں۔ ہم تو اقراری مجرم ہیں، اس جرم میں جو چاہو ہم سے کرو۔ جماعت احمدیہ کے قیام کا تو مقصد ہی اس عزم کو پورا کرنا ہے جسے تم سازش کہہ رہے ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے بار بار مختلف ممالک کی فتوحات کی خبریں دیں اور ایک دو ملک کی نہیں بلکہ تمام دنیا میں جماعت احمدیہ کے غالب آنے کی خبریں عطا فرمائیں اور آپ نے بڑی قوت اور شان کے ساتھ اسلام کے آخری غلبہ کے اعلان فرمائے تو جو جماعت اتنے بڑے جرم کی اقراری ہے اس کی یہ چھوٹی سے بات آپ کو کیا فائدہ دے گی کہ اس جماعت نے بلوچستان پر قبضہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کی راہ میں جب روکیں ڈالی گئیں تو آپ نے فرمایا:

> ”مخالف ہماری تبلیغ کو روکنا چاہتے ہیں، مجھے تو اللہ تعالیٰ نے میری جماعت ریت کے ذروں کی طرح دکھائی ہے۔“
>
> (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۶۹۰)

پھر فرمایا:

> کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ روس میں میں تمہاری جماعت کو ریت کے ذروں کی طرح پھیلا دوں گا۔ (تذکرہ صفحہ: ۶۹۱)

اب دیکھئے کہ روس کے لئے بھی جماعت احمدیہ ایک خطرہ ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے:

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہار حصص روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۶۶۵ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴)

پھر فرمایا:

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔''

(تذکرہ صفحہ: ۲۶۰)

پس کونسا ملک ہے جو اس سازش سے باہر رہ گیا ہے روس کو بھی جا کر انگیخت کرو کہ تمہارے خلاف بھی ایک خوفناک سازش تیار ہو رہی ہے اور امریکہ کو بھی انگیخت کرو کہ تمہارے خلاف بھی ایک خوفناک سازش تیار ہو رہی ہے اور جاپان کو بھی انگیخت کرو اور چین کو بھی انگیخت کرو۔ جتنے تمہارے پیادے ہیں وہ ہم پر چڑھا لاؤ، **جتنے تمہارے سوار ہیں ہم پر چڑھا دو مگر خدا کی قسم تمہاری ساری طاقتیں ناکام جائیں گی کیونکہ یہ وہ منصوبہ ہے جو قرآن کریم نے پیش فرمایا ہے اور قرآنی منصوبہ کو دنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں بنا سکتی۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آخری فتح کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ یہ دنیاوی فتح نہیں، ملکوں اور تاجوں اور تختوں کی فتح نہیں بلکہ یہ تو ایک روحانی فتح ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۴۱)

پس اس سازش میں ہم ضرور ملوث ہیں اور رضوان یار کی خاطر ہم تمام دنیا میں سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اور اس راہ میں کسی قربانی کو پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو

جائے میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے۔‘‘

گویا کہ تمام عیسائی ممالک کے خلاف ایک سازش ہو رہی ہے اور ان کا یہ حال ہے کہ قوم کو فرضی خطرات میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں اور حقیقی خطرات سے بالکل نا بلد ہیں۔ انہیں یہ نظر ہی نہیں آرہا کہ خطرہ ہے کہاں اور کس طرف سے آنے والا ہے اور اگر علم ہے بھی تو پھر ان خطرات سے قوم کی توجہ عمداً اور مجرم کے طور پر ہٹا رہے ہیں۔ یعنی جماعت احمدیہ جو اسلام کے لئے دنیا کو فتح کرنے کے منصوبے بنا رہی ہے وہ تو ان کے لئے شدید خطرہ ہے اور عیسائیت جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کو خود اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ بننے والا ہے اور وہ دجال بن کر تمام دنیا پر چھا جائیں گے ان سے کلیۃً غافل ہیں بلکہ ان کے مددگار بن رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ روک کر (یعنی روکنے کی کوشش کر کے، روک تو کوئی نہیں سکتا) جب انہوں نے یہ دیکھا کہ دنیا میں ان کی بدنامی ہو رہی ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ عجیب حکومت ہے جو نظریات پر پابندی لگا رہی ہے اور آزادی ضمیر کا گلا گھونٹ رہی ہے تو اس کا اعلاج انہوں نے یہ کیا کہ ایک طرف تو ہمارا جلسہ سالانہ تک ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اور وہ بند کیا ہوا تھا اور دوسری طرف پاکستان ٹیلی ویژن پر پادری آکر باقاعدہ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے اور یسوع مسیح کو نجات دہندہ کے طور پر پیش کر رہے تھے۔ اس طریق عمل سے ان کا دوغلہ پن بھی ثابت ہو جاتا ہے اور ان کے الزامات کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی انسان غلط اقدام کرے تو اس سے غلط نتیجے نکلتے ہیں۔ جب جماعت احمدیہ کی تبلیغ ایک خطرہ بنا کر روکنے کی کوشش کی تو ساری دنیا میں ایک شور پڑا کہ یہ کیا ظلم کر رہے ہو۔ تو یہ ظاہر کرنے کی خاطر کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں ہم تو آزادی ضمیر کے محافظ ہیں انہوں نے عیسائیوں کو چھٹی دے دی بلکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ واقعہ ہوا کہ اس (So Called) نام نہاد اسلامی حکومت کے ماتحت باقاعدہ ٹیلی ویژن پر عیسائیت کی تبلیغ کی گئی اور یسوع مسیح کو بطور نجات دہندہ کے پیش کیا گیا لیکن ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اگر انہوں نے ہماری پشت پر سے حملے کرنے ہیں تو کرتے چلے جائیں۔ ہمارا رخ تو اسلام دشمن طاقتوں کی طرف ہے ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

''میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنے سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے اس سے بڑھ کر اور کونسا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مشت خاک کو رب العلمین سمجھا گیا ہے۔ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولا میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سو اب اس نے چاہا کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے۔ سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت کرتے ہیں۔ **قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے**''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۰۴۔۳۰۵۔ اشتہار ۱۴؍ جنوری ۱۸۹۷ء)

یہ ہے وہ خطرناک عالمی منصوبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنایا تھا اور اسی منصوبے پر عمل درآمد کرنے میں ہم مصروف ہیں۔ اس لئے بلاؤ اپنی مدد کے لئے ساری عیسائی طاقتوں کو اور ان دہریہ طاقتوں کو بھی جن کے جھوٹے خدا کو پاش پاش

کرنے کا عزم لے کر جماعت احمدیہ اٹھی یا ان انسانوں کو جن کی تعلیمات کو پارہ پارہ کرنے کا عزم لے کر اٹھی ہے، جنہوں نے خدا کی تعلیم کو رد کر کے نئی انسانی تعلیموں کو نجات دہندہ تعلیم کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر فرماتے ہیں کہ:۔

> ’’وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔‘‘
>
> (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۰۵)

پس یہ ہے جماعت احمدیہ کا عالمی فتح کا پروگرام اور منصوبہ جسے تم سازش کہہ رہے ہو اور یہ پروگرام جماعت احمدیہ نے آج سے نہیں بلکہ تمہارے اپنے قول کے مطابق نوے سال سے زائد عرصہ سے شروع کر رکھا ہے، ایک ملک میں نہیں دنیا کے ہر ملک میں شروع کر رکھا ہے اور یہ وہ پروگرام ہے جس کا بیج قرآن کریم میں بویا گیا بلکہ یہ تو وہ پروگرام ہے جو انسانی پیدائش بلکہ کائنات کے وجود سے پہلے ہی جب حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تخلیق کا فیصلہ فرمایا گیا اس وقت یہ پروگرام بھی ساتھ ہی منصۂ شہود پر ابھرا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ محمد مصطفی ؐ کی تخلیق کا سوال پیدا ہو اور کائنات کی فتح کا منصوبہ ساتھ ہی تعمیر نہ کیا جائے۔ یہ دو باتیں الگ الگ ہو ہی نہیں سکتیں۔ پس قرآن کریم نے جب یہ وعدہ فرمایا کہ محمد مصطفی ﷺ کو میں نے (یعنی خدا نے) اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ دنیا کے تمام دینوں پر اس کے دین کو یا اس کو غالب کر دے تو یہ منصوبہ تو بن چکا ہے اور ہم اس منصوبہ کو پورا کرنے میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ تمہیں توفیق نہیں مل رہی کہ اس منصوبے کے لئے کوئی کام کرو، تمہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہو رہی کہ اسلام کے غلبہ کے لئے ہماری طرح قربانیاں دو، اپنی جان مال اور عزتیں پیش کرو، زندگیاں وقف کرو، اسلام اور دیگر مذاہب پر غور و فکر کرتے ہوئے نئے نئے نکات لے کر آؤ، نئے دلائل پیش کرو، نئے براہین سے دنیا کا مقابلہ کرو اور ان کو فتح کرو لیکن تم تو

ان باتوں سے عاری ہو۔تمہارے دامن میں تو سوائے گالیوں کے اور کچھ بھی نہیں، سوائے جبر اور تشدد کی تلوار کے تمہارے پاس ہے کیا؟ ہم تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ حالت میں پاتے ہیں۔ہم تو اپنے وجود کو اس نقشہ کے اندر لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے نقوش اس نقشہ میں مرتسم پاتے ہیں جو قرآن کریم میں بنایا گیا، ہم سے زیادہ خوش نصیب اور کون سی قوم ہو سکتی ہے۔اور تم خود ان نقوش کو ابھار رہے ہو اور تمام دنیا میں یہ اعلان کر رہے ہو کہ یہ وہ جماعت ہے جس نے تمام دنیا کی فتح کا منصوبہ بنایا ہے اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت ہو ہی نہیں سکتی۔ہم تو اس تقسیم پر راضی ہیں۔تمہارا دل جو چاہتا ہے کرو، جو زور لگتا ہے لگا لو، جتنی طاقتیں سمیٹ سکتے ہو سمیٹ لو اور ساری دنیا میں احمدیت کے خلاف پراپیگنڈا کرو کہ یہ جماعت تم سب کے لئے ایک خطرہ ہے۔مگر ہم اس منصوبے پر عمل درآمد کرنے سے باز نہیں آئیں گے، ہمارا ایک بھی قدم تمہارے خوف سے پیچھے نہیں ہٹے گا کیونکہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہیں اور ہم نے آپؐ کو ہی اپنے آقا اور مولیٰ کے طور پر پکڑا ہوا ہے۔آپؐ کے دامن کو ہم نے نہیں چھوڑنا، آپؐ کے غلام پیچھے ہٹنے والے غلام نہیں تھے، آپؐ کے غلاموں کی فطرت کا خمیر اس مٹی سے نہیں اٹھایا گیا جس مٹی میں بزدلی پائی جائے۔

پس ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس میدان میں لازماً آگے بڑھیں گے اور ہر میدان میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے، ہر جہت میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔**ہم اور ہماری آنے والی نسلیں، ہمارے بوڑھے اور ہمارے بچے چین نہیں لیں گے جب تک محمد مصطفیٰ ﷺ کا تاج ظالموں کے سروں سے نوچ کر واپس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور پیش نہیں کر دیتے**، وہی ہمارے لئے طمانیت کا وقت ہے، وہی ہمارے لئے چین اور آرام جاں ہے، اسی کی خاطر ہم مرتے ہیں اور اسی کی خاطر ہم مرتے رہیں گے۔اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اسلام کا جھنڈا جلد از جلد دنیا کی تمام بڑی سے بڑی سلطنتوں کے بڑے سے بڑے ایوانوں پر لہرایا جائے۔ایک ہی جھنڈا ہو اور وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا ہو۔ایک ہی اعلان ہو اور وہ نعرہ ہائے تکبیر کا اعلان ہو کہ کوئی خدا نہیں سوائے اس خدا کے جو ایک خدا ہے اور کوئی اور رسول باقی نہیں مگر محمد ﷺ جو آخری صاحب شریعت اور صاحب حکم رسول ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات، بگڑے ہوئے عقائد اور حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان خدمات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ رمئی ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ۙ بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۲﴾ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِ ۣ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۴﴾ (ابراہیم:۲-۴)

اور پھر فرمایا:

یہ آیات جو میں نے آج کے خطبہ کے لئے منتخب کی ہیں ان میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ایک امتیازی صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ آپؐ بنی نوع انسان کو اندھیروں سے

نور کی طرف لے کر آنے والے ہیں۔

یہ امتیازی صفت ان معنوں میں تو امتیازی صفت ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں وہ ایک ہی وجود تھا جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا یا خدا نے جسے یہ منفرد اہلیت بخشی تھی مگر ان معنوں میں امتیازی نہیں کہ بعد میں ایسے اور لوگ آپؐ کی غلامی میں پیدا نہیں ہو سکتے یا پیدا نہیں ہوں گے یا مختلف زمانوں میں پیدا نہیں ہوئے جو اس کام کو جاری رکھیں۔ درحقیقت جس نور کی طرف خدا کا نبی بلاتا ہے اس کے ساتھ اور بہت سی آوازیں اٹھنے لگتی ہیں اور بہت سے غلام اس کام میں اس کے شریک ہو جاتے ہیں اور ہر طرف گویا شمع ہدایت جلنے لگتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اس منظر پر نہایت ہی پیارے رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

اصحا بی کا لنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم.

کہ میرے صحابہؓ کو تو دیکھو جو ستاروں کی طرح روشن ہو گئے۔ انہوں نے میرے نور سے نور پکڑا تو وہ خود بھی ایسے نورانی وجود بن گئے کہ تم ان میں سے جس کے پیچھے چلو گے تمہیں وہ ہمیشہ ہدایت ہی کی طرف لے کر جائیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۲﴾ ان کے رب کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرت محمد مصطفی ﷺ کو سونپا ہے۔ ”ان کے رب کی طرف سے“ کا جو محاورہ ہے اس کے متعلق عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا ذکر ہوتا ہے تو رَبَّکَ کا خطاب ملتا ہے لیکن یہاں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اس لئے فرمایا گیا کہ جو مخاطب ہیں ان کو پابند کیا جائے، ان کو بتایا جائے کہ یہ تمہارے رب کا حکم ہے، تمہیں ماننا پڑے گا۔ یہ ایسا حکم نہیں ہے جس کو صرف حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف خاص کیا گیا ہو۔ اگرچہ بلاتا یہ ہے لیکن یاد رکھو کہ تمہارے رب کا حکم ہے اور تم پابند ہو کہ تمہیں ہدایت کی طرف بلائے تو تم اس کی آواز پر لبیک کہو اور اس نور کی طرف چلے آؤ جس کی طرف یہ بلاتا ہے۔

پھر رَبِّهِمْ کے مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا یہ وہی رب ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے اور جس کے حکم سے ہٹ کر پھر کوئی پناہ نہیں اور نجات کی کوئی راہ نہیں۔ فرمایا: وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ اگر اس حکم کا انکار کریں گے تو پھر ان کے لئے عذاب

شدید مقدر ہے۔لیکن بدبختی سے کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وہ آخرت کی زندگی پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے لگتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ اپنے لئے ترجیح دیتے ہیں بلکہ دوسروں کی راہ بھی روکتے ہیں تا کہ وہ ہدایت کی پیروی نہ کریں۔وہ راہیں روک کر بیٹھ جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی راہوں کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ ان کی افتادِ طبع کی طرح اللہ کی راہ ٹیڑھی ہو جائے اور لوگ ان کے خیالات کی پیروی کریں نہ کہ اللہ کے احکام کی۔فرمایا: اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اس قسم کی ٹیڑھی سوچوں والے پھر نجات پایا نہیں کرتے،ان کا نجات پانا ایک بہت دور کی بات ہوتی ہے۔یہ سیدھی راہ سے بھٹکتے بھٹکتے اتنا دور نکل گئے ہیں کہ ان کے لئے واپس آنے کا وقت نہیں رہا۔یعنی آئمۃ التکفیر جن کی بات ہو رہی ہے ان کو آواز دینا تو فرض ہے اور ہدایت کی طرف بلانا تو ضروری ہے لیکن بعض بدبخت اور بدقسمت لوگ جو آئمۃ التکفیر کہلاتے ہیں وہ ضلال بعید میں مبتلا ہوتے ہیں اور گمراہی میں اتنے دور نکل چکے ہوتے ہیں کہ ان کی واپسی کی امید بہت تھوڑی رکھی جاسکتی ہے۔

مذہبی لحاظ سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لانے کا یہی وہ کام تھا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی میں حضرت مہدی علیہ السلام کو سونپا جانا تھا اور یہ کام آپ کے لئے مقدر تھا۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ وہ حکم وعدل ہوگا،وہ ایسے وقت میں آئے گا جب کہ دین میں ٹیڑھی راہیں تجویز ہو چکی ہوں گی،خدا تعالیٰ کی جاری کردہ راہ میں کئی اور راہیں نکال لی جائیں گی اور مذہب اسلام کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہوگا،اختلافات حد سے زیادہ بڑھ چکے ہوں گے۔اس وقت امام مہدی پیدا ہوں گے جو لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لائیں گے۔چنانچہ امام مہدی کے متعلق اس مضمون کو احادیث میں حکم وعدل کے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے۔کیونکہ ظاہر ہے اختلافات پیدا ہوں گے تو وہ حکم بن کر آئے گا،ایک دوسرے سے معاملات میں جور و ستم ہوں گے تو وہ عدل بن کر آئے گا۔پس دنیا میں جب اختلافات بڑھ جانے تھے تو امام مہدی نے آکر اختلافات مٹانے کے لئے فیصلے کرنے تھے اور اسلام کے متعلق بگڑے ہوئے تصورات کے متعلق فیصلے دینے تھے کہ اصل صورت کیا ہے۔یہی وہ کیفیت ہے جس کو بیان

کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔''

(الفضل ۳۰ رجولائی ۱۹۳۱ء)

اس عبارت کو اپنے سیاق وسباق سے الگ کر کے اس کتابچہ میں بڑے فخر کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔جس کو حکومت پاکستان کی طرف سے ''قادیانیت۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جارہا ہے کہ دیکھیں جرم اقراری ہو گیا یعنی مجرم نے اقرار کر لیا اور اپنے منہ سے تسلیم کر لیا کہ ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اسلام اور۔چنانچہ اس سرکاری کتابچہ میں لکھا ہے:

''قادیانی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان وجہ اختلاف صرف مرزا غلام احمد کی نبوت ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا خدا، ان کا اسلام، ان کا قرآن، ان کے روزے فی الحقیقت ان کی ہر چیز باقی مسلمانوں سے مختلف ہے۔اپنی ایک تقریر میں جو الفضل کے ۳۰ رجولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں ''مسلمانوں سے اختلاف'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں (آگے وہی عبارت درج ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں)۔''

(قادیانیت۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ۔صفحہ ۲۶)

اس سلسلہ میں پہلی بات جو کہنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جس نے بھی اس کتابچہ میں یہ عبارت تجویز کی ہے اور جس نے بھی یہ نتیجہ نکالا ہے ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اس نے عمداً جھوٹ بولا ہے۔

ان سب لوگوں کو علم ہے، حکومت پاکستان کے بڑے لوگوں کو بھی علم ہے اور چھوٹوں کو بھی، علماء کو بھی علم ہے اور وزراء کو بھی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عقائد کو بار بار بڑی کثرت اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں اور جماعت احمدیہ کی روزمرہ زندگی مخالفین کے سامنے ایک کھلی کتاب کے طور پر موجود ہے۔ پس سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ ہمارا خدا الگ ہے، ہمارا قرآن الگ ہے، ہمارا اسلام الگ ہے، ہمارے روزے الگ ہیں۔ کلمہ طیبہ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ الگ ہے لیکن اب خود ہی ایسے اقدامات کئے جس کے نتیجہ میں تمام دنیا پر خود ہی یہ ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے کہ احمدیوں کا کلمہ وہی تھا جو ہمارا کلمہ تھا، ہم جھوٹ بولا کرتے تھے، نوے سال تک ہم نے جھوٹ بولا اور اب ہم اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ احمدیوں کا وہی کلمہ ہے جو ہمارا کلمہ ہے، لیکن ہم ان کو وہ کلمہ استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ پس ان کا ہر جھوٹ خود بخود کھلتا چلا جا رہا ہے اس لئے یہ عبارت جس نے بھی لکھی ہے وہ لازماً دجل کا بڑا ماہر اور عمداً جھوٹ بولنے والا ہے، وہ ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہیں اس سے ہمیں غرض نہیں مگر وہ حکومت اس جھوٹ کی ذمہ دار ہے جس نے دنیا کو دھوکا دینے کے لئے اسے اپنے کتابچہ میں شائع کیا ہے۔

حکومت پاکستان کے سرکاری کتابچہ کے مندرجہ بالا الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ گویا واقعۃً احمدیوں کی سب چیزیں الگ ہیں۔ امر واقعہ یہ نہیں ہے کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ فصاحت و بلاغت کا یہ ایک طریق ہوتا ہے کہ ایک چھوٹے سے جملے میں وسیع مضمون بیان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ کہا جاتا ہے کہ تم اور میں اور۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ تم انسان نہیں ہو، تم کوئی جانور مثلاً گدھے یا کتے ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ تم اور قسم کے انسان ہو اور میں اور قسم کا انسان ہوں، تم میں انسان کی سی صفات باقی نہیں رہیں، میں انسان ہوں میری انسانیت میں کوئی شبہ نہیں لیکن تم بدل چکے ہو، تم نے اپنی انسانیت کے اندر غیر انسانی صفات داخل کر لی ہیں۔ بالکل اسی معنی و مفہوم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا فقرے استعمال فرمائے۔ جماعت کو یہ بتانے اور سمجھانے کے لئے کہ کسی معمولی اختلاف کی وجہ سے خدا نے یہ سلسلہ شروع نہیں کیا بلکہ مخالفین احمدیہ کا خدا تعالیٰ کے بارہ میں تصور، قرآن کا تصور، ملائکہ کا تصور، انبیاء کا تصور، آخرت کا تصور، جنت و جہنم اور حیات بعد الموت کا تصور، غرض اسلام کی بنیادی باتوں کے

تصورات جماعت احمدیہ کے تصورات سے مختلف ہیں۔ جماعت احمدیہ کا دعویٰ یہ ہے اور ہم اس دعوے کو نوے سال سے دہراتے چلے آرہے ہیں کہ ہمارا اسلام وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا اسلام تھا، ہمارا خدا وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا خدا تھا، ہمارا ملائکہ کا تصور وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا گیا، ہمارا قرآن حقیقی معنوں میں وہی قرآن ہے جو آنحضرت ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا، جنت اور جہنم کے بارہ میں بھی ہمارا وہی تصور ہے جو قرآن کریم پیش کرتا ہے اور جو سنت نبویؐ سے ثابت ہے، مگر حکومت پاکستان کے سرکاری کتابچہ میں جانتے بوجھتے ہوئے حقائق کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے اس کی تفصیل بڑی لمبی ہے اس کے متعلق کئی صفحات پر مشتمل اقتباسات موجود ہیں۔ مجھے آج جمعہ پر آتے ہوئے دیر بھی اسی لئے ہوئی۔ ایک ہفتہ سے کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح اس مضمون کو سمیٹ سکوں اور اقتباسات (حوالہ جات) میں سے کچھ منتخب کرلوں اور باقی کو چھوڑ دوں، لیکن اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے اتنے زیادہ اقتباسات ہیں جو آٹھ دس خطبوں کا موضوع بن سکتے ہیں۔ ان سب کو سمیٹ کر میں آج ایک خطبہ میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایک متقی، پرہیز گار اور سچائی کا پرستار اگر تحقیق کرنا چاہتا تو اس کو چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو پیش کرتا اور پھر مخالف علماء جو آج بھی جماعت احمدیہ کے اول دشمن ہیں انہوں نے ذات باری تعالیٰ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو بھی پیش کرتا اور دنیا کو یہ بتاتا کہ دیکھو احمدیوں کا اللہ اور ہے اور ہمارا اللہ اور ہے۔ اِس طرح دنیا دیکھ لیتی اور سمجھ جاتی کہ اللہ کے بارہ میں کس کا عقیدہ حق ہے اور کس کا عقیدہ ایک خیالی اور تصوراتی بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ، ملائکہ، کتب سماویہ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو تحریرات ہیں وہ پیش کی جاتیں اور بتایا جاتا ہے کہ یہ ان کا تصور ہے اور یہ ہمارے علماء کا تصور ہے۔ پس چونکہ سرکاری رسالہ کے لکھنے والوں نے ایسا نہیں کیا اس لئے اب میں نمونۃً بتاتا ہوں لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے بے شمار اقتباسات میں سے وقت کی مناسبت سے اس وقت گنتی کے چند حوالے ہی پیش کر سکوں گا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق ہے شیعہ کتب میں اللہ تعالیٰ کا جو تصور پایا جاتا ہے پہلے وہ سنئے ۔ تذکرۃ الائمہ صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے: ’’حضرت علیؓ خدا ہیں‘‘

حق الیقین از امام محمد باقر مجلسی صفحہ ۲۸ در بیان تفضیل امیر المومنین بر سائر الانبیاء میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ: ’’حضرت علیؓ جمیع انبیاء سے افضل ہیں‘‘

اور جہاں تک بریلوی عقائد کا تعلق ہے بریلویوں کے نزدیک خدا وہ خدا ہے جس کی صفات اور قدرتیں اس کے ان بندوں ہی میں تقسیم نہیں ہوئیں جو زندہ ہیں بلکہ ان بندوں میں بھی تقسیم ہیں جو مردہ ہیں اور وفات یافتہ کہلاتے ہیں ان کے مزاروں میں بھی خدا کی طاقتیں موجود ہیں اور وہ اس بارہ میں اللہ کے شریک ہیں ۔ چنانچہ ان تصورات کی بنا پر آج پاکستان جیسے ملک میں لاکھوں قبریں ایسی ملیں گی جہاں مختلف رنگ کی جھنڈیاں لگی ہوں گی یا بوسیدہ کپڑے (جنہیں پنجابی میں ٹاکیاں کہتے ہیں) یعنی مختلف رنگوں کے چیتھڑے لٹکے ہوئے ہوں گے اور ہر قبر کی ایک تو قیر بیان کی جاتی ہے ۔ کوئی قبر بیماری ٹھیک کرنے کی قبر ہے‘ کوئی بچہ دینے کی قبر ہے‘ کوئی لڑکا دینے کی قبر ہے‘ کوئی لڑکی دینے کی قبر ہے‘ کوئی سل سے نجات دینے کی قبر ہے ۔ غرض ایک مومن کی ہر قسم کی مرادیں جو خدا تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے اور ہر قسم کی حاجات جو خدا کے سوا خدا کا بندہ کسی اور سے مانگنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا وہ صرف زندوں سے نہیں بلکہ مردوں سے مانگی جاتی ہیں اور اس کے شرعی طور پر جواز پیش کئے جاتے ہیں ۔ چنانچہ احکام الشریعۃ حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ مسئلہ نمبر ۲ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں ۔

> ’’اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے کہ مزارات سے قبروں میں سے امور دنیا میں تصرف کرنا اور کسی کو کچھ دینا اور کسی کے ہاتھ روک لینا یہ سب برحق ہے ۔ (اور ایک آیت کریمہ سے جس میں بیان فرمایا گیا کہ کفار اہل قبور سے مایوس ہو چکے ہیں مطلب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے سے ، اس سے استنباط کر کے یہ لکھا گیا ہے) کہ وہ سارے کافر ہیں جو مردوں سے ان کی طاقتوں سے مایوس ہو چکے ہیں ۔ چنانچہ قرآن کریم کی نص صریح ان کے نزدیک یہ بتاتی ہے کہ مردے اپنے تصرفات میں خدا تعالیٰ کے شریک ہیں ۔ گویا یہ

لکھا گیا ہے کہ جو لوگ اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں وہ لازماً کافر ہیں۔''

اسی طرح بریلویوں کے مشہور عالم دین حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے لکھا ہے:

''ارشاد ہے مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ (یونس: ۱۰۷) یعنی (قرآن کریم میں یہ جو فرمایا گیا ہے) انہیں نہ پکارو جو بذات خود نفع و نقصان نہ دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بت نہ نفع دیں نہ نقصان ۔لہٰذا ان کو نہ پکارو اور نبی ولی چونکہ نفع بھی دیتے ہیں اور نقصان بھی ۔لہٰذا ان کو پکارو۔''

(مواعظ نعیمیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ مجموعہ مواعظ الحاج احمد یار خان)

ایک یہ ہے خدا تعالیٰ کا تصور اور اس کے برعکس خدا تعالیٰ کا ایک اور تصور بھی ہے جو انہی علماء کے ایک دوسرے طبقہ میں پایا جاتا ہے اور یہ دونوں ان باتوں میں آپس میں جنگ وجدال بھی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک طرف خدا تعالیٰ کے مقام و مرتبہ میں عام فانی بندوں کو بلکہ مردہ بندوں کو شریک کیا جارہا ہے تو دوسری طرف اللہ کو گناہگار بندوں کے ساتھ شامل کیا جارہا ہے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ میں بھی گناہ کی قدرت ہے اور اس پر بحثیں اٹھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''پس ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ محال بالذات ہو ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی قدرت خدا کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔''

(یک روزی مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب صفحہ ۱۴۵)

اور اس مسئلہ پر مولویوں کی آپس میں بڑی لمبی لمبی بحثیں ہوتی رہی ہیں، صرف امکان کذب نہیں بلکہ اس بحث میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ کہتے ہیں:

''اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالیٰ شانہٗ سے کیونکر خارج کر سکتے ہیں''۔

''افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔''

''افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں۔'' (الجہد المقل حصہ اول صفحہ ۴۱)

اور جو افعال قبیحہ گنوائے گئے ہیں انسان ان کو بیان بھی نہیں کرسکتا۔اگرچہ وہ کسی اور کا کلام ہے لیکن پھر بھی وہ زبان پر لاتے ہوئے شرم آتی ہے مگر اللہ جل شانہٗ کے متعلق ان لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے:

’’چوری ،شراب خوری، جہل ،ظلم سے معارضہ کم فہمی ہے ......خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے،مقدور اللہ ہے۔‘‘

(تذکرۃ الخلیل مصنفہ عاشق الٰہی میرٹھی)

اللہ تعالیٰ کی شان میں اس نہایت ہی ذلیل اور نہایت ہی گندے کلام میں یہ دونوں مکتب فکر ہی دراصل خدا تعالیٰ کی ذات کے تصور کو کلیۃً بگاڑنے والے ہیں۔ایک بندوں کو اٹھا کر خدا سے ملا رہا ہے اور دوسرا خدا کو گرا کر بندوں سے ملا رہا ہے ۔یہ خدا وہ خدا تو نہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پر جلوہ گر ہوا تھا۔یہ وہ خدا تو نہیں جو ساری کائنات کا خدا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے اور بے جان چیزیں (جن کو ہم بے جان سمجھتے ہیں وہ) بھی دن رات جس کی حمد اور تسبیح کے گیت گاتی ہیں۔کہاں خدا تعالیٰ کی ذات کا یہ اعلیٰ وارفع تصور اور کہاں خدا تعالیٰ کے متعلق وہ تصورات جو ان لوگوں نے پیش کئے۔پس ہم تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے خدا کے قائل ہیں اور ببانگ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر تمہارا خدا وہ خدا ہے جو تم نے لکھا ہے تو خدا کی قسم تمہارا خدا اور ہے اور ہمارا خدا اور ہے۔

خدا تعالیٰ کی ذات کو بندوں کے سامنے مجبور کر دینے اور خدا تعالیٰ کی صفات میں عام عاجز بندوں کو شریک ٹھہرانے کے ایسے ایسے قصے بنا لئے گئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات کے متعلق ایک لمبا قصہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح انہوں نے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کو مع ان لوگوں کے جو اس میں سوار تھے، دریا سے نکال لیا۔ چنانچہ گلدستہ کرامت جو بریلویوں کی بڑی مشہور کتاب ہے اس میں ایک بڑھیا کا ذکر ہے جو اپنے اکلوتے بیٹے کی بارات لے کر آرہی تھی ۔باراتی کشتی میں بیٹھ کر جب دریا پار کرنے لگے تو طوفان آ گیا اور وہ کشتی دریا میں غرق ہوگئی ۔بارہ سال تک وہ بڑھیا دریا کے کنارے بیٹھی رہی اور کہتے ہیں کہ پانی لینے کے بہانے وہ دریا پر جاتی تھی اور اپنے بیٹے کو رو دھو کر آ جاتی تھی ۔ایک دن حضرت عبدالقادر صاحب

جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے بڑھیا کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا بات ہے، کیا غم ہے؟ بڑھیا نے بتایا تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں۔ چنانچہ انہوں نے توجہ کی تو بارہ سال کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے ابھر آیا۔ سارے لوگ زندہ سلامت ہنستے کھیلتے دولہا دلہن اسی طرح خوشی خوشی باہر آ گئے۔

(گلدستہ کرامت ص۲۳۔۲۶ مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب)

یہ ہے ان کا خدا کے بارہ میں تصور! دیکھئے کس طرح انسان کو خدائی میں شریک بنایا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے زور اور اپنی قوت کے ساتھ بارہ بارہ سال کے مرے ہوئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر مقدرت رکھتا ہے۔

پھر ملائکہ کے بارہ میں ان کا جو تصور ہے وہ بھی اتنا بگڑا ہوا ہے کہ حیرت ہوتی ہے دنیا کے سامنے کس اسلام کو پیش کریں گے۔ یہ لوگ ملائکہ کا جو تصور پیش کرتے ہیں وہ بھی ذرا غور سے سنئے لکھا ہے:

> ''اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے بڑے عابد دو فرشتے جن کا نام ہاروت ماروت تھا چھانٹے (یعنی ملائکہ میں سے عام نہیں بلکہ چوٹی کے عابد زاہد فرشتے جو خدا کو پسند آئے کہ یہ بڑے اچھے بزرگ فرشتے ہیں وہ چھانٹے) اور انسان کی سب خواہشیں ان میں پیدا کر کے کوفہ کی سرزمین پر جو ایک جگہ بابل ہے وہاں ان کو بھیجا اور وہاں وہ ایک عورت زہرہ نامی پارسن کی الفت میں مبتلا ہو کر (پارسن کا اندازہ کیجئے کس طرح پتہ چلتا ہے اس کو کہتے ہیں نا تفصیلی علم۔ جانتے ہیں کون تھا کیا ذات تھی کیا قوم تھی اور کس طرح اس کے عشق میں مبتلا ہوئے فرشتے بیچارے) اس کے کہنے سے شراب پی گئے اور شراب میں .....زنا کے علاوہ شرک اور قتل نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا اور ان گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر طرح طرح کا عذاب نازل ہوتا رہے گا۔''

(تفسیر ''احسن التفاسیر'' جلد نمبر ا صفحہ ۱۰۸ مولفہ مولانا احمد حسن صاحب محدث دہلوی)

یہ ہیں ان کے فرشتوں کے بارہ میں تصورات اور جہاں تک شیعہ کتب میں فرشتوں کے تصور کا تعلق ہے تو وہ بھی سنئے۔ کہتے ہیں:

”حضرت امام حسینؓ کی تکلیف اور بے بسی کو دیکھ کر ملائکہ نے خدا تعالیٰ سے بصد اصرار عرض کیا کہ حضرت امام حسینؓ کی مدد کرنے کی اجازت دی جائے (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا ہوا تھا کہ میں نے اجازت نہیں دینی اور فرشتے کہتے تھے کہ ہمیں ضرور اجازت دی جائے) بالآخر اللہ تعالیٰ نے اجازت دی لیکن (افسوس) جب فرشتے زمین پر جا پہنچے اس وقت حضرت امام حسینؓ شہید ہو چکے تھے“۔

(جلاء العیون اردو ترجمہ جلد ۲ باب پنجم فصل ۱۴ صفحہ ۴۹۸، فصل ۱۷ صفحہ ۵۳۹)

گویا خدا تعالیٰ نے اجازت ذرا لیٹ دی اس لئے فرشتوں کو دیر لگ گئی پہنچنے میں۔اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ مخالفین احمدیت کا خدا اور اس کے فرشتوں کے بارہ میں کیسا مضحکہ خیز تصور ہے اور حملے کرتے ہیں حکم وعدل پر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتیں تو ذرا پڑھ کے دیکھیں کہ خدا کیا ہے اور فرشتے کیا ہیں آسمانی کتابیں کیا ہیں اور انبیاء علیہم السلام کیا ہیں۔مگر مخالفین احمدیت نے ان کے بارہ میں جو تصورات پیش کئے ہیں وہ ان تصورات کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتے جو قرآن کریم اور سنت نبویؐ سے اخذ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پاک زبان میں ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں۔

یہ تو میں نے شیعہ کتب سے فرشتوں کے تصور کے بارہ میں جلاء العیون کا حوالہ پڑھ کر سنایا ہے۔اب ان کا ایک اور حوالہ بھی سنئے۔لکھا ہے:

”اور ایک فرشتہ نے (حضرت علیؓ سے) کہا **السلام علیک یا وصی رسول اللہ و خلیفتہ**............اور پھر خضر سے ملاقات کی اجازت مانگی۔حضرت علیؓ نے اجازت دے دی ....اس پر حضرت سلمان فارسیؓ پاس کھڑے تھے انھوں نے کہا کیا فرشتے بھی آپ کی اجازت کے بغیر کسی سے مل نہیں سکتے۔تو کہتے ہیں (حضرت علیؓ نے فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بلا ستون ظاہری بلند فرمایا ہے ان تمام ملائکہ میں سے کوئی بھی میری اجازت کے بغیر ایک دم کے لئے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا اور یہی حال

میرے فرزند حسن و حسین اور اس کے فرزندوں کا ہے۔‘‘

(شیعہ رسالہ ’’درنجف‘‘ سیالکوٹ کا ’’الحق مع علیؓ ‘‘ ۱۵ تا ۲۴ رفروری ۱۹۶۰ء جلد نمبر ۱۵ شمارہ ۷، ۸ ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ تو قرآن کریم میں فرماتا ہے میرے اذن کے بغیر فرشتے دم نہیں مارتے جو کچھ میں کہتا ہوں وہی کرتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کرتے (التحریم: ۷) لیکن یہاں فرشتوں اور خدا دونوں کے تصور کو بگاڑ کر اس شکل میں پیش کیا جارہا ہے کہ گویا حضرت علیؓ کے اذن کے بغیر وہ دم نہیں مار سکتے اور حضرت علیؓ کے مقابل پر فرشتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

اسی طرح سرکاری کتابچہ میں **قرآن کریم کے متعلق** یہ کہا گیا ہے کہ ان کا قرآن اور ہمارا اور۔ قرآن کریم کے بارہ میں میں ایک بات بتاتا چلوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے عشق میں جو کچھ لکھا ہے نثر میں بھی اور نظم میں بھی وہ اتنا بے نظیر ہے کہ اس کے مقابل میں گزشتہ تمام بزرگوں کی عبارتیں اکٹھی کر لی جائیں تب بھی کیا حجم میں اور کیا علوم و معارف بیان کرنے میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ پرانے زمانے کے کسی بزرگ کی قرآن کریم کے عشق میں کوئی بھی نظم نکال کر دیکھ لیں جو عشق اور وارفتگی حضرت مسیح موعو علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور کے کلام میں نہیں ملتی۔ آپ کیا خوب فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۴۵۷)

یہ ایسے کلمات ہیں جو ایک عاشق صادق کے سوا کسی کے منہ سے نکل ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ قرآن کریم کے علوم و معارف سے دنیا کو روشناس کرانے کی جو خدمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرانجام دی اور جس قسم کے مبینہ دعوؤں سے اسے پاک ٹھہرایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے اور یہ وہ مبینہ دعوے تھے جو بدقسمتی سے مسلمان علماء کی طرف سے کئے گئے تھے۔ مثلاً قرآن کریم شک وشبہ سے بالا ہے لیکن بعض لوگ نسخ فی القرآن کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ دراصل قرآن پر سب سے بڑا حملہ ہے کیونکہ جب نسخ موجود ہو اور علماء کو اختلاف کی گنجائش مل جائے کہ کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ، کتنی آیات ناسخ ہیں اور کتنی منسوخ تو اس سے تو پھر سارے قرآن کریم کا اعتبار اٹھ

جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے وضاحت سے تحریر فرمایا کہ قرآن کریم کا ایک نقطہ بھی منسوخ ہوا نہ قیامت تک منسوخ ہوسکتا ہے۔یہ ایک کامل کتاب ہے جو ہمیشہ محفوظ رہے گی ،اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔لیکن اس قرآن کریم کے متعلق ہمارے مخالف علماء اور پرانے بزرگان نے جو تصورات پیش کرر کھے ہیں۔ان میں سے چند نمونے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔شیعہ مذہب کی تفاسیر میں سے ''تفسیر صافی'' ایک نہایت ہی معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں لکھا ہے:

''اصل قرآن مفقود ہے۔موجود سے دس پارے غائب ہیں۔بعض آیات میں تحریف وتغیر ہے۔''

(تفسیر صافی جزو۲۲ صفحہ ۱۱ ۴ نیز تفسیر لوامع التنزیل جلد ۴۔از سید علی الحائری)

اسی طرح علامہ سید علی الحائری نے لکھا ہے کہ نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کے دس پارے مفقود ہیں بلکہ ان مزعومہ تلف شدہ دس پاروں کی کئی سورتوں کے نام بھی گنوائے ہیں اور ایک سورۃ نورین درج کی ہے جو یاایھاالذین امنوا امنوابالنورین اور والحمدلله رب العلمین پر ختم ہوتی ہے۔

(تفسیر لوامع التنزیل تفسیر سورۃ الحجر جزو ۱۴ صفحہ ۱۵ تا ۱۶ از علامہ علی الحائری)

رسالہ نورتن اہل التشیع کا رسالہ ہے۔ہمارے قاضی محمد یوسف مرحوم جو صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے ان کو اصل شیعہ کتب اکٹھی کرنے کا بہت شوق تھا۔ان کی لائبریری میں یہ رسالہ موجود ہے۔اس کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے:

''قرآن کریم حضرت علیؓ کی طرف نازل ہوا تھا''

یعنی غلطی سے آنحضرت ﷺ پر نازل ہو گیا۔مختلف شیعہ کتب میں اس کی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔بعض کہتے ہیں شکل ملتی تھی اس لئے جبرائیل علیہ السلام کو دھوکا لگ گیا۔حضرت رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انہیں حضرت علیؓ سمجھ کر آپؐ پر قرآن نازل کر گیا۔بس ایک دفعہ غلطی ہوگئی تو پھر اب مجبوری تھی۔

پس قرآن کریم کی تفسیر کے ذریعہ قرآن کریم پر جو مظالم توڑے گئے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف نہ لاتے تو ان لوگوں نے اس

قرآن کا تصور ہی باقی نہیں رہنے دینا تھا۔ جو حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوا تھا، جو نور ہی نور ہے مگر نور سے نکال کر اندھیرے کی طرف لانے کا جو کمال ان (مولویوں) کو حاصل ہے یہ بھی حد درجہ کا کمال ہے۔ قرآن ایک ایسی کامل کتاب ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ (بقرہ:۳) اس کامل کتاب پر انہوں نے ریب اور ظنوں کے پردے ڈال دیئے اور اپنی دانست میں تلاش کر کے ایسے بہت سے اندھیروں کی باتیں لے کر آئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

دنیا کا جو تصور قرآن سے ان مولویوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر یہی تصور **نعوذباللہ من ذلک** دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو اسلام کے خدا کو رد کرنے کے لئے یہی ایک عذر دنیا کے لئے کافی ہو گا۔ چنانچہ ایک عالم دین جو بڑے محقق ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں انہوں نے آیات قرآنیہ: وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (یٰسین:۴۱) رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد:۳) اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (فاطر:۴۲) وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ (الانبیاء:۳۲) وغیرہ آیات سے استدلال کرتے ہوئے گردش زمین سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے:۔

> ”اور زمین کی گردش بھی ناممکن۔ اس لئے کہ پھر تو لازم آتا کہ ہمیشہ انسانی رہائش کے رخ تبدیل ہوتے رہتے۔ اگر میرا مکان صبح جانب مغرب ہے تو شام جانب مشرق اور دوپہر کو کسی اور جانب۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا .....نہ آسمان حرکت کرتا ہے نہ زمین۔ یہ دونوں ساکن و جامد ہیں۔ (قرآن کریم سے استنباط کرتے ہوئے اس جاہلانہ دلیل کے بعد پھر کہتے ہیں) غرض یہ کہ بہت جگہ باری تعالیٰ نے گردش زمین و آسمان کی تردید فرما کر موجودہ سائنسدانوں کی تردید فرمائی۔ سکون زمین و آسمان پر عقلی دلائل بھی بے شمار ہیں مگر فرمان خداوندی کے ہوتے ہوئے ان کی ضرورت ہی نہیں۔“
>
> (العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۸)

اپنی بے عقلی **نعوذباللہ من ذلک** ساری کی ساری خدا کی طرف منسوب کر کے چھٹی کر دی۔ پھر فرماتے ہیں:

''میری تحقیق بھی یہ ہے کہ سوائے مقناطیس کے کسی چیز میں قوت کشش نہیں.....(ایک نیوٹن کا دور تھا۔ایک آئن سٹائن کا دور ہے۔ایک یہ فتاوٰی نعیمیہ کے مصنف کا دور آیا ہے۔کہتے ہیں کہ) میری تحقیق بھی یہ ہے کہ سوائے مقناطیس کے کسی چیز میں قوت کشش نہیں قرآن مجید میں کشش زمین کا انکار ہے۔چنانچہ آیت کریم وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ (البقرہ:۷۵) سے دلیل پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ کے خوف سے پتھر گرتے ہیں۔معلوم ہوا کہ پتھر وغیرہ ہر چیز خود گرتی ہے نہ کہ زمین کی کشش سے۔کیونکہ اس دلالۃ النص میں خالق کائنات نے یَهۡبِطُ کا فاعل پتھر کو قرار دیا جب کہ سائنسدان کشش کو قرار دیتے ہیں۔اور بھی بہت آیات واحادیث ہیں کہ جن میں کشش کا انکار ہے اور آیت کریمہ میں پتھر گرنے کی وجہ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ہے نہ کہ کشش۔'' (العطایا الاحمدیہ فی الفتاویٰ نعیمیہ صفحہ ۱۹۴)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ اس خدا کو اور اس قرآن کو تم تسلیم کرتے ہو اور اس قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرو گے اور دنیا سے منواؤ گے؟ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کتنا عظیم الشان احسان ہے کہ کس طرح چاروں سمت پھیلے ہوئے اندھیروں سے نکال کر ہمیں اس نور کی طرف واپس لے آئے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا۔

اور یہ صرف موجودہ علماء کا حال نہیں ہے بہت سے اندھیرے ایسے بھی ہیں جو مختلف زمانوں کے لوگ پیدا کرتے رہے اور قرآن کریم کے پرمعارف اور پرحکمت کلام پر پردے ڈالتے رہے۔یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے ان سب پردوں کو چاک کیا اور قرآن کریم کے ان انوار کو اپنی اصلی شکل میں ظاہر کیا جو دنیا پر غالب آنے کی مقدرت رکھتے ہیں مگر ان لوگوں نے قرآنی تعلیم پر پردے ڈال کر ظلم کیا۔چنانچہ علامہ ابن جریر جو مشہور مصنف اور بڑے بزرگ انسان تھے لیکن اپنے زمانہ کی تاریکیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ان کی حسب ذیل روایت بیان کی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اس زمین کے پرے ایک سمندر پیدا کیا ہے جو اس

(زمین) کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کے پرے ایک پہاڑ ہے جسے قاف کہتے ہیں اور سماء دنیا اس پر قائم ہے۔ (یعنی زمین کے چاروں طرف ایک سمندر ہے۔ سمندر سے پرے ایک پہاڑ ہے اور وہ جو پہاڑ ہے اس کو قاف کہتے ہیں اور اس پر سماء دنیا قائم ہے) پھر اس پہاڑ کے پیچھے اس زمین جیسی اور زمین پیدا کی ہے اور دوسرا آسمان اس پر قائم ہے۔ اسی طرح سات زمینیں اور سات سمندر اور سات پہاڑ ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ (لقمان:۲۸)''

مولوی مودودی صاحب کا تعلق ہے ان کی تفسیریں بھی بڑی دلچسپ ہیں۔ میں اس کا ایک نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں وہ پہلے تو یہ کہتے ہیں:

''قرآن مجید کی ہر سورۃ میں اس قدر وسیع مضامین بیان ہوئے ہیں کہ ان کے لئے مضمون کے لحاظ سے جامع عنوانات تجویز نہیں کئے جاسکتے۔''

(تفہیم القرآن جلد ا صفحہ ۴۶)

اب یہ سوچنے والی بات ہے کہ بظاہر ایک چھوٹی سی بات کہہ دی ہے لیکن وہ عنوانات کیا ہیں جو خدا نے تجویز فرمائے ہیں یعنی کسی سورۃ کا نام بقرہ رکھا کسی کا نام یوسف رکھا کسی کا نام محمدؐ رکھا اور کسی کا المدثر اور کسی کا کچھ اور۔ یعنی قرآن کریم کی سورتوں کے بے شمار نام ہیں مگر یہ جتنے بھی نام ہیں وہ مولوی مودودی صاحب کی نظر میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی کہ اگر مضامین اتنے ہی وسیع اور پھیلے ہوئے ہیں کہ کسی سورۃ کا کوئی جامع نام نہیں رکھا جاسکتا تو گویا قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے خود جو نام رکھے ہیں وہ سارے کے سارے غیر جامع اور غیر فصیح ٹھہرتے ہیں۔ یہ بات اس قدر جاہلانہ ہے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر ایسا ظالمانہ حملہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک عالم دین اور اس قسم کی تفسیر۔ بات دراصل یہ ہے کہ خود مضمون کو سمجھ نہیں سکتے اور ہر عنوان کا جو تعلق سورۃ کے مضمون سے ہے اسے دیکھ نہیں سکتے لیکن اپنی کوتاہ بینی کو قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

پھر قرآنی تفسیر کا عالم دیکھئے جس پر ساری دنیا میں شور پڑا ہوا ہے کہ مولوی مودودی

صاحب نے کمال کی تفاسیر لکھی ہیں۔ چنانچہ حور کی تشریح جو تفہیم القرآن تفسیر سورۃ الصافات اور تفسیر سورۃ دخان اور سورۃ الرحمان پر درج کی گئی ہے بڑی لمبی عبارت ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (الرحمٰن:۷۳) میں خیموں سے مراد غالباً اس طرح کے خیمے ہیں جیسے امراء رؤساء کے لئے سیر گاہوں میں لگائے جاتے ہیں جہاں حوریں ہوں گی اور وہ خیموں کے اندر قید ہوں گی۔ فرماتے ہیں یہ دراصل غیر مسلموں کی نابالغ بیٹیاں ہیں چونکہ وہ جنت میں نہیں آسکتیں اس لئے جنت سے باہر باغات میں ان کے خیمے ہوں گے اور جو نیک لوگ پاک بیبیوں کے ساتھ رہ رہے ہوں گے ان کی خواہش ہوگی کہ وہ ان سے بھی ملاقاتیں رکھیں اور شب باشیاں کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو اجازت فرمایا کرے گا کہ ان خیموں میں غیر مسلموں کی جو خوبصورت بیٹیاں ہیں جو اس وقت تک جوان ہو چکی ہوں گی ان کے ساتھ راتیں گزار کے پھر واپس اپنی بیویوں کے پاس آجایا کریں۔ چنانچہ تفہیم القرآن پر لکھتے ہیں:

> ”ایک نعمت کے طور پر جوان اور حسین وجمیل عورتوں کی شکل دے کر جنتیوں کو عطا کر دے گا تا کہ وہ ان کی صحبت سے لطف اندوز ہوں لیکن بہر حال یہ جن و پری کی قسم کی مخلوق نہ ہوں گی کیونکہ انسان کبھی صحبت ناجنس سے مانوس نہیں ہوسکتا۔“ (تفہیم القرآن جلد ۵: ص ۲۷۲)

یعنی یہ بھی بیان کر دیا کہ حوروں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کوئی روحانی مخلوق ہیں بالکل غلط ہے ان کا جنت کے متعلق یہ جسمانی تصور ہے جس کی دلیل کے طور پر انہوں نے یہ سارا قصہ گھڑا ہے۔ کہتے ہیں جس طرح ہم یہاں گوشت پوست کے انسان ہیں ویسے ہی وہاں ہوں گے اور چونکہ ایک انسان اپنی حاجات ضرور یہ جنوں اور پریوں کی قسم کی مخلوق سے پوری نہیں کرسکتا۔ اس لئے لازمی طور پر گوشت و پوست کی حوریں ہونی چاہئیں اور وہ کہاں سے آئیں گی۔ مسلمان عورتیں تو خود جنت میں ہوں گی۔ وہ تو ان کی بیویوں کے طور پر یا دوسرے رشتہ داروں کے طور پر ہوں گی تو انہوں نے یہاں کیسی اچھی ترکیب نکالی اور کیا اچھا رشتہ نکالا ہے کہ غیر مسلموں کی لڑکیوں کو جو نابالغ مرگئی ہوں ان کو حوریں بنا کر وہاں پہنچا دیا جائے۔ ذرا ان کی نگاہ میں قرآن کریم کی عزت افزائی دیکھئے۔ حد ہے کہ ایسے ایسے گستاخانہ کلمات قرآن کریم کے متعلق بطور معارف بیان ہو رہے

ہیں، آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیا مقام ہے اس کتاب کا ان کے نزدیک!

ایک اور بحث اٹھائی گئی ہے ردالمختار علی الدرالمختار میں اور یہ احناف کی فقہ کی وہ کتاب ہے جو بریلویوں اور دیوبندیوں دونوں کو قبول ہے۔ ان میں سے جو حنفی ہیں وہ سارے اس کو مانتے ہیں۔ اس کتاب میں لکھا ہے:

”اگر نکسیر پھوٹے پس لکھی جائے سورۃ فاتحہ خون کے ساتھ اس کی پیشانی پر اور ناک پر، جائز ہے شفاء کے حصول کے لئے اور اسی طرح سورۃ فاتحہ پیشاب سے بھی لکھنی جائز ہے۔“ (ردالمختار علی الدرالمختار جلد اول صفحہ ۱۵۴)

یہ ان کا دین ہے! یہ ان کی گستاخیاں ہیں!!

اب میں **آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق ان کے قصے** سناتا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے کہ کیسے کیسے قصے گھڑے ہوئے ہیں۔ آپ شکر کریں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر آپ کو کیسے کیسے ظلمات کے پردوں سے نکال کر روشنی عطا فرمائی ہے۔ اس ضمن میں بے شمار حوالے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ایک خطبہ میں ان کو بیان کرنے کا حق ادا ہی نہیں ہوسکتا بلکہ کئی مہینے لگ جائیں گے اگر ان کی ساری باتیں کھول کر بیان کی جائیں۔

عصمت انبیاء کے مضمون کو لے لیجئے جماعت احمدیہ کا اس بارہ میں جو عقیدہ ہے وہ بڑا واضح ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں متعدد جگہ بڑی کثرت کے ساتھ اور بڑی شان کے ساتھ عصمت انبیاء کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے تمام نبی معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کا زندہ نمونہ اور وفا کی جیتی جاگتی تصویر ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں اور صفائی اور خوبصورتی سے اللہ تعالیٰ کی سبوحیت اور قدوسیت اور اس کے بے عیب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ ایک آئینہ ہوتے ہیں جس میں بدکار بعض دفعہ اپنی شکل دیکھ کر اپنی بدصورتی اور زشت روئی کو ان کی طرف منسوب کردیتا ہے۔ نہ آدمؑ شریعت کا توڑنے والا تھا، نہ نوحؑ

گنہگار تھا، نہ ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ بولا، نہ یعقوبؑ نے دھوکا دیا، نہ یوسفؑ نے بدی کا ارادہ کیا یا چوری کی یا فریب کیا، نہ موسیٰؑ نے ناحق کوئی خون کیا، نہ داؤدؑ نے کسی کی بیوی ناحق چھینی، نہ سلیمانؑ نے کسی مشرکہ کی محبت میں اپنے فرائض کو بھلایا یا گھوڑوں کی محبت میں نماز سے غفلت کی، نہ رسول کریم ﷺ نے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کیا، آپؐ کی ذات تمام عیوب سے پاک تھی اور تمام گناہوں سے محفوظ و مصئون۔ جو آپؐ کی عیب شماری کرتا ہے وہ خود اپنے گند کو ظاہر کرتا ہے۔'' (دعوۃ الامیر صفحہ ۱۴۹)

جماعت احمدیہ کا انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ تصور ہے۔ اس تصور کی بناء پر کیسے ہم کہیں کہ یہ وہی تصور ہے جو تمہارا ہے۔ کیوں ہم یہ نہ کہیں کہ ہمارا رسولؐ اور ہے اور تمہارا اور۔ ہمارے انبیاء اور ہیں اور تمہارے اور کیونکہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو باتیں کہی ہیں اور جو کچھ لکھا ہے وہ سنو تفسیر حسینی از کمال الدین حسین میں لکھا ہے:

''شیطان کا نام فرشتوں میں حارث تھا۔ شیطان نے حضرت آدمؑ سے کہا کہ بیٹے کا نام عبدالحارث رکھو گے تو اس کی پیدائش سہل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ کی بجائے عبدالحارث رکھ دیا۔''

(تفسیر سورۃ الاعراف آیت لئن اتیتنا صالحًا)

تفسیر جلالین اور معالم التنزیل میں لکھا ہے:

''حضرت آدمؑ نے شرک کیا''

(جلالین مع کمالین صفحہ ۳۵۳ معالم التنزیل زیر آیت مذکورہ)

یعنی دنیا میں پہلا شرک نعوذ باللہ من ذلک حضرت آدم علیہ السلام نے کیا۔ یہ ان کا نبیوں کے متعلق تصور ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق تفسیر معالم التنزیل میں زیر آیت وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۸﴾ (مریم: ۵۸) لکھا ہے۔

''حضرت ادریسؑ جھوٹ بول کر جنت میں داخل ہو گئے اور واپس

ہی نہیں نکلے۔‘‘

یعنی جنت میں داخل ہونے کا ایک یہ بھی رستہ ہے جو قرآن کریم کو معلوم ہی نہیں لیکن ان مفسر صاحب کو معلوم ہے۔ قرآن کریم نے تو یہی بتایا ہے کہ جس نے جنت میں جانا ہو وہ سچ کے رستے سے آئے اور یہ مفسر صاحب ہیں ان کو علم ہو گیا کہ ایک یہ بھی رستہ ہے جس کا ایک نبی اللہ کو پتہ تھا اور وہ جھوٹ کا رستہ تھا چنانچہ جھوٹ کے رستہ سے وہ جنت میں داخل ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

حضرت لوط علیہ السلام کی پاکیزگی اور اپنی بیٹیوں کے لئے غیرت کا جو تصور مفسرین نے پیش کیا ہے وہ سنئے۔ تفسیر کشاف اور جلالین میں لکھا ہے:

’’حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیاں پیش کر دیں کہ ان سے شادی کر لو۔‘‘

(تفسیر سورۃ ہود زیر آیت **ھولاء بنٰتی ھن اطھر لکم**)

یعنی دو آدمیوں کو دو بیٹیاں، تین تھیں تو تین آدمیوں کو مل گئیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ساری قوم کو یہ جواب کیسے مطمئن کر سکتا تھا اور کیا ان کو عورتیں نظر ہی نہیں آتی تھیں۔ قرآن کریم میں تو یہ ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے ذہن گندے تھے، ان کے ذہنوں کی بناوٹ نہایت ہی ٹیڑھی ہو چکی تھی، ان کو ذلیل عادتیں پڑھ چکی تھیں، ہم جنس سے وہ لذتیں پوری کرنے کے عادی ہو چکے تھے اس لئے وہ حملہ کر کے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے کہ تم پاکیزگی کی یہ کیا تعلیمیں ہمیں دے رہے ہو اور اس کا علاج جو **نعوذ باللہ من ذلک** حضرت لوط علیہ السلام نے سوچا وہ بقول مفسرین یہ تھا کہ ساری قوم کی بیٹیوں کو رد کر کے اپنی دو بیٹیاں پیش کر رہے ہیں کہ یہ لے لو اور وہ گندے کام چھوڑ دو۔ جہالت کی بھی حد ہے اللہ کے نبی پر ایسا بیہودہ الزام اور پھر ساتھ جہالت کا بھی الزام لگاتے ہوئے ذرا شرم نہیں آئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام خدا کے پاک اور عظیم الشان نبی ہیں ان کی زبور پڑھ کر دیکھ لیں خدا سے کیسی کیسی محبت کرنے اور اس کی قدوسیت کے گیت گانے والے نبی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ زبور کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق تفسیر البغوی و تفسیر الخازن میں هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (ص:۲۲) کی تفسیر میں لکھا ہے:۔ حضرت داؤدؑ محراب میں زبور پڑھ رہے تھے (یعنی خدا کی حمد کے گیت گا رہے تھے) کہ ایک سونے کی کبوتری آپ کے پاس آ کر گری (اب سونے کی کبوتری کس

طرح چھوڑ سکتے تھے چنانچہ) آپ اس کو پکڑنے لگے وہ منڈیر پر جا بیٹھی (زبور ایک طرف رکھ دی ہے خدا کی حمد کے گیت سب بھول جاتے ہیں، سونا نظر آ گیا نعوذ باللہ من ذلک اور اس کے پیچھے دوڑ پڑے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو اتنی دولت اور سونا اور جواہرات عطا فرمائے تھے کہ اس سے بڑھ کر کسی اور نبی کو دولت عطا کرنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا مگر مفسرین کے نزدیک ان کی حرص کی حالت یہ تھی کہ نعوذبالله من ذلک کبوتری کے پیچھے دوڑ پڑے وہ منڈیر پر جا بیٹھی) آپ منڈیر پر چڑھے تو باغ میں ایک عورت کو نہاتے دیکھا (تو کبوتری بھول گئی اور) اس پر فریفتہ ہو گئے ۔ پھر اس کے خاوند کو محاذ جنگ میں بھجوا کر قتل کروا دیا اور خود اس سے شادی کر لی اور اس سے قبل آپؑ کی ۹۹ بیویاں تھیں ۔

یہ ہیں ان کی تفسیریں اور یہ ہے ان کے انبیاء کے متعلق تصور نعوذبالله من ذالک ۔ آج دنیا کے ایک ذلیل بادشاہ کے متعلق بھی ایسی بات کہی جائے تو وہ مرنے مارنے پر تل جائے اور دنیا میں شور پڑ جائے ۔ اگر وہ سچ ہو تو اس بات پر انقلاب آ سکتے ہیں ۔ ایک بادشاہ کے متعلق ثابت ہو جائے کہ اس نے ازراہ ظلم وستم اپنے ایک جرنیل کو مروا دیا اس لئے کہ اس کی بیوی پر قبضہ کرے یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہوتا ۔ یہ ایک ادنیٰ دہریہ کے لئے بھی ایک بہت بڑا جرم ہے ۔ لیکن مفسرین کہتے ہیں کہ خدا کے ایک نبی اور نبیوں میں بھی ایک ذی شان نبی جس کا قرآن کریم میں بڑے ہی پیار اور محبت سے ذکر ملتا ہے وہ ایک عورت پر نعوذبالله من ذالک فریفتہ ہو گئے ۔

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کی جس چیز کی تعریف کی گئی ہے اس میں ان لوگوں نے کیڑے نکالنے کی کوشش کی ہے اور خدا کا کوئی خوف نہیں کھایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے لاعلمی میں ایسا کیا ہو لیکن لاعلمی میں بھی حد سے بڑھ گئے ۔ جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کو پاک ٹھہراتا ہے وہیں ان کے متعلق جرم ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ چنانچہ اس قسم کی جتنی آیات ہیں جن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین نے انبیاء علیہم السلام پر جرم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں دراصل عائد کردہ الزامات کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ اثبات جرم ۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس نبی کو جس صفت کے شہزادہ کے طور پر پیش کرتا ہے یہ مفسرین اسی صفت کی نفی کر دیتے ہیں اور تعریف کی بجائے ایک نہایت مکروہ اور گندا داغ لگا دیتے ہیں ۔

اور اب حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ میں سنئے ۔ آپ نہایت پاک باز اور عفت مآب

نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عفت اور پاکبازی کے اظہار کے طور پر وہ قصہ پیش فرمایا ہے جسے لوگوں نے یوسف اور زلیخا کا قصہ بنالیا ہے۔ مگر مفسرین حضرت یوسف علیہ السلام کو **نعوذ باللہ من ذالک** مغلوب الشہوات کے طور پر پیش کرتے ہیں اور زلیخا کو حضرت زلیخا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور عفت کی شہزادی کے طور پر پیش کرتے ہیں:

ع خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

اس سے زیادہ اور کسی بات پر یہ مصرعہ صادق نہیں آسکتا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جس کی پاکیزگی کو خود خدا بیان فرما رہا ہے اس کے اندر یہ لوگ گند ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جس کا گند خدا تعالیٰ ظاہر فرما رہا ہے اس کو پاکیزہ ٹھہرا کر اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ قرآن ہے تمہارا! اور یہ انبیاء کے بارہ میں تمہارا تصور ہے تو پھر خدا کی قسم ہم مجرم نہیں اس بات کے کہنے پر کہ تمہارا قرآن اور ہے اور ہمارا اور۔ تمہارے انبیاء اور ہیں ہمارے انبیاء اور۔ تمہارے ان تصورات کا کوئی تعلق نہیں ان تصورات کے ساتھ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی نے بہت سی ایسی روایات درج کر کے ان کی تردید کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عورت سے زنا کا پکا ارادہ کر لیا اور پھر کیا کیا ہوا۔ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی روایات آپ پڑھیں تو آپ کے پسینے چھوٹ جائیں، بڑا خوفناک نقشہ کھینچا ہے حتیٰ کہ ان کا باپ سامنے کھڑا ہو گیا یعنی خدا تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیج دیا کہ کچھ تو حیا کرے گا۔ **نعوذ باللہ من ذلک** ۔ (یہ غیروں کا تصور ہے ہمارا تصور یہ نہیں ہے) چنانچہ اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں کہ آخر خدا نے تنگ آکر حضرت یعقوبؑ کو سامنے لا کھڑا کیا اپنے باپ کے سامنے بھی یہ جرأت کرے گا۔ نہایت بے باکی کے ساتھ اس قسم کی باتیں تفسیر جلالین میں بھی لکھی ہیں اور تفسیر جامع البیان میں بھی۔ تو جس کو خدا عفت کے شہزادہ کے طور پر پیش کرتا ہے یعنی نبیوں میں بھی وہ جو عفت کا شہزادہ کہلاتا ہے اس کا یہ حال تھا تو عام آدمی جو نبی نہیں ہیں خواہ ولی ہوں خواہ قطب ہوں یا غوث ہوں ان کا پھر کیا حال ہوگا اور جو ان سے ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں ان کی عصمت کا پھر کیا تصور ہوگا۔ دیکھیں کس قدر ظالمانہ حملے کئے ہیں اور جب حکم و عدل آیا اور ان تمام حملوں سے قرآن کریم کے اصفیٰ انوار کو پاک اور صاف کر کے دکھایا تو

اس وقت یہ لوگ الٹا ہم پر حملے کرنے لگے کہ اچھا پھر تمہارا قرآن اور ہے اور ہمارا قرآن اور۔ ہمارا قرآن تو وہی قرآن ہے جو تمام انبیاء کی عصمت کی گواہیاں دیتا ہے ان پر گندے الزام نہیں لگاتا ہے۔

اور زلیخا کے متعلق سنئے۔ ایک نہایت ہی عجیب وغریب قصہ درج کرتے ہیں۔ یہ اقتباس چونکہ بڑا لمبا ہے اس لئے میں اس میں سے ایک حصہ کو لیتا ہوں فرماتے ہیں۔

''انصاف اور حقیقت ایمان ودیانت کی نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت زلیخا کی پاک دامنی کی مثال آج ہمارے معاشرہ میں مفقود ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس معاشرہ کا کیا حال ہوگا جس میں یہ ''پاکدامنی'' مفقود ہو) کہ جس اللہ کی بندی نے تمام عمر صبر وتحمل سے گزار دی اور دامن عصمت کو داغدار نہ ہونے دیا اور باوجود دولت مند وحسینہ جمیلہ ہونے کے جب کہ بوجہ زمانہ جاہلیت آزادی و بے پردگی بھی میسر تھی ایک نامرد کے ساتھ سب جوانی گزاری۔ اور دولت بکارت کو کمال حفاظت سے بچائے رکھا۔ (یہ بھی اپنی طرف سے قصہ گھڑ لیا کہ عزیز مصر گویا کہ نامرد تھا کیسی کیسی جولانیاں دکھا رہے ہیں ان کے دماغ!) ایک شادی شدہ عورت کو حصول نفسانیت و بدچلنی کی وہ تمام سہولتیں حاصل ہوتی ہیں جو بے نکاحی گھریلو پابند لڑکی کو میسر نہیں ہو سکتیں۔ اور جتنا بے نکاحی گھر کی مستورہ عورت کو بدنامی کا خطرہ ہوتا ہے اتنا شادی شدہ کو نہیں ہوتا۔ ایسی آزاد فضا کی پرورش یافتہ عورت کا اپنی چادر عصمت کو تار تار نہ ہونے دینا ولایت کاملہ اور فضل ربی نہیں تو اور کیا ہے۔ (زلیخا کا یہ ذکر قرآن کریم میں پڑھ لیں اور پھر اس عبارت پر نظر ڈالیں تو حیرت ہوتی ہے کہ جواز کس قسم کے ڈھونڈ نکالے ہیں۔ ان کا تو باقاعدہ تجزیہ ہونا چاہیے تاکہ کسی زمانہ کے سائنسدان پھر یہ غور کریں کہ ان لوگوں کے دماغوں کی بناوٹیں کیا تھیں۔ جنہوں نے یہ قصے گھڑے ہیں۔ یہی نہیں آگے سنئے اس قصہ میں تو حد کر دی) مگر آفرین ہے اے نبی کی پاک دامن بیوی زلیخا۔ (یعنی حضرت یوسفؑ سے شادی بھی کروادی کہتے ہیں آفرین ہے اے نبی کی پاک دامن بیوی زلیخا)

تیری اس عظمت وہمت پر جب حجلۂ عروسی میں تقرب یوسفی کا حصول ہوتا ہے تو زیور عصمت کے ساتھ ساتھ سرمایہ عذارت وبکارت سے بھی مزین ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) ....زلیخا کی پاک دامنی کو آشکارا فرمایا۔ گستاخی کی پٹی باندھ کر اگر ان باتوں سے منہ موڑ لیا جائے تو اور بات ہے ورنہ انصاف کی نگاہ اس سچائی کے انکار کی اجازت نہیں دیتی۔''

(العطایا الاحمدیہ فی الفتاویٰ نعیمیہ صفحہ ۳۵۸ تا ۳۶۱)

پس ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں ہمارا قرآن، ہمارے نبی وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ خدا کی قسم نہیں ہیں۔ ہم تو اس قرآن کے قائل ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا۔ ہم تو ان رسولوں کے قائل ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں جن کا بڑی محبت کے ساتھ قرآن کریم بار بار ذکر کرتا ہے اور جن کی پاکیزگی کی گواہیاں دیتا ہے۔ تم کن نبیوں کی طرف ہمیں کھینچ کر لے جارہے ہو۔ کوئی نبی ایسا باقی نہیں رہا جس کا قرآن میں ذکر ہوا اور تم نے اس پر طعنہ زنی نہ کی ہو اور اس پر داغ نہ لگائے ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق تفسیر النسفی میں زیر آیت وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (النمل: ۴۵) میں مؤلف نے بعض ایسی بے ہودہ روایات درج کر کے انکی تردید کی ہے چنانچہ ایک روایت یوں ہے کہ:

''جن ناپسند کرتے تھے کہ حضرت سلیمان ملکہ سبا سے شادی کرلیں۔ (حضرت یوسفؑ کے بارہ میں بھی شادی ہی کا قصہ ہے اور یہاں بھی یہی ہے) کیونکہ وہ جنیہ تھی اور جنوں کو ڈر یہ تھا کہ ان کا بچہ جن وانس کی ذہانت کا مالک ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے متنفر کرنے کے لئے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ ملکہ سبا کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں اور اس کے پاؤں گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں۔ چنانچہ اس وہم کو دور کرنے کے لئے حضرت سلیمان نے عرش بنایا (یعنی جو محل بنوایا گیا جس میں صاف شفاف شیشے کا فرش تھا اسے حضرت سلیمان نے **نعوذباللہ من ذلک** واقعۃً شادی کرنے کے لئے بنوایا تھا) اور پانی کے

نظارے سے اسکی پنڈلیاں دیکھ لیں۔وہ خوبصورت پنڈلیوں والی تھی۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے اپنی آنکھیں پھیر لیں۔'' (تفسیر نسفی سورۃ نمل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس مقام میں قرآن شریف میں یہ آیت ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ (النمل: ۴۵) یعنی اس نبی نے کہا کہ اے بلقیس تو کیوں دھوکا کھاتی ہے۔ یہ تو شیش محل کے شیشے ہیں جو اوپر کی سطح پر بطور فرش کے لگائے گئے ہیں اور پانی جو بہت زور سے بہہ رہا ہے وہ تو ان شیشوں کے نیچے ہے نہ کہ یہ خود پانی ہیں۔ تب وہ سمجھ گئی کہ میری مذہبی غلطی پر مجھے ہوشیار کیا گیا ہے اور میں نے فی الحقیقت جاہلیت کی راہ اختیار کر رکھی تھی جو سورج کی پوجا کرتی تھی۔'' (نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۴۱۱)

ہاں ٹھیک ہے ہم اس قسم کے انبیاء کے قائل ہیں جن کا تصور اسی قرآن سے ملتا ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم میں غوطہ خوری کے بعد علوم و معرفت کے بے بہا موتیوں کو نکالا اور ہمارے سامنے پیش کیا۔ اس قرآن کو چھوڑ کر ہم اور کس قرآن کے پیچھے جائیں گے۔

اور روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں مشہور ایک بیہودہ قصہ کو درج کر کے اس کی تردید کی ہے چنانچہ اس قصہ کے مطابق حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی شیطان نے لے کر پھینک دی۔ آپ کی بادشاہت جاتی رہی (کوئی ذکر کوئی اشارہ بھی قرآن کریم میں نہیں کہ بادشاہت جاتی رہی بلکہ یہ ذکر ملتا ہے کہ یہ دعا کی تھی کہ ایسی بادشاہت عطا فرما کہ جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہ ہو) وہ شیطان جس کا نام آصف تھا آپ کے تخت پر بیٹھ گیا۔

حضرت سلیمانؑ کا اگلا قصہ سنئے یہاں تک تو انسان پھر بھی سن لیتا ہے گو برداشت تو نہیں ہوتا مگر بہر حال جو گند آگے چل کر اچھالا گیا ہے اس کے مقابل پر یہ کچھ بھی نہیں چنانچہ لکھا ہے:۔

یہ شیطان حضرت سلیمانؑ کا روپ دھار کر آپ کی بیگمات سے حیض کے دوران مباشرت کرتا رہا''۔ (تفسیر روح المعانی سورۃ ص زیر آیت **ولقد فتنا سلیمن**)

یہ تو تھے وہ ظلم جو دیگر مقدس انبیاء پر بعض لوگوں نے نادانی سے توڑے یا بعض لوگوں نے دشمنوں کی باتوں میں آکر ظلم ڈھائے۔ گو ہر شخص کے دل کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن جہاں تک ہم نظر دوڑا کر دیکھ سکتے ہیں ایسے لوگ جنہوں نے ایسے حوالے پیش کئے ہیں ان میں بعض بڑے خدا ترس لوگ بھی تھے۔ بڑے بڑے علماء بھی تھے، انہوں نے ساری زندگیاں خدمت دین میں خرچ کیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنے زمانہ کے اثرات سے کلیۃً بچ نہیں سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کہیں یہودیوں کی روایات اسلامی لٹریچر میں شامل ہو گئیں، کہیں عیسائیوں کی روایات داخل ہو گئیں۔ چونکہ یہ راوی اس طرح معصوم نہیں تھے جس طرح خدا کا نبی معصوم ہوتا ہے یعنی نبیوں کی طرح براہ راست اللہ کی طرف سے مہدی نہیں بنائے گئے تھے اس لئے جہاں بہت سی اچھی باتیں لکھیں وہاں اس قسم کی غلط باتیں بھی کہہ گئے۔ ایسی غلطیوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے مہدی کو بھیجنا تھا۔ چنانچہ مہدی علیہ السلام کی بعثت کے عظیم مقاصد میں سے ایک بہت بڑا مقصد عقائد کی اصلاح تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب مہدی علیہ السلام کو بھیجا تو یہی لوگ تھے جو اس پر طعن کرنے لگے اور اس کا تمسخر اڑانے لگے، اس کے متعلق جھوٹ بول بول کر اسے بدنام کرنے اور اس پر تہمتیں لگانے لگے۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ ان برگزیدہ ہستیوں پر بھی تہمتیں لگانے سے باز نہیں آتے جن کو وہ خدا کے پاک نبی تسلیم کرتے ہیں تو ایسے شخص کے متعلق کیا کچھ نہیں کہیں گے جن کو بزعم خویش جھوٹا اور مفتری گردانتے ہیں۔

پس ایسے لوگوں کی باتوں کا کچھ بھی اعتبار نہیں لیکن اب سب ظلموں سے بڑھ کر جو ظلم کیا گیا اور سب سے زیادہ سفاکانہ حملے کئے گئے وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ذات پر کئے گئے ہیں۔ اب اس کو نادانی کہہ لیں یا لاعلمی۔ جہالت کہہ دیں یا جو چاہیں نام رکھ دیں۔ بے شک کہہ دیں کہ بزرگ تھے مگر غلطی ہو گئی لیکن یہ غلطی ایسی ہے کہ آج بھی حضرت رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ باتیں سن کر دل کھولنے لگتا ہے۔ تفسیر جلالین اور اسباب النزول للسیوطی میں زیر آیت

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (الحج: ۵۳)

لکھا ہے:

''قریش کی ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ نے سورۃ نجم کی آیات
اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ۝۲۰ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ۝۲۱
(النجم:۲۰-۲۱) پڑھیں تو شیطان نے آپؐ کی زبان پر وحی کر کے یہ جاری
کر دیا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی اس پر قریش
بہت خوش ہوئے۔''

ذرا سوچئے! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر شیطانی وحی؟ آپ تصور کریں حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ان کے ذہن میں یہ بات داخل ہوئی کس طرح ان کی قلموں پر جاری ہوئی۔ اس تفسیر کو تو میں شیطانی وحی کہہ سکتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مان سکتا، کبھی نہیں مان سکتا اور نہ کوئی احمدی کبھی مان سکے گا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قریب بھی شیطان پھٹکا ہو۔

یہ روایات ہیں جن کو لے کر پھر دشمنان اسلام نے آنحضرت ﷺ پر نہایت گندے حملے کئے ہیں اور جب ان کو کھود کر دیکھتے ہیں تو ہر جگہ اس خطرناک فروگزاشت کا ذمہ دار کوئی نہ کوئی سادہ دماغ یا کوئی کم علم مسلمان ہی نظر آتا ہے۔ آخر سادگی کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں، کس کے متعلق لکھ رہا ہوں۔ مگر ایسے ایسے ناپاک حملے **نعوذ باللہ من ذلک** حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کئے گئے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے چنانچہ تفسیر جلالین میں حضرت زینبؓ کے متعلق جو خامہ فرسائی کی گئی ہے خود آنحضرت ﷺ کے تعلق میں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس پر جو حملہ کیا گیا ہے وہ سنئے:۔

کسی کام کے لئے زید بن حارث کے گھر گئے تو ہوا سے دروازے کا
پردہ ذرا اڑا تو حضرت زینبؓ پر نظر پڑی۔ ان کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو گئے۔''

(تفسیر سورۃ الاحزاب آیت ۳۷-۳۸)

اور آگے طلاق والا وہ قصہ ہے جان کٹنے لگتی ہے جب انسان یہ لفظ پڑھتا ہے کہ تمام عصمتوں کے شہزادوں سے بڑھ کر وہ عصمت کا شہزادہ جس سے زیادہ پاکیزگی کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی اس مزکی اور مطہر کے متعلق وہ لکھتے ہوئے ان کا دل نہیں ڈولتا اور ان کی جان نہیں گھٹتی۔ جان گھٹنے کا کیا سوال ہے وہ تو بڑے مزے لے لے کر ان قصوں کو تفاسیر میں بیان کرتے ہیں۔ اس قسم

کے بہت سارے حوالے میرے پاس موجود ہیں لیکن انسان ان کو پڑھ نہیں سکتا۔

اور یہ عبارتیں تو اور بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہیں جو میں پیش کرنے لگا ہوں۔ایسی ایسی عجیب بحثیں اٹھائی گئی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔آج کل کے علماء کی طرف سے ایسے ایسے خوفناک لفظ استعمال کئے گئے ہیں شیعہ علماء کی طرف سے بھی اور سنی علماء کی طرف سے بھی۔آپ پڑھیں تو حیران رہ جائیں گے۔ایک چوٹی کے دیو بندی عالم جو انتہائی مرتبے تک پہنچے ہوئے ہیں، ان کے نزدیک وہ کہتے ہیں:

''ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو۔ چہ جائیکہ زیادہ۔''

(براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد مصدقہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۴۷)

یعنی دیو بندیوں اور بریلویوں کے درمیان اس بات پر بحثیں ہوتی رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا علم کتنا تھا۔ ذرا غور کریں کہ جن لوگوں کو خود کوڑی کا علم نہیں وہ یہ فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا علم کتنا تھا اور پھر دونوں طرف سے گستاخیاں ہوئی ہیں اور بہت خوفناک گستاخیاں ہوئی ہیں۔ پھر یہ بحثیں چلی ہیں کہ آپؐ حاضر ناظر تھے یا نہیں تھے' آپؐ حاضر ناظر ہیں یا نہیں ہیں۔ان بحثوں پر آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ایک فریق اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ آپؐ حاضر ناظر ہیں جو نہیں کہتا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا فریق جواب دیتا ہے اگر آپؐ حاضر ناظر ہیں تو پھر جب آپ اپنی بیویوں سے خلوت کرتے ہیں تو کیا رسول کریم ﷺ موجود ہوتے ہیں۔ جواباً دوسرا فریق کہتا ہے کہ ہاں موجود ہوتے ہیں مگر حیا کی وجہ سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا کیا تصور ہے جو انہوں نے بنا رکھا ہے۔ان لوگوں نے نہ تو خدا کا تصور باقی رہنے دیا اور نہ محمد مصطفی ﷺ کا ارفع و اعلیٰ تصور باقی رہنے دیا۔ان کی زبانوں کی کاٹ آپؐ کے دائیں بھی نظر آتی ہے اور بائیں بھی۔ آپؐ کے شرقی نور کا بھی کچھ نہیں چھوڑا اور غربی نور کا بھی کچھ نہیں چھوڑا۔ ہر طرف سے آپؐ کی ذات اقدس پر ناپاک حملے کئے ہیں اور اسلام کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا ہے کہ اگر اس اسلام کو پیش کر کے دنیا کو اسلام کی طرف بلایا جائے تو کوئی معقول اور ذی ہوش انسان اس کی طرف منہ بھی نہ کرے لیکن وہ جو ان کی اصلاح احوال کے لئے آیا ہے جسے خدا کی طرف

سے حکم وعدل کی کرسی پر بٹھایا گیا ہے اس پر زبان طعن دراز کرتے نہیں تھکتے ۔

دیوبندی مولویوں نے ایک اور موازنہ کیا ہے وہ بھی سنئے :۔

''غور کرنا چاہئے کہ شیطان' ملکوت الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو' خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے ۔''

(براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد صدر مدرسہ دیوبند یہ سہارنپور مصدقہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۴۷)

یہ عبارت کچھ ایسی ہے کہ شاید بہت سے لوگوں کو سمجھ نہ آئے اس لئے میں یہ بتادیتا ہوں کہ یہاں بحث یہ چل رہی ہے اور اس بحث میں یہ باتیں اٹھاتے ہوئے ان کو حیا نہیں آئی کہ **نعوذ باللہ من ذلک** شیطان سے رسول کریم ﷺ کے علم کا موازنہ کر رہے ہیں کہ شیطان لعین سے آپ کا علم زیادہ تھا یا کم ۔ جس کو کسی سے ادنیٰ سی بھی محبت اور احترام ہو وہ اس قسم کا ناپاک موازنہ کرتا ہی نہیں ۔ آخر کوئی آدمی یہ بحث کیوں نہیں اٹھاتا کہ اس کی ماں فاحشہ عورت تھی یا نہیں اس لئے نہیں اٹھاتا کہ ماں سے سچی محبت ہوتی ہے اس لئے کوئی بھی آدمی اپنی ماں کے خلاف بے حیائی کی بات نہیں سن سکتا لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم کا موازنہ شیطان سے کرتے ہوئے کوئی حیا نہیں آئی ۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کو یہ بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی کہ شیطان کا علم زیادہ تھا یا رسول کریم ﷺ کا ۔ تم بڑے فخر اور جوش کے ساتھ یہ ثابت کر رہے ہو کہ رسول کریم ﷺ کا علم شیطان سے زیادہ تھا اور تمہارا فریق مخالف جواباً یہ کہہ رہا ہے کہ نہیں' شیطان کا علم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ تھا **نعوذ باللہ من ذلک** ۔ یہ ہیں ان کے عشق و محبت کے تذکرے اور یہ ہے ان کا تصور آنحضرت ﷺ کے بارہ میں ۔ گستاخی کی زبان ان کی رکتی نہیں ۔ چنانچہ کہتے ہیں ۔

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول غیب سے ہی ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب ۔ اگر بعض امور غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ۔ اگر بعض امور غیبیہ مراد ہیں ایسا علم غیب تو زید، عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے

بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان مصنفہ اشرف علی تھانوی ص ۱۱۶)

دلیل دو اور بے شک جو ایک غلط اور فاسد عقیدہ ہے اس کو غلط ثابت کرو مگر گستاخی تو نہ کرو۔ آنحضرت ﷺ کا مجنون اور جمیع حیوانات سے مقابلہ وموازنہ تو نہ کرو۔ یہ تو ایسی گستاخی ہے کہ اس سے آدمی پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو بریلویوں پر بڑی بڑی زبانیں کھولتے ہیں کہ وہ مشرک ہیں اور یہ کہ انہوں نے گویا آنحضرت ﷺ کے مقام کو بڑھا دیا اور غیروں کو خدا کے ساتھ شریک کر لیا۔ یعنی ان میں دو قسم کے شرک گنواتے اور حملے کرتے ہیں کہ ایک شرک فی النبوت اور دوسرا شرک فی الالوہیت کہ وہ الوہیت باری میں بھی شریک ٹھہراتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے تقدس میں بھی غیر اولیاء کو شریک ٹھہراتے ہیں اور خود بڑے موحد بنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں کیسی کیسی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ اپنے علماء کے متعلق کیا کیا لکھتے ہیں یا ان کے متعلق کیا تصور رکھتے ہیں وہ سن لیجئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ''شیخ الہند'' مولوی محمود الحسن صاحب نے جو مرثیہ لکھا اس کے (صفحہ:۲۔۱۴) چند اشعار سننے کے لائق ہیں۔

زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل ھبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

نعوذ باللہ من ذلک گویا رشید احمد گنگوہی بانی اسلام کے ثانی ہیں اس لئے اب مقابل کے لوگ اعل ھبل کی آوازیں بلند کرتے ہیں پھر کہتے ہیں:

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بیشک شیخ ثانی
پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینہ میں تھے ذوق وشوق عرفانی

یہ ان کا عرفان ہے یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ثانی ہو گئے اور گنگوہ کعبہ کا ثانی ہی نہیں بلکہ کعبہ اس کی راہ دکھانے والا بن گیا۔ کعبہ تو اس کی اردل میں آجاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر تمنا پوری نہیں ہوئی۔ مقدس مقام کو دیکھنے کی جو حرص و آرزو تھی وہ پوری نہ

ہوئی۔اس لئے کہتے ہیں ہم پوچھتے پھرتے تھے کہ کعبے تو آ گئے ہیں گنگوہ کا رستہ تو دکھاؤ وہ کس طرف ہے؟ گویا کعبہ سے بھی اگلا مقام گنگوہ ہے۔اور پھر یہاں آ کر بھی تسلی نہیں ہوتی تو تربتوں کی پوجا کا الزام لگانے والے یہ دیو بندی اپنے مولویوں کی تربت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں وہ بھی سن لیجئے فرماتے ہیں۔

ے تمہاری تربت انوار کو دے کر طُور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرِنیِ مری دیکھی بھی نادانی

اب یہاں ’’مری دیکھی بھی نادانی‘‘ میں تو کوئی عذر نہیں کیونکہ اس کا ایک اور مفہوم بھی ہے جیسے غالب نے کہا ہے۔

ے یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تعزیر بھی تھا

(دیوان غالب صفحہ ۸۰)

ایک یہ نادانی بھی ہوسکتی ہے۔یہ کہہ کر کہ میں نے اپنے امام کی ہتک کر دی ہے کہ تمہاری تربت کہاں کہاں ہوئی لیکن یہ معنی نہ تھے۔پھر بھی نادانی کی گنجائش کوئی نہیں رہتی۔نادانی ایک دفعہ ہو گئی دو دفعہ ہو گئی لیکن یہ مرثیہ خواں تو کہتے ہیں

ع کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

یہ نادانی نہیں یہ تو خطا ہے اور ایسی بڑی خطا ہے کہ ایک مولوی صاحب کی تربت کو طُور سے تشبیہ دے رہے ہیں۔یعنی خدا کو مخاطب کر کے حضرت موسیٰؑ نے جو کہا تھا ارنــــی۔یہ ایک تربت کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں ارنی مجھے اپنا جلوہ دکھا اور اب بھی یہ موحدین ہیں۔اور صرف یہی نہیں آگے چل کر ان کے نزدیک ان کے مولویوں اور مفتیوں کا مقام کیا ہے وہ بھی سن لیجئے:

’’آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزین پر بے حد چوٹ لگی کہ رحمۃ اللعالمین (مفتی محمد حسن دیو بندی لاہور) دنیا سے سفر آخرت فرما گئے۔‘‘

(تذکرہ حسن بحوالہ ماہنامہ تجلی دیو بند و ماہنامہ نوری کرن بریلی فروری ۱۹۶۳ء)

کیا ان لوگوں نے اب کوئی گنجائش باقی رہنے دی۔انہوں نے اپنے ایک دیو بندی مفتی

صاحب کو رحمۃ للعالمین کا مقام دیا اور پھر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی جو خصوصیات بیان کی ہیں وہ بھی سنئے۔ کہتے ہیں:

''آپ کا قد مبارک اور رنگت اور چہرہ شریف اعلیٰ اور تن شریف حضرت مولانا اشرف علی جیسا تھا۔'' (اصدق الرؤیا صفحہ ۵)

یعنی آنحضرت ﷺ کا حلیہ مولوی اشرف علی تھانوی جیسا تھا۔ یہ چونکہ خواب ہے اس لئے ہم اس کو ہدف ملامت نہیں بناتے۔ مگر میں اس کو اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جب کوئی احمدی خواب دیکھتا ہے تو اس پر یہ لوگ حملے کرتے ہیں اور کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کی گستاخی ہوگئی۔ لیکن جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ خواب میں بھی کسی اور سے مشابہت دینا رسول کریم ﷺ کے خلاف گستاخی ہے تو اس سے لازماً یہ ثابت ہوا کہ دیو بندی گستاخی کی زبان کھول رہے ہیں۔ ہمارا تو یہ عقیدہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے تو مناظر ہی اور ہوتے ہیں' اس کی تعبیریں کی جاتی ہیں اس لئے کبھی کسی صورت میں انسان دیکھ لیتا ہے اور کبھی کسی صورت میں۔ تاہم یہ بہر حال ثابت ہے کہ شیطان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا تمثل اختیار کرے۔ لیکن ایسے لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خواب میں بھی اگر کسی اور کی شکل دیکھو تو گستاخی ہوگی۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا حلیہ مولوی اشرف علی تھانوی جیسا تھا اور صرف یہی نہیں آگے چل کر خواب کی تعبیر بھی بیان ہو رہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

''حضور ﷺ ہمارے مولانا تھانوی کی شکل میں ہیں''

(اصدق الرؤیا صفحہ ۲۵)

پھر لکھا ہے:

''شکل ایسی ہی ہے جیسے ہمارے مولانا تھانوی کی۔''

(اصدق الرؤیا صفحہ ۳۷)

پس بڑی بے باکی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو تھانوی سے ملا رہے ہیں یہ نہیں کہ تھانوی صاحب کو رسول اللہ ﷺ سے ملائیں۔ یہ لوگ ہم پر الزام لگاتے رہے اور ہمیشہ جھوٹے الزام دیتے رہے آخر انہوں نے خود ہی ثابت کر دیا کہ احمدیت کے خلاف ان کا پروپیگنڈہ سراسر جھوٹ اور بہتان

تھا۔اس میں کوئی بھی حقیقت نہ تھی کہ جماعت احمدیہ کا کلمہ اور ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ نے جو کلمہ ہمیں سکھایا ہے وہ اور ہے۔

غرض ان لوگوں کا اپنا یہ حال ہے کہ شیعوں نے بھی کلمہ تبدیل کر رکھا ہے اور سنیوں نے بھی کلمہ تبدیل کر رکھا ہے۔اور یہ زبانی کلامی باتیں نہیں بلکہ ان کی مختلف کتب اور رسائل میں یہ باتیں لکھی ہوئی موجود ہیں اور یہ علماء سب کچھ جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود خاموش ہیں ان میں سے کوئی آواز نہیں اٹھاتا۔ادھر جہاں تبدیلی نہیں کی گئی وہاں آواز اٹھا رہے ہیں لیکن جہاں تبدیلی کی گئی ہے وہاں کوئی آواز نہیں اٹھاتا۔ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، ان کو کوئی غیرت نہیں آتی۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے۔

> ”ایک شخص نے خواجہ سے کہا (یہ خواب نہیں ہے امر واقعہ ہے ایک شخص نے حضرت خواجہؒ سے کہا) میں چاہتا ہوں کہ مرید ہو جاؤں۔کہا لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کہو۔اس نے ایسا ہی کیا۔خواجہ نے اسے مرید کرلیا۔“ (حسنات العارفین اردو ترجمہ صفحہ ۴۳ تصنیف شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری)

اب یہ کہنا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا اس میں ان کی بھی بڑی سخت گستاخی اور ہتک ہے ان پر بھی بڑا ظالمانہ الزام ہے۔یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے اہل اللہ بزرگ اور اپنے وقت کے مجدد ایسی باتیں کریں، لیکن جو لوگ انبیاء علیہم السلام کے خلاف بدزبانیاں کرتے ہیں اور جھوٹے افسانے گھڑ کر تہمتیں لگانے سے باز نہیں آتے وہ اپنے پیروں اور فقیروں کو ہدف ملامت بنائے بغیر کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

پس یہ وہ قوم ہے جس سے ہمیں واسطہ پڑا ہوا ہے۔ہمارا بھی عجیب حال ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے جس قوم کو ایسے علماء سے واسطہ پڑا ہو وہ تھوڑی جزا کی حقدار تو نہیں بنتی۔پس اس وقت یہ شرف صرف جماعت احمدیہ کو ہی حاصل ہے۔جو دن رات مولویوں سے زبردست مجاہدہ کرنے میں مصروف ہے اور ان کی جہالتوں کے پردے چاک کر کے دنیا کو روشنی کی طرف لانے کی زبردست کوشش کر رہی ہے۔میں سمجھتا ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ جماعت احمدیہ اس وقت اتنا بڑا مجاہدہ کر رہی ہے کہ اس کے مقابلہ میں عام انسانوں کے سینکڑوں سال کے مجاہدے

ہیچ ہیں۔اس لحاظ سے بھی جماعت احمدیہ کا مقام بڑی عظمت کا حامل ہے اسی لئے قرآن کریم اس کو واضح کرتا ہے اور بتا تا ہے کہ تمہارا غیروں سے میں کیسے مقابلہ کروں تم تو وہ لوگ ہو کہ جب قدم اٹھاتے ہوتو ان لوگوں کی غیظ کی نظریں تم پر پڑتی ہیں۔یہ ظلمتوں کی طرف لے جانے والے لوگ ہیں۔تم نور کی طرف بلانے والے لوگ ہو۔تم سے ان کا کیا مقابلہ! پس ہم ان لوگوں کے ہاتھوں دکھ تو بہت اٹھاتے ہیں مگر پھر بھی اپنے مقام کو یاد رکھتے ہوئے خدا کا شکرادا کرتے ہیں کہ کیسا عظیم الشان وہ مہدی تھا جس نے ظلمتوں کے سارے پردے چاک کر دیئے اور ہمیں اس نور کی طرف بلایا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور کلام الٰہی کا نور تھا۔آپ نے اس نور کو دوبارہ روشن کر کے سورج اور چاند سے بڑھ کر روشن کر کے دکھا دیا۔

”اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد و علی عبد ک
المسیح الموعود انک حمید مجید“

عددی اکثریت کا غیر شرعی فیصلہ اور احمدیت کی عظیم الشان فتح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ مئی ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۶﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ (الانعام: ۱۱۵-۱۱۸)

اور پھر فرمایا:

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا میں، اللہ کے سوا کسی اور کی طرف بطور حکم رجوع کر سکتا ہوں ۔یعنی کیا میں اس بات کو پسند کر سکتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ہو۔ حالانکہ یہ وہی خدا ہے جس نے ایک کھلی کھلی کتاب کو تمہارے لئے نازل فرمایا اور وہ لوگ جن کی خاطر یہ

کتاب اتاری گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب (یعنی محمدؐ کے رب) کی طرف سے حق کے ساتھ اتاری گئی ہے فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ پس اے مخاطب تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا اور انصاف کے لحاظ سے تیرے رب کا کلام درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے، کا مطلب ہے کہ اس پر بات ختم ہو گئی ہے لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور ان کلمات کو کوئی تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ کبھی تبدیل نہیں ہوں گے اور اللہ بہت دیکھنے والا ہے اور بہت جاننے والا ہے جہاں تک اکثریت کا تعلق ہے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اگر تو زمین میں اکثریت رکھنے والوں کی پیروی کرے گا تو یقیناً وہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے‘ وہ تو ظن کے سوا اور کسی بات کی پیروی نہیں کرتے،‘ تو ہمات کے پیرو کار ہیں اور محض اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے لوگ ہیں۔ ہاں اے رسولؐ! تیرا رب سب سے زیادہ جانتا ہے کہ کون اس کے رستے سے گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات میں بھی اور بہت سی دیگر آیات میں بھی یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ جہاں تک حق و باطل میں تمیز کا تعلق ہے اور سچ اور جھوٹ میں فیصلے کا تعلق ہے عددی اکثریت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ بسا اوقات عددی اکثریت غلطی پر ہوتی ہے۔ چنانچہ بیشتر اوقات یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر اکثریت کی پیروی کی جائے تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور محض عددی اکثریت کی بناء پر کسی چیز کو حق تسلیم کر لینا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ حق و باطل کی تمیز کے اور ذرائع ہیں مگر حکومت پاکستان کی طرف سے جو مزعومہ قرطاس ابیض شائع ہوا ہے۔ اس میں سب سے آخری بات جو بڑے فخر کے ساتھ پیش کی گئی ہے وہ یہی عددی اکثریت ہے جس کا ڈھول پیٹا گیا ہے اور تمام دنیا میں بڑے فخر کے ساتھ اس بات کو اچھالا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف تو ہماری عددی اکثریت تھی‘ عوام کی اکثریت تھی‘ قومی اسمبلی کی اکثریت تھی بلکہ اکثریت ہی نہیں جماعت کے خلاف اجماع ہو چکا تھا اور سو سال کا یہ مسئلہ جو اٹکا ہوا تھا قومی اسمبلی نے اسے بالاتفاق طے کر دیا اس لئے ان کے جھوٹے ہونے کے لئے اس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کسی بات پر علماء کا یا عوام کا متفق ہو جانا ہرگز وہ سواد اعظم نہیں کہلا سکتا جس

سواداعظم کا ذکر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ چنانچہ چوٹی کے علماء اور بزرگان سلف حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے لے کر آج تک کے علماء اس بارہ میں کھلم کھلا اس بات کا اظہار فرما چکے ہیں کہ جہاں تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے بیان فرمودہ سواداعظم کا تعلق ہے اس کا یہ معنی غلط ہے کہ اگر علماء یا عوام کی بھاری اکثریت ایک طرف ہو جائے تو وہ سواداعظم ہے اور یہ کہ جس بات کے حق میں وہ ہوں وہ درست ہوگی۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تو اکیلا ہے اور حق پر قائم ہے تو تو ہی پیروی کے لائق ہے۔ باقی سب اکثریت رد کرنے کے لائق ہے۔ حضرت امام رازی، حضرت امام ابن تیمیہ اور حضرت امام ابن قیم اور ایسے ہی کئی اور ربانی علماء ہیں جن کی کثرت ہے۔ وہ اس سوال کو یکے بعد دیگرے اٹھاتے چلے جاتے ہیں اور واضح کرتے چلے جاتے ہیں کہ حق کی پہچان میں عددی اکثریت کو کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ وہ کھل کر یہ لکھتے چلے جاتے ہیں کہ اگر ایک آدمی اکیلا ہے مگر وہ حق پر قائم ہے تو وہی سواداعظم کہلانے کا مستحق ہے۔ باقی کوئی سواداعظم نہیں ہے اس کے باوجود مخالفین کا یہ ڈھنڈورا پیٹنا کہ چونکہ ہمیں عددی اکثریت حاصل ہے اور جماعت احمدیہ ایک معمولی اقلیت ہے اس لئے ایک عظیم اجماع ہو گیا ہے جسے اسلامی سند حاصل ہے۔ یہ بات بالکل درست نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں چونکہ حوالے بہت زیادہ تھے وہ میں نے فی الحال چھوڑ دیئے ہیں۔ چند حوالے بعد میں آپ کے سامنے پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے میں احباب کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس قومی اسمبلی کی اکثریت پر یہ نازاں ہیں، جس قومی اسمبلی کے فیصلے کو شرعی سند کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اس قومی اسمبلی کے متعلق بھی ایک وائٹ پیپر (قرطاس ابیض) شائع ہو چکا ہے۔ جو موجودہ حکومت نے شائع کیا تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس قومی اسمبلی کی اکثریت کے متعلق ان کی رائے کیا ہے، وہ میں آپ کو سناتا ہوں یعنی جس قومی اسمبلی کی اتفاق رائے کو شریعت کی بنیاد قرار دیا جا رہا ہے اس کا اپنا کیا حال تھا۔ اس کے متعلق ان کے وائٹ پیپر میں ان کی داستان پڑھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ میں اس کو مضمون کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ پہلا حصہ بھٹو صاحب اور ان کے چیدہ چیدہ وزراء سے خاص ہے۔ اس حصہ میں نام بنام ان کے کردار ان کی اسلامی حیثیت، ان کے اخلاق اور ان کے اعمال کا تذکرہ چھیڑا گیا ہے، نہایت ہی بھیانک داستان ہے۔ جن کے سر اتنا عظیم

الشان سہرا باندھا جاتا تھا ان کی اپنی اسلامی حالت کو جس طرح اسی حکومت نے (جس نے ہمارے خلاف یہ رسالہ شائع کیا ہے) کھول کھول کر بیان کیا ہے وہ تو تفصیل کے ساتھ میں آپ کے سامنے پیش بھی نہیں کر سکتا۔ بعض ایسی باتیں ہیں کہ پڑھتے پڑھتے شرم آنے لگتی ہے۔ بعض کیا اکثر ایسی باتیں ہیں لیکن بہر حال چند نمونے مجھے مجبوراً پیش کرنے پڑیں گے۔

جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے جو نام بنام بیان کی گئیں ہیں۔ میں ان کی تفصیل بیان نہیں کرنا چاہتا کیونکہ بہت سے لوگ ان میں سے زندہ موجود ہیں اور ان کے متعلق اگر میں نام بنام ان باتوں کو شہرت دوں تو گویا میں خود بھی صاد کرنے والا بن جاؤں گا۔ مجھے اصولی طور پر اس طریق سے اختلاف ہے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں کوئی بھی حکومت اپنے شہریوں کی کسی بھی پہلو سے کردار کشی کرے۔ اگر ان لوگوں میں یعنی موجودہ حکومت میں شرافت ہوتی، انسانیت ہوتی تو ان کا کام یہ تھا کہ ان کے نزدیک جو لوگ مجرم تھے ان کے خلاف کھلی عدالتوں میں عدالتی چارہ جوئی کرتے‘ ان پر مقدمے چلتے اور پھر عدالت کے جو فیصلے ہوتے وہ دنیا کے سامنے پیش کئے جا سکتے تھے اگرچہ بعض اوقات دباؤ کے تحت کئے گئے عدالتی فیصلے بھی اپنی حیثیت کھو دیا کرتے ہیں لیکن بہر حال یہ ایک شکل تھی جو مہذب دنیا کو کسی نہ کسی رنگ میں قابل قبول ہو سکتی تھی۔ مگر حکومت پر قابض لوگ اپنے شہریوں پر مقدمہ چلانے کی بجائے ان کی کردار کشی شروع کر دیں‘ ان کے متعلق نہایت گندے الزامات لگانے شروع کر دیں اس بات کا میں تو قائل نہیں ہوں اس لئے نام بنام دی گئی تفصیل کو میں نہیں پڑھ سکتا لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وائٹ پیپر کے اس حصہ میں بھٹو صاحب کے علاوہ مولوی کوثر نیازی صاحب (سابق وزیر حج۔ ویلفیئر فنڈ۔ اوقاف فنڈ اور مذہبی امور) سرفہرست ہیں پھر ممتاز بھٹو صاحب ہیں جو بھٹو صاحب کے چچا زاد بھائی ہیں اور وہ بھی زندہ موجود ہیں پھر غلام مصطفیٰ کھر ہیں یہ بھی اس فہرست میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، پھر صادق حسین صاحب قریشی کا نام بھی خاص طور پر نمایاں پیش کیا گیا ہے پھر نصر اللہ خان خٹک صاحب ہیں، پھر عبد الوحید صاحب کٹپر ہیں‘ پھر جام صادق علی صاحب ہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے نام لکھ کر ان کے متعلق نہایت گندے اور بھیانک الزامات لگائے گئے ہیں حالانکہ جائز طریق یہ ہے کہ جب تم حکومت پر قابض ہو جاؤ تو تمہارا حق ہے کہ تم مقدمے کرو، عدالت میں جاؤ اور پھر عدالت کے فیصلوں کے مطابق کارروائی کرو۔ الزام تراشیاں تو

ان لوگوں کا کام ہے جن کے پاس طاقت نہیں ہوتی ، جو حکومت پر قابض نہیں ہوتے بے اختیار ہوتے ہیں وہ الزام لگا کر اور طعنے دے کر دل کے غصے نکالتے ہیں۔ حکومتوں کے یہ کام نہیں ہوتے اس لئے موجودہ حکومت کو وقار کے ساتھ باقاعدہ عدالتوں میں جانا چاہئے تھا اور پھر عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کروانا چاہئے تھا مگر بہر حال جہاں تک اس حکومت کا تعلق ہے یہ کامل طور پر یقین رکھتی ہے کہ ۷۴ء کی قومی اسمبلی میں نہایت گندے اور بھیانک کردار کے لوگ تھے اور ان کو اسلام کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔

جہاں تک پیپلز پارٹی کا تعلق ہے جو قومی اسمبلی میں بھی بھاری اکثریت رکھتی تھی۔ اس کے مرکزی وزراء، صوبائی وزراء، قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کے نام لئے بغیر جو خاکے کھینچے گئے ہیں۔ وہ ذرا سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ نام کسی کا نہیں لیا گیا اس لئے میں اس بارہ میں زیادہ جھجک محسوس نہیں کرتا کہ آپ کو سنا دوں اگر چہ الزامات ایسے ہیں کہ اسلامی شریعت کے مطابق ان الزامات لگانے والوں اور ان کی تشہیر کرنے والوں کو کم سے کم اسی کوڑوں کی سزا ملنی چاہئے کیونکہ اگر موجودہ حکومت اسلامی شریعت کی حمایت کا دعویٰ کرتی رہی ہے تو اسے اسلامی قوانین دوسروں پر نافذ کرنے سے پہلے خود پر نافذ کرنا چاہئے تھا۔ اگر کسی شخص کے متعلق اسلامی حکومت میں وہ الزامات عائد کئے جائیں جن کا ذکر وائٹ پیپر میں ملتا ہے تو جب تک باقاعدہ عدالت میں چار گواہوں کے ساتھ معاملہ پیش کر کے الزام واضح طور پر ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک اسلامی حکومت کے تابع الزام لگانے والوں کو اسّی اسّی کوڑوں کی سزا ملنی چاہئے لیکن بہر حال حکومت کے نزدیک پیپلز پارٹی کے اراکین کی مذہبی حیثیت یہ ہے، لکھتے ہیں:

> ”شراب اور شباب کے رسیا اور ان اطلاعات کے مطابق (ایک نہایت گندہ لفظ ہے) اس کی لعنت میں بھی مبتلا ہیں۔ وفد کے ساتھ واپس آتے ہوئے ایئر ہوسٹس سے وسکی کی دو بوتلیں طلب کیں اور جب ایئر ہوسٹس نے بوتلیں فراہم کر دیں تو اس نے ایئر ہوسٹس پر دست درازی کی کوشش کی لیکن انہیں جھڑک دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ“

(قرطاس ابیض۔ بھٹو کا دور حکومت جلد سوم صفحہ ۱۸۲)

یہ ہے اس قومی اسمبلی کے بڑے بڑے چوٹی کے راہنماؤں کا حال جنہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف غیر مسلم کا فتویٰ دیا ہے اور جس فتویٰ کو یہ لوگ فخر کے ساتھ آج دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پھر ایک اور صاحب.........کے متعلق بتاتے ہیں کہ مبینہ طور پر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد دولت حاصل کی ہے، ان کا خاص معتمد ایک خطرناک سمگلر ہے۔

(قرطاس ابیض۔ بھٹو کا دور حکومت جلد سوم صفحہ ۱۸۳)

پھر ایک اور صاحب.......کے متعلق کہا گیا ہے کہ اپنی نوجوانی کے دور سے ہی آزادانہ جنسی تعلقات ان کے کردار کے آئینہ دار ہیں۔ وہ جنسی کج روی کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ بڑی بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ شادیاں کرتے اور بیویوں کو طلاق دیتے ہیں اور انہیں بازار حسن کی زینت بننے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

اندازہ کریں ایک حکومت کی طرف سے ایک وائٹ پیپر شائع ہو رہا ہے جس میں اپنے ملک کے شہریوں کی کردار کشی میں اس قدر دریدہ دہنی سے کام لیا گیا ہے جو نہایت افسوسناک اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے۔ مطلقہ بیویوں کے متعلق یہ کہنا کہ ان کو بازار حسن کی زینت بنانے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں پاکستان کی خواتین کے حق میں یہ الفاظ دراصل انتہائی گندے اور بھیانک الزامات ہیں اور اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو یقیناً اس کے ذمہ دار افراد کو اسی اسی (۸۰،۸۰) کوڑوں کی سزا ملنی چاہئے لیکن قطع نظر اس کے کہ حقیقتیں کیا ہیں جب تک انہیں ان باتوں پر یقین نہ ہوتا اس وقت تک یہ بے وجہ لکھ نہیں سکتے تھے۔ یہ لوگ خود جو باتیں مانتے ہیں یا کئی باتیں ان کے علم میں آتی ہیں ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس اسمبلی کے ممبروں پر تم لوگ آج فخر کر رہے ہو کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا اور سو سالہ مسئلہ حل کیا اس کی اپنی اسلامی حیثیت تمہارے نزدیک کیا تھی۔

یہی نہیں مزید لکھا ہے کہ یہ لوگ قاتل بھی ہیں اور قاتلوں کی حمایت کرنے والے بھی۔ ایک صاحب.........تو قتل کرنے والوں کو ہر طرح کی مدد دیتے ان کے معاملات کو رفع دفع کرواتے ہیں۔ پھر ان کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ پستول اور دیگر اسلحہ جات کے لائسنس ناجائز طور پر جاری

کروانے والے، اپنی عدالتیں لگا کر غریبوں کے مال لوٹنے والے، بیواؤں اور یتیموں کا مال کھا جانے والے، صنعت کاروں سے بھاری رقوم جمع کر کے اور اسی طرح ٹھیکیداروں سے بھاری رقوم وصول کر کے ان کے کام کروانے والے، شرابی، مجرمانہ ذہنیت کے حامل، رسہ گیر اور بحری قزاق ہیں۔ یہ وہ سارے لوگ ہیں جن کا ذکر خلاصتہً میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور یہ پیپلز پارٹی کی اکثریت کی تصویر ہے جو قرطاس ابیض میں کھینچی گئی ہے۔

اور جہاں تک اپوزیشن کے ممبران کا تعلق ہے خیال ہو سکتا ہے کہ وہ بچ گئے ہوں گے لیکن موجودہ حکومت کا خیال یہ ہے کہ اپوزیشن کے ممبر بھی اسی طرح گندے تھے جس طرح پیپلز پارٹی کے ممبر گندے تھے۔ چنانچہ اس وائٹ پیپر میں جس کا ذکر ہو رہا ہے اپوزیشن کے کردار کے چند نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں اور بتایا ہے کہ اپوزیشن کس قسم کی تھی۔ لکھا ہے کہ:

”شیخی اور لاف زنی کا رسیا خود کو پاکستان میں وزیر اعظم کی ٹکر کا واحد لیڈر سمجھتا ہے، انتہائی بے اصول اور بے ضمیر شخص ہے۔ بدقسمتی سے ہماری عوامی زندگی میں لائق فائق لوگوں کی قلت کی وجہ سے وہ قومی سطح پر اپنی اہلیت سے زیادہ اہمیت حاصل کر گیا ہے۔“

(قرطاس ابیض۔ بھٹو کا دور حکومت جلد سوم صفحہ ۱۸۴)

یعنی اکثریت کا وہ حال ہے اور اقلیت کا یہ حال ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس قدر قحط الرجال ہے کہ اکثریت تو گندی تھی ہی اقلیت میں بھی شرفاء نظر نہیں آرہے تھے اور چونکہ قحط الرجال ہے شرفاء کی قلت ہے اس لئے اس قسم کے گندے اور اوباش لوگ قومی زندگی پر ابھر آئے۔ ایک اور نمونہ پیش کر کے لکھا ہے:

”اس کی باغیانہ اور ہیجانی طبیعت کے لئے کسی کی طرف سے تحکم اور اختیار آفرینی تازیانہ ثابت ہوتی ہے اور خطرہ کا نشان بن جاتی ہے۔ بدکاری اور ناجائز تعلقات کے الزامات میں ملوث ہے۔“

ایک اور اپوزیشن کے ممبر کا حال لکھتے ہیں:

”مالی لحاظ سے کمزور، لالچی، شیخی خوردہ، سستی شہرت کی طرف راغب

(آگے مبینہ طور پر ڈیش ڈال کر گویا کہ فلاں شخص ہے) فلاں معین شخصیت کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرر کھے ہیں۔''

(قرطاس ابیض۔بھٹو کا دور حکومت جلد سوم صفحہ ۱۸۵)

حیرت ہوتی ہے یہ سوچ کر یہ کسی عام مولوی کی زبان نہیں ہے عام مولوی تو اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں، یہ حکومت کے نمائندوں کی زبان ہے۔حکومت کی طرف سے اس کی مہر کے ساتھ شائع شدہ وائٹ پیپر ہے اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان کے وائٹ پیپر کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ان کے اپنے اخلاق کیا ہیں، ان کے ناپنے کے پیمانے کیا ہیں۔شریعت کو کیا سمجھتے ہیں اور شریعت سے کس قسم کے گندے کھیل کھیلتے ہیں۔حیرت ہے کہ ایک طرف جن لوگوں کو گندے اور بدکردار سمجھتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ ساری دنیا میں فیصلے پر فخر کر رہے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ نے سوسالہ مسئلہ حل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ کہ انہوں نے شریعت کا ایک عظیم الشان معرکہ مارا ہے جو بڑے بڑے علماء سے حل نہیں ہوسکا تھا۔

اپوزیشن کے ایک اور ممبر کے متعلق لکھتے ہیں کہ خیال ہے اس نے معمولی باتوں پر بہت سے قتل کئے ہیں۔پھر لکھا ہے معتمدوں کے ذریعہ پرمٹ حاصل کرنے والے،ایجنسیاں دلوانے والے،سمگلنگ کرنے اور کروانے والے، کسٹم حکام کے ساتھ ملوث (ان کسٹم حکام کے خلاف پھر کوئی کارروائی بھی نہیں کی گئی) مبینہ طور پر عورتوں کے رسیا ہیں۔اس قدر کثرت کے ساتھ یہ گندے الزامات لگائے گئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے آخر ملک کی قومی اسمبلی تمام ملک کی نمائندہ ہوتی ہے۔اگر اس کا یہ حال ہو، اسے ساری دنیا میں مشتہر کیا جارہا ہو تو اس ملک کا باقی کیا رہ جاتا ہے پس یہ اس موجودہ حکومت کا کردار ہے جو بڑے فخر کے ساتھ آج ان لوگوں کے فیصلے کو دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے اور بھول گئی ہے کہ کل ہم نے ان کے بارے میں ایک White Paper شائع کیا تھا۔

اسی پر بس نہیں کی اس قومی اسمبلی کے ممبران کے متعلق یہ بھی لکھا کہ ان میں سے بعض غیر ملکی طاقتوں سے روابط رکھنے والے' تخریبی سرگرمیوں میں ملوث' ملک کے خلاف سازشیں کرنے والے اور موقع پرست لوگ ہیں اور فلاں فلاں شرابی ہے۔یہ ہے حال ان کی قومی جمعیت کا اور ان کی اکثریت کا جس میں حکومت کے لوگ بھی اس رنگ میں رنگین تھے جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے اور

اپوزیشن کے لوگ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے گویا یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے اور اس تھیلی کا نام انہوں نے اجماع رکھ دیا ہے۔ کہتے ہیں امت مسلمہ کا عظیم الشان اجماع ہوا جس کا نام سواد اعظم رکھ دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔ یہ سب کچھ درست تھا یا غلط تھا۔ یہ سوال ہے کہ جن کے متعلق تم یہ الزام لگا چکے ہو ان کے فیصلے کو اجماع کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ان کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے حیا آنی چاہئے تھی، غیرت آنی چاہئے تھی۔ انہوں نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سبق سیکھا ہوتا مگر ان لوگوں نے تو اخلاق اور غیرت کے سبق کبھی پڑھے ہی نہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ اشرفیوں کی صورت میں بھاری رقم ایک تھیلی میں لے جا رہے تھے، کشتی میں سوار ہوئے تو کسی شخص کو پہلے سے پتہ چل گیا کہ ان کے پاس اتنی اشرفیاں ہیں، وہ سراغ لگاتا ہوا پیچھا کر رہا تھا جب وہ کشتی میں بیٹھے تو اس نے اچانک بیچ میں پہنچ کر شور مچا دیا کہ میری تو اشرفیوں کی تھیلی چوری ہو گئی ہے اور اس میں اتنی اشرفیاں موجود ہیں۔ خیر جو بھی کشتی کا سردار تھا اس نے حکم دیا کہ سب کی تلاشی لی جائے۔ تلاشی ہوئی تو کسی کے پاس سے بھی اشرفیوں کی ایسی تھیلی نہ نکلی۔ حضرت امام بخاریؒ کے پاس بھی نہ تھی۔ وہ شخص یقین رکھتا تھا کہ ان کے پاس تھیلی تھی اسی لئے اس نے بڑے تعجب سے بعد میں علیحدہ ہو کر کہا کہ تھا تو یہ جھوٹا الزام مجھے پتہ ہے لیکن مجھے یہ تو بتا دیں وہ تھیلی گئی کہاں۔ حضرت امام بخاری نے فرمایا میں نے تو وہ دریا میں غرق کر دی تھی۔ کیوں غرق کر دی تھی؟ اس لئے غرق کر دی تھی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اقوال کا محافظ ہوں، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ میری ذات پر ایک دفعہ الزام لگ جائے کہ اس نے خود بددیانتی کی، اتنے عظیم آقا اور اتنے عظیم امین کے اقوال کا محافظ ہو اور داغدار ہو جائے۔ میں تو ہرگز یہ پسند نہیں کرتا، اشرفیوں کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے۔

یہ ہیں وہ لوگ جو سچے عشاق تھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اسلام کے، انہوں نے ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کی اور وہ ساری کمائی جو پتہ نہیں کتنے وقت کی کمائی تھی اور کتنی محنت سے کمائی تھی اپنے ہاتھ سے ڈبو دی مگر آنحضرت ﷺ کے نام اور آپؐ کی حدیثوں پر حرف نہیں آنے دیا اور اس بات کا موقع نہ دیا کہ کوئی شخص آنحضورؐ کے غلام کے کردار پر انگلی اٹھا سکے۔

مگر پاکستان کی موجودہ حکومت کا حال دیکھیں کہ اتنے گندے اور بھیانک الزام بڑے یقین کے ساتھ شائع کر کے ساری دنیا میں مشتہر کروا رہی ہے یہ بتانے کے لئے کہ یہ قومی اسمبلی تھی جس کے چہرے اس قدر سیاہ تھے اور اتنے گندے تھے کہ دنیا کی دوسری اسمبلیوں میں اگر اس سے سواں حصہ الزام لگ جائے تو وہ لوگ مستعفی ہو جایا کرتے ہیں۔ واٹر گیٹ کا قصہ پاکستانی اسمبلی کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا مگر پھر بھی ساری دنیا میں شور پڑ گیا کہ حکومت میں رہتے ہوئے فلاں شخص کی جاسوسی کروائی ہے اور اس پر امریکہ کی حکومت میں انقلاب آ گیا۔ اب دیکھیں کہ وہ ایک دنیاوی حکومت ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں مذہبی حکومت نہیں کہلاتی لیکن اخلاق کا یہ معیار ہے اور یہاں اسلامی حکومت کے معیار اخلاق کا حال دیکھ لیجئے ایک طرف لوگوں کو یہ بتاتے ہوئے تھکتے نہیں کہ ۷۴ء کی قومی اسمبلی انتہائی بدکردار اور بے حیا لوگوں پر مشتمل تھی۔ وہ اس قسم کے لوگ تھے یا نہیں یہ اللہ جانتا ہے مگر یہ حکومت بتاتی ہے کہ وہ بڑے گندے اور بے حیا لوگ تھے۔ دوسری طرف یہی حکومت ان پر فخر کر رہی ہے کہ **نعوذ باللہ من ذلک** یہ لوگ غلامان محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ ان لوگوں کو آنحضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے تمہیں کوئی شرم و حیا محسوس نہیں ہوتی کجا یہ کہ ان کے فیصلوں کو شرعی حیثیت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے پھرتے ہو۔ ہاں اگر تم یہ کہتے کہ ہم جھوٹے ہیں، ہم بدکردار ہیں، ہم نے جھوٹے الزام لگائے ہیں اور ہم ہر سزا کے مستحق ہیں اور یہ نیک اور بزرگ لوگ ہیں پھر جو چاہو پیش کرو مگر اس کے باوجود ان کے فیصلے کی شرعی حیثیت کیا ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اگر یہ لوگ نیک ہوتے تب بھی ان کے فیصلہ کی شرعاً کوئی بھی حیثیت نہ تھی کیونکہ مذاہب میں اس قسم کی باتوں پر فیصلے نہیں ہوا کرتے۔

۷۴ء کی قومی اسمبلی نے جو کچھ کیا وہ تو احمدیت کی سچائی کا اتنا عظیم الشان نشان ہے کہ اس زمانے میں اتنا عظیم الشان نشان شاذ کے طور پر آپ کو نظر آئے گا لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا پہلے میں نام نہاد اکثریت کے بارہ میں بعض علماء کی آراء کے چند نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں پھر میں دوسری بات کی طرف آؤں گا۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کہتے ہیں۔

> ”ہم نام نہاد اکثریت کی تابعداری نہیں کریں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے۔“ (سوانح حیات بخاری از حبیب الرحمٰن خان کابلی صفحہ ۱۱۶)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو آج کل کے دیو بندیوں کے بہت بڑے بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ان کے متعلق ماہنامہ ’’ البلاغ ‘‘ کراچی بابت ماہ جولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۵۹ پر لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

> ’’آج کل جمہوریت کو شخصیت پر ترجیح دی جارہی ہے۔(۷۴ء کا یہ جمہوری فیصلہ ہی تھا نا جس کو اچھالا جارہا ہے)اور کہتے ہیں کہ جس طرف کثرت ہو وہ سواد اعظم ہے۔اسی زمانہ میں میرے ایک دوست نے اس کے متعلق ایک عجیب اور لطیف بات بیان کی تھی ۔(اور واقعۃً وہ بات اتنی لطیف ہے کہ اگر کسی مولوی صاحب کے ذہن میں آجاتی تو بڑا تعجب ہوتا ان کے ایک دوست کو سمجھ آئی ہے لیکن ان مولوی صاحب میں یہ سعادت تھی کہ ان کی سچی بات کو انہوں نے پسند کیا اور پھر اس کو اپنا کر آگے پیش کیا۔بات واقعی بہت لطیف ہے کہتے ہیں کہ جو میرے دوست نے عجیب بات بیان کی وہ یہ تھی کہ)اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جائیں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کے سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے۔‘‘

یعنی آنحضرت ﷺ نے جس سواد اعظم کا ذکر فرمایا ہے۔اگر اس کے لفظی معنی مان لئے جائیں کہ سواد اعظم سے مراد اکثریت ہی ہے تو کہتے ہیں کہ میرے دوست نے بتایا کہ اس سے مراد پھر بھی یہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ کا سواد اعظم یا ہر زمانہ کی اکثریت بلکہ خیر القرون مراد ہے یعنی وہ زمانہ جو آنحضرت ﷺ کے اپنے ارشادات کے مطابق نیکی کا زمانہ تھا‘ سچائی کا زمانہ تھا‘ روشنی کا زمانہ تھا جس کو حضورؐ نے خود خیر القرون قرار دیا۔یعنی آپ کا زمانہ۔پھر آپؐ کے بعد آنے والوں کی نسل پھر اس سے اگلے آنے والوں کی نسل۔یہ تین زمانے ہیں جو روشنی کے زمانے ہیں اور خیر القرون کہلاتے ہیں۔اس کے بعد اندھیرا پھیلنا شروع ہو جائے گا۔یہ حوالہ آگے چلتا ہے لکھا ہے:

> ’’جو غلبہ خیر کا وقت تھا ان لوگوں میں سے جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ **ثم یفشو الکذب** کا زمانہ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ خیر القرون کے بعد شر میں کثرت ہوگی۔‘‘

یعنی خیر القرون سے وہ زمانہ مراد نہیں جو آنحضرت ﷺ کے اپنے الفاظ کے مطابق جھوٹ کی اشاعت کا زمانہ ہے۔ بڑی عمدہ اور پختہ بات ہے اس کے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ سواد اعظم کے متعلق خود حضور اکرمؐ نے فرمایا لیکن ساتھ یہ بھی تو فرمادیا کہ خیر القرون تین زمانے ہیں یا تین نسلوں کا نام ہے۔ اس کے بعد کذب کی اشاعت شروع ہو جائے گی اور اندھیرا پھیل جائے گا۔ اس زمانہ کو حضور اکرمؐ نے خیر القرون نہیں فرمایا۔ اس لئے جو زمانہ خیر القرون نہیں ہے بلکہ جھوٹ کی کثرت کا زمانہ ہے۔ اس کو سواد اعظم کہہ دینا اور اس سے شرعی استنباط کرنا بالکل بے بنیاد بات ہے پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"مجھے تو یہ بات بہت پسند آئی۔ واقعی کام کی بات ہے۔"

یہ ہے تو کام کی بات لیکن ہمارے کام کی بات ہے۔ آپ کے کام کی بات نہیں ہے اور وہ جو زمانہ ہے جس کو حضور اکرم ﷺ اشاعت کذب کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی سن لیجئے کہ اس زمانہ کی اکثریت کے کیا حالات ہوں گے۔

"عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی امتی ماتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علا نیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ و تفترق امتی علی ثلا ث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحد ۃ قالوا و من ھی یا ر سول اللہ قال ماانا علیہ واصحابی." (ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ حدیث نمبر: ۲۵۶۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی وہ حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے جن میں ایسی مطابقت ہوگی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسرے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہوا تو میری امت میں بھی کوئی ایسا بدبخت نکل آئے گا۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقے کے سوا

باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کون سا ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہو گا یا جس کے حالات میرے اور میرے صحابہ جیسے ہوں گے۔ یہ دونوں معنے ہیں یعنی جس حال پر تم مجھے اور میرے صحابہ کو پاتے ہو ان خیالات اور عقائد پر اگر کسی فرقے کو پاؤ گے تو وہ میرے والا فرقہ ہے اور وہی ناجی فرقہ ہے۔

یہ حدیث ایک بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے خصوصاً اس ٹولے کے لئے جو آجکل پاکستان پر مسلط کیا جارہا ہے جسے وہابی اہلحدیث ٹولہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس ٹولہ کے بانی حضرت امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے موحد بزرگ گزرے ہیں مسلمانان حجاز کی بھاری اکثریت ان کو بارھویں صدی کا مجدد تسلیم کرتی ہے وہ حدیث نبویؐ **ستفترق هذه الامة على ثلاث و سبعين فرقة كلها فى النار الا واحدة** کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے درج کر کے فرماتے ہیں:

”**فهذه المسئلة اجل المسائل**“ کہ یہ مسئلہ اجل مسائل میں سے ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں:

فمن فهمها فهو الفقيه و من عمل بها فهو المسلم

(مختصر سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۳،۱۴ از امام محمد بن عبدالوہاب)

یعنی تہترّ فرقوں میں سے بہترّ (72) کے ناری اور ایک جنتی ہونے کا مسئلہ ایک عظیم الشان مسئلہ ہے جو اسے سمجھتا ہے وہی فقیہ ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے یعنی بہتر فرقوں کو عملاً ناری اور ایک کو جنتی قرار دیتا ہے صرف اور صرف وہی مسلمان ہے۔ یعنی امام محمد بن عبدالوہاب نے مسلمان کی تعریف یہاں پہنچ کر یہ کر دی کہ یہ حدیث اتنی اہم ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس میں جو مسئلہ پیش فرمایا ہے وہ اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ جو شخص اس کو تسلیم کرتا ہے اس پر عمل کرتا ہے اور یہ مانتا ہے کہ ہاں جب امت مسلمہ فرقوں میں بٹ جائے گی تو بہترّ ناری ہوں گے اور ایک جنتی ہو گا اور یہ وہی ہے جو مسلمان ہے دوسرا مسلمان ہی کوئی نہیں۔

شارح مشکوٰۃ اور فقہ حنفی کے مسلمہ عالم حضرت امام ملا علی قاریؒ تہتر فرقوں والی حدیث نبویؐ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

''پس یہ بہتر فرقے سب کے سب آگ میں ہوں گے اور ناجی فرقہ وہ ہے جو روشن سنت محمدیہ اور پاکیزہ طریقہ احمدیہ پر قائم ہے''

ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

فتلک اثنان و سبعون فرقة کلھم فی النار والفرقة النا جیة ھم اھل السنة البیضاء المحمد یة و الطر یقة النقیة الا حمد یة .

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد اول از ملا علی قاریؒ صفحہ ۲۰۴)

کتنے عظیم الشان بزرگ تھے اور کیسے تعلق باللہ والے لوگ تھے ایک پیشگوئی پر ایک اور پیشگوئی کر رہے ہیں اور خوب کھول کر بتا رہے ہیں کہ وہ محمدیہ فرقہ احمدیہ فرقہ کے ایسے رستہ پر ہوگا جو کہیں اور تمہیں نظر نہیں آئے گا۔

اس حدیث کو مسلمانوں کے ہر گروہ نے تسلیم کیا اور وہ اسے اپنے اوپر چسپاں کرتے رہے۔شیعہ کہتے تھے کہ وہ ایک فرقہ ہم ہیں اور باقی سارے فرقے بہتّر میں شامل ہیں جب کہ سنّی یہ کہہ رہے تھے کہ ہم وہ ہیں جو ایک فرقہ ہے۔ پھر ان میں سے بھی ہر فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ ناجی ہے اور دوسرے ناری ہیں ۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد بہتّر فرقوں والی حدیث کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ وہ اختلافات جو ان کے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان پائے جاتے ہیں وہ انہیں باقی فرقوں سے بالکل جُدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

''شیعہ حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل بعد پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے جانتے ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد سے گیارہ فرزند امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام تک یکے بعد دیگرے خلیفۃ الرسول اور امام برحق مانتے ہیں ۔لیکن باقی بہتر فرقے پہلا خلیفہ ابوبکرؓ دوسرا عمرؓ تیسرا عثمانؓ چوتھا علی علیہ السلام کو جانتے ہیں۔''

اسی قسم کی اور بھی علامتیں بیان کرنے کے بعد آخر پر لکھتے ہیں۔

''خلاصہ : تمام اصول اور فروع میں یہی ایک شیعہ فرقہ بہتر فرقوں سے علیحدہ ہے جس کا جوڑ کسی صورت میں ان کے ساتھ نہیں ہوسکتا کیونکہ بڑے

بڑے مسائل اصول وفروع میں ان کا سخت اختلاف ہے اس لئے تمام اسلامی فرقے شیعہ کو مخالف سمجھتے ہیں لیکن حدیث مذکورہ کے مطابق یہی ایک فرقہ باقی فرقوں سے بالکل جدا ہونے کی وجہ سے ناجی اور بہشتی ہے۔''

(فتاوی حائری حصہ دوم صفحہ ۵۔۶)

اب بتائیے کل تو یہ بحث ہو رہی تھی کہ بہتّر کون ہیں اور ایک کون ہے اور کل تک یہ لوگ تسلیم کر رہے تھے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے بہر حال سچ فرمایا ہے۔ صرف جھگڑا یہ کریں گے کہ ہم وہ ایک ناجی فرقہ ہیں یا باقیوں میں سے وہ ایک فرقہ ہے یعنی جھگڑا یہ تھا کہ بہتّر (۷۲) کون ہیں اور ایک تہتّر واں (۷۳) فرقہ کون ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی کا ایک مشہور آرگن ''ترجمان القرآن'' ہے وہ بھی اس حدیث کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر بحث اٹھاتے ہوئے لکھتا ہے۔

''اسلام میں نہ اکثریت کا کسی بات پر متفق ہونا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے نہ اکثریت کا نام سواد اعظم ہے۔ (بڑی کھل کر بات کی ہے) نہ ہر بھیڑ جماعت کے حکم میں داخل ہے اور نہ کسی مقام کے مولویوں کی کسی جماعت کا کسی رائے کو اختیار کر لینا اجماع ہے.... اس مطلب کی تائید اس حدیث نبوی ؐ سے ہوتی ہے جو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے (آگے وہی حدیث درج کی ہے کہ) بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جو سب کے سب جہنم میں پڑ جائیں گے بجز ایک کے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون لوگ ہوں گے یا رسول اللہ ؐ؟ آپ نے فرمایا وہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔''

اس کے بعد ''ترجمان القرآن'' لکھتا ہے۔

''یہ گروہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا بلکہ اس امت کے تہتر فرقوں میں سے ایک ہوگا اور اس معمور دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی جیسا کہ فرمایا ''**بدء الاسلام غریبا و سیعود غریبا کمابدء فطوبی للغرباءِ.**''

ایک فرقہ ہمارا رہ گیا ہے جس کو آج یہ حیثیت حاصل ہے اجنبی اور بیگانہ ہونے کی مگر اللہ کی شان دیکھیں کس طرح ان کے منہ سے حق کہلوا دیا اور ان لعنتیں ڈالنے والوں کی طرف سے خدا نے آپ کو دعائیں دلوا دیں۔ خدا کی تقدیر نے زبردستی ان کے منہ سے آپ کو رحمتیں دلوا دیں۔ ان کو تسلیم کرنا پڑا اور حدیث نبویؐ یاد آئی تو یہ لوگ حق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پس جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اسلام غربت سے شروع ہوا تھا پھر غریب ہو جائے گا جیسا کہ پہلے غریب تھا **فطوبیٰ للغرباء** پس خوشخبریاں اور مبارکیں ہوں ان غرباء کو جو آخری زمانہ میں اسلام کی خاطر غریب الوطن ہو جائیں گے اور غریب کہلائیں گے۔ اسی حوالے میں ترجمان القرآن آخر میں لکھتا ہے:

> ’’پس جو جماعت محض اپنی کثرت تعداد کی بناء پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے........ اس کے لئے تو اس حدیث میں امید کی کوئی کرن نہیں کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں ایک تو یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے طریق پر ہو گی دوسری یہ کہ نہایت اقلیت میں ہو گی۔‘‘

(ترجمان القرآن جنوری، فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۷۵۔۱۷۶ مرتبہ سید ابوالاعلیٰ مودودی)

اب اس بات کو اچھی طرح ملحوظ رکھ لیں کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جب امت مسلمہ بہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک تہترویں جماعت پیدا ہو گی اور وہ حق پر ہو گی تو بہتر فرقے لازماً جھوٹے ہوں گے۔ کیونکہ سچے ناری نہیں کہلا سکتے۔ ایک ہی جماعت سچی ہے اور اسے جماعت قرار دیا ہے۔ کل تک جماعت احمدیہ کے تمام مخالفین خواہ سنی تھے خواہ شیعہ تھے اس حدیث کی صحت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ وہابیہ فرقہ کے امام تو کہتے ہیں کہ مسلمان وہی ہے جو اس حدیث کو سچا مانتا ہے جو نہیں مانتا وہ مسلمان ہی نہیں۔ پس شیعہ کیا اور سنی کیا، وہابی کیا اور بریلوی کیا یہ تمام لوگ اس حدیث پر متفق ہیں اور تسلیم کرتے چلے آرہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ مگر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان پر جو قیامت ٹوٹی وہ یہ تھی کہ اس دن ان سب نے جماعت احمدیہ کی تکذیب کے شوق میں **نعوذ باللہ من ذلک** حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب سے دریغ نہیں کیا اور بڑی جرأت اور بے حیائی کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ یہ حدیث معاذ اللہ جھوٹی تھی، ہمارے بزرگ جھوٹے

تھے جو اس حدیث کو سچا تسلیم کر گئے۔ گویا ۷۴ء کی اسمبلی کو اکثریت کے زعم میں مسئلہ یوں سمجھ آیا کہ بہتّر سچے ہیں۔ اور ایک جھوٹا ہے، بہتّر جنتی ہیں اور ایک ناری ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کا فخر سے اعلان کیا گیا اور کیا جاتا رہا اور یہی مسئلہ ہے جس کو موجودہ حکومت کی طرف سے بھی مزعومہ قرطاس ابیض میں اچھالا جا رہا ہے۔ غرض یہ ایک بہت بڑی جسارت اور بغاوت تھی جس کا ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے ارتکاب کیا حالانکہ جماعت احمدیہ کے اس وقت کے امام کی طرف سے قومی اسمبلی کے سامنے بار بار اور کھلے لفظوں میں تنبیہ کی گئی تھی کہ تم شوق سے ہمارے دشمن بن جاؤ جو کچھ چاہو ہمیں کہتے رہو لیکن خدا کے لئے اسلامی مملکت پاکستان میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے خلاف تو علم بغاوت بلند کرنے کی جسارت نہ کرو۔ کل تک تم یہ مانتے چلے آرہے تھے کہ اگر بہتّر اور ایک کا جھگڑا چلا تو بہتّر ضرور جھوٹے ہوں گے اور ایک تہتّر واں ضرور سچا ہوگا اس لئے کہ **اَصْدَقُ الصَّادِقِین**ؐ کی پیشگوئی ہے کہ بہتّر جھوٹے ہوں گے یعنی اکثریت جھوٹی ہوگی اور ایک فرقہ سچا ہوگا مگر آج جماعت احمدیہ کو جھوٹا بنانے کے شوق میں تم یہ اعلان کر رہے ہو کہ بہتّر سچے ہیں اور صرف ایک جھوٹا ہے۔ اس کا تو گویا یہ مطلب بنتا ہے کہ معرفت کا جو نکتہ ان کو سمجھ میں آ گیا ہے وہ **نعوذ باللہ من ذٰلک**، حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ یہ دراصل اعلان بغاوت تھا جو آنحضرت ﷺ کے خلاف کیا گیا۔ ایسے لوگ اسلام میں رہ ہی نہیں سکتے اور کوئی جرم تھا یا نہیں مگر جس دن حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے واضح ارشاد کے خلاف کھلی کھلی بغاوت کا ارتکاب کیا گیا اس دن ضرور یہ غیر مسلم بن گئے تھے کیونکہ آنحضورؐ کا ارشاد شک وشبہ سے بالا ہے اور چوٹی کے علماء اور مختلف فرقوں کے بانی مبانی اسے مانتے چلے آئے ہیں بلکہ اسے اسلام کی پہچان قرار دیتے رہے ہیں۔ مگر یہ سب کے سب اس دن ایسے پاگل ہو گئے اور ان کی عقلیں ایسی ماری گئیں کہ سات ستمبر کو یہ اعلان کر دیا کہ بہتّر فرقے اکٹھے ہیں، یہ مسلمان ہیں یعنی جنتی ہیں اور ایک جماعت احمدیہ ہے جو ناری ہے۔ یہ تھی اصل حقیقت جس کی **نعوذ باللہ من ذٰلک** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھ نہیں آئی اور پھر بڑے فخر سے ساتھ یہ لوگ اس کو پیش کرتے رہے اور یہی کہہ کر جماعت کے خلاف نت نئے مطالبے کئے جاتے رہے۔

دراصل جماعت احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ میں شروع سے ہی یہ گند اور کوڑھ داخل تھا کہ جماعت احمدیہ کو وہ جھوٹا بنا ہی نہیں سکتے جب تک اس حدیث کی تکذیب نہ کریں اس لئے پہلے بھی

جب جماعت کی مخالفت کرتے تھے تو علی الاعلان بڑے فخر کے ساتھ ان میں سے بعض اس کی تکذیب کے مرتکب ہوتے تھے۔ چنانچہ مولوی اختر علی خان ابن مولوی ظفر علی خان صاحب نے ۱۹۵۲ء میں جب احمدیوں کے خلاف تحریک چلائی گئی تو بڑے فخر سے یہ بات پیش کی۔ وہ کہتے ہیں۔

”مجلس عمل نے گذشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ میں دوسری مرتبہ اجماع امت کا موقع مہیا کیا ہے۔ آج مرزائے قادیان کی مخالفت میں امت کے ۷۲ فرقے متحد و متفق ہیں۔ حنفی اور وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی اہلحدیث سب کے علماء، تمام پیر اور تمام صوفی اس مطالبہ پر متفق و متحد ہیں کہ مرزائی کافر ہیں انہیں مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت قرار دو۔“

(”زمیندار“ ۵ر نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۶)

یعنی ۷۲ فرقے مسلمان اور ایک غیر مسلم ہے جو ناری ہے۔

اور پھر جب ۷۴ء میں یہ ظالمانہ واقعہ ہو گیا تو اس کو اپنی تائید میں آج پیش کر رہے ہیں اور سمجھ نہیں رہے کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں۔ اس وقت ۱۹۷۴ء میں نوائے وقت لاہور نے بڑی خوشی سے اور بڑے فخر کے ساتھ ”بہتر فرقوں کا اجماع“ کی شہ سرخی کے ساتھ اعلان کیا۔ دیکھیں کس طرح خدا جھوٹا کرتا ہے لوگوں کو۔ ان کو پتہ ہی نہیں لگتا کہ خدا کی تقدیر ہم سے کیا کھیل کھیل رہی ہے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ؕ﴿۱۰﴾ (البقرۃ:۱۰)

اللہ ان کے مکروں اور ان کی تدبیروں کو ان پر الٹا دیتا ہے۔ چنانچہ نوائے وقت کا یہ نوٹ اسی حقیقت کی غمازی کرتا ہے۔

”اسلام کی ساری تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔ اجماع امت میں ملک کے سب سے بڑے بڑے علماء دین اور حاملان شرع متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کا سیاسی راہنما کما حقہ متفق ہوئے ہیں۔ اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ برگزیدگان تصوف و طریقت کو بھی پورا پورا اتفاق ہوا ہے۔ قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی ۷۲

فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر متفق اور خوش ہیں۔'' (نوائے وقت ۶ را کتوبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۴)

کیا اس بات پر خوش ہیں کہ ہم بہتر ہیں جو پہلے اپنے آپ کو ایک کہا کرتے تھے اور غیروں کی طرف انگلی اٹھا کر کیا شیعہ اور کیا سنی یہ کہا کرتے تھے کہ تم بہتر ہو اور ہم وہ ایک فرقہ ہیں جس کے متعلق ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ جب بہتر اور ایک کا جھگڑا چلے گا تو ایک جنتی ہوگا اور ۷۲ ناری ہوں گے۔ اس دن دیکھیں تقدیر نے اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا۔ انہوں نے پاگلوں کے طرح اخباروں میں سرخیاں جما دیں اور فخر سے اعلان کیا کہ ہم ۷۲ ہیں اور مرزا غلام احمد کی جماعت وہ ایک ہے، وہ ایک ہے، وہ ایک ہے۔

پس خدا کی قسم! اگر وہ ایک ہے اور تم بہتر ہو تو پھر تمہارا فتویٰ نہیں چلے گا۔ فتویٰ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا چلے گا اور کوئی ماں نہیں ہے جس نے کوئی ایسا بچہ پیدا کیا ہو جو محمد مصطفی ﷺ کے فتوے کو غلط قرار دے یا اسے الٹا سکے۔ یاد رکھو! ۷ ستمبر ۷۴ء کا دن تمہارے لئے رات بن کر آیا ہے اور ہمارے لئے اس دن روشنی کا ایک سورج طلوع ہوا جس نے احمدیت کو بقعۂ نور بنا دیا۔ تم نے اکٹھے ہو کر اپنے ہاتھوں سے یہ فیصلہ دے دیا کہ آج محمد مصطفی ﷺ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور چونکہ تم اسی فیصلے میں آنحضرت ﷺ کے نکالے ہوئے نتیجہ کی تکذیب کے مرتکب ہوئے اس لئے وہ پیش گوئی اور بھی زیادہ شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ تمہاری اس ظالمانہ روش نے یہ فیصلہ کر دیا کہ تم جھوٹے ہو کیونکہ تم نے نتیجہ وہ نکالا ہے جو محمد مصطفی ﷺ کے نکلے ہوئے نتیجہ کے مخالف ہے۔

پس یہ ہے تمہاری اکثریت اور یہ ہے تمہاری اکثریت کی حیثیت۔ اس اکثریت کی ہمیں ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کیونکہ اس اکثریت کی ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی ﷺ کو کوئی پرواہ نہیں۔ تم نے ہمیں محمد مصطفی ﷺ سے کاٹنے کے لئے یہ اقدام کیا تھا مگر اس دن نے تو ہمیشہ کے لئے ہمارا پیوند حضرت محمد مصطفی ﷺ سے اور بھی زیادہ پکا کر دیا۔ اگر تم سچے ہو **نعوذ باللہ من ذلک** اور محمد مصطفی ﷺ **نعوذ باللہ من ذلک** غلط ہیں تو ہمیں وہ ایک بننا منظور ہے جو غلط ہو کر بھی ہمارے آقا محمد مصطفی ؐ کے ساتھ رہتا ہے۔ ہمیں یہ ہرگز منظور نہیں ہے کہ ہم ان بہتروں کے ساتھ شامل ہوں جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی ؐ کو منظور نہیں اس لئے جھوٹا کہو گے تب بھی ہم اپنے آقا محمد مصطفی ﷺ

کے ساتھ رہیں گے۔سچا کہو گے تو پھر تو ہم ہیں ہی سچے اس لئے اب نکل کے دکھاؤ اس راہ سے۔خود تمہارا بچھایا ہوا دام ہے جس نے تمہیں گھیر لیا ہے۔ایک بھی تم میں سے باقی نہیں رہا۔شیعہ سنی کبھی وہم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ سارے متفق ہو جائیں گے کہ وہ سب اپنے اختلاف عقائد کے باوجود اس مسئلہ پر متفق ہیں اور یہ کہ ان کے بزرگوں کے سارے فتوے جھوٹے ہیں۔اس دن خدا نے عظیم الشان فتح کا سورج ہمارے لئے طلوع فرمایا۔ہم اس پر راضی ہیں۔اللهم صل على محمد وال محمد وبارك وسلم انك حميد مجيد ۔

ایک نشان اور قوم کو انتباہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ رمئی ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۴﴾ (النمل: ۷۰-۷۴)

اور پھر فرمایا:

ایک لمبا عرصہ جو کئی مہینوں پر پھیلا ہوا تھا حکومت پاکستان کے شائع کردہ مزعومہ قرطاس ابیض کے جوابات دینے پر صرف ہوا اور الا ماشاء اللہ تقریباً تمام کے تمام خطبات مزعومہ قرطاس ابیض کے جواب ہی کے لئے وقف رہے۔

چند دن ہوئے پاکستان سے جماعت احمدیہ ڈسکہ کے امیر صاحب (ملک حمید اللہ خان صاحب) نے اپنے خط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی کاپی میں مندرج ایک رؤیا کا ذکر کیا۔ یہ رؤیا ۱۰ ر ستمبر ۱۹۰۳ء کی ہے اور ''تذکرہ'' (ایڈیشن سوم مطبوعہ ۱۹۶۹ء الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ) کے صفحہ ۴۸۵ پر درج ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ قرطاس ابیض کا جو جواب دیا گیا ہے یہ

رؤیا اسی سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ جب میں نے اس رؤیا کے اصل الفاظ کا مطالعہ کیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ واقعۃً یہ رؤیا حیرت انگیز طور پر اسی واقعہ پر چسپاں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سارے عرصہ میں مجھے ان جوابات پر اتنا اطمینان کبھی نہیں ہوا تھا اور اتنی غیر معمولی خوشی نہیں پہنچی تھی جتنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس رؤیا کے مطالعہ سے پہنچی اور جو اطمینان نصیب ہوا اس کا الفاظ میں بیان ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب شان ہے کہ آج سے بیاسی، تراسی سال پہلے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو بتا دیا تھا کہ اس طرح ایک واقعہ ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ اس کا ایک شافی اور کافی جواب دیا جائے گا۔ چنانچہ اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ”خواب میں میں نے دیکھا میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کسی مخالف کی۔ میں اس کو پانی میں دھو رہا ہوں اور ایک شخص پانی ڈالتا ہے۔ جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ساری کتاب دھوئی گئی ہے اور سفید کاغذ نکل آیا ہے صرف ٹائٹل پیج پر ایک نام یا اس کے مشابہ رہ گیا ہے۔“
>
> (تذکرہ۔ ایڈیشن چہارم ۲۰۰۴ء صفحہ ۴۰۴)

یہ الفاظ حیرت انگیز طور پر اس سارے واقعہ پر صادق آتے ہیں جو قرطاس ابیض کے نام سے عمل میں آیا ہے۔ سب سے پہلے تو دیکھنے والی یہ بات ہے کہ عام کتابیں جو مخالفین سلسلہ لکھتے رہے ہیں شروع سے لکھ رہے ہیں اور لکھتے چلے جائیں گے، یہ ذکر ان میں سے کسی ایک کے متعلق معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو ایک لمبا مضمون ہے جو تاریخ کے صفحات پر ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور کسی کتاب کو خاص کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی لیکن پاکستان میں حکومت وقت کی طرف سے جماعت کی مخالفت میں ایک کتاب شائع کی جائے تو اس کتاب کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور عام مخالفانہ کتابوں سے ممتاز ہو جاتی ہے۔ اس لئے لازماً یہاں کسی ایسی ہی کتاب کا ذکر ہے جو ایک غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے اور اس ساری تاریخ میں جو تقریباً ایک سو سال پر پھیلی ہوئی ہے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں یہ پہلا واقعہ ہوا ہے کہ ایک ملک کی حکومت نے اپنی جانب سے ایک مخالفانہ کتاب شائع

کی ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اس رؤیا میں اسی مزعومہ قرطاس ابیض کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔
مزید برآں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''میں اس کو پانی میں دھو رہا ہوں اور ایک شخص پانی ڈالتا ہے۔''

پاکستان میں عموماً میرا دستور یہی تھا اور گزشتہ خلفاء کا بھی یہی رہا ہے کہ جب کبھی علمی تحقیق کرواتے ہیں یا کرواتے تھے تو اس سلسلہ میں ایک سے زائد علماء مدد کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں لائبریریاں موجود تھیں۔ ہر قسم کے وسائل موجود تھے۔ چنانچہ ہر مضمون کے ماہر عالم کے سپرد مختلف باتیں کر دی جاتی تھیں جو تحقیق کر کے حوالے تلاش کرنے میں مدد کرتا تھا لیکن یہاں لندن میں ان ساری سہولتوں کے نہ ہونے کے باعث جس حد تک بھی بن پڑا اور جس طرح بھی خدا نے ہمیں توفیق دی کام کرنا پڑا۔ ہمارے تمام دوسرے مبلغین وغیرہ اتنے مصروف تھے کہ ان کو اس کام کے لئے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے حوالہ جات کی تلاش کروانے کے لئے صرف ایک ہادی علی صاحب کو منتخب کیا۔ چنانچہ اس عرصہ میں وہی میری ہدایت کے مطابق جہاں جہاں میں اشارے کرتا تھا وہاں وہاں سے حوالے تلاش کر کے مہیا کرتے رہے۔

پس خواب میں ذکر کرنا کہ ایک آدمی پانی ڈال رہا ہے اور صرف ایک ہی ڈال رہا ہے یہ ایک غیر معمولی بات ہے اور کوئی خاص معنی رکھنے والی بات ہے جس کا رؤیا میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس تمام عرصہ میں صرف ایک ہی شخص پانی ڈالتا رہا یعنی میری مدد کرتا رہا، اس کتاب کو دھونے میں اور پھر یہ لفظ بھی بڑا معنی خیز ہے یوں لگتا ہے جیسے چور بالکل پکڑا گیا ہو۔ فرمایا کہ وہ کتاب دھل گئی تو ایک سفید کاغذ نکل آیا۔ یہ حیرت انگیز بات ہے White Paper کا نقشہ اس سے بہتر نہیں کھینچا جا سکتا تھا کہ وائٹ پیپر تو ہے لیکن دھل کر کچھ بھی باقی نہیں رہا کلیۃً سفید ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بے داغ کر دیا گیا اور صرف ٹائٹل پر کچھ لکھا ہوا باقی رہ گیا ہے لیکن جہاں تک نفس مضمون کا تعلق ہے اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے چونکہ یہ ایک عظیم الشان تائیدی نشان تھا اس لئے میں نے سوچا کہ جماعت کو بھی اس روحانی لذت میں شریک کروں۔ بھلا جس قوم کا خدا ایسا عظیم الشان اور عالم الغیب خدا ہو اور وہ اس طرح بار بار تائید فرمائے اس کو دنیا میں کون ہرا سکتا ہے۔ پس ہمارا خدا ہمارا والی ہے وہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ایسا عالم الغیب خدا ہے کہ ہماری

پیدائشوں سے بھی پہلے جانتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور بہت دور دور کی خبریں اس نے پہلے سے دلوں کو سہارا دینے کی خاطر دے رکھی تھیں اس لئے یہ لوگ تمسخر کرتے رہیں، مذاق اڑاتے رہیں کہ وعدے کب پورے ہوں گے اور کیسے پورے ہوں گے۔ تمسخر اور استہزاء ان کی زندگی کا حصہ ہے اور ان کے مقدر کی باتیں ہیں مگر ہم تو ہر روز پورے ہوتے ہوئے وعدوں میں جی رہے ہیں، وہی ہماری سانسیں ہیں اور وہی ہماری بقا کا پانی ہے اس لئے ہماری جماعت کے جو حالات ہیں وہ ان لوگوں کے تصور میں بھی نہیں آسکتے کہ ہم کس طرح زندہ ہیں اور کیوں زندہ ہیں۔

ازاں بعد میرا خیال تھا کہ میں ملک کو ایک عظیم خطرہ کی طرف متوجہ کروں اور یہ ملائیت کا خطرہ ہے جو ملکی زندگی کے تقریباً ہر گوشے پہ پنجے گاڑ چکا ہے اور اس وقت ملکی زندگی کی شاہ رگ اس کے پنجوں میں آچکی ہے۔ صرف ایک ملک میں یہ واقعہ رونما نہیں ہو رہا بلکہ اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے ایک سوچی سمجھی سازش کے مطابق ملکی زندگی پر ملائیت کو مسلط کروایا جا رہا ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے میں نے سوچا کہ میں اہل وطن کو اس خطرہ سے متنبہ کروں لیکن آج صبح ایک ایسا واقعہ ہوا جس کے پیش نظر میں اس مضمون کو سر دست آئندہ خطبہ کے لئے اٹھا رکھتا ہوں اور آج رونما ہونے والے واقعہ کے متعلق مطلع کرتا ہوں۔

آج صبح تہجد کے وقت فون کی گھنٹی بجی تو پتہ چلا کہ کراچی سے فوری ٹیلی فون ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ کراچی میں محکمہ موسمیات (جس میں بین الاقوامی ماہرین موسمیات بھی شامل ہیں) کی طرف سے ایک ایسی تنبیہ کی گئی ہے جو عام طور پر پاکستان کے جغرافیائی حالات میں نہیں کی جاتی اور اس لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں کراچی کے ساحل کی طرف ایک نہایت ہی خوفناک سمندری طوفان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن صبح دس بجے وہ کراچی کے ساحلی علاقے کو Hit کرے گا۔ اس قسم کے سمندری طوفان مشرقی بنگال میں تو آتے رہتے ہیں اور وہ لوگ ان سے واقف بھی ہیں۔ ایسے طوفانوں میں لکھوکھہا جانیں ضائع اور اربوں کی جائیدادیں تلف ہوتی رہتی ہیں لیکن کراچی کے ساحلی علاقوں کے لئے یہ ایک بالکل اجنبی اور انوکھا واقعہ تھا اس لئے تمام نیوی کو Alert (الرٹ) کر دیا گیا شہری دفاع کے تمام ادارے اور رضا کار اس طرف متوجہ ہوئے، رات کے پچھلے حصہ اور صبح کے پہلے حصہ میں

ساحلی علاقوں سے آبادی کا انخلاء ہوا خصوصاً ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی سے جو بہت دور دور تک پھیلی پڑی ہے اس کے کئی Phases ہیں، اس میں لاکھوں آدمیوں کا انخلاء کروایا گیا۔ ڈیفنس کی نصف سے زائد آبادی اپنے مکان خالی کرگئی اور اتنی افراتفری میں یہ واقعہ ہوا کہ کسی کو اپنا سامان لے جانے کی بھی ہوش نہ تھی۔ چنانچہ اس اطلاع کے بعد صبح جب ایک احمدی گھرانے سے ٹیلی فون پر میرا رابطہ قائم ہوا تو انہوں نے اس طوفان کا نقشہ کھینچنے کے لئے ایک بڑا دلچسپ واقعہ بتایا۔ انہوں نے کہا ہمیں جب اطلاع ملی کہ فوراً نکلو تو اس اطلاع میں اتنی Panic تھی کہ ہم بغیر کسی چیز کے باہر نکلے تو میری چھوٹی بچی نے کہا: حضرت صاحب کے خط رہ گئے ہیں وہ تو لیتے جائیں۔ کہتے ہیں کہ ہم واپس دوڑے اور وہ خط لے لئے کہ اور کچھ لے جاسکیں یا نہ لے جاسکیں یہ خط محفوظ رہ جائیں۔ یہ وہ کیفیت تھی جس میں آبادی کا انخلاء عمل میں آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور پیشتر اس کے کہ یہ طوفان کراچی میں دور دور تک پھیلے ہوئے ساحلی علاقوں میں تباہی مچاتا اللہ تعالیٰ نے اس کا رخ پھیر دیا اور یہ بلا ٹل گئی۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے اس واقعہ کو ایک غیر معمولی اہمیت بھی حاصل ہوگئی۔ کراچی کی جماعت خاص طور پر اس لئے بھی پریشان تھی کہ اگرچہ آج یہاں جمعہ کا دن رمضان کی گیارہویں تاریخ ہے لیکن پاکستان میں جمعہ کا دن آج رمضان کی دسویں تاریخ ہے اور اس سے پہلے ایک خطبہ میں جو میں نے گلاسکو میں دیا تھا۔ اس میں بھی میں نے جماعت کو مطلع کیا تھا کہ بعض ایسی رؤیا معلوم ہوتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے Friday The 10th کا جو کشفی نظارہ دکھایا تھا اس کا تعلق بعید نہیں کہ چاند کی راتوں سے ہو۔ چنانچہ اس خطبہ کے بعد اس عرصہ میں پاکستان سے ایک دوست ڈاکٹر طارق صاحب نے ایک اور عجیب اور بڑی دلچسپ رؤیا لکھ کر بھجوائی۔ اس کا بھی اس سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک رات میں بہت ہی پریشان ہوا اور خدا کے حضور بہت رؤیا اور دعائیں کیں کہ ابتلاء کے یہ دن کب کٹیں گے اور کیا ہونا ہے کچھ تو پتہ لگے۔ کہتے ہیں میں نے اس رات رؤیا میں جو نقشہ دیکھا ہے اس کی مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ یہ ہے کیا؟ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو رؤیا کی تعبیریں بتا دیتا ہے اور آپ کا تعلق ہے جماعت کے معاملات سے اس لئے میں آپ کو لکھ رہا ہوں۔ چنانچہ وہ رؤیا یہ تھی کہ ایک کاغذ پر ایک طرف ایک

چوکھٹا بنا ہوا ہے اس کے اوپر کی طرف دس کا ہندسہ لکھا ہوا ہے اور نیچے قمر لکھا ہوا ہے اور بائیں طرف ایک لمبا چوکھٹا ہے اور اس کے اندر تاریخیں لکھی ہوئی ہیں یا ہندسے لکھے ہوئے ہیں اور اکتیس پر جا کر وہ شمار ختم ہو جاتا ہے اور اکتیس کا ہندسہ نمایاں چمک رہا ہے۔ انہوں نے اس کی کوئی تعبیر نہیں لکھی اور نہ ان کا ذہن اس طرف گیا مگر چونکہ Friday The 10th والے کشف سے مجھے اس کا تعلق معلوم تھا۔ اس لئے واضح طور پر مجھے یہ سمجھ آئی کہ ۳۱ رمئی کو چاند کی دسویں تاریخ ہے اور دن جمعہ کا ہے اور اس جمعہ کے روز کوئی ایسا واقعہ رونما ہونے والا ہے جس کا تعلق اس کشف سے بھی ہے اور اس رؤیا سے بھی ہے۔ چنانچہ اس خیال سے میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو پہلے ہی متوجہ کر دیا تھا وہ نظر رکھیں کہ ۱۰ ررمضان کو کیا غیر معمولی واقعہ پیش آتا ہے۔ ہمارے عزیز سیفی (صاحبزادہ مرزا سفیر احمد صاحب داماد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع) خود ساری رات بیٹھے رہے اور ریڈیو چلا کر خبریں سنتے رہے لیکن عجیب واقعہ ہوا کہ جو فون ان کے نام آنا تھا وہ غلطی سے میرے نام آ گیا اور یہ اطلاع پہلے مجھے ملی بجائے اس کے کہ ان کو ملتی۔

اس واقعہ میں کئی اسباق پنہاں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ تو بہر حال پختہ بات ہے کہ یہ ایک ایسا غیر معمولی واقعہ ہے جو اس علاقہ میں دسیوں سالوں میں بھی کبھی رونما نہیں ہوا اور پھر جمعہ کے دن اور رمضان المبارک کی دس تاریخ کو رونما ہوا ہے۔ ان حقائق کو دنیا مٹا نہیں سکتی، کوئی ان کو غلط نہیں کر سکتا لیکن ایک خطرہ پیدا ہوا اور ٹل گیا۔ خواہ وہ کتنا ہی غیر معمولی خطرہ تھا لیکن بہر حال ٹل گیا اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے یا اس کا کیا نتیجہ ہمیں نکالنا چاہئے۔ یہ دیکھنے والی بات ہے۔ میرے ذہن میں اس کے کئی نتائج آتے ہیں جن کے بارہ میں میں احباب جماعت کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ کہ اگر چہ یہ رؤیا اس واقعہ پر چسپاں ہوتی نظر آ رہی ہے اور یہ ایک غیر معمولی بات ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ایک ہی دفعہ ایک بات پوری ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض ایسے کشوف اور الہامات ہوتے ہیں جو بار بار تکرار کے ساتھ پورے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض نشان پیچھے پڑ جانے والے ہوتے ہیں اور وہ بار بار پورے ہوتے ہیں۔ پس ایک تو یہ امکان بھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر خدا تعالیٰ چاہے تو زیادہ وضاحت کے ساتھ اس نشان کو پورا فرما سکتا ہے۔

دوسرے جب ہم اس واقعہ پر غور کرتے ہیں تو کئی سبق ملتے ہیں پہلا یہ کہ خدا تعالیٰ جب کسی قوم کو پکڑنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کی پکڑ کے رستے بہت ہیں۔ بسا اوقات وہ ایسے رستہ سے بھی پکڑتا ہے جس کی قوم توقع ہی نہیں کرسکتی، وہم وگمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس طرف سے بھی کوئی واقعہ رونما ہوگا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد قوم مختلف ابتلاؤں میں بار بار پکڑی گئی مثلاً بلوچستان کی خشک پہاڑیوں پر غیر متوقع بارش کے نتیجہ میں سندھ میں ایک ایسا سیلاب آیا تھا جس کا آدمی وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا کہ بلوچستان کے خشک پہاڑ سیلاب کا موجب بن جائیں گے لیکن بلوچستان کے پہاڑوں کے سیلاب کی وجہ سے سندھ کا بہت سا علاقہ تباہ ہوا۔ چنانچہ اخباروں میں اس بات کی نمایاں سرخیاں لگیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی جب پکڑ آتی ہے تو معلوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی پکڑ کے مختلف رستے ہیں۔ وہ قادر وتوانا خدا ہے وہ اپنی قدرت کے نشان دکھاتا ہے اور زمین کی ہر چیز کو جب چاہے وہ امر فرما سکتا ہے تب وہ جگہ جو امن کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے خطرہ کا موجب بن جاتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ جب کسی کو پکڑنے کا فیصلہ کرلے تو پھر کوئی آدمی امن میں نہیں رہ سکتا اور یہ مضمون بھی قرآن کریم کی مختلف آیات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ خدا کی تقدیر سے تم کسی طرح امن میں رہ سکتے ہو۔ وہ تو پابند نہیں ہے وہ جس طرح چاہے تمہیں پکڑنے کا فیصلہ کرلے تو پھر تمہارے لئے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اس نہایت مہیب خطرہ کے ایک دم ظاہر ہونے اور پھر اس کے ٹل جانے میں ایک خوشخبری بھی ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ عذاب دینے میں خوش نہیں ہے۔ وہ تنبیہ فرماتا ہے اور خطرات سے متنبہ کرتا ہے اور قوم کو استغفار کا موقع دیتا ہے۔ اگر قوم استغفار کرے اور توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اس بات میں راضی نہیں ہے کہ لوگوں کو ہلاک کرے اور وہ پکڑ میں ڈھیلا ہے اور نرمی کرتا ہے۔ یہاں تک نرمی کرتا ہے کہ بسا اوقات انبیاء بظاہر جھوٹے ہوتے دکھائی دے رہے ہوتے ہیں اور دنیا کو ان کی تضحیک اور تمسخر کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی اپنی پکڑ میں نرمی اور غیر معمولی مغفرت کا سلوک فرماتا ہے۔ پس اگر یہ وہی نشان ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا تو اس میں جماعت کے لئے بھی اور قوم کے لئے بھی ایک بہت ہی خوشخبری کا پہلو ہے کہ قوم کے لئے ابھی نجات کی راہ باقی ہے۔ مہیب خطرات کا ایک نمونہ دکھا دیا گیا ہے لیکن اگر قوم نے

استغفار سے کام لیا اور توبہ کی تو ہرگز بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو بچائے اور یہی ہم بھی چاہتے ہیں اور اسی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور اس سے سبق کا تیسرا پہلو یہ نکلتا ہے کہ تنبیہ موجود ہے اور نمونہ دکھا دیا گیا ہے کہ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو پھر خدا تعالیٰ تم سے کیا سلوک فرمائے گا۔ اب معاملہ وہاں تک جا پہنچا ہے کہ جہاں قومی عذابوں کے ذریعہ اور بار بار سزاؤں کے ذریعہ پکڑے جاؤ گے۔ اگر تم توبہ اور استغفار سے کام نہیں لو گے اور تکبر میں اسی طرح مبتلا رہو گے اور خدا تعالیٰ کے پاک بندوں سے تمسخر اور استہزاء کرنے سے باز نہیں آؤ گے تو پھر یہ ایک معمولی سا نمونہ ہے جو تمہیں دکھا دیا گیا ہے پھر آئندہ تمہارے لئے اسی قسم کا خدا کا سلوک ظاہر ہونے والا ہے لیکن جب وہ ایک دفعہ ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد کوئی روک نہیں، کوئی ہاتھ نہیں ہے جو اسے چلنے سے روک رکھے۔ خدا کی چکی ہے جب چل پڑتی ہے تو پھر کوئی اسے روک نہیں سکتا اس لئے یہ سارے نشانات یا ایسے اسباق ہیں جو اس واقعہ پر غور کرنے سے ہمیں ملتے ہیں۔

جن آیات کا میں نے انتخاب کیا ہے ان میں بھی یہی مضمون ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان سے کہہ دے کہ تم زمین میں خوب پھر کے دیکھ لو ایک بات تمہیں قطعی طور پر نظر آئے گی کہ مجرمین کی عاقبت کبھی اچھی نہیں ہوئی۔ وہ لوگ جو جرم کے مرتکب ہوتے ہیں اور زیادتیاں کرتے ہیں اور سفا کی سے کام لیتے ہیں جن کی زندگیاں تضاد بن جاتی ہیں، منہ سے کچھ اور کہہ رہے ہوتے ہیں کردار ان کے کچھ اور ظاہر کر رہے ہوتے ہیں، ان کی ساری زندگیاں گندگیوں میں مبتلا ہوتی ہیں اور نیکیوں کا نام لے لے کر وہ لوگ غلط لبادے اوڑھ لیتے ہیں۔ اسلام کے نام پر ہر قسم کی غیر اسلامی حرکتیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ایک وقت مقدر ہوتا ہے۔ وہ وقت کب آئے گا یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اگر تم غور کرو اور مڑ کر تاریخ کے آئینہ میں ان لوگوں کے چہرے دیکھو تو ایک بات تمہیں قطعی طور پر نظر آئے گی کہ ان کا انجام اچھا کبھی نہیں ہوا، ان کا ہمیشہ بدانجام ہوتا رہا ہے وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ فرمایا ہم ان لوگوں کو جو ڈھیل دیتے ہیں تو تم اس پر غم نہ کرو اور ان

کو مکروں کا جو موقع دیتے چلے جا رہے ہیں ہر قسم کے مکر تیرے خلاف کر رہے ہیں تو اس پر تم یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ یقین رکھو کہ تمہاری عاقبت اچھی ہے اور ان کی عاقبت لازماً خراب ہونے والی ہے، اگر یہ لوگ باز نہ آئے۔ تم سے یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور چھیڑ خانیاں کرتے ہیں کہ بتاؤ وعدہ کب پورا ہوگا، یہ بھی تو بتاؤ کہ کب ہم پکڑے جائیں گے، اگر تم سچے ہو تو دکھاؤ وہ عذاب کہاں ہے، خدا کی وہ پکڑ کہاں گئی۔ فرمایا اس کے جواب میں تو اتنا کہہ دے عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ہو سکتا ہے تمہیں پتہ ہی نہ چلا ہو اور ایک واقعہ رونما ہو گیا ہو یہ وہ چیزیں ہیں جن کی تم جلدی کر رہے ہو ان میں سے ایک حصہ تمہارے پیچھے لگ بھی چکا ہے اور تمہیں پتہ ہی نہیں کہ ہمارے پیچھے خدا کا عذاب لگ چکا ہے اور وہ چھوڑنے والا نہیں۔ لیکن کیوں پیچھے لگ رہا ہے اور کیوں اسے پکڑ نہیں رہا۔ یہ مہلت کیوں دی جا رہی ہے۔ فرمایا: وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ۔

اللہ اپنے بندوں پر بہت ہی فضل کرنے والا ہے، پکڑنے میں دھیما ہے اور تکلیف دے کے خوش نہیں ہوتا۔ اس لئے بسا اوقات ایسے انتظام فرما دیتا ہے کہ مجرم اگر باز نہ آئیں تو پیشتر اس کے کہ وہ مجرم یہ کہہ سکیں کہ ہم کامیاب ہو گئے خدا کا عذاب انہیں پکڑ لیتا ہے جو پہلے سے ہی ان کے پیچھے لگ چکا ہوتا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ واقعہ ہو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ ہدایت پائیں ان پر خدا کی رحمتیں اور فضل نازل ہوں وہ ساری کی ساری طاقتیں جو خدا کے عذاب کے لئے استعمال ہوتی ہیں وہ خدا کی رحمت کے لئے بھی تو استعمال ہو سکتی ہیں، وہ رحمت کا موجب بھی بن سکتی ہیں۔

چنانچہ سورۃ نوح میں خدا تعالیٰ اس مضمون کو زیادہ کھول کر بیان فرماتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام خدا سے عرض کرتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کو کھول کھول کر متنبہ کر دیا ہے اور ان کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ آسمان سے آنے والا پانی رحمتوں کا موجب بن جائے گا، ضروری نہیں کہ یہ عذاب کا موجب بنے، خدا تعالیٰ ایسے فضلوں کی بارش تم پر برسائے گا جس کا فیض تم ہمیشہ کھاتے رہو گے اور دین اور دنیا کی نعمتیں پا جاؤ گے لیکن میری ساری نصیحتوں، دن رات کی باتوں اور میری تقریروں نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا۔ چنانچہ ایک عجیب دردناک منظر ہے جو حضرت نوحؑ خدا کے حضور پیش

کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَہَارًا ۙ﴿۶﴾ فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۷﴾ وَ اِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَ اسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَ اَصَرُّوۡا وَ اسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۙ﴿۹﴾ ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۙ﴿۱۰﴾ فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ﴿ۙ۱۱﴾ (نوح:۶-۱۱)

کہتے ہیں اے میرے رب! میں نے تو اپنی قوم کو صبح بھی بلایا رات کو بھی بلایا اور دن کو بھی بلایا لیکن میری آہ و پکار نے، میری دعوتوں نے اور میرے بلاوے نے ان کو بھاگنے کے سوا اور کسی چیز میں نہیں بڑھایا۔ میں ہر دفعہ جب انہیں اس بات کی طرف دعوت دیتا تھا کہ اے میرے رب تو ان کو بخش دے، تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے تھے اور اپنے کپڑے تکبر سے سمیٹنے لگتے تھے اور اپنے انکار پر اصرار کرتے تھے اور بہت بڑے استکبار میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ پھر ان کو میں نے کھلے طور پر بھی بلایا اور اعلان کر کے بھی بلایا اور خفیہ اشاروں کے ساتھ ان کو سمجھانے کی کوشش بھی کی اور ان کو ہمیشہ یہی کہتا رہا اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ اللہ سے بخشش مانگو، اپنے رب سے استغفار کرو، اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا اس بات کو مت بھولو کہ وہ بہت ہی بخشنے والا ہے۔

پھر اس کے بعد وہ دعا ہے جو میں نے عمداً چھوڑ دی کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اپنی قوم کی زیادتیوں پر وہ دعا مانگوں جس پر حضرت نوحؑ نے اس کو انجام تک پہنچایا اگر چہ یہ ایک بہت ہی خوفناک دعا ہے لیکن حضرت نوحؑ بھی جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا ہرگز اپنے رب سے یہ دعا نہ مانگتے اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے آپ کو قوم کے انجام کے بارہ میں خبر دے کر خود اس دعا کی اجازت نہ فرما دی ہوتی۔ بہر حال پرانی تاریخ دہرائی تو جاتی ہے لیکن لفظاً لفظاً بعینہٖ دہرائی نہیں جاتی، اس میں بہت سے انتباہ ہوتے ہیں، بہت سے سبق ہوتے ہیں تا کہ صاحب فہم قومیں اگر ان سے استفادہ کرنا چاہیں تو کر سکیں۔

پس نہ میں خود یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنی قوم کے بارہ میں وہ دعائیں کروں جو حضرت نوحؑ

نے اپنی قوم سے متعلق کی تھیں، نہ آپ کو اس کی اجازت دے سکتا ہوں کہ آپ لوگ جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں یا جو پاکستان سے تعلق نہیں رکھتے وہ پاکستانی قوم کے خلاف ایسی دعائیں کریں۔ البتہ زیادہ سے زیادہ یہ دعا کی جاسکتی ہے (کیونکہ اس حد تک ایک بے اختیاری کا بھی عالم پیدا ہو چکا ہے) کہ اے خدا! مخالفین سلسلہ میں سے جو آئمۃ التکفیر ہیں ان کو ضرور پکڑ اور ان کو عبرت کا نمونہ بنادے تا کہ آئندہ نسلیں ان سے نصیحت پکڑیں۔ لیکن جہاں تک قوم کا تعلق ہے یہ مظلوم ہے، حقیقت حال سے بے خبر ہے، لاعلم ہے یعنی قوم کی اکثریت کو اس بات کا پتہ نہیں کہ مولوی کیا کہہ رہے ہیں۔ جماعت کے خلاف اس قدر جھوٹ پھیلایا گیا ہے اور اتنا کذب سے کام لیا گیا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک دوست نے بتایا کہ کراچی جیسے شہر میں تعلیم یافتہ لوگ جو جماعت سے واقف ہیں اور بظاہر دنیا کی تعلیم سے خوب آراستہ ہیں (ایسی ہی ایک مجلس میں ذکر ہو رہا تھا) ان سے میں نے احتجاجاً کہا کہ اب بتاؤ کہ کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت جو سارے عالم اسلام میں قدر مشترک ہے بلکہ یہ ایک ایسی قدر مشترک ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ غیروں کو بھی بلاتا ہے، عیسائیوں کو دعوت دیتا ہے کہ اس مشترک کلمہ کی طرف آؤ اور اس کے پہلے حصہ میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ اس کو زبردستی مٹایا جا رہا ہے، اس کی تذلیل کی جارہی ہے، اس کی اسلام تمہیں کیسے اجازت دیتا ہے اس کی کوئی دلیل دو۔ کہتے ہیں پڑھے لکھے لوگوں کی اس مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ ہاں اس کی دلیل یہ ہے کہ تم منہ سے کچھ اور کلمہ کہتے ہو اور دل میں کچھ اور کلمہ ہے۔ منہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے ہو دل میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لیتے ہو۔ اس جھوٹ اور افتراء کی بھی حد ہے۔ لیکن مولوی نے اس کثرت سے جھوٹ بولا ہے اور ایسے افتراء سے کام کیا ہے کہ پاکستانی سوسائٹی میں نیچے سے اوپر تک اس جھوٹ کا زہر گھول دیا ہے اور عالم کو بھی جاہل بنا دیا ہے۔ اس لئے ایسے ظالم لوگ جنہوں نے اس کثرت سے جھوٹ بولا ہے اور قوم کی عاقبت کی کوئی پرواہ نہیں کی، اپنی عاقبت کا تو ان کو معلوم ہوتا ہے کبھی خیال ہی نہیں آتا کہ وہ خود کس قماش کے لوگ ہیں اور ان سے کیا ہونے والا ہے مگر قوم کی زندگی سے کھیل رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں تو ہمارے دل کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اب کوشش بھی کریں تو دل سے دعا نہیں نکلتی۔ عمومی طور پر ہم یہ دعا تو کرتے ہیں کہ اے اللہ ان میں سے اکثریت کو ہدایت عطا فرما، اکثریت کو بچالے اور ان کو ظلم سے باز رکھ۔ یہ لوگ مسلسل سفا کی سے

کام لے رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گند اچھال رہے ہیں ان کو اس سے باز رکھ۔ لیکن کچھ ان میں سے ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو لوگوں کے لئے عبرت کا نمونہ بنیں تا کہ جماعت کے دل بھی ٹھنڈے ہوں، انہوں نے بدزبان مولویوں کے ہاتھوں بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ خدا ان کو جلد پکڑے ان کی عبرت کا نمونہ ساری قوم کے لئے نجات کا موجب بن جائے۔ یہ مقصد ہونا چاہئے اس دعا میں، محض بددعا نہیں بلکہ یہ مقصد ہو کہ اس سے قوم کی بھاری اکثریت ہدایت پا جائے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ باز نہیں آ رہے اور تمرد اور سرکشی میں دن بدن آگے سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور یہ نمونہ جو خدا نے ان کو آج کے دن دکھایا ہے اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ استفادہ نہیں کریں گے بلکہ تضحیک کریں گے، تمسخر اڑائیں گے اور کہیں گے طوفان آیا تھا ٹل گیا نا آخر! ہم مستحق ہیں اس بات کے کہ ہمیں بچایا جائے، یہ گویا ان کے حق میں نشان ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ ان کے بارہ میں نشان نہیں ہے پہلے بھی ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ نشان یہ ہے کہ اب بھی اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو پھر خدا کی پکڑ اسی طرح آئے گی کہ وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿٤﴾ (ص:۴) تمہارے لئے پیچھے ہٹنے یا دائیں بائیں ہونے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی۔ کوئی آگے بڑھنے کی جگہ باقی نہیں رہے گی۔ یہ وہ عبرت کے نشان ہیں جو ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں اور لقموں کے طور پر دکھلائے جاتے ہیں اور آئندہ آنے والے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کاش کوئی ان سے استفادہ کرتا۔ لیکن بظاہر معلوم یہی ہوتا ہے کہ جیسے پرانے لوگوں کی تقدیر تھی اب بھی لوگ نشان دیکھ کر انکار کر دیتے ہیں اسی لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس قوم کو متنبہ کر کے اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ یہ مذہبی طور پر ایک تنبیہ ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ یہ باتیں ان کی سمجھ میں نہ آئیں کیونکہ جس دنیا میں ہم بس رہے ہیں' خدا کو جس طرح بار بار ایک زندہ حقیقت کے طور پر ہم نے دیکھا ہے دن رات اپنے گھروں میں اپنے روزمرہ کے سلوک میں، اس طرح ان لوگوں نے اس خدا کو دیکھا نہیں اس لئے ہوسکتا ہے یہ باتیں ان کی سمجھ میں نہ آئیں۔ یہ باتیں ان کی سمجھ سے بالا ہوں اس لئے تنبیہ کے دوسرے پہلو کے طور پر میں نے وہ حصہ رکھا ہے جس کو میں نے ابھی شروع میں بیان کیا تھا کہ ملاں کے قبضہ کے انجام سے

ڈراؤں اور ان کو ایسے رنگ میں بتاؤں کہ ان کو سمجھ آجائے۔ باقی دنیا کی اصطلاحوں سے ان کو بتاؤں، دنیا کی تاریخ پیش کر کے بتاؤں کہ جب کسی قوم پر ملائیت قابض ہو جایا کرتی ہے تو اس کو کس کنارے تک پہنچا دیا کرتی ہے۔ اس موضوع پر خطبہ تو انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ اس وقت تو روحانی اور مذہبی نکتہ نگاہ سے خواہ یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں (اصل زبان تو ہماری یہی ہے ہم پہلے اسی زبان میں) ان کو تنبیہ کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض عبارتیں میں نے منتخب کی ہیں جو کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

> ’’تم دیکھتے ہو کہ باوجود تمہاری سخت مخالفت اور مخالفانہ دعاؤں کے اس نے مجھے نہیں چھوڑا اور ہر میدان میں وہ میرا حامی رہا۔ ہر ایک پتھر جو میرے پر چلایا گیا اس نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ ہر ایک تیر جو مجھے مارا گیا اس نے وہی تیر دشمنوں کی طرف لوٹا دیا۔ میں بے کس تھا اس نے مجھے پناہ دی۔ میں اکیلا تھا اس نے مجھے اپنے دامن میں لے لیا۔ میں کچھ بھی چیز نہ تھا مجھے اس نے عزت کے ساتھ شہرت دی اور لاکھوں انسانوں کو میرا ارادت مند کر دیا۔ پھر وہ اسی مقدس وحی میں فرماتا ہے کہ جب میری مدد تمہیں پہنچے گی اور میرے منہ کی باتیں پوری ہو جائیں گی یعنی خلق اللہ کا رجوع ہو جائے گا اور مالی نصرتیں ظہور میں آئیں گی تب منکروں کو کہا جائے گا کہ دیکھو کیا وہ باتیں پوری نہیں ہو گئیں جن کے بارہ میں تم جلدی کرتے تھے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۷۹)

پھر آپ فرماتے ہیں:

> ’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل

اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سواے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔'' (تجلیات الہیہ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں سے یہ تو ہے احمدیت کا مستقبل، جس کو اسی رخ میں اسی سمت میں بڑھتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں اور مسلسل دیکھ رہے ہیں۔ ہر ابتلاء کے وقت، ہر مصیبت کے وقت اور ہر اندھیرے کے وقت ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ جماعت کا قدم اس مستقبل کی طرف بڑھنے سے رک گیا ہو۔ جماعت تو خدا کے فضل سے معاندین کی تلواروں کے سائے میں بھی آگے بڑھتی رہی ہے اور ان کی گالیوں کی بوچھاڑ کے نیچے سے بھی جماعت اپنے اسی مستقبل کی جانب آگے ہی آگے بڑھتی چلی گئی ہے۔ دشمن گند اچھالتے رہے، دکھ دیتے رہے اور ہر طرح کے افتراء سے کام لیتے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مستقبل کی طرف جماعت کے بڑھنے کی رفتار کو کم نہیں ہونے دیا بلکہ آگے بڑھا تا رہا ہے۔ یہ ہے وہ تقدیر جس کو دشمن کبھی بدل نہیں سکتے۔

ایک اور تقدیر بھی کارفرما ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی تقدیر ہے جو جلد یا بدیر ان پر ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے دشمنان حق وصداقت کے بارہ میں جو تقدیر جاری فرما تا رہا ہے اس کا بھی حال سن لیجئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا (یعنی بلا کے آنے سے پہلے)۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ (جب خدا کی پکڑ آئے گی) انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ

مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد و یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۸، ۲۶۹)